



مُطَالَعَةُ الْقُرْآنِ

www.islamicbookslibrary.wordpress.com



دَاكْتِرْ عَلَامَهْ خَالِ مُحَمَّد صَا حَبْ

ایک ضروری گزارش

اس کتاب کو ای بک بنانے میں ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ کوئی اللہ کا مخلص بندہ اس کو پڑھ کر ہدایت پا جائے اور ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

جن پبلشرز حضرات کی کتاب کو بغیر انکی اجازت کے ہم نے یہ کیا ہے ان سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے ہم کو معاف کر دیں، اللہ سے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ قیامت میں آپ کو اس کا بدلہ آپ کی توقع سے زیادہ دیکر آپ کو خوش کر دے گا

ایک تاریخی ہنکری اور تحقیقی جائزہ

مطالعہ بریلوٹ

جلد پنجم
مُصَنَّف

ڈاکٹر علامہ خالد محمد ایم اے پنی ایچ ڈی

ڈاکٹر اسلامک سٹیڈی ماچسٹر

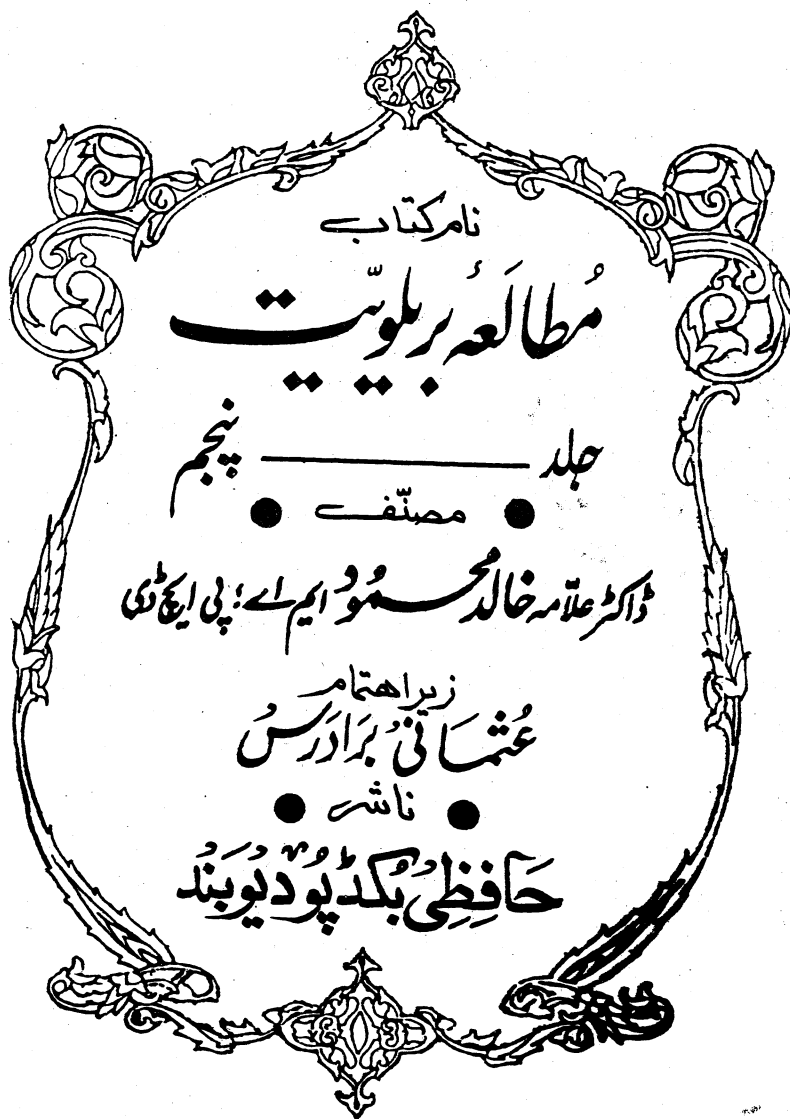
تقریباً

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

حافظی بک ڈپو دیوبند

Hafzi Book Depot, Deoband (U.P.)



**HAFZI BOOK DEPOT
DEOBAND U.P.**

Phone: (01336)-22311

پیش لفظ

ادیان کے تقابلی مطالعہ میں ہر دین کے پیروں کو دوسرا دیان کا بھی کچھ مطالعہ ہونا چاہیے۔ ایک دوسرے کو جاننے سے ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا زیادہ علم ہو سکتا ہے اور برداشت اور رواداری کی بہتر تفہیم پیدا ہوتی ہے۔ یہی بات ہم ایک دین کے مختلف مسالک کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں۔

اسی جذبہ سے ہم نے آج سے پندرہ سال پہلے مطالعہ بریلویت کا آغاز کیا تھا یہ کتاب رد بریلویت یا محاصرہ بریلویت کے لیے نہیں لکھی گئی یہ محض مطالعہ بریلویت ہے اور جہاں اس کے مقابل کوئی دوسری بات کہی گئی ہے تو ہم نے اس کی وضاحت بھی ساتھ لکھ دی ہے تاکہ ہمارے قارئین بریلویت کا تقابلی مطالعہ کر سکیں ہم نے اسے ایک مخالف کی حیثیت سے نہیں ایک مورخ کے طور پر قلم بند کیا ہے مطالعہ دیوبندیت میں بھی ہم نے یہی حیثیت اختیار کی ہے اس سے پہلے مطالعہ عیسائیت کے نام سے بھی ہم ایک دستاویز پیش کر چکے ہیں۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگوں نے مطالعہ بریلویت کو رد بریلویت سمجھ لیا اور وہ مقابلے کی کارروائی پر آگئے۔ ہم نے کہیں لکھا تھا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے لذیذ کھانوں کی ایک لمبی فہرست مرتب فرمائی۔ اس میں ہمارا مطلب یہ نہ تھا کہ اچھے کھانے کھانا جائز نہیں لیکن بعض کرم خواہوں نے دفاع میں احادیث پڑھنی شروع کر دیں کہ حضور کو علوہ دمیٹھی چیز بہت پسند تھا۔ اور خواہ مخواہ ایک غیر اختلافی مسئلے کو اختلافی بنا دیا۔ تاہم وہ ہماری اس بات کو غلط نہ کر سکتے کہ مولانا احمد رضا خاں نے واقعی وفات سے پہلے اپنے پیروں کو وہ فہرست مرتب کر دی تھی اور اس میں علوہ نہ لکھا تھا کہ کہیں اس میں حدیث کی پیروی نہ ہو جائے۔

سویا دہے کہ مطالعہ بریلویت رد بریلویت نہیں ہے ہمارے بریلوی دوست اگر تعصب سے ایک طرف ہو کر بریلویت کا مطالعہ کریں تو اس سے بریلویت کی جڑیں کہیں دوتر تک پہنچی نہ ملیں گی یہ چند رموز کا اختلاف ہے جن میں کوئی نہی اختلاف کے معرکے لگ گئے ہیں ورنہ ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے پہلے اہل بدعت کہیں ایک مقابلے کا فرقہ نہ بنے تھے۔

علماء اور روایتوں کی پیروی کی کہیں چشمک ضرور لگی ہے لیکن اہل عبت نے منظم ہو کر کہیں سوادِ عظیم اہل سنت کو دو ٹوکے نہ کیا تھا۔ اہل سنت کے دو ٹوکے کون چاہتے ہیں؟ جنہیں اہل سنت کے لیے سوادِ عظیم کا لفظ گلاں گزرتا ہے انگریزوں کی چال چل کر یا شیعوں کی ڈھال ڈھال کر کون لوگ ہیں جنہوں نے پچاس سالہ محنت سے اہل سنت کے دو ٹوکے کیے اس کے لیے آپ قاری احمد علی بھتی کا بیان سوانحِ علی حضرت سے پڑھ آئیں۔

سے من از بیگانگان ہرگز نہ نالم کہ بامن ہر سچہ کرد اس استنا کرد

عقائد اہل سنت آج بھی وہی ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھے نہ انہیں انگریزوں و حصوں میں تقسیم کر سکے اور نہ یہ دوسرے مہربان اور بول بول وقت گزرتا جا رہا ہے مولانا احمد رضا خاں کے لگائے یہ فاصلے اور کم ہوتے جا رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے بعد مولانا سراج الدار احمد لاہوری ان جانشین ہوئے انہوں نے پاکستان آکر اپنے فرقہ وارانہ عمل کو بالکل چھوڑ دیا اور کبھی کسی دیوبندی سے مناظرہ نہ کیا۔ فرقہ وارانہ تعصب کی ہوا انگریز سلطنت میں ہی چل سکتی تھی پاکستان میں نہیں۔ یہاں کسی کے بارے میں یہ الزام نہیں چل سکتا کہ وہ متعصب مصطفیٰ کا منکر ہے اگر کوئی ایسا ہو تو اسے آپ کا کلمہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

آج جب پاکستان بنے پچاس سال ہوئے ہیں مولانا سراج الدار احمد صاحب کے صاحبزادہ مولانا فضل کریم نے ۱۱۰ علماء کے اجتماع میں یہ بات صاف کہہ دی ہے اور روز روز کا جھگڑا ختم کر دیا ہے۔

قرآن و سنت کی مبنی بالادستی مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے مکمل نفاذ میں تمام مکاتب فکر کے علماء ایک ہیں بلکہ

ان ۱۱۰ علماء کرام میں پچاس سے زیادہ دیوبندی علماء تھے جنہیں یونہی بذنام کیا جاتا رہا کہ وہ حضور کا ادب نہیں کرتے حالانکہ مقام مصطفیٰ کے احترام میں ان میں سے کوئی بھی مولانا سراج الدار احمد لاہوری سے کم نہ ہو گا۔ ہمیں اس پچاس سالہ محنت سے ان پچاس سالوں کو بھی ٹھول جانا چاہیے جو مولانا احمد رضا خاں بقول قاری احمد علی بھتی اہل سنت کو دو ٹوکے کرنے میں لگائے تھے مطالعہ بریلویت کی اس جلد سے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سب اہل سنت آج بھی اپنے عقائد پر ہیں جو ان کے آج سے چودہ سو سال پہلے تھے۔

مؤلف

فہرست مضامین

- | | |
|--|--|
| <p>۳۶ مولانا ظفر علی خاں نے بات کھول دی</p> <p>۳۷ ہر فرقہ بندی کے پیچھے سیاسی ہاتھ</p> <p>۳۸ ابتداء میں بنی شیعہ اختلافات بھی محض سیاسی تھے</p> <p>۳۹ اثنا عشری عقیدہ تیسری صدی کے آخر میں</p> <p>۴۰ ابتداء شیعان علی کوئی مذہبی گروہ نہ تھے</p> <p>۴۱ حضرت علی المرتضیٰؑ کی اپنی شہادت</p> <p>۴۲ اختلافات بھی اتنے نہیں جتنے الزامات</p> <p>۴۳ روایت حدیث میں سیاسی شیعہ ہی ہے</p> <p>۴۴ ابن سبأ مخالفت صحابہ کا سرغنہ تھا</p> <p>۴۵ مولانا فضل رسول علیہ دین مذہب نہ بنا سکے</p> <p>۴۶ احمد رضا خاں نے اپنا دین و مذہب بنایا</p> <p>۴۷ سیاسی اختلافات کس طرح مذہبی بنے</p> <p>۴۸ سیاسی فضاؤں میں پیدا ہونے والے مذاہب</p> <p>۴۹ قادیانی بھی پہلی سطح میں ایک سیاسی ضرورت تھے</p> <p>۵۰ بریلوی حقیقتاً اہلسنت سے نہیں کٹے یہ</p> <p>۵۱ ایک ڈرامہ تھا جو احمد رضا خان نے سیلج کیا۔</p> <p>۵۲ بریلوی علماء کی اپنے عوام سے بے رحمی</p> <p>۵۳ بریلویوں کی ددِ طرفہ آواز کا افسوسناک منظر</p> <p>۵۴ مصطفیٰ کی تحقیق بشری نہ تھی۔ محمد عمر</p> | <p>۳۱ مقدمہ تاریخ زوالِ اُمت</p> <p>۳۲ ہندوستان میں انگریز سلطنت کب قائم ہوئی</p> <p>۳۳ اسلام کے نام پر دو ہی فرقے تھے</p> <p>۳۴ شیعہ کے دو فرقے اثنا عشری اور اسماعیلی</p> <p>۳۵ مسلمانوں کی جہلِ باڈی اہلسنت ہے</p> <p>۳۶ اہلسنت والجماعت کے دو ٹکڑے</p> <p>۳۷ مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ محنت</p> <p>۳۸ انگریزی سیاست نے فرقہ بندی قائم کی</p> <p>۳۹ جرمینوں اور ترکوں کا معاہدہ</p> <p>۴۰ ہندوستان میں ترکوں کے حلیف</p> <p>۴۱ ہندوستان میں انگریزوں کے وفادار</p> <p>۴۲ کہیں ترکی ہندوستان پر حملہ نہ کر دے</p> <p>۴۳ ہندوستان میں اپنے وفادار پیدا کر لینی ضرورت</p> <p>۴۴ سیاسی اختلافات عارضی ہوتے ہیں</p> <p>۴۵ مذہبی اختلافات مستقل تفریق کرتے ہیں</p> <p>۴۶ بریلوی شریف مکہ کی مدح سرائی میں</p> <p>۴۷ ڈاکٹر اقبال شریف مکہ کے خلاف</p> <p>۴۸ شریف مکہ دیکھیں گئے وعدوں کو نہ پاسکے</p> <p>۴۹ علمائے دیوبند آلِ سعود کی حمایت میں</p> |
|--|--|

- ۵۵ انبیاء جنس بشر سے آتے ہیں۔ احمد یار ۴۵
 ۵۵ عقائد میں جہالت کو فی عذر نہیں ملتی ۴۵
 ۵۶ عقائد میں بریلوی کبھی کبھی اور کبھی کبھی ۴۶
 ۵۶ حاضر و ناظر کے عقیدہ میں بھی دو باتیں ۴۶
 ۵۶ ان کے کفری عقائد کو علماء حق نے ہمیشہ کفر کہا ۴۶
 ۵۶ دونوں میں صرف علم و جہالت کا فاصلہ ہے ۴۷
 ۵۶ دونوں میں اولیاء کی محبت مابہ الفرق نہیں ۴۸
 ۵۶ دونوں میں ایک مشترک محترم شخصیت ۴۹
 ۵۶ اس شخصیت کی رائے علماء دیوبند کے بارے میں ۴۹
 ۵۰ دونوں میں طریقت کا کوئی اختلاف نہیں ۵۰
 ۵۱ اصولی عقائد جن میں دونوں میں اختلاف نہیں ۵۱
 ۵۲ بریلوی علماء انہیں اصولی بتاتے ہیں ۵۲
 ۵۳ وہ پانچ مؤثر جہاں بریلوی علماء اپنے عوام { ۵۳
 ۵۳ کو ایمان سے ہتی دامن کرتے ہیں۔
 ۵۲ بریلویوں کے عقائد خمسہ اور ان کی پڑتال ۵۲
 ۵۲ ۱۔ پکار فوق الاسباب
 ۵۲ ۲۔ مسئلہ نور
 ۵۲ ۳۔ انحصور و النظار
 ۵۲ ۴۔ مسئلہ علم غیب
 ۵۲ ۵۔ عقیدہ مختار کل
 ۵۵ پڑھے لکھے لوگ بریلوی نہیں کہلاتے ۵۵
 ۵۵ اسلام وہی ہے جو اسلاف کی شاہراہ گئے ۶۵
 ۶۲ بریلویت کا عام تعارف کیا ہے؟
 ۶۳ عقائد خمسہ اور بدعات عشرہ
 ۶۳ عقائد خمسہ کا عوامی پیرایہ
 ۶۴ بدعات عشرہ کی عوامی تفصیل
 ۶۴ بریلویت تاریخی لفظ نظر سے
 ۶۴ ابتداء یہ چند بدعی عقائد تھے
 ۶۵ ایک فرقہ کی شکل انہیں بعد میں ملی
 ۶۵ کیا عقائد خمسہ کبھی اسلامی سمجھے گئے
 ۶۵ علماء حق کی ان عقائد پر کیا رائے رہی
 ۶۵ علماء حق نے کبھی مذہبیت سے کام نہیں لیا
 ۶۵ اسلام وہی ہے جو اسلاف کی شاہراہ گئے

بریلویت علماء دیوبند کی نظر میں

- عقیدہ حاضر ناظر پر حضرت نانوتویؒ کا فتوے ۶۱ علماء دیوبند کی باتیں کیا اسلاف میں نہیں ملتی ۷۹
- حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فتوے ۶۲ مولانا احمد رضاؒ کے جنازہ کے ساتھ دودھ ۸۰
- بریلویت حضرت محدث سہارنپوریؒ کی نظر میں ۶۸ کیوں لے جایا گیا۔
- بریلویت حضرت مولانا تھانویؒ کی نظر میں ۶۹ مرہ کے ساتھ ناجرج قبر پر لے جانا ہندوؤں کی رسم ۸۰
۱. علماء حق پر بہتان باندھنے والے روسیاء ۶۹ مولانا احمد رضا خاںؒ بالآخر گھٹنے ٹیک دیئے تھے ۸۲
۲. حضرت جیلانیؒ کو خدا کے برابر بٹھرانے کا عقیدہ ۷۰ مولانا احمد رضاؒ نے حضرت تھانویؒ کو جھک کر سلام کیا ۸۲
۳. اصرار علی الشریک سے تاویل کا دروا نہ بند ۷۰ مولانا احمد رضاؒ کو کسی وجہ سے میں مخدور نہیں سمجھا جاسکتا ۸۳
۴. بدعت پیدا کرنا پر فہم میں دعویٰ نبوت ہے ۷۱ مولانا کوثر نیازیؒ کی ایک روایت پر تنقید ۸۴
- بریلویت کی تاریخ کا ایک منظر ۷۱ مولانا احمد رضاؒ کے سریدان کیوں دوڑتے رہے ۸۵
- حضرت تھانویؒ اس تاریخ سے پڑے وقت تھے ۷۲ ۱۳ بریلویوں کے دل مسخ ہو چکے ہیں ۸۵
۵. اہل عبت دو قسم ۱. بریلوی اور ۲. بریلوی ۷۳ ۱۴ بریلویوں کی بدھمی عبت کی ظلمت کی وجہ سے ۸۶
۶. بدعتی دوزخ کے مستحق ٹھہرتے ہیں ۷۴ بریلویوں پر مفتی کفایت اللہ محدث دہلویؒ کا فتویٰ ۸۷
- نظام حیدر آباد دکن کی کوشش ۷۴ ۱. ہر جگہ حاضر ناظر مہنا خواص ذاتِ احدیت میں ۸۷
- حضرت مولانا مفتی حسن صاحب امرتسریؒ کی روایت ۷۴ ۲. حضور کو عالم الغیب جلنے والا کافر ہے ۸۷
۷. بریلوی حضرت تھانویؒ کی نظر میں مفسد تھے ۷۵ بریلویوں کی عام تکفیر میں احتیاط کی جائے ۸۷
۸. مولانا احمد رضا خاںؒ جہنم کے داروغہ ۷۵ ۳. جنفی مذہب میں اس عقیدے پر صریح حکم کفر ہے ۸۸
۹. بریلوی عقائد ستر خفیات کے علاوہ کچھ نہیں ۷۶ ۴. مولانا احمد رضاؒ پر دشمن اسلام ہونے کا فتوے ۸۸
۱۰. بریلوی رسائل میں کبھی حق کی بات دیکھی نہ گئی ۷۷ بریلویوں پر مولانا حسین احمد مدنیؒ کا فتویٰ ۸۸
۱۱. ایک نجد اور ایک نستعین میں تفریق ۷۷ ۱. یہ مولانا احمد رضاؒ کا مکروہ فریب تھا ۹۰
۱۲. غفلت الہی کے سامنے غفلت بالذات کا تصور ۷۸ ۲. ایک بدگو کی گالیاں اور خرافات ۹۰
- کوئی حوالہ دے تو پھر اصل تحریر دیکھو ۷۸ ۳. بریلوی روافض کے نقش قدم پر ۹۰

- ۹۸ حضرت گنگوہیؒ کی سلوک کی منزل ایک ہفتہ میں
- ۹۹ مشائخ کے طریقہ علاج کے مختلف نسخے
- ۱۰۰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی نصیحت
- ۱۰۰ حضرت گنگوہیؒ حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کے جانشین
- ۱۰۰ حضرت حاجی صاحبؒ مولانا تھانویؒ کی نظر میں
- ۱۰۱ حضرت تھانویؒ اپنے سرشد کی نظر میں
- ۱۰۳ شیخ کا فیض دور سے بھی پہنچتا ہے
- ۱۰۳ حضرت تھانویؒ کا میدان عمل تفسیر اور تصوف
- ۱۰۴ حضرت حاجی صاحبؒ کا چار مسؤل میں شرح صدر
- ۱۰۴ حضرت حاجی صاحبؒ کی حضرت تھانویؒ سے نسبت
- ۱۰۵ حضرت تھانویؒ کے بارے مولانا گھوٹوؒ کی رائے
- ۱۰۸ حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک خط کا عکس
- ۱۰۸ پنجاب کے مشائخ میں احمد رضا خاںؒ کم
- ۱۰۹ مسک کی پذیرائی نہ ہو سکی۔
- ۱۰۹ بریلویوں کے عقائدِ خمسہ
- ۱۱۱ بدعت فی العقائد کے مجرم
- ۱۱۱ قرآن میں الحاد کے مجرمین کی خبر
- ۱۱۱ اللہ سے کسی فرد یا گروہ کا الحاد مخفی نہیں
- ۱۱۱ فقہ اصغر سے پہلے فقہ اکبر پر دھیان کیجئے
- ۱۱۲ پہلے بریلوی صرف اعمال کے بدعتی تھے
- ۹۰ علماء حرمین اس کی باتوں میں کیسے آگئے
- ۹۰ حضرت تھانویؒ کے خلفاء کا ردِ عمل
- ۹۰ مولانا تھانویؒ حسن چاند پورؒ کی
- ۹۰ احمد رضا خاںؒ کے تعاقب میں۔
- ۹۱ حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی رائے گرامی
- ۹۱ احمد رضا خاںؒ کی گالیوں کے اللہ تعالیٰ
- ۹۲ بھی محفوظ نہیں۔
- ۹۲ اللہ رب العزت کے حضور احمد رضاؒ کی بددبائی
- ۹۳ مولانا مفتی عبدالرحیم لاہوریؒ کی رائے
- علمائے دیوبند حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی نظر میں
- ۹۵ حضرت حاجی امداد اللہؒ کا حلقہ ارادت
- ۹۵ عبدالمسیح رامپوریؒ آپ کے حلقہ عقیدت میں
- ۹۵ جناب پیر مہر علی شاہؒ آپ کے حلقہ عقیدت میں
- ۹۵ اکابر علماء دیوبند حاجی صاحبؒ کے حلقہ عقیدت میں
- ۹۶ مولانا نانوتویؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی نظر میں
- ۹۶ مولانا نانوتویؒ کی مولانا رومؒ سے تشبیہ
- ۹۶ مولانا امیر شاہ خاںؒ کی روایت
- ۹۶ حضرت حاجی صاحبؒ کی مولانا اسماعیل شہیدؒ پر رائے
- ۹۸ شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کی روایت
- ۹۸ حاجی صاحبؒ کی دفات کا مولانا گنگوہیؒ پر اثر

- ۱۱۳ دوسری منزل میں بدعت فی العقائد کی تنظیم
 ۱۱۳ کو مدینہ میں ان کے ترجمہ قرآن پر پابندی
 ۱۱۳ بدعتوں کو دہل نماز باجماعت نصیب نہیں
 ۱۱۳ بدعتی کو توبہ کی توفیق کم ملتی ہے
 ۱۱۳ بریلوی اس مسئلہ میں اہلسنت سے جدا ہو گئے
 ۱۱۳ عالمی شہرت میں بریلوی عقائد کا نقشہ کیا ہے
 ۱۱۳ انسائیکلو پیڈیا اسف اسلام کی شہادت
 ۱۱۳ بریلویوں اور مشرکین عرب میں ایک فرق

پکار فوق الاسباب

اسلام کا عقیدہ توحید

- ۱۱۵ جہاں کا سارا کاروبار اسباب سے وابستہ ہے
 ۱۱۵ جہاں اسباب ختم جاتے ہیں وہاں خدا یاد آتا ہے
 ۱۱۵ ایک یہی ہے جو فوق الاسباب پکارا جائے
 ۱۱۶ کسی دوسرے کو فرق الاسباب پکارنا شرک ہے
 ۱۱۶ مشرکین اسی نقطہ پر توحید والوں سے جدا ہوئے
 ۱۱۶ دو برابر کے خداؤں کا کبھی کبھی قائل نہیں رہے
 ۱۱۶ عبادت صرف ایک کی پکار فرق الاسباب بھی ایک کی
 ۱۱۶ بریلوی صرف عبادت میں خدا کو ایک سمجھتے ہیں
 ۱۱۶ پکار فوق الاسباب کو خدا خاص نہیں کہتے۔
 ۱۱۶ ممان میں حاجتا میں بہاؤ احمی کے نام کی دہائی
 ۱۱۶ لاہور میں حضرت محبوبی کے مزار پر طلب حاجت
 ۱۱۶ پکار فوق الاسباب ایک عبادت ہے
 ۱۱۶ اور عبادت صرف ایک خدا کے لیے ہے
 ۱۱۶ قرآن کریم کی دس کھلی شہادتیں کہ صرف خدا
 ۱۱۸ ہے جسے فوق الاسباب پکارا جائے
 ۱۱۶ الباب الاول - اہلسنت کا عقیدہ توحید
 ۱۱۶ اللہ کی وحدانیت فطرت کی ایک صلا ہے
 ۱۱۶ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بیان
 ۱۱۸ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کی ضرورت
 ۱۳۰ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ
 ۱۳۰ کوئی مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کا شریک نہیں
 ۱۳۰ صفات ذاتیہ سات ہیں یا آٹھ
 ۱۳۱ کائنات کو بنانا اور چلانا صرف اس کے ہاتھ میں
 ۱۳۱ خلق اور امر دونوں اس کے ہاتھ میں
 ۱۳۳ شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانیؒ کا بیان
 ۱۳۶ اللہ کی ذات میں کوئی کسی کو شریک نہیں کرتا
 ۱۳۶ امام فخر الدین رازی کی شہادت
 ۱۳۶ عیسائیوں کا عقیدہ توحید بائبل میں
 ۱۳۸ حضرت عیسیٰ کا عطی کی طاقتوں سے خدائی کرنا
 ۱۳۸ مشرکین عرب کا عقیدہ توحید از قرآن

- قرآن کریم کی چار کھلی شہادتیں ۱۳۸ اہلسنت کے عقائد پہلے سے کتابوں میں منقح ہیں ۱۵۹
- حسرت حسین کی روایت ترمذی سے ۱۳۹ بریلویوں کا نئے سرے سے اپنے عقائد طے کرنا ۱۵۹
- ابن عباسؓ کی روایت صحیح مسلم سے ۱۴۰ اور کتاب سنت سے براہ راست استدلال کرنا ۱۵۹
- عطاء فی طاقتوں سے خدا کا شریک ہونا ۱۴۰ بریلوی عوام اپنے علماء پر اپنی قدامت کا دباؤ ڈالیں ۱۶۰
- الباب الثانی۔ بریلویوں کا عقیدہ توحید ۱۴۱ مولانا احمد رضا خاں عقائد لینا چھوڑ دیں ۱۶۲
- نوی حوصلہ اصطلاحات میں تشکیک لانا ۱۴۱ بریلویوں پر عطاء فی چارہ کی لمبی تان ۱۶۲
- بریلویوں کے ہاں چار صفیں اس کی ذاتی ۱۴۱ الباب الثالث۔ عقیدہ توحید کا ہمہ گیر دائرہ ۱۶۹
- مولانا محمد عمر چروہی نے دواؤ کم کر دیں ۱۴۱ خدا کا شریک نہ بننے میں سب تھوٹے بڑے برابر ہیں ۱۶۹
- بریلوی مولویوں کا اپنے عوام کے ایمان کھیلنا ۱۴۲ ابن عباسؓ کی روایت میں جمیع الامتہ کے الفاظ ۱۶۹
- بریلوی عوام کے پیچ نکلنے کی ایک راہ ۱۴۲ امام تلامی قاریؒ کی ان الفاظ کی شرح ۱۷۰
- بزرگوں میں عطاء الہی سے خدا فی طاقتوں کا ظہور ۱۴۳ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں نبی اکرمؐ کلبا کے الفاظ ۱۷۰
- کئی احتیادات اب اولیاء اللہ کے ہاتھ میں ۱۴۳ امام تلامی قاریؒ کی ان الفاظ کی شرح ۱۷۰
- بریلویوں کے ایک اعتراض کا جواب ۱۴۵ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی شہادت ۱۷۰
- حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی شہادت ۱۴۶ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی شہادت ۱۷۱
- حضرت شاہ ولی اللہ کے تفرک کا دعوئے ۱۴۶ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے ۱۷۱
- قبول و اعطاس سے بھی مستقل بالذات ہیں ۱۴۶ کے مختلف قرآنی پیرائے ۱۷۱
- بریلویوں کے شرک اور مشرکین عرب کے شرک میں ۱۴۸ کہاں کہاں اتحاد پایا گیا ہے ۱۷۱
- بریلویوں کی اسلام کے عقیدہ توحید پر واردات ۱۵۸ ہارشیں برسانا اور سبزے کا نار پریشان حالوں ۱۷۲
- بریلویوں کے اختلافات کا ایک جائزہ ۱۵۸ کی فریادیں کرنا، ہجو و برکتی تاریکیوں میں تے دکھانا ۱۷۲
- اختلاف صرف عقائد اور بعض رسوم میں ۱۵۸ پیدا کرنا اور رزق دینا سب اس کے قبضے میں ۱۷۲

- ۱۶۸ فرق الاسباب پکار کے لائق صرف وہی ہے ۱۵۴ حضرت ذکر یا نے بھی بیٹا خدا سے ہی مانگا
- ۱۶۸ خدا کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرنا ہوا یا چھوڑنا ۱۵۴ حضرت عیسیٰ کو بھی بن باپ پیدا کرنے والا وہی ایک
- ۱۶۹ قرآن کریم کی آٹھ شہادتیں ۱۵۴ حضرت عیسیٰ پر پندے بنانے کی طاقت رکھتے ہیں ۱۶۹
- ۱۵۵ من دون اللہ کے قرآنی پیرائے ۱۵۵ ملکہ بقیس کا تخت پل بھڑ میں حضرت سلیمان کے پاس ۱۶۰
- ۱۵۶ حضرت عیسیٰ کا من دون اللہ میں شمار ۱۵۶ حضرت موسیٰ کے ہارون کا مالک ہونے پر استدلال ۱۶۲
- ۱۵۶ سب پیغمبر من دون اللہ کے دائرے میں ۱۵۶ ربیوئی متشابہات حدیث کے سائے میں ۱۶۲
- ۱۵۶ خدائی کاموں کے چند حلی عنان ۱۵۶ میں اپنے بندے کے کان بن جاتا ہوں ۱۶۳
- ۱۶۲ الباب البلیغ - ربیویوں کا متشابہات سے متنبہ ۱۶۲ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بیان ۱۶۳
- ① ربیوی علماء کے قطعی الدلائل و دلائل کے نمونے ۱۶۲ امام علی قاریؒ حلال و اٹھال کے خلاف ۱۶۴
- ۱۶۲ امامت احمدیہ کا علم آدم الاسما کلہا سے حضورؐ کے علم غیب پر استدلال ۱۶۲
- ۱۶۲ وقت قیامت کا علم عطا ہونے پر ۱۶۲ صاوی شریف سے استدلال ۱۶۲
- ⑤ قرآنی محکمات کو ایک طرف رکھ کر متشابہات سے عقائد ترتیب دینا۔ ۱۶۲
- ⑥ ربیوی علماء تراک میں متشابہات کے سائے میں ۱۶۵ حضرت جبریلؑ بیٹا بیٹی دینے کی طاقت نہیں رکھتے ۱۶۵
- ۱۶۸ حضرت عیسیٰ کا ایک نام جبریل بخش بتانا ۱۶۵
- ۱۶۹ بیروں فقیروں کا بیٹے بیٹیاں دینا ۱۶۵
- ۱۶۸ ربیوی علماء اس سے الگی آیت کیوں نہیں ٹپتے ۱۶۵
- ۱۶۸ کہ بیٹے بیٹیاں دینے والا صرف خدا (قرآن) ۱۶۵
- ۱۶۹ حضرت کاربیعہ کو کہنا مانگ کیا مانگتا ہے ۱۶۹ حضورؐ کی اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ۱۶۹
- ۱۶۸ ۵ حضورؐ کا کہنا کہ روزہ میرے لیے ہے ۱۶۸ دوسری روایت سے اس کی تفسیر ۱۶۸

عقیدہ نور و بشر

- صحیح بخاری کی بعض غلط روایات ۱۸۱
۷. کیا تقدیریں حضورؐ بناتے ہیں؟ ۱۸۱
- صحیح مسلم کی روایت سے بخاری کی تصحیح ۱۸۲
- الباب الخامس - تعظیم کے نام پر عبادت کے اعمال ۱۹۲
- بریلوی علماء اپنے عوام کو کیا ذہن دیتے ہیں ۱۹۲
- تعظیمی سجدے اور سجدہ عبادت میں فرق ۱۹۲
- عبادت اور تعظیم میں فرق ۱۹۳
- ایک دلچسپ واقعہ کی یاد ۱۹۴
- عبادت کے تین پیرائے اور عمل ۱۹۳
- قیام دست بستہ رکوع سجدہ ۱۹۳
- کیا یہ عمل تعظیم کی نیت سے ہو سکتے ہیں؟ ۱۹۳
- ان پیرایوں میں انہیں فوق الاسباب پکارنا ۱۹۴
- قبروں والوں میں کن نیکوں کی عطائی طاقت ۱۹۴
- الباب السادس - آخرت میں شرک کا خوف کا انجام ۱۹۵
- مشرکوں کا انجام قرآن کریم کی روشنی میں ۱۹۵
- مشرکوں کے لیے دعا خیر سے منع کر دیا گیا ۱۹۸
- صدقہ دل کے دو اقرار دل بچہم حرام ہو جاتا ہے ۱۹۹
- خدا کو ماننے کا صرف وہ اقرار فائدہ دیتا ہے جو رسالت کی راہ سے ہو۔ ۲۰۰
- اہل حق کے ہاں شرک کی حقیقت ۲۰۱
- بریلوی علماء کی اپنے عوام پر بے رحمی ۲۰۲
- مسکد نور میں بریلویوں کی پانچ غلطیاں ۲۰۱
- بریلویوں کا عقیدہ کہ اندھیرا عدی چیز ہے ۲۰۱
- نور کا ایک اپنا جسم ہے اور اپنا جھیلاد ہے ۲۰۱
- اللہ تعالیٰ کو نور نہیں کہہ سکتے کیونکہ نور کا جسم ہے ۲۰۱
- جو نور مخلوق ہوا وہ دو قسم پر ہے ۲۰۲
- ظاہری روشنی اور باطنی روشنی ۲۰۲
- مجوسیوں کی غلطی کہ انہوں نے روشنی کو خدا سمجھا ۲۰۲
- ہندوؤں کی غلطی کہ اجرام میں خدا جلوہ گر ہے ۲۰۲
- قرآن میں اللہ نور السموات کیوں کہا گیا ۲۰۲
- متشابہات سے استدلال کرنا درست نہیں ۲۰۲
- محکم اور متشابہ آیات کی تعظیم ۲۰۲
- امام رازیؒ کی شہادت ۲۰۳
- نور کی ضد ہے مگر اللہ کی کوئی ضد نہیں ۲۰۳
- مثل نورہ میں اضافت ملک ہے ۲۰۳
- نور کے مخلوق ہونے پر قرآن کی شہادت ۲۰۳
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شہادت { ۲۰۵
- کہ نور سے مراد ہادی ہے۔ } ۲۰۰
- حضرت انس بن مالکؓ کی تائید ۲۰۵
- نور صفت ذات نہیں صفت فعل ہے ۲۰۵

- ۲۰۵۔ عالمی کبیر العالیہ کی شہادت
- ۲۰۶۔ ضخاک اور ابن اطلال کی شہادتیں
- ۲۰۶۔ علامہ عینیؒ کی نقل کردہ ایک قرأت
- ۲۰۶۔ تیسری صدی میں بھی مراد نور ہدایت لی گئی
- ۲۰۶۔ چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی کی شہادتیں
- ۲۰۸۔ { اللہ کی ذات کو نور ماننا کسی طرح ممکن نہیں۔
- ۲۰۸۔ ساتویں صدی کی دو شہادتیں
- ۲۰۸۔ ۱۔ امام نوویؒ اور ۲۔ بیضاویؒ
- ۲۱۰۔ ۳۔ ٹھوس صدی کے حافظ ابن کثیرؒ
- ۲۱۰۔ نویں صدی کے علامہ عینیؒ
- ۲۱۱۔ { دسویں صدی کے مجدد کی شہادت کہ اللہ کی ذات کو نور نہیں کہہ سکتے۔
- ۲۱۲۔ طاعلی قاریؒ کی دوسری شہادت
- ۲۱۴۔ گیارہویں صدی کی علمی شہادت
- ۲۱۵۔ تیرہویں صدی کی علمی شہادت
- ۲۱۵۔ تاویل کی چند صورتیں
- ۲۱۵۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کی شہادت
- ۲۱۶۔ حضرت علامہ محمودؒ اوسویؒ کی شہادت
- ۲۱۶۔ حضرت علامہ عثمانیؒ کی شہادت
- ۲۱۶۔ سب کو نور وجود اللہ سے ہی ملا ہے
- ۲۱۸۔ حدیث میں اللہ کے نور کے اطلاقات
- ۲۱۸۔ ۱۔ المؤمنین نظر بنور اللہ
- ۲۱۸۔ ۲۔ بنورہ اشرف الارض
- ۲۱۹۔ ۳۔ نوری ہدای ولا الہ الا اللہ کلمتی
- ۲۱۹۔ ۴۔ تقسمہ الیوم من نورہ تمہ سے بہ
- ۲۱۹۔ ۵۔ فهو علی نور من ربہ
- ۲۲۰۔ ۶۔ اذا دخل النور القلب
- ۲۲۰۔ چودھویں صدی کی علمی شخصیت
- ۲۲۰۔ صفت نور کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی
- ۲۲۲۔ مفتی احمد یار چار یاؤں میں گھر گئے
- ۲۲۲۔ بریلویوں کا اللہ کے نور ذات ہونے پر اصرار
- ۲۲۳۔ نور ذات کا عقیدہ انگریزوں کے درمیان
- ۲۲۴۔ نور من نور اللہ کا عقیدہ کہاں سے آیا
- ۲۲۵۔ مولوی فضل رسول بدایونی کے گیارہ روپے
- ۲۲۵۔ حضورؐ کے ممکن الوجود کا عقیدہ ختم کر لیا
- ۲۲۶۔ حضورؐ کو دائرہ امکان میں رکھنا جھوٹ ہے
- ۲۲۶۔ نور صفت ذات نہیں صفت فعل ہے
- ۲۲۶۔ حضورؐ ذات الہی کا ہرگز جزو نہیں
- ۲۲۶۔ اہلسنت کے ہاں حضورؐ کے نور ہونے کا مطلب
- ۲۲۸۔ { حضرت مجدد الف ثانیؒ کا بشریت الرسول کا عقیدہ

- ۲۲۸ { در نفس انسانیت با عامہ شریک اند ۲۲۸ بریلویوں کی امکان و جواب کو جمع کرنے کی کوشش
- ۲۲۹ { خواجہ حمید الدین سیال شریف کا عقیدہ ۲۲۹ عرفی کی ایک امکان و جواب کو جمع کرنے کی ایک کوشش
- ۲۳۰ { علامہ ابوالبرکات آنوسی کا عقیدہ بشریت ۲۳۰ حضورؐ کی ذات نور نہیں نور آپ کی صفت ہے۔
- ۲۳۱ { بریلوی عقیدہ کہ حضورؐ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے مختلف ہے۔ ۲۳۱ نور سے بالا ایک اور درجہ روشنی
- ۲۳۲ { بشریت انسان کی ذات ہے کوئی انسان اپنی ذات سے نہیں نکل سکتا۔ ۲۳۲ علامہ سہیلی رح کی الروض الالف کی شہادت
- ۲۳۳ { وحی کے وقت سب کی حالت کا متغیر ہونا۔ ۲۳۳ خدا کا نور کسی ایک فرد میں محدود نہیں
- ۲۳۴ { محدث کبیر علامہ علی قاریؒ کی شہادت ۲۳۴ یسعی نور محمد بن ایدیمہؒ بایا محمد
- ۲۳۵ { علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شہادت ۲۳۵ زمین اللہ کے نور سے جگمگا اٹھتی
- ۲۳۶ { امام محی الدین نورویؒ کی شہادت ۲۳۶ حضورؐ کی بشریت کا بیان
- ۲۳۷ { حافظ ابن حجرؒ کی شہادت ۲۳۷ قرآن کریم کی انصوص قطعہ
- ۲۳۸ { علامہ یوسف اردبیلیؒ کی شہادت ۲۳۸ حدیث میں حضورؐ کا اپنا بیان
- ۲۳۹ { آدل ما خلق الله نورى کا مطلب ۲۳۹ صحابہ کرامؓ کا عقیدہ بشریت
- ۲۴۰ { نور محمدی سید البشرؐ پر اترا ہوا نور ۲۴۰ حضرت ام المؤمنینؓ کا عقیدہ بشریت
- ۲۴۱ { سایہ نہ ہونے کے متشابہ میں ۲۴۱ اہلسنت کی کتب عقائد کی شہادت
- ۲۴۲ { ۲۴۲ عقیدہ الحضور والنظور

- ۲۶۳ خدا کے ہر جگہ موجود ہونے سے انکار
- ۲۵۵ { اشیائے محدثہ کے خواص ان کی صفات ذاتیہ۔
- ۲۶۳ { کرشن کہنیا کا سیکڑوں جگہ حاضر و ناظر ہونا تسلیم کرنا
- ۲۵۵ { اللہ رب العزت جو ہر عرض سے بالا ذات ہے۔
- ۲۶۴ مولانا دیدار علی کا عقیدہ حضور و نظور
- ۲۵۵ { ۱۔ ہر حادث چیز مکانی ہے اور جگہ گھیرتی ہے۔
- ۲۶۴ { اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کے قرآنی دلائل
- ۲۵۶ { ۲۔ جو چیز جگہ گیر ہے اس میں کوئی دوسرا جسم ساتھ نہیں ہوتا۔
- ۲۶۴ ۱۔ ہو معہم ایما کافوا
- ۲۵۶ { ۳۔ ہر حادث چیز زمانی ہے
- ۲۶۴ ۲۔ لا تعزن ان اللہ معنا۔
- ۲۵۶ { ۴۔ ہر حادث تغیر پذیر ہے
- ۲۶۵ اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر و ناظر کا لفظ
- ۲۵۶ { ۵۔ عالم امر کی چیزوں میں بھی تداخل نہیں
- ۲۶۵ امام ربانی مجدد الف ثانی کی شہادت
- ۲۵۶ { انسان اور جن
- ۲۶۵ مولانا عبدالسمیع رامپوری کی برأت
- ۲۵۶ { انسان اور فرشتے
- ۲۶۵ { فرشتے اور جن
- ۲۶۶ بریلویوں کے عقیدہ حاضر و ناظر کی تنقیح
- ۲۵۸ { کائنات کے مختلف دائرے
- ۲۶۶ گلاسکو کا ایک تاریخی واقعہ
- ۲۵۹ { حقائق کائنات کے نو اصولی پیرائے
- ۲۶۸ حضور اللہ کے رسول ہیں یا رسول تھے
- ۲۶۰ { کیا قیاسات سے عقائد ثابت کیے جاسکتے ہیں۔
- ۲۶۰ مخلوق پر بحث کرتے خالق کی مثال لانا
- ۲۶۲ { ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا
- ۲۶۰ بدن ہر جگہ موجود ہے یا روح یا دونوں
- ۲۶۲ { مولانا عبدالسمیع رامپوری کا شیطان کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ۔
- ۲۶۲ { جب بیت المقدس میں ظلم تیرے جارہے تھے حضور وہاں موجود نہ تھے یا تھے

- ۲۸۰ لا علی قاری کی شرح حدیث
- ۲۸۰ بحوالہ شرح نقایہ
- ۲۸۱ نماز جنازہ میں غائب پر بھی دُعا
- ۲۸۱ حضورؐ کا دعائیں دعا بُنا کہنا
- ۲۸۱ آنحضرتؐ کا خطبہ عرفات
- ۲۸۱ { حاضر آپؐ کا پیغام آپؐ سے غائب
- ۲۸۱ تک پہنچائیں
- تمام ازل اللہ کی ذات ہے
- امت کو علم حضورؐ سے وراثۃً ملا ہے
- { حضورؐ کی حدیث کو تقسیم رزق
- { خدا کی طرف سے ہے۔
- { حضورؐ کی حدیث کہ دنیوی چیزوں کی
- { عطا خدا کے مقرر کرنے سے ہے
- ۲۷۳ نسخ احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نہیں
- ۲۷۴ حضرت یوسفؑ پر جو واقعات گزرے
- ۲۷۴ آنحضرتؐ ان موقعوں میں ساتھ نہ تھے
- ۲۷۴ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت اور لایکا
- ۲۷۵ آپؐ کے سامنے فیصلہ کرنے سے شرمنا۔
- ۲۷۵ حافظ ابو بکر جصاصؒ کی روایت
- ۲۷۶ صحابہؓ پر حضورؐ سے غیبت کی حالتیں
- ۲۷۷ بریلوی عقیدہ بھی حاضر یا موجود ہونے کا نہیں
- ۲۷۸ ناظر ہونا عیسائیوں کی ایک اصطلاح تھی
- ۲۷۸ پادری ناظر کا ترجمہ غیب دان کہتے ہیں
- ۲۷۹ { بریلویوں کا عقیدہ حاضر و ناظر سے
- ۲۷۹ کھلا انکار۔
- ۲۷۹ حضورؐ کا اپنے لیے لفظ غائب کا استعمال
- ۲۷۹ حضرت علیؑ نے اس کو بتایا یا بورہ مرد نہیں
- ۲۷۹ حضورؐ نے فرمایا غائب دیکھ نہیں پاتا
- ۲۷۹ { حضرت علیؑ کو خلافت نص عمل کرنے پر
- ۲۷۹ { آنحضرتؐ نے ٹوکا نہیں۔
- ۲۸۰ حضرت سعید بن المسیبؓ کا حضورؐ پر
- ۲۸۰ لفظ غائب کا استعمال۔
- ۲۸۰ حضورؐ سے دُور کے مقامات پر فوت ہونے
- ۲۸۱ لے آپؐ سے غائب سمجھ گئے ہیں۔

علم غیب

۲۸۹	حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شہادت	۲۸۳	فہرست عقیدہ علم غیب
۲۸۹	حافظ ابن جریر الطبریؒ کی شہادت	۲۸۳	مقدمہ
۲۹۰	شیخ ابومنصور الثعالبیؒ کی شہادت	۲۸۳	غیب اور شہود کے معروف معنی
۲۹۰	علامہ راعب اصفہانیؒ کی شہادت	۲۸۳	غیب اور شہود بندوں کی نسبت سے ہیں
۲۹۰	امام فخر الدین رازیؒ کی شہادت	۲۸۳	عالم الغیب والاشہادہ اسی نسبت سے ہے
۲۹۰	ابوالفتح ناصر المیزانیؒ کی شہادت	۲۸۳	کشف میں غیب سے پردہ اٹھتا ہے
۲۹۱	قاضی سیف الدیؒ کی شہادت	۲۸۳	خبر میں غیب کی اطلاع ملتی ہے
۲۹۱	علامہ نسفیؒ کی شہادت	۲۸۴	اطلاع علی الغیب اور کشف عن الغیب
۲۹۲	حافظ ابن کثیرؒ کی شہادت	۲۸۴	عالم غیب کی کشفی جھلکیاں
۲۹۲	علامہ نقضارانیؒ کی شہادت	۲۸۴	۱. معراج سے والہی پر سوالات
۲۹۳	حافظ بدر الدین العینیؒ کی شہادت	۲۸۴	۲. غزوہ موتہ کی شہادتوں کا منظر
۲۹۳	علامہ شطیب الشریفیؒ کی شہادت	۲۸۴	۳. دنیا میں جنت کی جھلک دیکھی
۲۹۴	شہاب الدین قسطلانیؒ کی شہادت	۲۸۶	۴. زمین پر آسمانی باتوں کا سنا جانا
۲۹۴	محدث کبیر ملا علی قاریؒ کی شہادت	۲۸۷	عالم شہادت کی مخفی جہات
۲۹۴	دس صدی بعد شیخ عینیؒ کی پہلی جدت	۲۸۷	۱. سامنے والوں کا فرشتہ ہونا مخفی رہا
۲۹۴	حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اس پر گرفت	۲۸۷	۲. آگ نہ مٹتی ذات باری تعالیٰ کی ایک تجلی تھی
۲۹۵	بارہویں صدی ہجری کی شہادت	۲۸۷	۳. حضرت مریمؑ اسے فرشتہ نہ جان سکیں
۲۹۵	تیرہویں صدی ہجری کی شہادت	۲۸۸	۴. جبریلؑ ایک عام بدوی کے لباس میں
۲۹۶	چودہویں صدی ہجری کی شہادت	۲۸۹	غیب وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو

۳۱۱	۳. صاحب بنبراس کی شہادت	۲۹۶	اسلام میں غیب کے اصولی تقاضے
۳۱۲	مولانا احمد رضا کے ترجمے پر نظر	۲۹۷	ایمان اور غیب کا آپس میں تعلق
۳۱۳	علم کا لفظ مطلق ہو تو مراد ذاتی علم	۲۹۷	پیغمبر بھی ایمان رکھتے ہیں
۳۱۴	مولانا احمد رضا کا ایک اور حوالہ	۲۹۸	بریلویوں کی ایمان انبیاء کی نفی
۳۱۴	عطائی علم کو علم غیب کہنے کی غلطی	۲۹۸	انبیاء کو مومن ماننا ضروری ہے
		۲۹۹	حصہ دوم کے عبداللہ ہونے کا اعتقاد
		۳۰۰	علم غیب اور علم محیط اللہ کا خاصہ

عقیدہ علم غیب تا رتخ انبیاء کی روشنی میں

۳۱۶	۱. حضرت آدم علیہ السلام	۳۰۰	حصہ دوم کی غیبی اطلاعات سب جزئیات
۳۱۷	۲. حضرت نوح علیہ السلام	۳۰۱	غیب کے مبادی و لواحق ہیں
۳۱۷	۳. حضرت ابراہیم علیہ السلام	۳۰۲	حصہ دوم کا دعویٰ غیب جاننے کا نہ تھا
۳۱۸	۴. حضرت یعقوب علیہ السلام	۳۰۲	ذاتی اور عطائی میں ایک سا انجام
۳۱۹	۵. حضرت موسیٰ علیہ السلام	۳۰۳	سائنسی اکتشافات میں غیب پر اطلاع
۳۲۲	۶. حضرت داؤد علیہ السلام	۳۰۴	غائبات کا دائرہ تنگ ہو رہا ہے
۳۲۲	۷. حضرت سلیمان علیہ السلام	۳۰۵	پر دے اٹھنے پر ایمان کا اعتبار نہیں
۳۲۳	۸. حضرت یونس علیہ السلام	۳۰۵	ایمان مغرورہ یا ایمان باس
۳۲۴	۹. حضرت زکریا علیہ السلام	۳۰۵	یومنون بالغیب کی زمانی مدت
۳۲۵	۱۰. حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۳۰۷	غیب کے پردے اٹھنے پر قیامت کا وقوع
۳۲۷	حشر کے دن غیب نہ جاننے کا اجتماعی اقرار	۳۰۸	ایمان اسی وقت تک ہے جب تک پردہ ہے
۳۲۸	حصہ دوم کو بھی لائینی علوم سے بالا رکھا گیا	۳۰۸	غیب کی خبریں علم غیب نہیں ہوتیں
۳۲۸	کیا ایسے بھی علوم ہیں جو آپ کے خلاف شان ہوں؟	۳۰۹	ابن شاہ ولی اللہ کی شہادت
۳۲۹	۱. علم لایفیع	۳۱۰	۲. علامہ شامی کی شہادت

۲۲۸	حضرت ابوسعید الخدریؓ کی شہادت	۲۲۹	۲. علم سحر و نجوم
۲۲۸	حافظ ابن کثیرؒ	۲۲۹	۳. علم سحر کی صفیہ کا حکم
۲۲۹	مولانا احمد رضا خاںؒ	۲۲۹	علامہ خطابیؒ کی شہادت
۲۳۹	نظریہ ضرورت کے تحت شعر کہنے کی اجازت	۲۳۰	امام غزالیؒ
		۲۳۱	قاضی عیاضؒ
۳۳۹	۱. حضرت کو بعض داستانیں نہ بتلائی گئیں	۲۳۱	امام نوویؒ
۲۳۹	بعض رسولوں کے واقعات نہ بتلائے گئے	۳۳۲	علامہ ابن خلدونؒ
۲۴۰	نہ بتلایا گیا تب اور ذوالقرنینؑ نبی تھے؟	۳۳۲	حافظ ابن ہمامؒ
۳۴۰	حضرت علامہ نسفیؒ کی شہادت	۳۳۲	حافظ ابن نجیمؒ
۲۴۱	شاہ عبدالقادرؒ	۳۳۳	ملا علی قاریؒ
۲۴۱	علامہ صابونیؒ	۳۳۳	علامہ خفاجیؒ
۲۴۱	۳. ملا اعلیٰ اور علم قضا و قدر	۳۳۴	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
۳۴۱	ملا اعلیٰ کا تعارف اور اس کے احکام	۳۳۵	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
۳۴۲	قضا و قدر اور روح و امر کی آیات	۳۳۵	علامہ سہمیل تہیؒ
۳۴۳	پردہ اٹھنے کی جھلک علم یقینی نہیں	۳۳۶	علامہ محمود آلوسیؒ
۳۴۴	قضا و قدر اللہ رب العزت کے سہارا میں	۳۳۶	مولانا احمد رضا خاںؒ کی شہادت
۳۴۴	امام طحاویؒ کی شہادت		
۳۴۴	امام نوویؒ		
۳۴۴	حافظ عسقلانیؒ	۳۳۷	۱. حضرت کو علم شعر نہ دیا گیا
۳۴۴	شیخ قاسم بن قطلوبغا کی شہادت	۳۳۷	آپ کے پیرو مہتدون ہیں نہ کہ غاودن
۳۴۴	قاضی شمس اللہ کی شہادت	۳۳۸	حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شہادت

وہ علوم جو حضرت کو نہ دیئے گئے

مسند علم غیب

علم غیب از روی قرآن

۳۶۳	حضورؐ کی اپنی ذاتِ گرامی سے علمِ غیب کی نفی	۳۴۹	علمِ غیب از روئے قرآن
۳۶۳	۱۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی روایت	۳۴۹	۱۔ اختصاء علمِ محیط بذاتِ باری
۳۶۳	امام شافعیؒ کے نزدیک مراد حدیث	۳۵۱	۲۔ آپ کو کن کٹھن ہنزروں کے گذرنا ہوگا
۳۶۴	حضرت علامہ عینیؒ کی شرح	۳۵۱	اللہ نے بتایا یہ قرسی کے علم میں ہے۔
۳۶۵	حضرت علامہ سطلانیؒ	۳۵۱	۳۔ حضورؐ کو انجامِ کار کا میانی کی تسلی دینا
۳۶۵	حضرت علامہ طیبیؒ	۳۵۲	۴۔ ہدایت کس کے نصیب میں ہے اس کو صرف وہی جانے۔
۳۶۶	حضرت امام نوویؒ	۳۵۲	۵۔ محفیاتِ صدور کو عرف وہی جانتا ہے
۳۶۷	ابن دقیق العیدؒ	۳۵۲	۶۔ محفیاتِ ارض سما کو
۳۶۷	ابن حجر عسقلانیؒ	۳۵۲	۷۔ آسمانوں و زمین کے غیب کو وہی جانتا ہے
۳۶۷	علامہ علی قاریؒ	۳۵۵	۸۔ عالمِ الغیب کا اطلاق صرف اسی کے لیے ہے
۳۶۷	شیخ عبدالحقؒ	۳۵۵	۹۔ حضورؐ کو جسے غیب کا نغمہ
۳۶۷	علامہ محمد فوادؒ	۳۵۵	

۲. ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت ۳۶۸
غزوہ بنی المصطلق میں ہار کی گمشدگی ۳۶۸
۳. ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت ۳۶۸
غزوہ خندق کے ہتھیار رکھ دینا ۳۶۹
۴. ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت ۳۷۰
علم مافی غد کی نفی ۳۷۰
۵. ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت ۳۷۱
کعبہ میں داخل ہونے کی بات ۳۷۱
۶. ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت ۳۷۲
جبریل کا گھر میں داخل نہ ہونا ۳۷۲
۷. ام المؤمنین حضرت سمیونہؓ کی روایت ۳۷۳
گھر میں کتے کا اچھینا ۳۷۳
۸. ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کا واقعہ ۳۷۴
پہلے دھتیرہ کلی کے تھک میں ۳۷۴
۹. ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ ۳۷۵
صحابہؓ کی تادیر مجلس رہنا ۳۷۵
۱۰. حضرت کا وحی پاکر سابق رائے کے خلاف اظہار فرمانا ۳۷۶
۱. بدر کے قیدیوں پر حضرت عمرؓ کی رائے ۳۷۶
۲. منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا فیصلہ ۳۷۷
۳. حضرت قتادہؓ کے خلاف فیصلہ
پھر ان کے حق میں وحی ۳۸۰

۴. حضرت زیدؓ کی تکذیب اور پھر وحی سے تصدیق
۵. یحییٰؓ کی تصدیق اور پھر وحی سے تکذیب

ذات گرامی سے علم غیب کی نفی کا ایک اور پیرایہ ۳۸۱

ہب کا پوچھنا قرأت خلف الامام کس نے کی؟ ۳۸۱

مسجد کی صفائی کرنے والی کی قبر کہاں ہے؟ ۳۸۲

حضرت خلیفہؓ کو خبر لانے کے لیے سرحد پر بھیجنا ۳۸۳

ابو جہل کے مارا جانے کی خبر منگوانا ۳۸۴

نماز میں چھینک کا جواب دینے والے صحابیؓ ۳۸۵

لا ادری کے الفاظ سے اپنے سے غیب کی نفی ۳۸۶

۱. ہوازن کے قیدیوں کی واپسی ۳۸۷

۲. میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا ۳۸۸

۳. مجھ سے جلدی مناسک سیکھ لو ۳۸۸

۴. گوہ ممکن ہے مسخ شدہ قوم ہو ۳۸۹

۵. آنحضرتؐ کو اس کی خبر کر دو ۳۸۹

حضرت خالد بن ولیدؓ کی روایت ۳۹۰

۶. ثابت بن یزیدؓ ۳۹۰

۷. حضرت جابر بن عبد اللہؓ ۳۹۰

۸. حضرت حمیر بن مسلمؓ ۳۹۰

۹. ابو سعید الخدریؓ ۳۹۳

۱۰. کیا نتیجہ اور ذوالقرنین بنی تھے؟ ۳۹۳

- ۱۔ علم غیب سمجھنے پر جو حادثات واقع ہوئے ۳۹۳ ۳۔ حضرت ام المؤمنینؓ کی شہادت ۴۰۵
- ۲۔ صحابہؓ شہادت کی آغوش میں چلے گئے ۲۹۲ ۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۴۰۵
- ۳۔ صحابہؓ مقدم بدین موت کی آغوش میں ۳۹۴ ۵۔ حضرت طارق بن شہابؓ ۴۰۶
- ۴۔ کچھ صحابہؓ دہر سے موت کی آغوش میں ۳۹۴ ۱۔ ربیع بن خراشؓ ۴۰۶
- ۵۔ علم وقت قیامت اور اس کی گرانہاری ۳۹۵ ۲۔ تابعی سدی کبیرؓ ۴۰۶
- ۶۔ قرآن پاک کی پہلی شہادت از سورۃ اعراف ۳۹۵ ۳۔ حضرت قتادہ بن دعامہؓ ۴۰۷
- ۷۔ دوسری ، ، سورۃ اہزاب ۳۹۶ ۴۔ حضرت مجاہدؓ ۴۰۷
- ۸۔ تیسری ، ، سورۃ النازعات ۳۹۷ ۵۔ حضرت ضحاکؓ ۴۰۷
- ۹۔ چوتھی ، ، سورۃ لقمان ۳۹۸ ۱۔ حضرت امام شافعیؒ ۴۰۷
- ۱۰۔ ما ادراک و ما یدرک میں فرق ۴۰۸ ۲۔ حضرت امام بخاریؒ ۴۰۸
- ۱۱۔ حضرت امام بخاریؒ کی شہادت ۴۰۸ ۳۔ حضرت امام طحاویؒ ۴۰۸
- ۱۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ۴۰۹ ۴۔ حضرت امام لغویؒ ۴۰۹
- ۱۳۔ قرآن پاک کی پانچویں شہادت از سورۃ طہ ۴۱۰ ۵۔ حضرت امام رازیؒ ۴۰۹
- ۱۴۔ چھٹی ، ، سورۃ حم سجۃ ۴۱۰ ساتویں صدی کی شہادتیں ۴۱۰
- ۱۵۔ ساتویں ، ، سورۃ الانبیاء ۴۱۰ ۱۔ امام نوویؒ کی شہادت ۴۱۰
- ۱۶۔ آٹھویں ، ، سورۃ یونس ۴۱۱ ۲۔ قاضی بیضاویؒ ۴۱۰
- ۱۷۔ نویں ، ، سورۃ الانعام ۴۱۱ ۳۔ علامہ نسفیؒ ۴۱۱
- ۱۸۔ دسویں ، ، سورۃ النحل ۴۱۱ آٹھویں صدی کی شہادتیں ۴۱۱
- ۱۹۔ علم قیامت نہ دیئے جانے پر مفسرین عظام کی شہادت ۴۱۱ ۱۔ علامہ علی بن محمد الخازنؒ کی شہادت ۴۱۱
- ۲۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی شہادت ۴۱۱ ۲۔ حافظ ابن کثیرؒ ۴۱۱
- ۲۱۔ حضرت علی المرتضیٰؒ ۴۱۱ ۳۔ نویں صدی کی شہادتیں ۴۱۱

۴۱۲	۱۔ علامہ بدر الدین العینی کی شہادت	۴۱۲	چودہویں صدی کی شہادت
۴۱۳	۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی	۴۱۳	۱۔ محمد علی صالونی
۴۱۳	۳۔ علامہ جلال الدین السبکی	۴۱۳	۲۔ سید قطب مصری
۴۱۳	۴۔ علامہ معین بن صفی	۴۱۳	علم بوقت قیامت کے مدعی کا حکم
۴۱۳	۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی	۴۱۳	۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شہادت
۴۱۳	دسویں صدی کی شہادتیں	۴۱۳	۲۔ حضرت علامہ خازن
۴۱۳	۱۔ علامہ قسطلانی کی شہادت	۴۱۳	۳۔ حضرت علامہ عینی
۴۱۳	۲۔ خطیب شربینی	۴۱۳	۴۔ حضرت علامہ قسطلانی
۴۱۳	۳۔ علامہ ابوالسعود	۴۱۳	علم بوقت قیامت نہ ہونے پر نبوی شہادت
۴۱۵	۴۔ امام ملا علی قاری	۴۱۵	حدیث ما المسؤل عنہا با علم من المسائل
۴۱۵	گیارہویں صدی کی شہادتیں	۴۱۵	اس حدیث کے پہلے دس گواہ
۴۱۵	۱۔ امام ربانی مجدد الف ثانی	۴۱۵	۱۔ ما المسؤل عنہا کے حدیث میں اور موارد
۴۱۶	۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۴۱۶	حدیث جبریل کے تین اہم مباحث
۴۱۸	بارہویں صدی کی شہادتیں	۴۱۸	۱۔ کیا حضرت جبریلؑ کی موقع پر پہچان ہوئی تھی؟
۴۱۸	۱۔ شیخ قلاویون کی شہادت	۴۱۸	۲۔ یہ جبریلؑ کی آمد رسالت کے کس دور میں ہوئی؟
۴۲۰	۲۔ شاہ ولی اللہ	۴۲۰	۳۔ مسائل اور مسئلہ میں برابری نفی علم میں
۴۱۹	۳۔ شیخ اسماعیل حق	۴۱۹	۱۔ امام نووی کی شہادت
۴۲۱	تیرہویں صدی کی شہادتیں	۴۲۱	۲۔ حافظ ابن کثیر
۴۲۱	۱۔ قاضی ثناء اللہ کی شہادت	۴۲۱	۳۔ حضرت علامہ عینی
۴۲۱	۲۔ شاہ عبدالقادر	۴۲۱	۴۔ حضرت علامہ قسطلانی
۴۲۲	۳۔ علامہ محمود آلوسی	۴۲۲	۵۔ حضرت ملا علی قاری

بریلویوں کا عقیدہ مختارِ کل اور اس کا علمی جائزہ

- مقدمہ لفظ مختارِ کل دو معنوں میں ۴۳۹
- ۱۔ چنا ہوا اور ۲۔ بہرِ چیز کا اختیار رکھنے والا ۴۴۰
- ۱۔ کیا آپ کو وحی نہ پہنچانے کا اختیار تھا ۴۵۰
- ۲۔ کیا آپ کو فرض نماز چھوڑنے کا اختیار تھا ۴۵۱
- ۳۔ کیا آپ کو قرآن میں کسی تبدیلی کا اختیار تھا ۴۵۲
- ۴۔ کیا آپ سے مسنولیت کا قلم اٹھ چکا ۴۵۳
- ۵۔ قرآن پاک میں تمام پیغمبروں کی مسنولیت کا ذکر ۴۵۴
- ۶۔ قیامت کے دن تمام انبیاء کرام سے ایک سوال ۴۵۵
- ۷۔ اپنی مجلس سے مساکین کو اٹھانے کا اختیار ۴۵۶
- ۸۔ صفوان بہیل اور عارث کے لیے بددعا ۴۵۷
- ۹۔ آیت لیس لك من الامر شئی کی تشریح ۴۵۸
- ۱۰۔ حضور کو جانشین مقرر کرنے سے روک دیا گیا ۴۵۹
- ۱۱۔ ظالموں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہ رہے ۴۶۰
- ۱۲۔ ابوطالب کو مسلمان کرنا کیا آپ کے اختیار میں تھا ۴۶۱
- ۱۳۔ کیا کافر کے لیے آپ کو دعا مغفرت کی اجازت تھی ۴۶۲
- ۱۴۔ اپنے کو کسی حلال چیز سے روکنے کا اختیار ۴۶۳
- ۱۵۔ حضور کے لیے حلت و حرمت کے اختیارات ۴۶۴
- ۱۶۔ اکتے اور بے آپ نے اپنے اختیار سے حرام کیے ۴۶۵
- ۱۷۔ کیا وحی بھی حضور کی اپنی اختراع تھی ۴۶۶
- ۱۸۔ الہی اختیارات کی سپرداری ممکن ہے ۴۶۷
- ۱۹۔ دنیا کے حکمرانوں کو نائب کی ضرورت ہے ۴۶۸
- ۲۰۔ حکم دینے اور اختیار دینے میں فرق ۴۶۹
- ۲۱۔ فرشتے حکم الہی کے مامور ہیں مختار نہیں ۴۷۰
- ۲۲۔ انتہائی کاموں اور آسمانی کاموں میں فرق ۴۷۱
- ۲۳۔ الہی اختیارات سپرد نہیں ہوتے ۴۷۲
- ۲۴۔ اصول کافی کے باب التفویض کا ذکر ۴۷۳
- ۲۵۔ مدائق بخشش میں تفویض کا ذکر ۴۷۴
- ۲۶۔ بریلویوں کی اللہ اور رسول میں کاموں کی تقسیم ۴۷۵
- ۲۷۔ مسند تفویض سے حلال و حرام پر قبضہ ۴۷۶
- ۲۸۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسک اور تحقیق ۴۷۷
- ۲۹۔ سورج کا طلوع پر حسبِ کی اجازت سے ۴۷۸
- ۳۰۔ بریلوی عقیدہ در بارہ تدبیر عالم کیا ہے ۴۷۹
- ۳۱۔ آپ جس پر چاہیں تو بے کار دروازہ بند کر دیں ۴۸۰
- ۳۲۔ تفویض امور میں شیعوں کا عقیدہ ۴۸۱
- ۳۳۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تشریح ۴۸۲
- ۳۴۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا بیان ۴۸۳

- ۱۱۶۱ اوتیت القرآن وعتله معه ۴۵۹ حتی نغد ما عنده (رواہ البخاری) ۴۶۶
- ۱۱۶۲ تعیل و تحريم میں انسان کا کوئی دخل نہیں ۴۵۹ آپ نے ایک سائل کو یہ جواب دیا ۴۶۷
- ۱۱۶۳ حافظ بدرالدین عینیؒ کی شہادت ۴۵۹ لا اجد ما اعطیک (رواہ النسائی) ۴۶۸
- ۱۱۶۴ حافظ ابن حاتم اسکندریؒ کی شہادت ۴۵۹ خطبہ میں ارشاد لا املک لك من الله شيئاً ۴۶۹
- ۱۱۶۵ حضرت علامہ شرنافیؒ کی شہادت ۴۶۰ حضرت فاطمہؓ سے کہا لا اغتی عنک من الله شيئاً ۴۷۰
- ۱۱۶۶ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شہادت ۴۶۰ حدیث ابن عباسؓ جب آپؐ کے ساتھ سوار تھے ۴۷۱
- ۱۱۶۷ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی شہادت ۴۶۰ عقیدہ مختار کل کی بریلوی وسعت
- ۱۱۶۸ شاہ عبد الغرین محدث دہلویؒ کی شہادت ۴۶۱ دس غور طلب احادیث ۴۶۱
- ۱۱۶۹ کسی کے دل میں رحم ڈال دیں اس کے ۴۶۱ تقدیر کے سارے فضیلے حضورؐ کے حکم سے ۴۶۳
- ۱۱۷۰ آپ مالک نہیں۔ ۴۶۱ آپ عطائیؒ طور پر خدا کی تمام صفاتوں کے مالک ہیں ۴۶۳
- ۱۱۷۱ اے اللہ! ان عاجزوں کو میرے پرہیز کرنا ۴۶۲ تشریح امور میں سب آپ کے اختیار میں ہیں ۴۶۳
- ۱۱۷۲ جس برابر میں میرا اختیار چلے مجھ پر ۴۶۳ جسے چاہیں نماز معاف کر دیں جسے چاہیں روزے ۴۶۳
- ۱۱۷۳ اس پر مواخذہ نہ فرما۔ ۴۶۳ مولانا احمد رضا خاں کے عقائد ۴۶۳
- ۱۱۷۴ شفاعت وہی کرتا ہے جو خود مختار نہ ہو ۴۶۳ حضورؐ نے اپنے اختیارات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو دیئے ۴۶۳
- ۱۱۷۵ حضرت انس بن مالکؓ کی شہادت ۴۶۳ سواب کن مکن سب ان کے اختیار میں ہے ۴۶۳
- ۱۱۷۶ امام ملا علی قاریؒ کی شہادت ۴۶۳ مولانا محمد عمر چیمرویؒ نے احواد احمد کا فاصلہ طعن کر دیا ۴۶۳
- ۱۱۷۷ حضرت ربیع بن سلمیؒ کا آپ کو وضو کرنا ۴۶۳ رسولوں کا وجود خدا کے سوائے عقیدہ ۴۶۳
- ۱۱۷۸ حضورؐ کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ۴۶۵ کفر کا ہے۔ (معاذ اللہ) ۴۶۳
- ۱۱۷۹ امام ملا علی قاریؒ کی شرح حدیث ۴۶۵ ① بخوبی ہو میں حضورؐ کے مختار کل ہونے کے قرآنی دلائل ۴۶۳
- ۱۱۸۰ انصار جب آپ سے ملنا مانگنے لگے ۴۶۶ ادما تا کم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا ۴۶۳

- ۴۴۴ جواب یہاں اللہ اور اس کے رسول کے لیے منیر مفر د ہے ۴۴۴
- ۴۴۴ جواب اللہ اور اس کے رسول کی رضا ایک ہے ۴۴۸
- ۴۴۴ { ۴۴۲ } اتمہ تشریحی ہے سو انا کہ بھی اسی طرح ہوگا۔
- ۴۴۵ حضرت نے انا کہ کو امر تکم سے بیان فرمایا ۴۴۵
- ۴۴۵ حضرت ارشاد میں امر وہی ۴۴۵
- ۴۴۸ ان کہتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ پک ۴۴۸
- ۴۴۸ حافظ ابو بکر جصاص کی شہادت ۴۴۸
- ۴۴۸ { ۴۴۵ } قضاء و قدر کے فیصلے سب آپ کے ہاتھ میں ہیں
- ۴۴۵ جواب ۱۔ حدیث انما انا قاسم واللہ یعطی یتفق علیہ ۴۴۸
- ۴۴۹ بریلوی استدلال از مولانا محمد شریف کوٹلوی ۴۴۹
- ۴۴۹ جواب ۲۔ رسول خدا کے فیصلے کو بیان کرنے والے ہیں ۴۴۹
- ۴۴۹ فیصلہ کرنے والے نہیں ۴۴۹
- ۴۴۵ تغیر اکیل کی ایک عبارت ۴۴۵
- ۴۴۶ ۲۔ سیوتینا اللہ من فضلہ و رسولہ پک ۴۴۶
- ۴۴۹ حدیث کا اپنے پہلے حصے سے ربط ۴۴۹
- ۴۴۹ جواب ۱۔ انا صفا غنیمت کی تقسیم کا بیان ہے ۴۴۹
- ۴۴۹ دنیوی معیشت بندوں کو اللہ سے ملتی ہے ۴۴۹
- ۴۴۹ سخن قسمنابینہم معیشتہم فی الحیوة الدنیا پک ۴۴۹
- ۴۴۹ { ۴۴۶ } ۱۔ اغناہم اللہ و رسولہ پک ۴۴۹
- ۴۴۹ { ۴۴۶ } ۲۔ فی کرنے والے حضور ہیں۔ ۴۴۹
- ۴۴۹ ان اللہ قسم بینکھ از انا کہ (مشکوٰۃ) ۴۴۹
- ۴۴۹ مولانا احمد رضا خان کل بیان مولانا محمد شریف کے خلاف ۴۴۹
- ۴۴۹ جواب ۲۔ نواب قطب الدین انما انا قاسم کی شرح ۴۴۹
- ۴۴۹ نور مٹے فرمایا غنی کرنے والا اللہ ہے ۴۴۹
- ۴۴۹ موراس کے لیے سبب بنے ہیں ۴۴۹
- ۴۴۹ { ۴۴۶ } ۱۔ واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ پک ۴۴۹
- ۴۴۹ قرآن کا اعلان قتل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ پک ۴۴۹

- ۴۸۵ حدیث کے استعارہ پر علامہ عزیزی کی شہادت ۴۸۱ تشریحی امور میں
- ۴۸۵ علامہ نوری کی شہادت کہ یہ آپ کی امت کو ملیں گی ۴۸۱ ۱. حضور کے مختار کل ہونے پر بریلویوں کے قرآنی استدلال۔
- ۴۸۵ ۲. حدیث رد الشمس (رواہ الطحاوی) ۴۸۱
- ۴۸۵ الجواب ۴۸۱ میل بعد الطیبات و میرو علیہم الخبثات پ
- ۴۸۵ ۱. اگر حدیث صحیح ہو تو اس میں اللہ سے دعا کرنے کا الجواب
- ۴۸۵ ذکر ہے کہ وہ سورج کو واپس لوٹا دے۔ ۴۸۱ شارح حقیق صرف اللہ ہے حضور کی طرف
- ۴۸۵ ۲. حدیث صحیح بھی ہو تو اس میں اثبات ۴۸۲ نسبت مجازی ہے۔
- ۴۸۵ عقیدہ کی قوت نہیں۔ ۴۸۲ حضور کا اعلان کہ تحریم و تحلیل میرے بس میں نہیں
- ۴۸۶ حدیث کے صنف پر حافظ ابن تیمیہ کی شہادت ۴۸۲ حرم شریف کو حرم ٹھہرانے والا اللہ ہے
- ۴۸۶ ۳. حضور کے چچا ابوطالب بیمار ہوئے تو حدیث میں اس کی نسبت حضرت ابراہیم کی
- ۴۸۶ حضور نے انہیں تندرست کیا (مولانا محمد شریف) ۴۸۲ طرف بھی ہے کہ نسبت مجازی ہے
- ۴۸۶ الجواب دونوں روایتوں میں تطبیق
- ۴۸۸ اس روایت میں حضور کے اللہ تعالیٰ سے مانگنے ۴۸۳ علامہ بدر الدین عینی کی شہادت
- ۴۸۸ کا ذکر ہے۔ ۴۸۳ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شہادت
- ۴۸۹ ۲. روایت کی صحیح ہونے میں کلام ہے ۴۸۳ ۲. آپ کے نمازوں کو معاف کرنے کے اختیار
- ۴۸۹ ۳. خبر واحد صحیح بھی ہو تو اس سے عقیدہ ۴۸۳ ۱. فضالہ بن عبید کی روایت
- ۴۸۹ ثابت نہیں ہوتا۔ ۴۸۳ یہ تعلیمی تدریج ہے تین نمازوں کی معافی نہیں
- ۴۹۰ ۵. حضور کا لوگوں کو جنت کی ضمانت دینا ۴۸۳ ۲. وفد ثقیف سلمان بنہنے کے لیے آیا
- ۴۹۰ الجواب ۴۸۳ زکوٰۃ اور جہاد دونوں میں رعایا مانگی۔
- ۴۹۰ ضامن اور حاکم میں فرق ہے ۴۸۳ حضور کا صحابہ کو یہ بتلانا یہ زکوٰۃ بخدی ہیں
- ۴۹۰ حضرت ابن مسعود نے بھی ایک اس طرح ضمانت دی ۴۸۳ گئے اور جہاد بھی کریں گے۔

۴. بحر دین عاشر کی درخت نما درخت کے بلے میں۔ ۴۹۴
۵. پ کے صحابہ کو بتلانا یہ دودھ بھی نکالیں گے۔ ۴۹۵
۶. نماز بھی پڑھیں گے۔ ۴۹۶
۷. امام محمد کی ایک روایت سے کچھ چھپی کا اہلال۔ ۴۹۷
۸. حضور کے لیے نمازوں کی معافی کا حق اس لیے ثابت۔ ۴۹۸
۹. کفر اللہ عند حدیث نہیں زہری کا اور ارج ہے۔ ۴۹۹
۱۰. کئے ہیں کچھ پیر بھی ان کی نمازیں معاف کر سکیں۔ ۴۹۹
۱۱. فضائل بن عبید کی روایت محافظت کے باب میں ہے۔ ۴۹۹
۱۲. یہ روایت بوجہ داؤد بن ابی بنہذیف بھی ہے۔ ۴۹۹
۱۳. اشرف کچھ چھپی کی پیش کردہ روایت بھی صحیح نہیں۔ ۴۹۹
۱۴. حضور سے روایت کئے والا مجہول نہ ہونا چاہیے۔ ۴۹۹
۱۵. حاکم کی معترف علوم حدیث کا حوالہ۔ ۴۹۹
۱۶. کسی صحابی کا نام بتلیے جو آخر تک دو نمازیں پڑھتا رہا ہو۔ ۴۹۹
۱۷. نور بخشی گلگت میں کہاں سے آگئے۔ ۴۹۹
۱۸. حرم مکہ میں کسی درخت اور پودے کو نہ کاٹا جائے۔ ۴۹۹
۱۹. آخر کو مستثنیٰ حضور نے اپنے اختیار سے کیا تھا۔ ۴۹۹
۲۰. اجماع اور بریلو لوک اس میں اختلاف ہے۔ ۴۹۹
۲۱. بریلو لوک کے حدیثی دلائل کے ساتھ آٹھ دعوے۔ ۴۹۹
۲۲. اجماع اور بریلو لوک اس میں اختلاف ہے۔ ۴۹۹
۲۳. نو تہ وہیں میں ام عطیہ کا استثناء۔ ۴۹۹
۲۴. چھ ماہ کی بچگی کی قربانی ابو بردہ کا استثناء۔ ۴۹۹
۲۵. حافظ بدر الدین عینی کا ایمان افراد بیان۔ ۴۹۹
۲۶. اختلاف وحی اور اجتہاد میں دائر ہے۔ ۴۹۹
۲۷. اختیار میں نہیں۔ ۴۹۹
۲۸. کیا حضور نے شریعت کے فیصلے اپنی مرضی سے بھی کیے۔ ۴۹۹
۲۹. ۱. توحہ وہیں میں ام عطیہ کا استثناء۔ ۴۹۹
۳۰. ۲. چھ ماہ کی بچگی کی قربانی ابو بردہ کا استثناء۔ ۴۹۹
۳۱. ۳. دو گواہوں کی شرط سے حضرت خزیمہ کا استثناء۔ ۴۹۹
۳۲. ۴. سونے کی انگوٹھی کے لیے بلال بن عازب کا استثناء۔ ۴۹۹
۳۳. ۵. سرگ کی تعداد اسماء کے لیے چار ماہ کی بجائے تین ماہ۔ ۴۹۹

مسئلہ مختار کل - اہانت عقیدہ کی رو سے

۵۰۸

قرآن کریم

۱. زمین میں سب سے بڑا مکان یا آسمان پر سیر صی لگانا
کیا یہ آپ کے بس میں تھا؟ ۵۰۹ {
۲. سونے کا محل بنانا اور آسمان میں چڑھنا
کافروں کا مطالبہ کہ آپ کر کے دکھائیں۔ ۵۱۰ {
۳. تکلیف دہ کرنے والا ایک انسر کے سرا کوئی نہیں
وہ فضل فرمائے تو رد کرنے والا کوئی نہیں۔ ۵۱۰ {
۴. تمہارے ہاتھ میں نہیں کہ ان کا کیا کیا جائے
وہ تو بے کراہی یا عذاب میں جاویں۔ ۵۱۱ {
۵. خدا جس کو آزمائش میں ڈالے آپ اس کا کچھ نہیں کہہ سکتے ۵۱۱ {
۶. آپ اعلان کریں میں اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ۵۱۱ {
۷. آپ کہہ دیں میں تمہارے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں۔ ۵۱۲ {

۱. حضور کے نام اور کنیت کا جمع کرنا لام حسن کے لیے جائز ۵۰۱
۲. حاکم کے لیے تحفہ لینا حضرت معاذ کے لیے جائز ۵۰۱
۳. بد میں شرکت تھی مگر حضرت عثمان کا غنا تم میں حصہ ۵۰۱

اجوابات

۱. ہلستہ کے عقیدہ میں حضور نے یہ سب
اذن الہی سے کیا۔ ۵۰۱ {
۱. نو سو دین حرام ہونے سے پہلے اس کی
عام اجازت تھی۔ ۵۰۲ {
۲. ابو بردہ کے لیے چھ ماہ کی بحری کی قربانی
بازن الہی تھی۔ ۵۰۳ {
۳. حضرت خنیزمہ کی ایک گاہی دوسرے برابر باذن الہی تھی ۵۰۳ {
۴. یہ آتشنا صرف بڑے لیے نہیں حضرت حذیفہؓ
حضرت سعدؓ حضرت طلحہؓ اور جابرؓ سمجھنے بھی پہنچی ۵۰۳ {
- ابراہیم تھی کہتے ہیں ان کو کہ اس کی عام اجازت تھی ۵۰۳ {
- ابن ابی شیبہ نے اس پر رخصت کا باب باندھا ہے ۵۰۳ {

۵. پہلے سوگ کی عدت بھی تین ماہ تھی ۵۰۳ {
۱. حضور کے نام اور کنیت کو جمع کرنا بھی مباح نہ ہوا تھا ۵۰۳ {
- امام ابو جعفر الطحاوی کی شہادت ۵۰۵ {
- حافظ بدر الدین عینی کی شہادت ۵۰۶ {
۱. لا تقولن لشيء اني فاعل ذاك عدا۔ ۵۱۳ {

احادیث

۱. قیامت کے دن کہوں گا لا املك لك شيئا ۵۱۴ {
۲. قیامت کے دن کہنا لا اغني عنك من الله شيئا ۵۱۴ {

۳. اَوَاصِلُ اِذَا نَزَحَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ ۵۱۵ ماری ربك الا یسارع فی هوالک ۵۲۲
۴. فَلَا تَلْمِزْ فِیْهَا مَمْلَکَ وَلَا مَمْلَکَ ۵۱۵ حضور کو زمین کے خزانوں کی کجغیاں کی گئیں ۵۲۳
- حدیث کے قدر مشترک منفی اختیارات ۵۱۶ اسے بریلوین کا عقیدہ مختار کل پر استدلال ۵۲۵
- بریلوی تاویلات ۵۱۷ امام نووی کی شرح حدیث ۵۲۶
- یہ جواب گستاخوں کے لیے ہے اپنوں کے لیے نہیں ۵۱۷ علامہ عزیزی کی شرح حدیث ۵۲۷
- اجواب ۵۱۷ حافظ ابن حجر عسقلانی کا استدلال ۵۲۶
- حضور نے حضرت فاطمہؓ کو بھی یہی کہا تھا ۵۱۷ دنیا میں آخر کار یہ امت ہی خزان ارضی کی مالک ۵۲۷
- حضرت ابن عباسؓ پر بریلویوں کا دعویٰ نسخ ۵۱۸ بنے گی حدیث میں یہ خبر حضور کو دے دی گئی تھی ۵۲۸
- تقدیریں حضورؐ بناتے ہیں صحیح بخاری کی روایت ۵۱۸ حضور کی برکات صرف ارضی خزان تک نہیں ۵۲۷
- صحیح مسلم کے حوالے سے صحیح بخاری کی تصحیح ۵۱۹ امت کو علم حضورؐ سے وراثہ ملے ۵۲۷
- حضرت ابن عباسؓ کی سند پر ایک سوال اور اس کا جواب ۵۱۹ حضورؐ کی حدیث کہ مدق خدا کی طرف ہے ۵۲۸
- اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو جنت کا ایک ٹکڑا اس لیے دیا کہ جس کو چاہیں داخل کریں ۵۲۰ حضورؐ کی حدیث کہ دنیوی چیزوں کی عطا خدا کے مقدر کرنے سے ہے ۵۲۸
- (بقیہ فہرست ص ۲۳)
۱. حضرت شیخ عبدالحق کی شہادت ۵۲۰ ابن سبع کا یہ قول کسی دلیل سے ثابت نہیں ۵۲۰
۲. ذاب قطب الدین غل ۵۲۱ حضورؐ کی حدیث میں اس مسئلے کا واضح فیصلہ ۵۲۱
- اپنی ذات گرامی سے علم کی نفی کے اور پیرائے ۵۲۵ ملا علی قاری عقیدہ تفویض کی تردید کرتے ہیں ۵۲۱
۱. حدیث حضرت جابر بن عبد اللہؓ ۵۲۲ حضورؐ نے حضرت قتادہؓ کو دوبارہ آنکھ لگادی ۵۲۲
۲. حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ۵۲۳ رافع بن مالک کی آنکھ درست ہونے کا واقعہ ۵۲۳
۳. حدیث حضرت خلیفہ بن ایمنؓ ۵۲۵

ایک تاریخی ہنسکری اور تحقیقی جائزہ

مطالعہ بریلویت

ڈاکٹر علامہ خالد محمد محمود ایم اے بی ایچ ڈی
ڈاکٹر اسلامک کینیڈی میڈیسن

حافظی بک ڈیپو دیوبند یو پی
۲۲۷۵۵۲

دس سال پہلے کا اعلان و انتباہ

دیوبندی، بریلوی اختلاف پر پہلی کتاب ”انوارِ ساطعہ“ عوام کے سامنے آنی تھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ نے ”انوارِ ساطعہ“ کو متن بنا کر ذیل میں ”براہین قاطعہ“ کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ تاکہ مطالعہ کرنے والا دونوں طرف کی بات ایک ہی وقت میں دیکھ سکے۔

فضیلۃ الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب نے نزاع کو ختم کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کتاب ہذا ہدیہ قارئین کی ہے اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب نا کافی اور ناقابل اعتناء سمجھا جائے گا۔

جب تک کوئی جواب کتاب ہذا کے پورے متن کا حامل نہ ہوگا اسے کتابت کا جواب نہ سمجھا جائے گا۔

مرتب کتاب ہذا۔

حافظ محمد عطاء اللہ

ساکن ڈنکاسٹر انگلینڈ: فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال پاکستان ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء

مقدمہ

تاریخ زوالِ اُمت

الحمد لله وسلامٌ على عباده الذين اصطفى اما بعد :

مغلیہ سلطنت کے زوال اور ۱۸۵۷ء کے معرکہ کے بعد ہندوستان میں باقاعدہ انگریزی سلطنت قائم ہوئی ۱۳ اگست ۱۷۵۷ء کو شاہ عالم نے پنجاب بہار اڑیسہ اور بنگال کا دیوانی نظام ایٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیا تھا۔ ۱۸۵۷ء تک ہندوستان میں اسلام کے نام سے صرف دو ہی فرقے تھے۔ ۱۔ اہل السنۃ والجماعۃ اور ۲۔ شیعہ۔ پھر شیعہ میں دو فرقے تھے۔ ۱۔ اثنا عشری اور ۲۔ اسماعیلیہ لیکن اہل السنۃ والجماعۃ بالکل ایک تھے اور سب حنفی المذہب تھے۔ انگریز حکومت نے ۱۸۵۷ء کا معرکہ دیکھنے کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی جنرل باڈی جواب بھی ایک ہے ایک نہ رہے جس طرح ہو سکے ہندوستان کے سنی مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کیا جائے اور ان کی آپس میں تقسیم انہیں اتنا کمزور کر دے کہ پھر حکومت کو کسی اور مفیدے کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ حالات چل رہے تھے کہ پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء - ۱۹۱۹ء کا سانحہ پیش آ گیا اور مسلمان اس میں عالمی سطح پر ملوث ہوئے۔ اس وقت مسلمانوں میں خلافت عثمانیہ موجود تھی اور ترکی مسلمانوں کی سب سے بڑی طاقت تھا۔ ترکی اور جرمنی ایک دوسرے کے حلیف بنے اور انگریزوں نے مسلمانوں کو عالمی سطح پر اپنا دشمن خیال کیا اور اس کے نتیجے میں ان کی پوری محنت اس پر لگی کہ جس طرح بن پڑے ہندوستان کے اہل سنت مسلمانوں کو مستقل طور پر دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

برطانوی ہند میں مسلمانوں میں نئی فرقہ بندیاں

پہلی جنگ عظیم کے کھنڈرات سے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ ابھرا اور اس نے آگے چل کر ایک باقاعدہ دین و مذہب کی صورت اختیار کی یہ کاٹ اہلنت مسلمانوں میں ہوئی اور انہیں مستقل طور پر دو ٹکڑے کرنے میں مولانا احمد رضا خاں کے پچاس سال لگے۔ مولانا احمد رضا خاں کے متفقہ مولانا قاری احمد سیلی بھیتی لکھتے ہیں کہ :-

مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی بلکہ

انگریزی سیاست نے کس طرح فرقہ بندی قائم کی

جنگ عظیم اپنی پہلی سطح میں انگریزوں اور جرمنوں کے مابین تھی ان دنوں مسلمان عالمی سطح پر انگریزوں سے نالاں تھے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے جرمنوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ خلافت عثمانیہ ان دنوں مسلمانوں کی اجتماعی قوت تھی سو ترکوں نے جرمنوں سے اتحاد کر لیا۔ حجاز میں ان دنوں خلافت عثمانیہ کا نائب شریف مکہ تھا اور گورنر اور پاشا تھا۔ انگریزوں نے شریف مکہ سے ترکوں کے خلاف بغاوت کرا دی اور اس راہ سے حجاز میں کافی مداخلت حاصل کر لی۔ اب انگریزی سلطنت کا تقاضا تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں سے کوئی طبقہ شریف مکہ کی حمایت میں کھڑا کیا جائے جو کھل کر ترکوں کے خلاف لکھیں

اور انگریزوں کی حمایت میں ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک نیا ذہن پیدا ہوا۔

ہندوستان میں جو مسلمان ۱۸۵۷ء میں انگریزوں سے بزدل ہوا ہوتے تھے ان کے جانشینوں (علمائے دیوبند) نے ہندوستان میں ترک کی خلافت کی حمایت کا اعلان کر دیا اور کہا خلافت جس درجے میں بھی ہو اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔ اسلام کا نقص سیاست خلافت کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ مسلمانان ہند کو کھل کر ترکوں کا ساتھ دینا چاہیے۔ انگریزوں کو اس بات کی فکر تھی کہ اگر ترکی ہندوستان پر (بوجہ انگریزی عملداری ہونے کے) حملہ کرتا ہے اور یہاں کے مسلمان اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں تو انگریز شاید ہندوستان میں ترکوں کا سامنا نہ کر سکیں اس صورت حال سے بچنے کے لیے ہندوستان میں ایک ایسے طبقے کو اٹھانے کی ضرورت تھی جو ترکوں کے خلاف شریف ملہ کا حامی ہو اور ہندوستان میں علماء دیوبند کے خلاف اٹھ سکے۔ یہیں سے ہندوستان میں بریلوی دیوبندی فرقہ بندی کا آغاز ہوا اس اختلاف کی ابتدائی سطح سیاسی تھی مگر اس نے آہستہ آہستہ ایک مذہبی اختلاف کی صورت اختیار کر لی۔ انگریز منہکدین کی رائے تھی کہ سیاسی اختلافات تو وقت گزرنے پر ختم ہو جاتے ہیں مگر مذہبی اختلافات کا بیج جب پھوٹتا ہے تو وہ بالآخر سدا بہار درخت بنتا ہے جس کو ہر دور میں کچھ نہ کچھ پرستار مل ہی جاتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کو بھی کچھ نہ کچھ لوگ ہاں میں ہاں ملانے والے مل ہی جائیں گے۔ اس دور میں ہندوستان میں اکثریت خلافت کے حامیوں کی تھی یہاں تک کہ یہ دور ہی ان کا تھا اور بریلوی ایک بہت مختصر سی جماعت تھے اور ایک چھوٹی سی اقلیت تھے مولانا احمد رضا خاں خود تسلیم کرتے ہیں :-

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

۱۔ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۷۷

کہاں ہیں بریلوی علماء جو ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم اکثریت میں ہیں۔ اس وقت مولانا احمد رضا خاں کسینہ کی جن تو صرف خواب دیکھ کر ہی ٹھنڈی ہوتی تھی۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی شریف مکہ کے سخت خلاف تھے اور ترکوں کی حمایت میں علمائے دیوبند کے ساتھ تھے۔ سیال شریف کے خواجہ ضیاء الدین صاحب نے اس موقع پر علمائے دیوبند کا کھل کر ساتھ دیا۔ ڈاکٹر اقبال شریف مکہ پر طر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مضطفیٰ
خاک و خون میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش

شریف مکہ بھی دیئے گئے وعدوں کو نہ پاسکے

خلافت ٹوٹنے کے بعد شریف مکہ بھی زیادہ دیر اقتدار پر نہ رہ سکے اور آل سعود نے اس کو مار بھگا یا۔ شریف نے اپنا وعدہ پورا کیا مگر انگریز اس سے کیے گئے وعدے پورے نہ کر سکے۔

شمع بھی جل جاتی ہے پروانہ کے جلنے کے بعد

انگریزوں نے وہاں تو شریف کی کوئی مدد نہ کی لیکن ہندوستان میں بریلویوں کو ہاتھ میں رکھنے کے لیے ملک عبدالعزیز آل سعود کے خلاف پوری ہم جلا دی۔ علمائے دیوبند نے اس محاذ پر بریلویوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آل سعود کے حق میں خم ٹھونک کر بنگلے۔ بریلویوں نے آل سعود کا نام وہاں وہابی اور دیوبندیوں کا نام گلانی وہابی رکھا تھا۔ حجاز کے اس انقلاب پر آستانہ بریلی کیوں سیخ پا تھا۔ اس کا جواب مولانا طفر علی خاں نے ان الفاظ میں دیا ہے۔

کاٹ دی کیوں نجد کے خنجر نے زنجیر حجاز
یہ گماہ وہ ہے کبھی جو بنہیں سکتا مسما

زندگی اسکی ہے ملت کے لیے پیغامِ نبوتؐ کر رہا ہے جو بجائے کعبہ قبروں کا طواف شریف کہ حجاز میں قبر پرستی کی کوئی راہ نہ نکال سکتا تھا۔ اس لیے انگریزوں نے وہاں اس کی طرف سے کوئی مدافعت نہ کی لیکن ہندوستان میں بریلویوں کا کھل کر ساتھ دیا کیوں کہ انہوں نے اپنے ہاں ہر ہر گاؤں میں مسجدوں کے لیے قبریں بنا رکھی ہیں۔

ہر فرقہ بندی کے پیچھے پہلے سیاسی ہاتھ رہا ہے

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں میں جب کہیں فرقہ بندی ہوئی اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی سیاسی ہاتھ ضرور نظر آیا ورنہ کتاب و سنت کے نوری حجتے کبھی فرقہ بندی سے مکدر نہ ہو سکتے تھے۔ یہ مسلمانوں کی نادانی اور جہالت تھی کہ وہ غرضمند مولویوں کے چکر میں آکر طالع آزمایا سیاست دانوں کے آلہ کار بنے اور ان مولویوں کے الزامات کو اختلافات سمجھ بیٹھے۔ اختلاف وہ ہوتا ہے جس کو دوسرے فریق بھی ماننے اور وہ اسے اپنا موقف اور عقیدہ تسلیم کرے ورنہ وہ کہی گئی بات الزام کی سرحد سے آگے نہ جائے گی اور ظاہر ہے کہ صرف الزام سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ قانون کی نظر میں ملزم اور مجرم میں ہمیشہ فرق کیا جاتا ہے۔

ابتداء میں سُنی اور شیعہ اختلافات بھی سیاسی تھے

شیعانِ علی ابتداء میں صرف ایک سیاسی جماعت تھے شیعہ مذہب کی باقاعدہ تشکیل اس کے بہت بعد کی ہے۔ اثنا عشری شیعوں کے بارہویں امام ۲۵۴ ع میں پیدا ہوئے۔ سوظاہر ہے کہ اثنا عشریوں کا بارہ اماموں کی امامت پر مبنی عقیدہ کہیں

تیسری صدی کے آخر میں بنا ہو گا۔ ان کی حدیث کی پہلی کتاب الکافی چوتھی صدی ہجری میں مدون ہوئی اس کا مؤلف محمد بن یعقوب الکلینی تھا جس نے ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

سوپہلی دو صدیوں کے روایت حدیث میں اگر کسی کے نام کے ساتھ شیعہ کا لفظ آجائے یا اس کے بارے میں رمی بالتشیع کے الفاظ ملیں تو ان سے وہ شیعہ مراد نہیں ہوتے جو ختم نبوت کے بعد آسمانی امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں یا وہ ایمان شیخین کے منکر ہیں یا تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ یہ مذہبی اصطلاح تیسری صدی کے آخر میں بنی اور اس سے اثنا عشری یا اسماعیلی مراد لیے جانے لگے۔ شیعہ با اصطلاح قدیم ہرگز کوئی موجب جرح بات نہ تھی اس لیے محدثین ان کی روایت قبول کرتے رہے۔ سو یہ نہ کہا جائے کہ اہل سنت کی حدیث کی کتابوں میں شیعہ راوی موجود ہیں۔

ابتداء میں شیعان علی کوئی علیحدہ مذہبی گروہ نہ تھا

حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے آپ کو سوادِ غلم اہل سنت سے جدا خیال نہ کیا تھا۔ جب آپ خلیفہ بنے تو بھی اپنی خلافت کو پہلی تین خلافتوں پر مبنی بلا فصل خلافت کہا یہ نہ کہا کہ مجھے خلافت چوبیس سال کے فصل سے ملی ہے اور میں خلیفہ بالفصل ہوں۔ آپ کی خلافت حضرت عثمان سے اسی طرح بلا فصل رہی جس طرح حضرت عثمان کی خلافت حضرت عمر کی خلافت سے بلا فصل مسلسل رہی آپ نے اپنے دورانِ حکومت نماز تراویح اور نماز جمعہ کی دو اذانوں کو اسی طرح قائم رکھا جیسا کہ یہ دونوں عمل پیسے سے چلے آ رہے تھے۔ آپ نے کبھی حضرت عثمان یا حضرت عثمان کی خلافت کے خلاف کوئی بات نہ کی۔ آپ کی حضرت معاویہ سے

مخالفت خلفاء ثلاثہ کی مخالفت سے مخالفت کے طور پر نہ تھی۔ آپ جانتے تھے کہ عام لوگوں کے دلوں پر ابھی تک حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی حکومت ہے، سو ان دلوں میں شیطان علیؓ کا لفظ امیر معاویہؓ کے مقابلے میں آپ کے سیاسی حامیوں کے لیے بولا گیا اور اس سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا اسلام بالکل ایک تھا۔

حضرت علیؓ خود بیان فرماتے ہیں :-

وكان بدء امرنا انا التقينا والقوم من اهل الشام والظاهر
ان ربنا واحد ونبينا واحد ودعوتنا في الاسلام واحد
ولا نستزيد هم في الايمان بالله والتصديق برسوله ولا
يستزيدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا في دم عثمان ونحن
منه براء۔

ترجمہ اور سہارے کام کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہم اور اہل شام آپس میں لڑ پڑے اور ظاہر ہے کہ ہم دونوں ایک خدا اور ایک رسول کے ماننے والے تھے اور ہماری اسلام کے لیے دعوت بھی ایک تھی نہ ہم ایمان بانٹا اور تصدیق رسالت میں ان کے کچھ زیادہ تھے نہ وہ ہم سے اس میں لگے تھے دونوں کا دینی معاملہ ایک سا ہے سوائے اس کے کہ ہم خون عثمانؓ کے بارے میں مختلف الرای ہو گئے (وہ اس میں ہمیں قصور وار سمجھے) اور ہم اس سے بری ہیں۔

مذہبی اختلافات بھی اتنے لمبے نہیں جتنے الزامات قائم ہو گئے

اختلاف کسے کہتے ہیں جس میں لزوم کے ساتھ التزام موجود ہو کسی عبارت سے

جو بات لازم آئے کہنے والا اسے تسلیم کرے کہ ہاں میں نے یہی بات کہی ہے اور اگر اس بات کو دوسرا فریق نہ مانے تو یہ محض الزام ہے اس کے ساتھ التزام نہیں ایسے مواقع میں نزاع لفظی ہوتی ہے خود غرض لوگ اسے بڑھا چڑھا کر پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ اہل سنت اور شیعہ میں واقعی اختلافات ہیں اہل سنت اور اہل حدیث (باصطلاح جدید) میں بھی واقعی اختلافات ہیں لیکن دیوبندیوں اور بریلویوں میں اختلافات اتنے نہیں جتنے الزامات ہیں۔ بدیہی حکمرانوں نے ہندی رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنے کے لیے ان میں ایسی باتیں چلائیں کہ بہت سے نادان لوگ ان کی باتوں میں آگئے اور آج آپ کو کئی لوگ ایسے ملیں گے جو واقعی ان دو کو مستقل فرقے سمجھتے ہیں۔

ہم پیچھے کہہ آئے ہیں کہ اہل سنت محدثین جب کسی شیعہ راوی کی روایت قبول کرتے ہیں تو یہ وہی شیعہ تھے جو باہمی جنگوں میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے تھے نہ کہ وہ جو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے ایمان کے منکر ہوں یا قرآن کو مخلوق سمجھتے ہوں یا اسے محرف سمجھتے ہوں اور عقیدہ رجعت رکھتے ہوں کہ قیامت سے پہلے ایک دفعہ پھر اس دنیا میں آنا ہے۔ ان عقیدوں کے حامل راویوں کی روایت اہل سنت محدثین کے ہاں کبھی قبول نہیں کی گئی۔ اب شیعہ سے مراد شیعہ باصطلاح جدید ہیں جنہوں نے باقاعدہ ایک مذہبی شکل پائی اور ان کے مذہب کی ان کے اپنے علمی حلقوں میں باقاعدہ تشکیل ہو گئی ہے ان کے عقائد اور فروع کی کتابیں عام مسلمانوں سے مختلف لکھی

گئیں۔ اثنا عشری لوگ بارہویں امام پر آکر رک گئے اور اسماعیلی شیعہ اپنے حاضر اماموں کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ یہ اب چالیسویں حاضر امام کے زیر نگین ہیں۔

عبداللہ ابن سبا یہودی اثناعشری شیعہ نہ تھا

یہ جو کہا جاتا ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ ابن سبا تھا تو اس کی بنیاد اس کا یہ الحادی عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ خدا ہیں اور یہ کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت درست نہ تھی۔ حضرت علیؓ نے اس کو ان عقائد پر زندیق قرار دیا اور اسے زندہ جوا دیا۔ اس کا نام ان عقائد کے نقاش اول ہونے کی حیثیت سے بے شک لیا جاتا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں کہ اس نے اثناعشری عقائد کی باقاعدہ تشکیل کی تھی موجودہ شیعوں کی تاریخ بارہ سو سال سے پیچھے نہیں جاتی۔ عبداللہ ابن سبا حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا موسس ضرور ہے لیکن وہ اثناعشری عقائد کا بانی نہیں ہے۔

سیاسی اختلافات کس طرح مذہبی اختلافات میں ڈھلتے ہیں

شیعوں کی اس تاریخ سے ہم اپنے قارئین کو صرف یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ جس طرح شیعہ پہلے مرحلہ میں محض ایک سیاسی گروہ تھے۔ مذہبی تشکیل انہوں نے بعد میں پائی۔ بریلوی بھی اپنی پہلی وضع میں ایک سیاسی گروہ تھے جو انگریزوں کی حمایت اور ترکی خلافت کے خلاف اٹھے اور پھر آہستہ آہستہ انہوں نے ایک علیحدہ دین و مذہب کی صورت اختیار کر لی۔ مولانا احمد رضا خاں سے پہلے مولانا فضل بول بدایونی نے اس عقیدے کی داغ بیل ڈال دی تھی لیکن وہ اسے ایک باقاعدہ دین و مذہب کی شکل نہ دے سکے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی وصیت میں اپنے آپ کو ایک خاص دین و مذہب کے بانی کے طور پر پیش کیا اور اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ ان کے دین و مذہب پر چلیں۔

سیاسی فضاؤں میں پیدا ہونے والے مذاہب

سیاسی فضاؤں میں پیدا ہونے والے مذاہب کبھی حقیقی فرقے نہیں بنتے انہیں کبھی کچھ کہنا پڑتا ہے اور کبھی کچھ — انہیں یک طرفہ سننے والے انہیں مستقل فرقہ سمجھ لیتے ہیں دونوں آوازوں کو سننے والے ان کے سیاسی مدد جز کو بھٹا لیتے ہیں بشیہ جو اپنی اصل میں صرف سیاسی اختلاف کے لوگ تھے انہوں نے اپنی دونوں آوازوں کے باہین تقیہ کا ایک ثقاف قائم کر لیا۔ ان سے یہ دونوں آوازیں آگے چلتی رہیں اور وہ اپنی ان دونوں باتوں میں تطبیق پیدا کرتے رہے تقیہ ان کا وہ سینہ نجات ہے جو انہیں بحرِ رب میں بقا کا سہارا دیتا رہا ہے — بریلوی لوگ بھی ہر اختلافی موضوع پر دو طرح کی بولیاں بولتے رہے۔ ان کی ایک آواز اپنے آپ کو اہل سنت ثابت کرنے کے لیے علماءِ دیوبند کے موافق ہوتی رہی اور ایک مخالف — جب وہ کسی علمی سطح پر بات کرتے ہیں تو وہ علماءِ دیوبند کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب وہ اپنے عوام میں ہوتے ہیں تو اختلاف قائم رکھنے کی خاطر وہ اپنی تصویر کا دوسرا رخ اختیار کرتے ہیں اور ان کے عوام سمجھتے ہیں کہ ان کا واقعی وہی عقیدہ ہے جس سے بریلوی عوام عام طور پر متعارف ہیں۔ بریلویوں کی مذہبی خود کشی کی طویل داستان آپ اس کتاب کی چوتھی جلد میں پڑھ آئے ہیں۔

قادیانی بھی اپنی پہلی کوشش میں ایک سیاسی گروہ تھا

انگریز حکومت کو اپنے سیاسی استحکام کے لیے مسلمانوں کے جذبہٴ جہاد کو ٹھنڈا کرنے کی سخت ضرورت تھی اس سیاسی ضرورت نے پھر اس مذہبی مسئلہ

کو سامنے لا کھڑا کیا کہ کس طرح اس دور کو وقتِ مسیح قرار دیا جائے جس میں کسی دینی جنگ کی ضرورت نہ رہے۔ پھر اس وقت کو دورِ مسیح ٹھہرانے کے لیے کسی شخص کو مسیح بنانا ضروری تھا۔ اب ظاہر ہے کہ وہ مسیح بن مریم نہ ہوگا اس لیے مثیلِ مسیح کا تصور پیدا کیا گیا اور اسی ضرورت نے ایک نئے فرقے کو جنم دیا۔

بریلوی حقیقۃً اہلسنت سے کٹے ہیں یا یہ صرف ایک ظاہری ڈرامہ ہے

بریلوی عوام ایک بھیڑ ہیں ایک قوم نہیں۔ وہ چھینٹے ہیں مگر ایک دریا نہیں یہ لوگ عقل و شعور سے بہت کم کام لیتے ہیں اور وہ واقعی ان عقائد پر ہیں جو ان کے علماء اور واعظین دن رات انہیں تلقین کرتے رہتے ہیں اس صورت میں وہ واقعی اہل سنت سے کٹ گئے ہیں۔ ان کے علماء ان کے اس جرم کے یقیناً ذمہ دار ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک بھیڑ کی بھیڑ کو نہ صرف شرک و بدعت میں ہموار کر رکھا ہے بلکہ انہیں اہل سنت (علماء دیوبند) کے بالمقابل ایک علیحدہ فرقے کی شکل دے رکھی ہے اور ان عقائد پر جب کوئی ان کا پیروکار دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ ان گندے عقائد کو ساتھ لے کر مڑتا ہے جن کی ان علماء نے اپنے عوامی جلسوں میں انہیں تلقین کی ہوتی ہے اور وہ بدقسمت اپنے عقیدوں کے اس رُخ سے ناواقف ہوتا ہے جو بریلوی علماء بحث و تحقیق کے وقت علماء دیوبند کے سامنے اختیار کرتے ہیں کہ

① ہم حضورؐ کی بشریت کا انکار نہیں کرتے اور

② آپ کو بہ نفس نفیس ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں سمجھتے۔

ان حالات میں ہمارے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم کتب عقائد اہلسنت کی روشنی میں بریلوی عوام کو ان عقائد کی تعلیم دیں جو ان کے مولوی ان سے چھپاتے

ہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ کوئی بریلوی جہالت کے سائے میں نہ رہے اور نہ ان عقائد پر مڑے جو بریلوی علماء اپنے سٹیج پر بیان کرتے ہیں۔ سو اس کتاب میں ہماری تحقیقات کا رخ ان کے علماء کی طرف نہیں ان کے عوام کی طرف ہوگا۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنے قارئین کو بریلویوں کی دو طرفہ آواز کی ایک جھلک بھی دکھادیں۔

بریلویوں کی دو طرفہ آواز کا افسوسناک منظر

انبیاء علیہم السلام سب نوع انسانی میں سے تھے اور تحقیق و ذات میں سب متحد۔ سب حقیقتہً انسان تھے۔ اس طرح کے انسان نہ تھے جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام بعض اوقات تجسد بشری میں ظاہر ہوتے تھے۔ یا جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا کبھی اژدہا کی صورت اختیار کر لیتا مگر وہ حقیقتہً لکڑی کا بنا عصا ہی تھا ساپ نہ تھا۔ یہ عارضی طور پر دوسری شکل میں آنا ایک وقتی بات ہوتی ہے۔ انسان مستقل طور پر ایک انسان ہے اور فرشتہ مستقل طور پر فرشتہ ہی ہے انسان نہیں۔ عصا ساپ کے تجسد میں آنے کے باوجود اپنی اصل میں عصا ہے ساپ نہیں اور یہ ایک وقتی روپ ہے جو اسے خدا کی طرف سے ملا اسے تمثیل کہتے ہیں۔

اب بریلوی علماء کی ایک آواز سنئے اور اندازہ کیجئے کہ ان کے کتنے عوام اس عقیدے پر مڑے ہوں گے؟ ذرا دل متھام کر ان کے اس عقیدہ کو پڑھئے اور دیکھئے کہ یہ کتاب و سنت اور مذہب اہل سنت کا کھلا انکار نہیں تو اور کیا ہے مولانا محمد عمر اچھر دی اپنے عوام کو یہ سبق زبانی یاد کرتے تھے۔

مصطفیٰ کی حقیقت بشری نہ تھی۔

① مصطفیٰ کی حقیقت بشری کی نفی کی دوسری دلیل یہ ہے..... الخ

② حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نور اللہ سے حاملہ ہوئیں۔

اسلام میں یہ بات قطعیات میں سے ہے کہ حضرت آمنہ اپنے خاوند حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب سے حاملہ ہوئی تھیں اور وہ ایک انسان تھے اللہ کا نور کسی تجلہ بشری میں ان پر ظاہر نہ ہوا تھا۔

اب مسئلہ بشریت پر بریلویوں کی دوسری آواز سن لیجئے :-
انبیاء جنس بشر میں سے آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔

اب ذرا غور فرمادیں جو بریلوی عوام اس عقیدے پر مرے جو مولانا محمد عمر اچھروی بیان کرتے رہے کیا وہ اہل سنت عقائد پر مرے ہوں گے؟ ہرگز نہیں ان کے علماء نے ان کو سچائی کے نور سے کس بے دردی سے بے نور کر کے دنیا سے رخصت کیا ہے۔ جب علماء دیوبند انہیں کہتے ہیں کہ تم اپنے عوام کو کیوں محروم الایمان کر کے مارتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حق بات بھی تو کہہ رکھی ہے کہ انبیاء جنس بشر سے آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ ہماری ان باتوں کو بھی تو پڑھ لیا کریں صرف ہماری تقریر پر نہ جائیں۔

غور کیجئے عقائد جیسے نازک معاملہ سے کھلا متخبر کیا جا رہا ہے اور یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ان کے عوام اپنی وفات تک اسی عقیدہ پر ہوتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز بشر نہ تھے اللہ کا نور تھے اور حضرت آمنہ کے پیٹ میں اللہ کا نور اتر ا تھا۔ یہ کوئی بشری جسد نہ تھا جس نے انسانوں کی طرح ولادت پائی ہو۔ اب یہ فیصلہ آپ انہی علماء پر چھوڑیں کہ اس عقیدہ پر مرنے والا آگ میں

جائے گا یا منفرت پائے گا۔ عقائد میں جہالت کوئی عذر نہیں بنتی نہ یہ کوئی فتنہ کا موضوع ہے کہ خطا کر لے والا بھی ایک اجر کا مستحق ٹھہرے۔

عقائد میں بریلوی کبھی کچھ کبھی کچھ

آپ نے بریلویوں کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے کا عقیدہ بار بار ان کے عوام سے سنا ہو گا۔ نہیں تو ان کو پوچھ کر دیکھ لیں۔ پھر آپ ان کے علماء سے یہ باتیں بھی سنیں اور اور غور کریں کہ کیا ان کے علماء حضورؐ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے قائل ہیں؟ جو ان کے عوام میں آپ کو ضروریات دین کے درجہ میں نظر آ رہا ہے۔ ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں:-

ایک شخص نعت خواں تھا اور حقہ بھی پیتا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولود شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افروز ہوتے ہیں (یعنی اس سے پہلے ہم وہاں موجود نہیں ہوتے) مگر جب حقہ آ جاتا ہے تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں۔^۱

اس میں مفتی صاحب خود درجے لفظوں میں اقرار کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔ رہا کبھی کبھی کا آنا جانا یہ اور بات ہے اس میں ہمہ وقتی حضور و نظور نہیں ہے۔

بریلویوں کے کفری عقائد کو علماء دیوبند نے ہمیشہ کفر کہا ہے

انبیاء علیہم السلام کو ہر جگہ حاضر و ناظر جانا کفر ہے اسے علماء دیوبند نے حضرت

مولانا محمد قاسم نانوتوی سے لے کر حضرت مولانا مفتی نظام الدین تک سب نے کفر کہا ہے۔ بشریت النبی کے انکار کو بھی سب نے کفر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کے لیے علم غیب کا اقرار یہ بھی سب کے نزدیک کفر ہے۔ سو اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء دیوبند نے بریلویوں کے کفری عقائد کو ہمیشہ کفر کہا ہے۔ لیکن ان حضرات کا بریلوی جماعت پر کفر کا فتوے نہ دینا ان کی اسی دوطرفہ بولی کی وجہ سے پہلے کہ کبھی کسی بات کا اقرار کرتے ہیں اور کبھی انکار۔ سو ان حالات میں ان پر قطعی کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن چونکہ ان کو عام طور پر انہی عقاید پر پایا جاتا ہے اور انہی کی وہ دن رات تبلیغ کرتے ہیں تو اس پس منظر میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا۔ ان پر حکم کفر لگانے میں احتیاط اور چیز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار دینا اور بات ہے۔ اس میں احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور ان کے جو عقائد عوام میں معروف ہیں انہیں کھلے طور پر کفر مانا جائے۔

جہاں تک ہم نے اس صورت حال پر غور کیا ہے دونوں طبقوں میں دیوبندیوں اور بریلویوں میں علم اور جہالت کے سوا کوئی فرق نظر نہیں آتا بریلوی علماء لوگوں کی جہالت سے فائدہ اٹھاکر انہیں اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ اور علماء اہل سنت (علمائے دیوبند) ان پر فتوے کفر دینے کے بجائے انہیں علم کے نور سے منور کرنے کی پالیسی اختیار کرتے ہیں یہ ان کی اسی احتیاط کا نتیجہ ہے کہ بریلویت کا گراف بڑی تیزی سے گر رہا ہے اور برصغیر پاک و ہند میں پڑھے لکھے لوگ (گو وہ دنیوی تعلیم ہی کیوں نہ ہو) کبھی بریلوی کہنا ناپسند نہیں کرتے۔

انبیاء و اولیاء کی محبت میں غلو اور اعتدال مابہ الفرق نہیں ہے

بعض لوگ دوسرے اس اختلاف کا جائزہ لیتے ہیں اور ان دونوں میں بریلویوں اور دیوبندیوں میں غلو اور اعتدال کا فاصلہ بتاتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔

مخترت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غلو کرنے والا حضور کا حق اپنے کسی مولوی یا پیر کو کبھی نہ دے گا۔ ہمیں شریعت حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے۔ سو چاہیے کہ ہم شریعت کو ایسا چشمہ صافی رکھیں کہ اس میں کسی بدعت کی آلائش نہ ہونے پائے یہ حضور کی عزت کا تقاضا ہے۔ یہ حق آپ کا ہی رہے۔ اس میں کسی دوسرے کو شریک ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔ مگر یہ بریلوی ہیں کہ انہوں نے سینکڑوں بدعات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل کر رکھا ہے اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ یہ تو حضور کی تعلیم نہ تھی تو جھٹ کہہ دیتے ہیں اس میں حرج کیا ہے؟ بھلا حضور کی محبت میں غلو کرنے والا کبھی آپ کی ایسی بے ادبی کر سکتا ہے کہ وہ شریعت کی یقین جو حضور کا حق تھا وہ اس میں دوسروں کو دخل دینے کا موقع دے۔ ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کی سینکڑوں بدعات حضور کے دین میں داخل کر رکھی ہیں بھلا کوئی حضور کی محبت میں غلو کرنے والا حضور کی ایسی گستاخی کر سکتا ہے؟ یہ علماء دیوبند پر استہام ہے کہ وہ مولوی احمد رضا خاں کو محبت رسول میں غالی سمجھتے تھے اس لیے وہ ان پر جرح نہ کرتے تھے۔ ایسا گز نہیں علماء دیوبند نے کھل کر مولانا احمد رضا خاں کی امانت اور دیانت پر تنقید کی ہے۔ اس لیے آپ کو اس جلد میں ایک نہایت مفید بحث ”بریلویت علماء دیوبند کی نظریں“ کے نام سے ملے گی۔

علماء دیوبند اور بریلویوں میں ایک مشترک محترم شخصیت

ہندوستان میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی ایک ایسی شخصیت ہیں جن کا احترام دونوں حلقوں میں پایا جاتا ہے۔ آپ سب اکابر دیوبند کے شیخ ہیں۔ اسی طرح آپ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین خالقاہ گولڑہ، مولانا عبد السمیع رامپوری مؤلف انوار بساط طبع اور مولانا انوار اللہ فاروقی حیدر آباد کی بھی شیخ ہیں۔

حضرت حاجی صاحب کا اپنے مریدوں اور معتقدوں کی اصلاح اور انہیں اللہ رب العزت کی محبت میں کھینچنے کا عجیب طریق تھا۔ مشائخ جب اپنے مریدوں کو اللہ کے رنگ میں رنگین کرتے ہیں تو اسے اصطلاحاً خان کا علاج کہنا کہتے ہیں۔ مشائخ اپنے مریدوں کی اصلاح کے لیے جو پیرائے اختیار کریں وہ انہیں علاج کا درجہ دیتے ہیں۔ شریعت کا انہیں شریعت میں کسی کو کمی بیشی کرنے کا اختیار نہیں ہوتا مگر علاج کے طور پر مختلف پیرائے اختیار کرنے کی اربابِ حال کو اجازت ہوتی ہے لیکن اس پیرائے علاج سے ان حضرات نے ہمیشہ اجتناب کیا ہے جن کی شہرت زیادہ بطور ایک عالم یا فقیہ کے ہوئی۔ اور جن کا زیادہ تعارف بطور ایک شیخ کے ہوا۔ وہ اپنے اپنے طریق علاج سے اپنے مریدوں اور معتقدوں کی اصلاح کرتے رہے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس علاج میں کئی ایسے پیرائے بھی اختیار کیے جن کی آپ کے اجل خلفاء مثل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اجازت نہ دی کیونکہ یہ حضرات بطور مشائخ معروف ہونے کے مقابلہ میں عالم اور فقیہ ہونے کی شہرت زیادہ رکھتے تھے۔ انہیں پتہ تھا کہ ان کی بات عام لوگوں میں شریعت سمجھی جائے گی گو یہ ان کے استنباط اور استخراج پر مبنی ہو۔ تاہم ہوں انہیں اس طرح علاج نہ سمجھیں گے جس طرح وہ حضرت حاجی صاحب کے طریقوں کو بطور علاج اپناتے رہے ہیں۔

علماء دیوبند اور بریلویوں میں مسائل طریقت میں اختلاف نہیں

مولانا احمد رضا خاں کی علماء دیوبند سے لڑائی ان کے عقائد اور ان کی سیاسی نظریات کے باعث رہی۔ یہ لڑائی مشائخ طریقت کے پیرویہ ہلے علاج پر نہ تھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اگر حضرت حاجی صاحبؒ کے کسی پیرویہ علاج کو شریعت نہ بننے دیا اور خود شریعت کی پاسداری کے لیے ان اعمال پر نہ آئے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ عقائد کے باب میں بھی حضرت حاجی صاحبؒ کا ان اربابِ درس و فتوے سے کوئی اختلاف ہو اور فریقین ایک دوسرے کے ساتھ نہ تھے اور یہ کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا کوئی فیصلہ ان دو کے لیے قابل قبول نہ تھا ایسا ہرگز نہیں۔

بعض جزئی اختلافات کے باوجود حضرت قبلہ حاجی صاحبؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو زینب شریعت فرماتے تھے اب اس کے ہوتے ہوئے مولانا احمد رضا خاں کے ان الزامات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جو آپ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ پر لگائے اور خواہ مخواہ انہیں عقائد کا اختلاف بنا ڈالا۔

ہر کسی میں فیر محبت و عقیدت و ارادت وارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی

محمد قاسم صاحب سلمہ راجح جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند۔ بجائے من راقم

اور اق بلکہ ہمدارچ فوق از من شائد۔ اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ اوشان بجائے

من و من بمقام اوشان شدم و صحبت اوشان را غنیمت دانند کہ ایں چنین کساں

دیریں زمانہ یا اب اند و از خدمت با برکت ایشان فیض یاب بودہ باشند طریق

سلوک کہ دیریں رسالہ (ضمیمہ القلوب) نوشتہ شد۔ در نظر شان تحصیل نمائند۔

گوئزہ شریف، سیال شریف، تونہ شریف اور خواجگانِ پشت کی کسی گدی کے

مریدین اور مسترشدین علماء دیوبند پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے۔ مشرب کے

اختلاف کے باوجود یہ سب سالکین ایک ہی گھاٹ پر اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔

اسلام کے اصولی عقائد جن میں فریقین میں اختلاف نہیں

اسلام کے بنیادی عقائد جنہیں ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے ان میں علماء دیوبند اور بریلوی ایک دوسرے سے مختلف نہیں۔ بریلویوں کا یہ شور کہ دیوبندیوں کے کچھ اور ہیں۔ ان کی یہ بات کسی علمی درجے کی نہیں ان کے ذاتی مفادات انہیں ڈیڑھ اینٹ کی ایک مسجد بنانے پر مجبور کرتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں اختلافات کی بجائے الزامات کی ہزست کے سوا کچھ نہیں۔ تاہم بریلویوں کے مولانا ابوالحسنات محمد احمد خطیب مسجد وزیر خاں لاہور جسٹس پیر کم شاہ بھیر دی ہفتی مختار احمد گجراتی اور مولانا عبدالستار نیازی اور ان کے کئی دوسرے اکابر بار بار اس قسم کے بیانات دے چکے ہیں کہ دونوں میں اسلام کے اصولی مسائل میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری نے ۱۹۴۶ء میں لاہور کے ایک جلسہ عام میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اعلان کیا تھا کہ ہمارا آپس میں اساسی عقائد میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بریلوی علماء عوام میں انہیں اصولی بتاتے ہیں

ان تمام اعلانات اور وضاحتوں کے باوجود بریلوی علماء کی اپنے عوام میں زبان کچھ اور ہوتی ہے اور وہ اپنے عوام کے ایمان پر ذرا ترس نہیں کھاتے اور علماء دیوبند سے اختلاف باقی رکھنے کی خاطر اپنے عوام کو ان عقائد کی راہ بتاتے ہیں جو صریحاً اہل سنت کے عقائد نہیں اور ان عقائد پر مرنے والا کبھی نجات کا مستحق نہیں ہوتا۔ تطبیق کی وہ علمی توجیہ جو ان علماء کے اپنے ذہن میں ہوتی ہے وہ ان کے عوام کے ذہن میں نہیں ہوتی اور وہ انہیں کھلے طور پر کفر و شرک اور بدعات

کی بھاڑ میں پھینک دیتے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ بریلوی عوام سمہدردی اور خیر خواہی کے مستحق ہیں ان کے علماء ان پر ظلم کرتے ہیں جو انہیں حق کی بات نہیں بتلاتے اور محض اپنے اعتلائی کو قائم رکھنے کی خاطر وہ اپنے عوام کو صریح کفر و شرک کی تعلیم دیتے ہیں ان حالات میں ہمارے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم ان کے ایمان کو بچانے کے لیے ان پانچوں مسائل کو پوری وضاحت سے بیان کریں جنہیں بریلوی علماء نے فریقین میں حد فاصل بنا رکھا ہے۔

وہ پانچ موڑ جہاں بریلوی علماء اپنے عوام کو ایمان سے ہتی دامن کرتے ہیں۔

- ① پکار فوق الاسباب کو جائز کرنے کے لیے اسلام کے عقیدہ توحید میں شرک کی تاریک راہیں سمجھانا قبروں سے فریادرسی کرنا اور اپنی دنیوی مشکلات اور مصائب میں انبیاء و اولیاء کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا۔
 - ② بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنا کہ اپنے عوام کو نص قرآن کے انکار پر لانا اور حضرت بی بی آمنہ کو اللہ کے نور سے حاملہ ہوئی بتانا حالانکہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں۔ اور انہی سے حاملہ ہوئی تھیں۔
 - ③ انبیاء کے لیے علم غیب کا عقیدہ کہ خدا نے انہیں یہ طاقت دے رکھی تھی کہ غیب کی جو بات چاہیں جب چاہیں کسی کے بتائے بغیر خود جان لیں۔
 - ④ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ ہمیشہ سے اس صفت سے موصوف چلے آ رہے ہیں۔
 - ⑤ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اختیارات جیسے کن کہہ کر جہاں بنا دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ رکھے ہیں اور آپ کائنات کے نظام کو چلانے میں مختار کُل ہیں۔ بیماری اور شفا اور زندگی اور موت سب آپ کے ہاتھ میں ہے۔
- یہ عقائد بتا کر بریلوی علماء اپنے عوام کو شرک کی اس وادی میں لے جاتے ہیں جہاں سے کوئی شخص ایمان کی سلامتی کے ساتھ واپس آتا نہیں دیکھا گیا جو ان عقائد کو تسلیم نہ کرے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ اور بے ادب

بتایا جاتا ہے۔

ہم اس وقت ان پانچ مسئلوں میں ان کے علماء کی اصلاح کے درپے نہیں۔ ہم صرف ان کے عوام کو واپس عقائد اہل سنت پر لانا چاہتے ہیں۔ یلمقین کہتے ہیں کہ شاہراہ اہل سنت پر گئے بغیر آخرت میں کسی کی نجات نہ ہو سکے گی۔ خرقہ ناہیہ صرف ایک ہے اور وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ ہماری یہ خیر خواہانہ صدا انہیں پھر سے اہل السنۃ والجماعۃ میں لانے کی ایک مخلصانہ دعوت ہے۔

یہ بے چارے اپنے علماء کی خدمت بھی بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں اپنے خون پسینے کی کمائی ان پر بچھاؤ کر کے ہیں مگر ان کی قنات قلبی دیکھئے کہ انہیں ایمان سے ہتی دامن کرنے اور انہیں بدعات کے اندھیروں میں لے جانے کے سوا ان کے پاس اپنے عوام سے حسن سلوک کی کوئی راہ نہیں۔ جو نہی کوئی شخص فوت ہوا یہ بغیر تقسیم ترکہ کے اس کے مال سے ختم قل وصول کرتے ہیں اور انہیں یتیموں کے مال سے اپنے ظروف بھر کر گھر لے جانے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی اور نہ انہیں ان یتیموں اور مصیبت زدگان پر کچھ رحم آتا ہے۔

الذین یا کلون اموال الیتامی ظلماً امنا یا کلون فی بطونہم
ناراً و سیدصلون سعیراً (پک النساء ۱۰)

ترجمہ جو لوگ بغیر حق کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ اُتار رہے ہیں اور عنقریب وہ آگ میں جا سینگے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اہل سنت کے عقیدہ سے نکلی ان بھولی بھالی بیٹروں کو پھر سے اہل السنۃ والجماعۃ میں داخلہ نصیب فرمائے۔ بریلوی علماء کے پاس گو دین کا علم نہیں لیکن ان کی نئی نشوں کا وہ طبقہ جو کچھ دنیوی

تعلیم سے بہرہ ور ہے۔ بہت جلد ان کے چنگل سے نکلنے والا ہے۔ ہم اللہ رب العزت کی عاجز نوازیوں سے مایوس نہیں۔ ہمارے پاس اس سچائی کی قوی شہادتیں موجود ہیں کہ بریلویت کا گراف بڑی تیزی سے گر رہا ہے۔

پڑھے لکھے لوگ بریلوی کہلانے میں عار محسوس کرتے ہیں

بریلوی عوام میں اگر کسی گھر کے بچے تعلیم میں آگے نکل جاتے ہیں تو وہ بریلوی بننے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتے نہ وہ کبھی قبروں پر اپنی مشکلات حل کرانے کے لیے حاضری دیتے ہیں۔ وہ بریلوی کہلانے میں ایک عار سی محسوس کرتے ہیں۔ گو ان کے باپ دادا ان بریلوی لنگروں کے پروردہ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ کس لیے؟ محض اس لیے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خاں تو جاہلوں کے پیشوا تھے علمی حلقوں میں اب تک مولانا احمد رضا خاں کا صحیح تعارف نہ کیا جاسکا جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نااہل ہے چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک پڑھے لکھے صاحب نے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں کے پروردہ زیادہ تر جاہل ہیں گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔ بلہ

خیر آبادی سلسلہ کے مشہور بزرگ عارف باللہ حضرت علامہ معین الدین اجمیری کی رائے بھی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں کچھ اسی قسم کی رہی ہے۔ اب اگر پڑھے لکھے لوگ بریلوی کہلانے میں عار محسوس کرتے ہیں تو ان کے گھروں کے بڑوں کو انہیں زبردستی بریلویت پر نہ لانا چاہیے۔ اب جوں جوں دنیوی تعلیم زیادہ ہو رہی ہے جہالت خود اپنی موت مر رہی ہے۔

ہم یہاں علماء دیوبند کے بارے میں مرشد عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی رائے گزارش کریں گے اس سے آپ کو مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی آخری سطح نظر آجائے گی۔ اس کے ساتھ ہم اس پر بھی تبصرہ کریں گے کہ بریلویت

اکابر علماء دیوبند کی نظر میں کیا ہے۔ اس سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت علماء دیوبند بریلویت کے بارے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہیں۔ وہ اپنی پوری علمی بصیرت سے بریلویوں کو راہ حق سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں اور ان کی تحقیقات میں اس بات کا کوئی موقعہ نہیں کہ وہ انہیں عشق رسول کے نشہ میں راہ حق سے نکلا سمجھتے ہوں کفر کفر ہے وہ عداوت کی راہ سے آئے یا محبت کی راہ سے اس کے لیے کوئی بخشش نہیں — یہ صرف ایک شرارت ہے جس نے اہل السنۃ والجماعۃ کو مستقل طور پر دو کھنڈوں میں تقسیم کر رکھا ہے تاکہ باطل قوتوں کے مقابلہ میں اہل سنت کبھی ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہو سکیں۔

اختلاف کا حل اسکی کثرت پڑتا ہے اسے دبا کر رکھنے میں نہیں

بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ان اختلافات کو عیناً اُچھالیں یہ اختلافات اور بڑھیں گے۔ ہماری رائے اس کے برعکس ہے جب یہاں اختلافات زیادہ ہیں ہی نہیں الزامات ہی الزامات ہیں تو بات جوں جوں کھلے گی اختلافات کے بادل چھٹتے جائیں گے اور جوں جوں دبے گی اختلافات بڑھتے جائیں گے۔ ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اگر وحدت امت کے لیے ان مسائل اور الزامات کی تحقیقات میں اُترے اور پھر جو ان کا حاصل مطالعہ ہو اُسے کثرت سے پھیلا یا جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ بریلویت ایک سال کے اندر اندر اپنی آخری نیند سو جائے گی اور اہل السنۃ والجماعۃ مسلمانوں کی سب سے بڑی قوت ہوں گے۔

اہل حق نے پہلے بھی بریلویوں کو پھر سے اہل سنت میں آنے کی دعوتیں دی ہیں اور ہمارا یہ صدا بھی انہی نیک کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ ہم اللہ رب العزت کی عاجز نوادہوں سے مایوس نہیں اہل السنۃ والجماعۃ ایک دن ضرور ایک ہو کر

رہیں گے۔

۲۔ سمان ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمتِ رات کی سیما پابو جائے گی
ان شاء اللہ العزیز ہم اس جلد میں اسلام کے ان عقائد خمسہ پر تفصیل سے
بحث کریں گے۔ اس میں ہمارے پیش نظر بریلویوں کے علماء نہیں ان کے عوام ہوں
گے۔ اس میں بھی تفہیم پیش نظر ہے تردید نہیں۔ یہ ناچیز کوشش مطالعہ برہمیت
ہے رد برہمیت نہیں۔

بریلوی علماء ہمارے حق میں لکھ کر دے چکے

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور — ہم یہ تو نہیں کہتے
کہ بریلوی علماء بھی اس طرح دوسری چال چلتے ہیں لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کے بڑے
بڑے لوگوں نے ان عقائد خمسہ میں بہت کچھ ہمارے حق میں لکھ دیا ہے۔ نامناسب نہ ہو گا کہ ہم
ان کی یہ تصویر آپ کے سامنے پیش کر دیں جسے وہ اپنے عوام سے چھپاتے ہیں اور جب وہ
علماء حق کے سامنے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصولی عقائد میں تو ہم بھی وہی کہتے ہیں جو تم کہتے
ہو۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا تو چند عبارات کے سوا کہیں نہیں۔

① پکار فوق الاسباب

مرانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں بندوں کو ان کی مرادیں دینے والا صرف اللہ ہے لہذا
اسی پر بھروسہ کرو اور اسی کو پکارو — اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا کبھی پر بھروسہ نکھی سے دُعا

لے حقائق بخشش حصہ اول ص ۷۷

دعا بلانے اور آواز دینے اور پکارنے کو ہی کہتے ہیں اگر اسی پر بھروسہ اور اسی کی پکار ہے تو پھر یہ قبروں سے مرادیں مانگنا کس لیے۔

خدا کسی کو وسیلہ نہیں بناتا وہ ہر وقت ہر ایک کی منتا ہے اسے کیا ضرورت ہے کہ کسی کو وسیلہ ٹھہرائے وہ اس حاجت سے پاک ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-
 اللہ اکبر حاکم حقیقی عز وجلالہ پاک ہے اس سے کسی سے توسل کرے وہی اکیلا حاکم ہے۔ اکیلا خالق۔ اکیلا مدبر ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ۱۔

گمراہ بنے عوام کو یہ بتاتے ہیں — کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر (مدائن)
 اللہ عز وجل کے دیے بغیر کوئی ایک جہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں
 سن سکتا۔ بلکہ نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ ۲۔

② بشریت النبی

- ۱۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ نے ہدایت دینے کے لیے وحی بھیجی ہو۔
- ۲۔ انبیاء سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ ۱۔
- ۳۔ اجماع اہل سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے سوا کوئی نبی نہیں ہے۔

۴۔ بہت بُرے ہیں وہ لوگ جو نبی کی بشریت کے منکر ہیں۔ خارج از اسلام ہیں۔ وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ ۱۔

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گو بریلوی نہ تھے تاہم عام بریلوی علماء ان کی کھلی مخالفت

۱۔ المحکم شریعت حصہ ۲ ص ۲۵۱ ۲۔ ایضاً حصہ ۱ ص ۱۵۵ ۳۔ بہار شریعت جلد ۱ ص ۱۵۵ ۴۔ ایضاً حصہ ۱ ص ۱۵۵
 ۵۔ مابنامہ بغیر ازان بمبئی احمد رضا نمبر ۱۲ ص ۱۲

کی جرأت نہیں کرتے، آپ فرماتے ہیں :-

میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوداً و مصداقاً متضمن کمال ہے بلکہ
بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق
سے بہتر ہیں۔

③ اَحْضُورُ وَالنَّظُورُ

مولانا عبدالسمیع رامپوری کی کتاب انوارِ ساطعہ پر بائیس علماء کے ساتھ مولانا احمد رضا خاں
کی بھی تقریظ ہے اس میں لکھا ہے :-

کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لے کر تا تحت الثریٰ ہر مکان ہر زمان ہر آن
میں اللہ کی طرح حاضر و ناظر ہو۔

مرنے کے بعد مسلمان جہاں دفن کیے جاتے ہیں کیا حضور ان کی قبروں میں بھی موجود
ہوتے ہیں؟ اس پر مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

نہ معلوم کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھایا جاتا
ہے شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی۔

جب چاند سورج ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور
اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے۔۔۔۔۔ تو اصحاب محفل میلاد تو زمین کی
تمام جگہ پاک و ناپاک محاسن مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے۔

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں حضور کے موزہ میں سانپ آگیا
ایک عقاب اُترا اور موزہ لے اُڑا تا کہ اس سے سانپ گر پڑے مفتی صاحب لکھتے ہیں حضور

نے اس عقاب کو بلایا اور پوچھا ہماری بے اجازت ہمارا موزہ کیوں اٹھایا۔ اس نے کہا :-
 حضور میں نے موزہ میں سانپ دیکھا چاہا کہ اس پر حضور کو مطلع کر دوں
 تاکہ آپ بے توجہی میں اسے پہن نہ لیں اور سانپ سے ایذا نہ پائیں اس
 اطلاع کے لیے میں نے یہ تدبیر کی ۱۰

اس سے پتہ چلا کہ مفتی صاحب کے عقیدے میں آپ اپنے موزہ تک حاضر و ناظر نہ تھے
 ورنہ سانپ کیسے اس میں آجاتا اور پھر عقاب آپ کو مطلع کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کرتا
 کیا اسے علم نہ تھا کہ حضور ہر جگہ خود حاضر و ناظر ہیں۔
 جناب ارشد قادری صاحب لکھتے ہیں :-

ہم اس بات کے مدعی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر محفل میں تشریف
 لاتے ہیں ۱۱

مولانا دیدار علی شاہ الوری لکھتے ہیں :-

لفظ حاضر ناظر سے اگر حضور و نظور بالذات مثل حضور و نظور باری تعالیٰ
 ہر وقت و لفظ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط و مضی الی الشرک ہے اہل اسلام
 میں یہ عقیدہ کسی جاہل و اجہل کا بھی نہ ہوگا ۱۲

② علم غیب

ہم نہ ہم الہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطا
 الہی سے بھی بعض علم ہی ملنا لگتے ہیں نہ کہ جمیع۔ اس سے بڑھ کر جس امر کا
 اعتقاد میری طرف کوئی منسوب کرے منقہ کی کتاب ہے اور اللہ کے ہاں
 اس کا حساب ۱۳

- ۲۔ علم غیب کلی اور بالذات علی سبیل الاستمرار خاصہ خدائی ہے غزاسمہ — اور
 علم غیب علی قدر الاعلام والعطاء آنحضرتؐ کو عطا ہوا ہے بلکہ
 ۳۔ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الہی وہ نسبت ہرگز
 نہیں پہنچتی جو ایک قطرہ کے کروڑوں حصہ کو کروڑوں سمندر وں سے ہے بلکہ
 ۴۔ مفتی احمد یار گجراتی صاحب فرماتے ہیں :-
 ہم بھی بعض ہی مانتے ہیں کل ماکان وما یکن کا علم بھی بعض علم غیب
 سے ہے۔ بلکہ

⑤ مسئلہ مختار کل

مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں :-
 خدا جو کچھ چاہے کرے کوئی اس سے سوال کرنے والا نہیں کہ تو نے ایسا
 کیوں کیا؟ وہ فاعل مختار ہے یفعل ما یشاء و یحکمہ ما یرید اور بندے
 جو کچھ کریں ان سے سوال ہو گا۔ بلکہ
 وہ (اللہ تعالیٰ) ہر وقت اپنی قدرت کے نشان ظاہر فرماتا ہے کسی کو روزی
 دیتا ہے کسی کو مارتا ہے کسی کو مہلتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلت
 کسی کو غنی کرتا ہے کسی کو محتاج۔ کسی کے گناہ بخش دیتا ہے کسی کی تکلیف
 رفع کرتا ہے۔

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے یہی چاہتے تھے
 کہ وہ اسلام لائیں اور ظہور میں آیا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے، کہ

جب نبی کو کبھی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو بلکہ

بریلوی علماء کا اپنے عوام کے سامنے دوسرا رخ

بریلوی علماء جب اپنے عوام کے سامنے آتے ہیں تو ان مسائل کو اس طرح پیش نہیں کرتے جس طرح لکھتے ہیں۔ اگر یہ اپنے عوام کو بھی اسی طرح سمجھاتے جیسا کہ یہ لکھ کر ہمیں دے چکے ہیں تو بریلوی عوام اپنے اور اہلسنت میں ہرگز کوئی فرق محسوس نہ کرتے اور سب اہل سنت و جماعت عملاً ایک بنیان مرصوص ہوتے۔ ہم نے دونوں گروہوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور جہاں تک ہو سکا ہم نے ان کی صفائی پیش کرنے میں بھی کوئی کمی نہیں کی ہے۔

سردار محی پکارا لب بام بھی صدادی

میں کہاں کہاں نہ پہنچا تیری دید کی لگن میں

ہمیں افسوس ہے کہ بریلوی علماء نے ہماری اس محنت کی قدر نہیں کی اور وہ اپنے عوام کو اپنے مذکورہ بالا الفاظ میں اسلامی عقائد دینے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اگر وہ ان سے ذرا بھی ہمدردی کرتے تو انہیں فضائل و مناسبات میں لگا کر محروم الایمان نہ کرتے۔ ہم اس پر اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس تنگ و تاریک راہ کو کامیابی سے عبور کرنے کی دعا کرتے ہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

مولف عفا اللہ عنہ

بریلویت علمائے دیوبند کی نظر میں

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :-

بریلویت کا عام تعارف چند عقائد اور چند اعمال سے ہے جو اس ریلے میں آگیا وہ بریلوی سمجھا جاتا ہے۔ گو اس نے باقی مذہب مولانا احمد رضا خاں کا نام بھی نہ سنا ہو۔ بریلی سے اس راہ میں آنے والا بریلوی ہے اور ریلے کے طور پر اس بھٹی میں شامل ہونے والا ریلوی۔ بریلوی ہوں یا ریلوی عام لوگوں میں ان کا تعارف ان پانچ عقائد سے ہوتا ہے۔ اسی طرح چند اعمال ہیں جن سے یہ قوم عام لوگوں میں متعارف ہوتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کے پانچ ارکان یہ ہیں :-

① اللہ تعالیٰ نے اپنے مذہبی اختیارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو تفویض (عطا) کر رکھے ہیں۔ اب دنیا کا یہ سارا نظام حضرت پیران پیر ہی چلا رہے ہیں۔ بس اب اپنی ضروریات میں انہی کو پکارو اور حاجات میں انہی سے مدد مانگو۔

② آنحضرت حقیقت میں انسان نہ تھے صرف ظاہری شکل میں بشر تھے اندر سے نور تھے اور خدا کے نور میں سے نور تھے نور من نور اللہ قرآن شریف میں تو آپ کو بشر کہا ہے وہ حقیقت پر مبنی نہیں۔

③ آنحضرت ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں کسی ایک جگہ پر نہیں۔ ہر آن ہر جگہ بالفعل موجود ہیں اور آپ ہر چیز کو خود دیکھ رہے ہیں کوئی چیز آپ سے مخفی نہیں۔

④ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو علم غیب کی جانی عطا کر رکھی ہے کہ غیب کی کوئی بات جب چاہیں بلا کسی کے بتائے جان لیں۔ اسے یہ عطائی علم غیب کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک ایک جزئیہ میں وہ موقع پر اعلام الہی کے محتاج ہوں۔

⑤ ۶ مخضرت مختار کل میں کائنات میں جب چاہیں اور جو چاہیں آپ کر سکتے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے پورے اختیارات دے رکھے ہیں جس طرح چاہیں کائنات میں تصرف فرمائیں۔
عقائد میں بریلوی ان عقائد غم سے پہچانے جاتے ہیں اور اعمال میں بدعات عشرہ سے ان کا تعارف ہوتا ہے۔

① ان کی اذانوں میں صلوٰۃ و سلام کا اضافہ کیا گیا ہے۔

② اذان سنتے یہ اپنے انگوٹھے چومتے ہیں اسخضرت کا نام لیتے وقت۔

③ نماز جماعت کے لیے تکبیر کے جملہ قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑا ہونے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

④ فرض نمازوں کے بعد یہ مل کر باوازد بند کلمہ پڑھتے ہیں۔

⑤ ۶ مخضرت کے تصور میں کھڑے ہو کر تعظیمی قیام کرتے ہیں۔

⑥ ان کے ہاں مسجد میں گیا رہیں کا ختم ہوتا ہے۔

⑦ ہر سال میلاد النبی کا جلوس نکالتے ہیں۔

⑧ مزارات اولیاء کرام پر سالانہ عرس کرتے ہیں اور بڑے بڑے چڑھاوے ساتھ لاتے ہیں۔

⑨ کھانا سامنے رکھ کر ختم کے لیے قرآن پڑھتے ہیں اور دکار لیتے ہیں۔

⑩ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا مانگتے ہیں۔

بریلویت کا یہ عام تعارف ہے جس سے یہ عوام میں پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی بدعات کو ایک طرف رکھیے جو اہم سوال یہاں اُبھرتا ہے وہ یہ کہ عقائد کے پہلو سے ان کا حکم کیا ہے؟ اس وقت یہ سوال سامنے ہے کہ بریلویت علماء دیوبند کی نظر میں کیا ہے؟

بریلویت تاریخی نقطہ نظر سے

تاریخی طور پر بریلویت سے وہ دین و مذہب مراد ہے جو مولانا احمد رضا خاں نے چودھویں صدی ہجری میں اپنے پیروؤں کے لیے ترتیب دیا اور اپنے بیٹوں کو اس پر چلنے کی تلقین فرمائی

مولانا احمد رضا خاں سے پہلے بریلویت بطور ایک مذہبی فرقے کے کہیں نہ تھی۔ البتہ ان کے عقائد خمسہ بدعی حلقوں میں کہیں کہیں پائے جاتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند مولانا احمد رضا خاں سے پہلے کی ایک علمی درسگاہ تھی جس کا اس وقت بریلویت سے نہ کسی طرح کا تقابل تھا نہ اس جہت سے دیوبندیت کوئی نیا فرقہ تھا۔ اساتذہ دیوبند اپنے کو کسی نئے مذہب یا فرقے کا بانی نہ کہتے تھے۔ عقائد اہلسنت کی یہ قدیمی درسگاہ اسی دین و مذہب کی داعی رہی جو چودہ سو سال سے اس اُمت میں متواتر چلا آ رہا ہے۔ علماء فتنے یہاں فتنہ حنفی کے مطابق دیتے تھے۔ اور اب تک ایسا ہی چلا آ رہا ہے۔

بریلویت علماء دیوبند کی نظر میں کیا ہے؟ اسے پہلے صرف عقائد خمسہ کی روشنی میں لیں جب تک بریلویت ایک فرقہ نہیں بنا تھا اس وقت تک علماء دیوبند کا ان عقائد خمسہ کے بارے میں کیا فتویٰ تھا؟ کیا یہ عقائد دائرہ اسلام میں سمجھے جاتے رہے یا ان میں اور اسلامی عقائد میں کفر و اسلام کا فاصلہ تصور کیا جاتا تھا۔ پھر جب بریلویت ایک گروہ کی شکل میں منظم ہوئی تو اس وقت ان کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کس عقیدہ اور کس قماش اور کدھار کے شخص سمجھے گئے ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

علماء دیوبند عام لوگوں میں علماء حق کے نام سے معروف ہیں۔ عام اطلاق میں جب علماء حق کا لفظ وارد ہوتا تو اس سے علماء دیوبند ہی مراد لیے جاتے ہیں اور لوگ علماء حق انہی کو کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ حق کی صدا ہمیشہ انہی کی پاک زبانوں سے اُٹھتی ہے۔

آئیے یہاں ہم اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ بریلویت علماء دیوبند کی نظر میں کیلئے؟ علماء حق نے اس باب میں ہمیشہ حق سے کام لیا ہے کبھی مداخلت نہیں کی۔ کفر کو ہمیشہ کفر بتلایا اور اسلام کو اسلام کہا۔ اسلام اسی کو کہا جو کتاب و سنت کی راہ ہو اور ان کی صحیح مراد ہو اور وہ اسلاف کی شاہراہ ہو جس پر امت کا قافلہ چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہو اس امت میں ایک تسلسل ہے اور یہ امت کی چودہ سو سالہ تاریخ ہے علماء دیوبند نے کبھی غیر اسلام کو

اسلام میں جگہ نہیں دی۔ نہ انہوں نے دین کے دائرہ میں کبھی کسی بدعت کو داخل ہونے دیا ہے۔ فاشکواللہ
مساعدیہم وانجز دواعیہہم۔ بعض میں اسلام کا یہ جامع مانع حلقہ ہمیشہ ہی رہا ہے۔

آئیے پہلے بانی دارالعلوم دیوبند حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے ان عقائد
کے بارے میں جو بریلوی عقائد سمجھے جاتے ہیں فیصلہ لیں مولانا احمد رضا خاں کا دوران سے بعد
کا ہے۔ اس لیے ہم ان سے بریلویت کے نام پر کچھ سوال نہیں کر سکتے۔ صرف ان عقائد کے بارے
میں ہی معلوم کر سکتے ہیں جن سے بریلویت آج لوگوں میں متعارف ہوتی ہے۔

عقیدہ حاضر و ناظر کہ آنحضرتؐ ہر وقت ہر جگہ حاضر بالوجود ہیں اور ہر ایک چیز اور عمل کو خود
دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہیئے ورنہ اسلام کیا ہوگا
کفر ہوگا بلہ

ان کے ہاں جب یہ عقیدہ کفر ہے تو ظاہر ہے کہ ان کے ہاں جس کا یہ عقیدہ ہو اس کے
پچھے نماز جائز نہ ہوگی۔ سو علی الاطلاق یہ کہنا کہ دیوبندیوں کی نماز بریلویوں کے پچھے ہو جاتی ہے
غلط ٹھہرتا ہے اس میں خاصی تحقیق کی ضرورت ہے۔ عام بات یہی رہے کہ نہیں ہوتی۔
قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:-

فخر عالم علیہ السلام کو مجلس مولود میں حاضر جانا بھی غیر ثابت ہے اور اگر باعلام
اللہ تعالیٰ جانا ہے تو شرک نہیں ہے ورنہ شرک ہے بلہ

یہ حاضر باعلام ہونے کی صورت میں ہے کہ باعلام الہی مانے، گو یہ ثابت نہیں مگر یہ شرک
نہ ہوگا۔ حاضر بالوجود ماننا تقاضا کرتا ہے کہ آپ خود ہر چیز کو دیکھ رہے ہوں۔ یہاں باعلام
الہی کی کوئی صورت نہیں۔ سو اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔ یہ کھلا کفر اور صریح شرک ہے۔
آپ یہ بھی لکھتے ہیں:-

لہ فیوض قاسمیہ ص ۵۴ لہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴

صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جائے تو خلاف اس کے یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے ہیں شرکِ قبیح جلی ہووے گا۔ بلکہ پھر یہ بھی لکھتے ہیں :-

معاذ اللہ۔ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسدہ سے نجات دیوے
۲۱ میں۔ پس ایسا عقیدہ والا مشرک ہوا۔ بلکہ پھر یہ بھی لکھا ہے :-

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی جائز نہ ہو گا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دُور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کُفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں (بلکہ سمجھتا ہے کہ فرشتے پہنچاتے ہیں) تو کُفر نہیں مگر کلمہ مشابہ کُفر ہے۔ بلکہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

یہ عقیدہ کہ آپ کو علم غیب تھا مزج شرک ہے۔

اب ظاہر ہے کہ شرک جلی کے مرتکب اور انبیاء کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کے چھپے کسی مسلمان کی نماز نہیں ہو سکتی۔ سو علی الاطلاق یہ کہنا کہ دیوبندیوں کی نماز بریلوی مولویوں کے چھپے ہو جاتی ہے کسی طرح درست نہیں ہے۔

دیوبند کے شیخین کریمین نے مذکورہ بالا بریلوی عقیدوں کو واضح طور پر کُفر قرار دیا ہے یہ صحیح ہے کہ اس وقت تک بریلوی مذہب نہ بنا تھا نہ منضبط تھا۔ اس لیے یہ حضرات اس پر بطور فرقہ حکم کُفر نہ دے سکے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بریلوی جو یہ عقیدے رکھتے ہیں۔ وہ کُفر کی زد میں نہیں آئے اور ان کے چھپے نماز جائز ہے۔ (استغفر اللہ)

حضرت گنگوہیؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :-

جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دورے کا علم جانے لگے کو ذاتی اور عطائی کا فرق کرتا ہو وہ بے شک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہیں۔

بریلویت حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی عبارات میں تحریف کی اور ان پر کفر کے فتوے دیئے بحقیقت کھلی توہیات اور نکلی۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے شیخ طریقت بھی ہیں انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی پوری جماعت کو شیعان کا قرار دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :-

چونکہ ہمارے مشائخ اچیلے سنت میں سعی کرنے والے اور بدعت کی آگ بجھانے میں مستعد رہتے تھے اس لیے شیطانی لشکر کو ان پر غصہ آیا اور ان کے کلام میں تحریف کر ڈالی اور ان پر بہتان باندھے طرح طرح کے بس مبتدعین جو اختراع بدعات میں مہمک اور شہوات کی جانب مائل ہیں انہوں نے خواہش نفس کو اپنا معبود بنایا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

اب آپ غور کریں کہ جو لوگ علماء دیوبند کے حلقوں میں کبھی یہ بات کہتے سُنے جاتے ہیں مولانا احمد رضا خاں نے عشوق رسالت کے جوش میں علماء دیوبند کے خلاف فتوے دیئے تھے بدعت سے نہیں کس قدر خلاف واقع ہے۔ اکابر علماء دیوبند تو انہیں شیطان کے لشکر ہیں اور یہ نادان

انہیں عشق رسالت میں سرست سمجھیں۔ ویدیم مابون بعید

VIMS BELLARY

حضرت مولانا غیل احمدؒ کو کسی نے بات پہنچائی کہ مولانا دستگیر آپ کو لا کر چلے ہیں آپ نے فرمایا وہ جھوٹ بولتے ہیں، اس نے کہا، آپ انہیں کیا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا جھوٹ کا بل جھوٹ ہم انہیں مسلمان کہتے ہیں، سو جس نے بھی بریلوں کو کبھی مسلمان کہا وہ اسی قبیل سے ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا آپ نے فرمایا :-

غلام دستگیر اور کافر مخراند چراغ کذب را بنود فروغ
مسلمان گفتش اندر مکافات دروغ را جزا باشد دروغ نے
حضرت محدث سہارنپوریؒ کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ان کے بارے میں معلوم کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں :-

مبتدعین... جو حضور علیؑ علیہ وسلم کی مثل کو تحت قدرت باری تعالیٰ و متمتع بانغیر کھنڈے والوں سے دست و گریباں ہوتے تھے اور اظہار قدرت قادر مطلق کو اعتقاد امکان کذب کے نام سے شہرت دے کہ جاہلوں کو علماء دین سے بدظن کرتے پھرتے ہیں، حضرت شیخ (عبدالقادر جیلانی) علیہ الرحمۃ کی شان میں یہ عقیدہ اختراع کرتے ہیں کہ عیاذ باللہ خدا نے ان کو مثل اپنے جگہ اپنے سے بھی بڑھ کر بنا دیا جو یقیناً کفر صریح ہے یہ سرائے لوگوں کو ان بد زبانوں کی وجہ سے ملی ہے جو انہوں نے بلا وجہ حضرت علماء دین کی جناب میں کر کے تمغائے سواد الوجہ فی الدارین رد دونوں جہانوں میں رد سیاسی کا تمغہ حاصل کیا تھا بٹے سواد الوجہ فی الدارین کا مطلب کیا ہے؟ یہ کہ علماء حق پر اقرار باندھنے والوں کا منہ در دونوں جہانوں میں کالا ہے، دنیا میں اس لیے کہ حقیقت کھنڈے پر ان کی باتیں غلط نکلیں اور آخرت میں اس لیے کہ انہیں اپنے اس گناہ سے توبہ نصیب نہ ہوئی۔

پھر آگے جا کر لکھتے ہیں :-

علم عقائد و کلام کی رو سے تو یہ امر قطعاً محقق ہو چکا ہے کہ ذات و صفات باری تعالیٰ اس قادر مطلق کے احاطہ قدرت سے باہر ہیں اور اسی لیے خدا تعالیٰ کو اپنے مثل کی ایجاد پر قادر نہیں مانا جاتا۔ لہذا یہ دلیل سے

بنالیتا ہے سلطان آپؐ سا جس پر عنایت ہو

خدا سے کم نہیں عز و جلال اس دین کے سلطان کا

مغز قرار دیئے جانے کے بعد یہ مضمون رہ جاتا ہے کہ العیاذ باللہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ خدا تعالیٰ کے ہمسر اور مثل ہیں اور یہ صریحاً شرک ہے اور اس صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے قابل ہے۔ دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الہی ہیں اور محبوب و محب میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لہذا حضرت شیخ بھی العیاذ باللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی ہو خدا ہی کہوں گا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

کیونکہ محبوب و محب میں نہیں تیرا میرا

آپؐ اس اصرار علی الشرک کی وجہ سے بھی اس فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اول کے متعلق دیا چکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا۔ بلکہ

وہ فتویٰ کیا ہے جو حضرت حکیم الامتؒ نے پہلے شعر پر دیا تھا وہ یہ کہ اس شعر کا کہنے والا مشرک اور خارج از اسلام ہے۔ آپؐ نے اب وہی فتویٰ اس دوسرے شعر کے قائل پر دیا ہے۔ یہ دو شعر شعر کس کا ہے؟ مولانا احمد رضا خاں کا۔

یہ فتاویٰ لکھنے والے مولانا احمد رضا خاں کا۔

اس پر منظر میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت تھانویؒ احمد رضا خاں کے بارے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا تھے یا سمجھتے تھے کہ شاید احمد رضا خاں عشق رسالت میں غلو کے باعث علمائے حق پر کفر کے فتوے لگا رہا ہو۔ واقعات کی روشنی میں علماء دیوبند کے ہاں اس خوش فہمی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ حضرت تھانویؒ بدعات سے اس قدر متنفر تھے کہ وہ بدعتی کو درپردہ مدعی نبوت قرار دیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:-

جو شخص احداث فی الدین کرتا ہے وہ درپردہ مدعی نبوت کا ہے کہ مجھے بھی شریعت میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے۔۔۔۔۔ لوگ اس داذ کو تو سمجھتے نہیں خواہ منحواہ علماء سے جھگڑتے ہیں کہ فاسق اور مولود خدائی میں کیا خرابی ہے؟ اب آپ غور کریں کہ کیا مولانا تھانویؒ کے ہاں بریلویوں کے لیے کوئی نرم گوشہ تھا؟ مولانا احمد رضا خاں نے الامن والعلیٰ میں دعا سیفی کی بہت تعریف کی۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا:-

یہ حضرات پختن کے نام مبارک ہیں اگر کچھ تاویل نہ کی جائے تو اس کا مضمون شرک ہے۔۔۔۔۔ اور تاویل کی جائے تو۔۔۔۔۔ دعا کا ادب یہ ہے کہ نثر میں ہو۔

مولانا احمد رضا خاں شیعیت کی حمایت میں نادعلیا کے بہت قائل تھے اور مدد کے لیے حضرت علیؑ کو پکارتے تھے۔ یہ ان کے ہاں ایمان کی جان تھی۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا:-
ناد علیا کا مضمون شرک ہے اسے چھوڑ دینا چاہیے۔

بریلویت کی تاریخ کا ایک منظر

حضرت تھانویؒ کے بارے میں یہ سمجھنا کہ آپ بریلویت کی تاریخ سے واقف نہ تھے یا

احمد رضا خاں کے بارے میں دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے ہرگز صحیح نہیں۔ آپ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ علماء حق کے خلاف یہ سیلاب پہلے بدایوں سے اور پھر بریلی سے اُٹھا ہے مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۷۲ھ) پہلے عالم ہیں جو محدثین دہلی کے خلاف اُٹھے اور حضرت شاہ محمد اسحق کی کتاب مائے مسائل کا جواب تفصیح المسائل لکھا پھر مولانا احمد رضا خاں (۱۳۴۰ھ) نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے خلاف الکذوبۃ الشہابیہ لکھی۔ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں...

حضرت مولانا شاہ عبدالغفر علیہ الرحمۃ نے فرقہ امامیہ کے خلاف ایک کتاب تحفہ اثنا عشریۃ تالیف فرمائی تھی، جس سے اس فرقہ میں سخت ہل چل مچ گئی چونکہ اس زمانہ میں ملک اودھ میں اسی فرقہ امامیہ کی حکومت تھی اور علاقہ سیولنگنڈ جس میں بدایوں اور بریلی واقع ہیں اودھ کی سلطنت میں شامل تھا۔ لہذا باشندگان (بدایوں اور بریلی) لکھنؤ جا کر معاش پیدا کرنے کے لیے مجبور تھے.... تحفہ اثنا عشریہ کا جواب لکھانے کے لیے سلطنت اودھ کو قابل اشخاص کی ضرورت ہوئی تو انہیں ایک شخص (فضل رسول) نام کا باشندہ (بدایوں) ہاتھ آگیا جو اس وقت لکھنؤ میں ملازم تھا۔ اس شخص نے فرقہ امامیہ کے مجتہدین کو تحفہ اثنا عشریہ کا جواب لکھنے میں مدد دی اور حضرت مولانا امجد شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے خاندان کے مشہور علماء (شاہ محمد اسحقؒ اور شاہ اسماعیلؒ شہیدؒ) کے بیان کردہ مسائل پر بھی جھوٹے اعتراضات شائع کئے اور جاہلوں کو اپنا جانبدار بنا کر اپنا ایک جداگانہ فرقہ بنالیا۔

گو اس فرقے کو ایک باقاعدہ دین و مذہب کی شکل مولانا احمد رضا خاں نے دی لیکن اس سے

لے فتاویٰ امدادیہ جلد ۲ ص ۵۷۷ عہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ میرے دین و مذہب پر چلویں اس بات کا ثبوت ہے کہ مولانا فضل رسول کی تحریک کو ایک نئے باقاعدہ مذہب کی شکل مولانا احمد رضا خاں نے دی تھی۔

اتنی بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ حضرت تھانویؒ بریلویت کی تاریخ سے ناواقف نہ تھے ہم یہ نہیں کہتے کہ پھر سب اہل بدعت اس نئے دین و مذہب میں آگئے تھے تاہم یہ صحیح ہے کہ اسلامی عقائد میں تحریف اور بدعات پر اصرار انہی لوگوں کا نصیب بنا جو اہل حق کے خلاف کھڑے کیئے گئے تھے عقائد خمسہ کے داعی اب یہی لوگ ہیں۔

اہل بدعت دو قسم کے ہیں

ایک اہل بدعت ترمذی ہیں جو مولانا احمد رضا خاں کی پیروی میں عقائد خمسہ کے داعی اور بدعتا عشرہ پر ضد کیے ہوئے ہیں اور دوسرے وہ جو دیکھا دیکھی بھڑے چال میں بدعتوں کا ریلہ بن گئے ہیں حضرت تھانویؒ دونوں کو حق سے ہٹا ہوا اور بدعت میں جکڑا ہوا سمجھتے تھے آپ نے فرمایا:-
بدعات بھی لوگوں کے نزدیک تین چار رہ گئی ہیں۔ فاتحہ نیاز عرس جس طرح گناہ بھی دو چار ہیں۔ زنا، چوری، شرب خوری باقی سب جائزہ ہیں۔ اہل بدعت کی دو قسم ہیں بریلوی اور ریلوی لے

بدعتی دوزخ کے مستحق ہیں

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:-

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بیعت کے وقت طالب سے یہ بدعتی لوگ یہ شرط کرتے ہیں کہ بہشتی زیور مت دیکھنا۔ فرمایا کہ یہ شرط ان کی حالت کے بالکل مناسب ہے وہ تو دوزخی زیور کے مستحق ہیں ان کو بہشتی زیور سے کیا تعلق۔
پھر فرمایا کہ یہ لوگ ایسے بے عقل ہیں کہ بہشتی زیور پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اس میں درخت، شامی وغیرہ ہی کے مسائل ہیں جن کو وہ مانتے ہیں۔

غور کیجئے حضرت مٹھالوی جن لوگوں کو دوزخی طوق کا مستحق سمجھتے تھے کیا ان کے بارے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حضرت ان کو عشق رسالت میں سرشار سمجھتے ہوں گے اور ان کے بارے میں دل میں کوئی نرم گوشہ رکھتے ہوں گے؟ ہرگز نہیں حضرت کو پورا پتہ تھا کہ یہ لوگ بدینتی کی راہ سے علماء دیوبند کے خلاف اٹھے ہوئے ہیں۔ یہ نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے عشق رسول کے جوش میں علماء دیوبند کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ حیدرآباد میں ان لوگوں نے آپ سے جو سوئو کیا کیا آپ سے خود ان کے اپنے الفاظ میں دیکھیں:-

نظام حیدرآباد کی مصالحت کرانے کی کوشش

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب آپ سے نقل کرتے ہیں:-
 فرمایا حیدرآباد میں تین دغط ہوئے جن سے وہاں کے مشائخ میں ہل چل مچ گئی
 کہ اگر یہ چند روز اور رہا تو لوگ خراب ہو جائیں گے چنانچہ وہاں کے مشائخ اور
 ان کے متبعین نے یہ تدبیر کی کہ کسی طرح نظام کو اس طرف سے بظن کیا جائے
 اور تو ان کو کچھ نہ ملا کر یہ کیا کہ ایک فتویٰ تیار کیا جس میں حفظ الایمان کی عبارت
 نکال کر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ احمد شہر کہ ان لوگوں کو حفظ الایمان میں صرف
 ایک جگہ ایسی ملی جس پر اعتراض کر سکیں اور وہ بھی عبارت کا ایک ٹکڑا جس کو
 وہ زبردستی غلط تسلط اپنے مطلب کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ پھر وہ نظام
 کے پاس پیش کیا گیا اور درخواست کی کہ ریاست میں اس کا داخلہ حکومت کی
 طرف سے بند ہونا چاہیئے۔ نظام نے جواب دیا کہ جب تک طرفین کی بات نہ
 سنوں کچھ حکم نہیں لگاتا۔ یہ فتویٰ اس کے پاس بھیج دیا مولانا اشرف علی کے پاس
 وہ اس کا کیا جواب دیتا ہے۔ پھر وہ مجھ کو دکھلاؤ۔ یہ خبر مولانا احمد علی صاحب
 کے صاحبزادہ کو ملی وہ حفظ الایمان اور بسط البنان دونوں نظام کے پاس

لے گئے اور دکھلا کر اصل حقیقت سے آگاہ کیا اور کہا دراصل یہ مفسد لوگ
ہیں اس کی وجہ سے فتویٰ تیار کرنے والوں کو خطرہ پیدا ہوا۔ ایک دوسرے
سے عذر کرنے لگے کہ میں نے اصل عبادت نہ دیکھی تھی بلکہ

اس عبارت سے پتہ چلا کہ بریلوی لوگ حضرت تھانویؒ کی نظر میں مفسد۔ زبردستی کرنے والے
دوسرے کے کلام میں غلط سلسلہ کے مرتکب اور دوسروں کی عبارات کو اپنے فاسد مطالب میں
ڈھالنے کے قومی سطح پر مجرم ہیں۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت تھانویؒ ان کے سرغنہ کو کہیں
کہ مولانا احمد رضا خان نے شاید عشق رسالت کے جوش میں ہمیں کافر کہا ہو۔

احمد رضا خان تکفیر علمائے دیوبند پر زیر وبال ہیں

حضرت تھانویؒ نے فرمایا :-

اہل حق اور اہل دین کہ وہ حدود سے تجاوز کر کے دشمنی بھی نہیں کر سکتے۔ دل
میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ اپنی آخرت خراب ہونے کا ہر وقت خیال رہتا
ہے وہ کیسے حدود سے تجاوز کر کے کسی کو ایذا پہنچا سکتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ ان
کے لیے انتقام لیتے ہیں۔ دیکھئے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا
محمد قاسم صاحب و حضرت مولانا شہید صاحب کیسی ہستیاں ہیں۔ پھر افسوس
ہے کہ ایسی مقدس ہستیاں کو کافر کہا جائے۔ العیاذ باللہ۔ پھر کیوں نہ ان لوگوں
پر وبال آوے مگر یہ لوگ ایسے بد فہم ہیں کہ وبال کو کمال سمجھتے ہیں بلکہ

احمد رضا خان جہنم کے داروغہ ہیں

اس دور میں اور کون خان تھے جس کی پیروی لوگوں میں جاری ہوئی ہو اور وہ اس

کی نسبت سے ایک فرقہ بناتے ہوئے ہوں آپ نام معلوم کر چکے۔ اب حضرت تھانویؒ سے سینے
ایک خان صاحب نے خواب دیکھا کہ دوزخ کی کنجی میرے ہاتھ میں رکھی گئی ہے
ان کے متبعین اور معتقدین نے اس سے یہ مطلب نکالا کہ اعلیٰ حضرت جس کو چاہیں
گے اپنے فتوے سے دوزخ میں داخل کر دیں گے۔ میں نے سن کر کہا یہ تعبیر غرض
غلط ہے کسی کو جہنم میں داخل کرنا کسی کے اختیار میں ہے، بلکہ اس کی تعبیر یہ ہے
کہ یہ لوگوں کے عقائد تباہ کر کے فاتح ہوئے ہیں ابوابِ نار کے (یہ حضرت جہنم
کے دروازے کھولنے والے ہیں)۔

مولانا احمد رضا خاں کو خواب کیا آیا تھا آپ نے اس کی تعبیر دونوں سے سن لی ہے اب
آپ خود ہی فیصلہ کریں حضرت مولانا تھانویؒ مولانا احمد رضا خاں کو کیا سمجھتے ہوں گے؟۔ اس تصریح
کے بعد کیا اس کا کوئی ادنیٰ قصور بھی ہو سکتا ہے کہ شاید حضرت تھانویؒ خان صاحب کو عشقِ رسالت
میں کفر کے فتوے لگانے میں مغرور سمجھتے ہوں۔ خدا را انصاف کیجئے۔ یا قوم الیس منکم
رجل رشید۔

بریلوی عقائد مزخرفات کے سوا کچھ نہیں

حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔

بریلوی خاں صاحب کے ایک شاگرد نے ایک کتاب تقریظ کے لیے بھیجی میں
نے لکھ دیا کہ تھانویؒ کی فرصت نہیں۔۔۔ اس میں سوائے مزخرفات کے
اور کیا ہوگا۔ اس کا ایک ادنیٰ سا جزہ دیکھ کر بھی رائے لکھی جاسکتی تھی۔ اس
وجہ سے نہیں بھیجی دوسرے ان کو ایسی فرمائش کرتے شرم نہ آئی۔ ساری عمر تو گالیاں
دیں اب تقریظ لکھانے بیٹھے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے رسائل میں حق کی کوئی بات دیکھی نہ گئی

مولوی محمد کبھی صاحب سے حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی احمد رضا خاں کے رسائل آیا کرتے ہیں کہیں سے سناؤ تو کوئی حق کی بات اگر اس میں ہوگی تو مان لیں گے مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت ان میں تو گالیاں ہی گالیاں ہیں فرمایا کہ دُور کی گالیاں لگا نہیں کرتیں بل

بریلویوں کی آیاک نعبہ اور آیاک نستعین میں تفریق

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا :-

بریل میں بدعتیوں کا جلسہ ہوا۔ اس میں ایک صاحب نے آیاک نعبہ و آیاک نستعین کی تفسیر بیان کی کہ قیامت کے روز پیشی کے وقت خدا اور رسول مجتمع ہوں گے ہم خدا کی طرف منہ کر کے کہیں گے آیاک نعبہ۔ اور حضور کی طرف منہ کر کے کہیں گے آیاک نستعین۔ اس پر بڑی تحسین ہوئی کہ واہ واہ کیا کھتے تھے

آپ دیکھیں بریلویوں کو حضرت تھانویؒ کن الفاظ میں ذکر کر رہے ہیں۔ اور ان کے عقائد کیا بتلا رہے ہیں۔ انہیں عاشقان رسول بتلا رہے ہیں یا بدعتی کہہ کر یاد کر رہے ہیں۔ اور کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ ان بریلویوں کو اپنے ساتھ شمار کر رہے ہیں یا انہیں مشرکین کی صف میں ذکر کر رہے ہیں۔ اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اکابر ہمارے دیوبند بریلویوں کو کیا سمجھتے تھے۔ یہ نرم گوشہ والی روایات یکسر خانہ ساز ہیں ہرگز حقیقت نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے بریلویت کو یہاں شرک و بدعت میں گھرے ہوئے لوگوں کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اب یہ بات آپ خود سوچیں کہ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہو سکتی ہے یا

نہیں، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حقیقی عزت صرف اللہ رب العزت کی ہے۔ فان العزة لله جميعاً۔ اس کے آگے جھکتے وقت کسی اور پر توجہ باندھنا کہ اب صرف اسی کا خیال رہے ہرگز جائز نہیں۔ بریلوی اپنے عقیدہ میں نماز میں حضورؐ پر توجہ باندھتے ہیں آپ پر صرف ہمت کرتے ہیں۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے کہیں کہا تھا کہ اللہ رب العزت کے سوا کسی اور طرف توجہ باندھنا جائز نہیں اس پر بریلوی بہت کڑھتے ہیں۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خود یہ نماز میں حضورؐ کی طرف ضرور صرف ہمت (توجہ باندھنا) کرتے ہوں گے۔ ورنہ اس مسئلہ فقہ پر وہ اس قدر چیں بہ چیں نہ ہوتے۔
اب دیکھئے حضرت متوالیٰؑ ان پر کن الفاظ میں تنقید کرتے ہیں:-

عظمت الہی کے سامنے کسی کی عظمت باقی نہ رہے

بالذات اور بالعرض کا فرق ہے۔ بالذات کے درجہ میں سوائے حق تعالیٰ کے کسی کی بھی عظمت نہیں۔ انسان چاہے کتنا ہی بڑا عظیم ہو اس کی عظمت بالذات نہیں بلکہ بالعرض ہے جو کہ عظمت الہی کے سامنے سلب ہو جاتی ہے۔ یہی تو وہ بت ہے جس کو مولانا شہیدؒ نے بیان فرمایا تھا جس پر آج اعتراض ہو رہے ہیں انہوں نے بھی مہربی کہا ہے جو فان العزة لله جميعاً سے منہم ہو رہے فرق اتنا ہے کہ حق تعالیٰ نے فان العزة لله جميعاً عربی میں فرمایا ہے اور مولانا شہیدؒ نے اس معنوں کو اردو میں کہہ دیا ہے ۛ

جس کے خلاف بدگمانی کی جائے اس کی اصل تحریر دیکھو

میرے متعلق بعض لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ حضورؐ پر ایمان لانے سے منع کرتا

ہے۔ یہ سن کر میں بڑا خوش ہوا کہ تہمت بھی لگائی تو ایسی جس کو کوئی قبول ہی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میرے چند و غلط ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ انور۔ الظہور۔ السرور۔ الشذور۔ ان رسائل کو دیکھ کر کسی سمجھ دار اور فہیم شخص کو یہ شبہ ہی نہیں رہ سکتا کہ میں حضورؐ کی کوئی بے ادبی یا کسی قسم کی نعوذ باللہ تنقیص کر سکتا ہوں بلکہ ایک ادب نگہ فرماتے ہیں۔

کسی کے کلام کی شرح کہنے کے لیے اس کی مراد سے واقفیت ضروری ہے۔

علماء دیوبند کی کہی باتیں کیا سلف میں نہیں ملتیں؟

اہل بدعت علماء دیوبند کی جن عبارات کو قابل اعتراض ٹھہراتے ہیں سلف کی کتابوں میں وہ باتیں اسی طرح موجود ملتی ہیں۔ بریلویوں کو ان کے خلاف تو بات کہنے کی ہمت نہیں ہوتی علمائے دیوبند کو یو بھی نشانہ بنالیتے ہیں۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نہ لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں غلط الایمان کی عبارت دربارہ مسئلہ علم غیب پر جو اہل بدعت نے شور مچایا ہے اس کی بھی یہی اصل ہے۔ مضمون غلط الایمان کا وہی ہے جو شرح مقاصد و شرح موافقت وغیرہ میں سلف نے بیان فرمایا ہے۔۔۔۔۔ مگر سلف نے عربی میں کہا تھا اس لیے ان پر کچھ اعتراض نہ ہوا اور غلط الایمان میں وہی مسئلہ اردو میں ظاہر کیا گیا تو شور و شغب ہونے لگا۔

اب آپ ہی غور فرمائیں کیا حضرت تھانویؒ اس بات سے بے خبر ہوں گے کہ مولانا احمد رضا خاں الادبہ اور نیتہ علمائے دیوبند کی عبارات پر اعتراض کر رہے ہیں اور ان کی اس تحریک کے پیچھے انگریز حکومت کا ہاتھ ہے یا وہ بریلویوں کو بد فہم سمجھ کر کسی درجے میں معذور سمجھتے تھے۔ یہ دوسری صورت ہرگز نہیں ہے۔

حضرت مولانا تھانویؒ سے یہ بات ڈھکی چھپی نہ تھی کہ بریلویوں کی جنگ صرف عقائد میں نہیں بریلوی علماء تہذیب و ثقافت میں قوم کو پھر سے ہندو بنا رہے ہیں، مشرکین کا طرز زندگی انہیں پسند ہے اور وہ مسلمانوں کو پھر سے اس تہذیب میں پھینکنا چاہتے ہیں۔

کیا آپ نے مسلمانوں کو کبھی دیکھا کہ میت کو قبرستان لے جاتے ساتھ کھالے پینے کی چیزیں بھی لے جا رہے ہوں، کیا بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے جنازہ کے ساتھ دودھ لے کر نہ گئے تھے؟ پھر اس دودھ کا کیا بنا۔ اس پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے اور بریلوی علماء، یکسر خاموش ہیں۔

اس بات سے کون ناواقف ہو گا کہ مشرکین اپنے مردوں کے جنازے میں ان کا مرغوب دہنہ کھانا لے کر جاتے تھے۔ چینی مردے کے ہمراہ کھانوں کی ایک لمبی چوڑی قطار لگی ہوتی ہے۔ ہندوؤں کے ہاں بھی یہ طریقہ موجود ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے مرنے سے دو گھنٹہ قبل جن کھانوں کی فہرست تیار کی تھی ان کے خلفاء اور مریدوں نے بڑی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کیا اور ان کے جنازے کے ہمراہ وہ کچھ چیزیں لے بھی گئے۔ البتہ دودھ کا نہ پتہ چل سکا تھا کہ وہ کدھر گیا۔

مولانا احمد رضا خاں کے جنازہ کے ساتھ چوتھا دل ضلع مظفر نگر کے کچھ لوگ بھی آئے ہوئے تھے انہوں نے یہ ماجرا دیکھا تو بڑے حیران ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ یہاں و غلط کے لیے تشریف لائے تو ان لوگوں نے حضرت تھانویؒ سے درخواست کی کہ موت کے احکام و مسائل کے بارے میں و غلط فرمادیں، حضرت حکیم الامتؒ نے موت اور اس کے متعلق معتبی رسمیں موجود تھیں ان کی تردید فرمائی اور آخر میں بریلی کے جنازے پر ہونے والی اس نئی رسم کے بارے میں فرمایا کہ :-

ایک رسم یہ ہے کہ مردے کے ساتھ اناج وغیرہ قبر پر لے جاتے ہیں اس میں اظہارِ نام و نمود کی نیت ہوتی ہے اگر کوئی اس نیت کا انکار کرے تو اس

سے پوچھا جائے کہ اگر صرف ایصالِ ثواب مقصود تھا تو قبر تک لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ ایسے طریقے اختیار کرنے چاہئیں تھے جس سے ثواب زیادہ ہوتا۔ صدقات میں سب جانتے ہیں کہ اخفاء بہتر ہے۔ باوجود انکار کے منکرین کے دل اپنی نیتوں سے خوب واقف ہوں گے کہ یہ اناج مردے کے واسطے ہوتا ہے۔ یا برادری کے خوف اور ملامت سے بچنے کے لیے۔ اس طریقے کو چھوڑ دینا چاہیے اور ہرگز کسی ملامت کو کی ملامت کا خوف نہ کرنا چاہیے۔ اس کا انتظار نہ کرنا چاہیے کہ پیچہ کوئی دوسرا کرے۔۔۔۔۔ برادری کے بُرا کہنے کا خوف ہے اللہ و رسول کی خفگی کا خیال نہیں۔ بہت کرو ان رسوم کفار کو چھوڑ دو اس میں تمہارے دین و دنیا کی سلامتی ہے بلکہ

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کی رائے میں مولانا احمد رضا خاں کسی عشقِ رسالت کے جذبہ سے علمائے دیوبند کے مقابل نہ کھڑے ہوتے تھے۔ بلکہ بریلویت کے پیچھے پسندوانہ رسوم کی نشاۃِ جدیدہ کا فرما تھی علماءِ دیوبند بھی ان کے اس کردار سے ناواقف نہ تھے وہ نہیں اور ان کے پیروؤں کو ان رسوم کفار اور کھانے پینے کی شوقیہ محفلوں میں جانے سے سختی سے روکتے تھے پس یہ بات کسی درجے میں باور کرنے کے لائق نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیری مہم کے پس پشت شاید ان کا جذبہ عشقِ رسالت کا فرما ہو

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عام طور پر مشہور ہے کہ بریلوی تو علماءِ دیوبند کو اور تمام دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں لیکن عہ حضرت تھانویؒ نے جس برادری کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے مراد ہندو برادری ہے۔ بریلی کے شہزادے اس سے خوب واقف ہوں گے اور اپنی اسی برادری کو راہنی کرنے کے لیے وہ یہ ہندو ہمیں مسلمانوں میں نہنے کے درپے تھے۔ شرف المواعظؒ

علمائے دیوبند انہیں کافر نہیں کہتے۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حسام احرارین شائع کی اور علماء دیوبند کی عبادات کاٹ چھانٹ کر ان پر کفر کے فتوے لگائے تو اس کے جواب میں علماء دیوبند نے احمد رضا خاں کو کافر نہ کہا۔ یہ اس لیے ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو عقائد علماء دیوبند کی طرف منسوب کیے تھے وہ مولانا احمد رضا خاں کا کذب و افتراء تھا۔ وہ علماء دیوبند کے عقائد نہ تھے۔ اب سوال یہ بنا کہ کسی مسلمان پر جھوٹ لگانا اور بہتان باندھنا گناہ ہے یا کفر فقہ کی رو سے یہ کفر نہیں ہے لہذا اس ارتکاب پر مولانا احمد رضا خاں پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ علماء دیوبند مولانا احمد رضا خاں کے اس کھیل سے جو انہوں نے انگریزوں کے اشاروں پر کھیلا سخت نالاں تھے مگر انہوں نے جواباً انہیں ان کے اس جرم پر کافر نہ کہا۔

اس وقت مولانا احمد رضا خاں کے اپنے عقائد زیر بحث نہ تھے نہ انہیں کسی صاحب نے علماء دیوبند کے سامنے پیش کیا تھا نہ ان دنوں مولانا احمد رضا خاں کی اپنی کوئی اہمیت تھی کہ آپ کا تعارف ہر کسی کو ہو اور ہر کوئی آپ کے عقائد سے آگاہی رکھتا ہو۔ خان صاحب کا بریلی کا مدرسہ بھی ان دنوں نہ بنا تھا نہ اس پہلو سے ملک میں مولانا احمد رضا خاں کی کوئی شہرت تھی۔ ہاں علماء دیوبند ان عقائد خمسہ پر شروع سے کفر کا فتویٰ دیتے آئے ہیں جو بعد میں بریلوی کے امتیازی عقائد بنے اب یہ فیصلہ آپ کریں کہ ان عقائد کا معتقد مسلمان ہے یا نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے بالآخر گھٹنے ٹیک دیئے

مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف جتنے تیر چلائے سب ناکام گئے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بریلی ریلوے اسٹیشن پر حضرت مولانا تھانویؒ اور مولانا احمد رضا خاں کا امناسا مناسا ہو گیا اور مولانا احمد رضا خاں نے حضرت تھانویؒ کو جھک کر سلام کیا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ بریلی اسٹیشن پر ان خان صاحب سے مواجہہ ہو گیا معلوم نہیں ان کو کیا دھوکہ ہوا۔ انہوں نے مجھ کو دور سے سلام کیا۔ اتفاق سے میں نے دیکھا بھی

نہیں اس لیے جواب بھی نہیں دیا پھر ان کو کسی سے معلوم ہوا کہ یہ تو اشرف علی ہے اس قدر غصہ آیا کہ پلیٹ فارم چھوڑ کر باہر گاڑی میں جا بیٹھے۔۔۔ لوگوں نے کہا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے کہ جھک کر سلام بھی کر لیا ان کے معتقدین نے جواب دیا کہ پہچانا نہ تھا لوگوں نے کہا کہ ایسے دودھ پیتے بچے تھے کہ پہچانا نہ تھا۔

اس واقعہ سے یہ تو واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانویؒ کو یہ وجاہت دی کہ مولانا احمد رضا خاں بھی انہیں جھک کر سلام کرتے تھے اور یہ بات لوگوں نے تسلیم نہ کی تھی کہ انہوں نے حضرت کو پہچانا نہ تھا۔ رہی یہ بات کہ خود مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں حضرت تھانویؒ کی رائے کیا تھی؟ سو اس میں کچھ تفصیل درکار ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بات بنا رکھی ہے کہ آپ مولانا احمد رضا خاں کو حب رسولؐ کی افراط میں معذور سمجھتے تھے۔ بات اس طرح نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر کفر کا فتویٰ لگانے کے لیے ان کی کتاب تحذیر الناس کے تین مختلف مقامات سے تین فقرے لے کر انہیں ایک عبارت بنا کر جو خیانت کی اس کا حضرت تھانویؒ کو کیا علم نہ تھا؟ کیا خاں صاحب کی یہ حرکت حب رسولؐ کے تقاضا میں تھی؟ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے المہند علی المفند میں اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے الشہاب الثاقب میں تحذیر الناس کی ان عبارتوں پر جو بحث کی ہے کیا وہ حضرت تھانویؒ کی نظر میں نہ تھی؟ اس کھلی خیانت کے بعد کیا مولانا احمد رضا خاں کو کسی درجے میں معذور سمجھا جاسکتا ہے؟ حضرت لنگوہیؒ پر خان صاحب نے جو بہتان باندھا وہ کذب باری کے موضوع پر تھا۔ اس میں سرے سے حضورؐ کی ذات گرامی زیر بحث نہ تھی۔ اب یہ کس طرح باور کیا جائے کہ مولانا احمد رضا خاں کی یہ سب حرکات محض حب رسولؐ کے جذبہ افراط سے ہوئی ہوں گی۔ ایسا ہرگز نہیں۔

نہایت افسوس ہے کہ بعض حضرات نے ان اکابر کے نام سے جو بزم اشرف کے چراغ تھے کچھ ایسی روایات بنا رکھی ہیں جو حضرت تھانویؒ کے اس موقف سے جو آپ نے مولانا احمد رضا خاں اور اس کے پیروؤں کے بارے میں اختیار فرمایا لگا نہیں کھاتیں حضرت تھانویؒ کا عقیدہ اس باب میں وہی تھا جو حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا تھا۔ یہ حضرات کسی درجے میں مولانا احمد رضا خاں کو عند اللہ معذور نہ سمجھتے تھے۔

جامع مسجد خفیہ طریشہ شاد باغ لاہور نے مولانا کوثر نیازیؒ کا ایک مضمون مولانا احمد رضا خاں پر شائع کیا ہے اس میں ادارہ کی طرف سے لکھا ہے ”جناب کوثر نیازی اہل سنت مکتب فکر سے نہیں ہیں“۔ مولانا کوثر نیازیؒ اس میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف سے بیان کرتے ہیں۔ جب حضرات مولانا احمد رضا خاں کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کسی نے ان کو اطلاع کی بلو نا تھانویؒ نے بے اختیار دعا لے لیا تھا اٹھا دینے جب ان کے پاس گئے تو حاضرین مجلس میں کسی نے پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں ہم پر کفر کے فتوے اس لیے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم تو نبی رسول کی ہے اگر وہ یقین رکھتے ہوتے بھی ہم پر کفر کا فتوہ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔

اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازیؒ کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہو سکتی ہے؟ مولانا تھانویؒ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت مولانا محمد قاسم کی تحذیر لاسکس میں مختلف مقامات کے عبارت کے ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے فتوے حاصل کیے کیا یہ بددیانتی بھی مولانا احمد رضا خاں عشق رسول کے جذبہ میں کی تھی؟ پھر حضرت مولانا غیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے جب المہندس بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانویؒ نے بھی دستخط دے دیے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانویؒ کی مولانا احمد رضا خاں اس محل و فریب پر نظر نہ تھی۔

اسی حکایا جو ان حضرات کے نام کو گورن نے بنا رکھی ہیں ہرگز لائق اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام وضع کی گئی جو بیا شیخ الحدیث التفسیر مولانا محمد اوسیر کا مکتوب نام سے ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خاں نے عمل کو بند کے بارے میں جو حرکت شنیدہ کی وہ مذمتی نہیں تھی اور عمل کو بند بھی اس کی کسی خوش فہمی میں نہ تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کے مُریدان سے کیوں دُور ہوتے رہے

یہ صحیح ہے کہ بعض لوگ مولانا احمد رضا خاں کی نعمتیں سُن کر اس مغالطے کا شکار ہو جاتے رہے کہ شاید ان کے دل میں حضورؐ کی محبت موجزن ہو۔ لیکن آپ کے قریب ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ ان سے اسلام کے بنیادی عقائد چھٹے ہوئے ہیں۔ عقائد باطلہ میں گرفتار اور بدعات میں سرشار ہیں۔ اس پر وہ اس مغالطے سے نکل آتے اور بریلویت سے توبہ کر لیتے۔

حضرت مٹھانویؒ فرماتے ہیں :-

پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خاں صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے مولوی احمد رضا خاں صاحب سے مرید تھا۔ اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں میں نے جواب میں لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں ہے۔

اِس ارشاد میں حضرت مٹھانویؒ نے تسلیم فرمایا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے عقائد عقائدِ حق نہ تھے عقائد باطلہ تھے ورنہ آپ اِس شخص کو لکھ بھیجتے کہ احمد رضا خاں عقائد باطلہ پر نہیں آپ کا اِس پر نیگز نہ کرنا اسے حقیقت تسلیم کرنا ہے۔ باقی یہ جو کہا کہ تعجیل مناسب نہیں۔ یہ اِس لیے تھا کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ حضرت کو مریدوں کی ہی طلب اور پیاس رہتی ہے۔ گویا آپ اسی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ پہلے استقامت دکھاؤ تو پھر بیعت کرو۔

بریلویوں کے دل مسخ ہو چکے ہیں

آپ نے ایک دفعہ فرمایا :-

ایک بدعتی مولوی تمام بُرے بُرے اکابرِ دین اور بزرگوں کی تکفیر کرتا ہے

— مگر ہم لوگوں کی یہ مشکل ہے کہ ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے لیے جہاں اور مجاہدے ہیں ایک مجاہدہ یہ بھی ہے کہ وہ ہم کو کافر کہتا ہے ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔ اور یہ بدعتی تو اکثر بدین بھی ہوتے ہیں۔ خوف خدا ذرا بھی ان کے قلب میں نہیں ہوتا۔ قلوب مسخ ہو جاتے ہیں بلکہ

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں اور ان کے پیرو جب علماء دیوبند کی تکفیر کرتے تو حضرت تھانویؒ کے دل میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ دوسرہ نہ گزرتا تھا کہ یہ شاید محبت رسولؐ کے نشہ میں کافر کہہ رہے ہوں۔ ماشاء۔ ایسا ہرگز نہیں۔ آپ کا یہ خیال نہ تھا۔ آپ شرع حد سے یہ سمجھتے تھے کہ بریلویوں کے دل مسخ ہوئے ہوئے ہیں۔

بدعت کی ظلمت علم کا رنگ چڑھنے نہیں دیتی

حضرت حکیم الامتؒ نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا :-
یہ اہل بدعت اکثر بد فہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے۔ علوم و تحقیقات سے کورے ہوتے ہیں۔ ویسے ہی لغویات مانگتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر۔ مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضورؐ کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور اب تو اکثر بدعتی شریہ بلکہ فاسق فاجر ہیں بلکہ

اس سے واضح ہوا کہ بریلوی ہر گز عشق رسولؐ کے سائے میں علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے وہ اپنی اغراض میں گھرے ہوئے ہیں ان میں اکثریت فاسق و فجار کی ہے۔ یہ حضورؐ کا علم محیط مانتے ہیں اللہ کی قدرت میں نقص پیدا کرتے ہیں مگر چونکہ یہ سب کچھ جہالت کے سائے میں ہوتا ہے اس لیے علماء حق ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ ورنہ حضورؐ کے لیے علم غیب محیط کا اقرار اصلاً موجب کفر ہے۔

بریلویوں میں صرف وہی کفر سے بچتا ہے جو ایسی باتیں بدوں ان باتوں کا معنی جانے کرے لیکن ان میں جو مولوی ہوں اور وہ جان بوجھ کر حضورؐ کے لیے علم غیب محیط کا عقیدہ رکھیں ان کے کفر میں حضرت تھانویؒ کو بھی کوئی تردد نہ تھا۔ اسے وہ پہلے کفر کہہ آئے ہیں۔

عقیدہ کی بُرائی کے بغیر اگر کوئی شریعت کے تقاضے سے بے پروائی کرتا ہے نفس کو خوش کرتا ہے وہ عمل کا غلط ہے گنہگار ہے بدعتی نہیں بدعتی تھی ہے کہ اسے عقیدہ اللہ تعالیٰ ہاں نیکی سمجھے۔ خواہشات کے پیرو اہل ہوا تو سہرتے ہیں اہل بدعت نہیں۔ بدعت کی بُرائی اغراض و اہوا کی پیروی سے بھی بڑھ کر بُری ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ كِلٰهٖمَا۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کے بعد تاج الفقہاء حضرت مولانا مفتی کفایت الرحمن صاحب محدث دہلویؒ کی رائے معلوم کریں۔ آپ بریلوی عقائد کے بارے میں لکھتے ہیں:-

اگر ہر مجلس میں آپ کی روح مبارک کو حاضر مانا جائے تو اس میں شائبہ شرک بھی ہے کہ ان واحد میں مجالس متعددہ میں حاضر و ناظر ہونا آپ کے لیے ثابت کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خواص ذات احدیت میں سے ہے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

حنفیہ نے تو اس کی تصریح کر دی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے وہ کافر ہے۔ کیونکہ اس کا عقیدہ صریح نص قرآن قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کے مخالف ہے۔ اھاس کا انکار ہے اور نص قرآن کا انکار کفر ہے۔

ایک اور جگہ یہ بھی لکھتے ہیں:-

جو شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھے اور حضورؐ سے اس عقیدے کی بنا پر استمداد کرے وہ ایک طرح شرک میں مبتلا ہے لیکن بخیر میں احتیاط کی جائے۔

ان دنوں بریلویوں نے عقیدہ حاضر و ناظر کی تشریح میں حاضر بالعلم ہونے کی تشریح کرتی شروع کر دی تھی۔ اس لیے آپ نے تکفیر میں احتیاط کا مشورہ دیا۔ ورنہ آپ کے لیے ہر جگہ حاضر بالوجود ہونے کا عقیدہ ایک متفق علیہ کفریہ عقیدہ ہے۔
حضرت مفتی صاحب ارشد فرماتے ہیں:-

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عالم الغیب ہونے کے اعتقاد کو کفر قرار دیا ہے اور یہ بات حنفی مذہب کے فتاویٰ میں بتصریح موجود ہے بلکہ

مولانا احمد رضا خاں دشمن اسلام بنے رہے

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم کا نظریہ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں کیا تھا؟ اسے ان کے مندرجہ ذیل فتویٰ میں ملاحظہ کریں، حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:-
مولانا اشرف علی صاحب ایک با خدا عالم اور حنفی مذہب کے بزرگ ہیں ان کو کافر بتانے والا دشمن اسلام ہے کہ ایسے بزرگ عالم کو کافر کہا ہے جس کے فیض سے تمام ہندوستان کے مسلمان سیراب ہو رہے ہیں۔
اب آپ ہی غور کریں حضرت مفتی صاحب کے ہاں مولانا احمد رضا خاں حب رسول کے جذبہ صافیت میں افراط کا شکار تھے؟ یا اسلام دشمنی انہیں اس مقام پر لے آئی تھی؟ حضرت مفتی صاحب نے بات کھول کر آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی رائے بھی ملاحظہ کریں۔ آپ کے نزدیک مولانا احمد رضا خاں کس کردار کے آدمی تھے؟ کیا حب رسول اکرمؐ کبھی بھی ان کے پاس جھٹکی ہو گی؟ کبھی نہیں۔ نہ انہوں نے علماء دیوبند کی ٹکھیر عشق رسالت میں مغلوب الحال ہو کر کی ہو گی۔ ان کی اس ساری کاروائی میں مکہ و فریب کے سوا کچھ

مذہباً آپ لکھتے ہیں:-

مولانا احمد رضا خاں کا مکروذریب

غیب و ذریب جال مکروذریب کے پھیلائے اور ملہا حرمین شریفین کو انداز
انداز کے تیل و کر سے دھوکہ دیا جو لوگ نادان و اقف سادہ دل تھے وہ بیشک
ان کے دامن تزیویر میں آگئے۔

ایک بدگوئی کا لیاں اور خرافات

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:-
اس بدگوئی کا لیاں اور خرافات کی وجہ سے طبیعت قابو سے نکلی جاتی ہے پس مجبور
ہو جاتا ہوں مگر تاہم وہاں بھی حتی الامکان شرافت علم کی حدود سے تجاوز نہیں
کرتا اور پورا مقابلہ اس باب میں ان کا وہی کر سکتا ہے جو رد ذیل النسب و
قیح الاخلاق جاہل اور اُجڑھ ہو مگر یہ بھی نامہ اعمال مجدد صاحب میں لکھا
جائے گا۔

بریلوی روافض کے نقش پا پر

یہ کتنا بڑا مکروذریب مجدد بریلوی کا ہے اور کس قدر چال بازیوں اس میں کی گئی
ہیں واللہ معجازی والیہ المشتکی اور یہ طریقہ ان لوگوں کا ایسا ہے جیسا کہ
روافض نے اہل سنت اور اکابر و شیخین کو عدد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
مٹانے خارجہ میں شملہ کیا ہے۔

یعنی جس طرح شیعہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کا الزام لگاتے ہیں اور وہ الزام سراسر غلط ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہرگز حضورؐ اور آپؐ کی ذریت طاہرہ کے دشمن نہیں۔ اس طرح علماء دیوبند پر بھی گستاخی رسولؐ کا الزام سراسر باغلو ہے

علماء حرمین احمد رضا خاں کی باتوں میں کیسے آئے؟

حضرت مدنیؒ کی رائے یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی مخالفت میں انسانیت اور شرافت کی سب حدیں بچا نہ رکھی تھیں۔ جب حیا ہی نہ ہے تو جو پہلے کہتے جاؤ۔ اذالم تستعیو فاصنع ما شئت۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں :-

جب بے حیا مولف (مولانا احمد رضا خاں) نے یہ عقیدہ حضرت (مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) کا ظاہر کیا اور کمال شقاوت اور افتراء پر داذی اور تہمت (اللام للشیء) کا اعلیٰ نمونہ دکھایا تو اہل حرمین نے کفر کا فتویٰ دیا۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی یہ سب مشق ٹیکڑ کوئی حبت رسول کے جذبے نہ تھی بلکہ اپنی کمال بے حیائی کے سبب تھی اور اس وقت انہیں آخرت کی کوئی فکر نہ تھی نہ یوم جزا کی کسی باز پرس کا ڈر تھا بلکہ آخرت کی شقاوت اور بد بختی ان سے یہ سب اخلاقی جرم کرا رہی تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے اہل السنۃ والجماعۃ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے رکھ دو۔

حضرت محققانویؒ کے خلفاء کا رد عمل

حضرت بخاریؒ کے خلفاء میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کا نام اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کا نام کس نے نہیں سنا مولانا مرتضیٰ حسنؒ نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف بیسٹ رسائل نہایت پر زور

قلم سے تعنیف فرمائے اور انہیں بار بار مناظرہ کے لیے لٹکارا۔ مگر خاں صاحب نے ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہ کی۔ آپ مولانا چاند پوریؒ کے رسائل کا نام ہی پڑھ لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کی نظر میں کیا تھے۔ مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے مولانا ابوالبرکات سید احمد کو تلون کے مناظرہ میں عبرتناک شکست دی اس سے پتہ چلتا ہے کہ تھانویؒ اور ان کے خلفاء کی نظر میں بریلویت کس درجہ کا لائق تردید فتنہ سمجھا گیا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے خلفاء میں سب سے زیادہ اعتدال حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ میں پایا جاتا تھا۔ آپ بریلویوں کے بارے میں ان کی رائے بھی لے لیں۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامتؒ

حضرت حکیم الاسلام اپنے علم و فضل و حکمت و دانش راسخ نظرو فکر اور معتدل پیرایہ بیان میں چودہویں صدی ہجری کی معتدل شخصیت تھے۔ دیوبند میں آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے اثر و عمل گزرا۔ آپ گویا حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ دونوں کے بامین ایک مرکزی نقطہ اجتماع رہے۔ بریلویت آپ کے تجربہ و مشاہدہ میں کیا رہی؟ اور اس کے بارے میں کیا یہ پہلو اختیار کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے مولانا احمد رضا خاں عشق رسالت کے غلبہ میں علماء دیوبند کی چند ظاہری تعبیرات پر برے ہوں؟ ایسے اسے حضرت حکیم الاسلام کے نظروں میں نہیں اور معلوم کریں کہ بریلویت آپ کی نظر میں کیا تھی؟

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ملک شمیم صاحب بنی الیس سی انجینئرنگ (علی گڑھ) کے ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں:-

یہاں ہمارے ملک میں ایک مخصوص طبقہ ہے جس کی سربراہی مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے حصہ میں آئی ہے۔ اس طبقہ کو خصوصی طور پر علماء دیوبند سے بغض و عناد

ہے۔ اس طبقہ میں چند گئے چنے مدعیانِ علم ہوتے ہیں جنہوں نے ملک کے تمام مسلمانوں پر بڑی بے دردی سے کفر کا فتویٰ لگایا اور کہنا چاہیے انہوں نے کفر سازی کی مشین بلکہ کارخانہ قائم کر دیا۔ ان کا دن رات کا مشغلہ اکابر و اسلاف اور علماء دیوبند کی شان میں گالیاں بکنا۔ ان پر کفر کے فتوے لگانا۔ اور اٹھتے بیٹھتے انہیں بُرا بھلا کہنا ہے۔ حد یہ ہے کہ اس مخصوص طبقہ کے سربراہ مولانا بریلوی کی گالیوں سے نعوذ باللہ تعالیٰ بھی محفوظ نہیں رہے۔ حالانکہ کوئی مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا اور نہ کوئی سنجیدہ و متین شریف الطبع اس لب و لہجہ اور انداز کو پسند کرتا ہے۔ اس طبقہ کے کسی عالم کی تقریر میں بیٹھ جائیے اول سے آخر تک علماء دیوبند کی شان میں بکواس کرتے سُنائی دیں گے بلکہ

حضرت حکیم الامتؒ نے جو کھلے ہنکے مولانا احمد رضا خاں کی گالیوں سے نعوذ باللہ تعالیٰ بھی محفوظ نہیں رہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا حکیم الاسلامؒ اس کردار کے مولانا کو مسلمان سمجھتے ہوں گے؟ اگر آپ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا تھانویؒ سے ایک مرتبہ بھی سُنا ہوتا کہ ممکن ہے مولانا احمد رضا خاں نے عشقِ رسالت کے غلبہ میں علماء دیوبند کی کسی ظاہری تعبیر پر گرفت کی ہو تو کیا آپ اس شیخ و مرشد کے حلقہ عقیدت میں رہ سکتے تھے۔

ہاں حضرت حکیم الاسلامؒ کے اس بیان سے یہ ضرور ثابت ہو رہا ہے کہ آپ بریلوی علماء کو علماء دیوبند کے جذبہ مخالفت میں حواسِ باختمہ سمجھتے تھے اور ان کی لالچنی باتوں کو بکواس سے آگے کسی اور درجے میں نہ لیتے تھے لیکن مولانا احمد رضا خاں کو جو آپ نے الشرب الغرت کی شان میں بدگلامی کا ترکب بتلایا ہے اس سے شاید ان کے ہاں ان کے لیے صفِ اسلام میں کوئی جگہ نہ رہی ہو۔ اور کوئی باخدا عالم الشرب الغرت کی شان میں بدگلامی کرنے والے کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا۔ مولانا احمد رضا خاں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا زبان استعمال کی ہے اسے ان کی اس عبارت میں ملاحظہ کریں جو جرم ۹۲ پر دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری

① اہل حق کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش اور ان کے متعلق لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کی ناجائز حرکت کوئی نئی چیز نہیں ہے ہمیشہ سے اہل باطل اور نفس پرستوں کا طریقہ رہا ہے.....^۱

② رضا خانیوں کا پر و پیگندہ غلط اور گمراہی میں ڈالنے والا ہے علمائے دیوبند پر رضا خانی جو بہتان تراشتے ہیں اس سے وہ حضرات بالکل بُری اور پاک ہیں۔ وہ لوگ کچے مسلمان اور سچے اہل سنت و الجماعت اور کچے تنفی ہیں۔ تو حمید خداوندی اور رسالت محمدی کے مبلغِ برکت کے محافظ اور انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث ہیں..... قرآن و حدیث اور فقہ کی خدمت کے زندگیاں وقف کیے ہوئے ہیں۔ علوم دینیہ کی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ لاکھوں علماء و حفاظ و قراء و مفسرین محدثین صدیقیہ مفتی اور مبلغین دنیا کے ہر ملک کے چبھے چبھے میں اسلام کی تبلیغ اور دین و مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں..... خدا کے ایسے مستقبل اور صالح بندوں اور دین کے سچے خادم اور نائبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر سمجھنا اور اسلام سے خارج تصور کرنا جہالت بے دینی اسلام دشمنی اور گمراہی کی دلیل ہے اور اپنی عاقبت خراب کرنا ہے..... (دیہ لوگ) اسلام کے دشمن اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ان کے دین کے ڈاکو ہیں۔^۲

③ مسلمانوں میں بھڑوٹ ڈالنے اور نا اتفاقی پیدا کرنے اور اپنی مطلب برابری کے لیے رضا خانیوں نے اہل حق کے مقابلے میں رضا خانی جماعت کی بنیاد ڈالی ہے اس کے علاوہ اور کوئی مقصد ذہن میں نہیں آتا۔^۳

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اکابر علماء دیوبند کی نظر میں بریلویت کیا ہے اور اس کا اہل حق کے مقابلہ میں طریق واردات کیا رہا ہے۔

اہل حق تو اپنی جگہ رہے خود حق تعالیٰ کے بارے میں احمد رضا خاں کی زبان ملاحظہ ہو۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے اس پر مولانا احمد رضا خاں وہ چیزیں شمار کرتے ہیں جو قدرت میں سہونی چاہئیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ زبان بولتے کچھ حیا نہ آتی۔

چاہئے تو جاہل ہے۔ ایسے کو جس کا سہکنا، جھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا، سستی، کمر جانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ نمخت کی طرح خود مغفول بننا۔ کوئی خیانت کوئی فضیلت اس کی شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے۔۔۔۔۔ اور یہی نہیں اپنے آپ کو بہلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے۔ زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر یا بندوق مار کر بھی خود کشی بھی کر سکتا ہے۔

پچھل اس وقت بھی امت چمک رہی ہے شیعوں کے ساتھ تو صحابہ کرام پر نزاع تھی، بریلویوں نے خود حضور ختمی مرتبت کو ہی اہلسنت کے دونوں گروہوں میں ایک متنازع شخصیت بنا دیا۔ یقین کیجئے اکابر علماء دیوبند کی نظر میں بریلویت حب رسول کے کسی جذبہ افراط کے باعث نہیں اٹھی یہ اہلسنت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لیے انگریز حکومت کی پیدا کردہ ایک چال تھی۔

وائے ناکامی متابع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس نیاں جاتا رہا

علماء دیوبند حاجی امداد اللہ صاحب کی نظر میں

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :-

آپ اس مضمون کو کہ بریلویت اکابر علماء دیوبند کی نظر میں کیلئے بالاستیعاب مطالعہ فرما چکے۔ اب اس سے آگے صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ خود علماء دیوبند ان بزرگوں کی نظر میں جن کے سامنے خود بریلوی علماء کی جہین عقیدت بھی خم رہی کیسے تھے؟ مولانا عبد السمیع رامپوری مؤلف انوارِ ساطعہ کی بریلویت تو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب انہیں اپنا بڑا بھائی لکھتے ہیں حضرت حاجی صاحبؒ کے ہی حلقہٴ ارادت میں سے تھے۔ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کو بریلوی نہ تھے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ہزاروں بریلوی آج بھی گولڑہ میں ان کے استاذ پر حاضر فرماتے ہیں۔ یہ پیر مہر علی شاہ حضرت خواجہ فیاض الدین صاحب سیالویؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکیؒ دونوں کے مشترک خلیفہ تھے اور دونوں کے فیض کے مجمع البحرین۔

جب آپ (حضرت حاجی صاحبؒ) پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے بھی شیخ ٹھہرے تو ظاہر ہے کہ ان کا نظریہ دوبارہ علماء دیوبند فرقہ بندی کی ہر آلائش سے پاک اور ہر سیاسی مذہب و جہد سے پاک ہو گا۔ حضرت حاجی صاحبؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے شیخ تھے اور ان تینوں بزرگوں نے فرقہٴ خلافت انہی سے لیا تھا۔ عقیدت مند ان دربارِ سیال شریف اور ہستانہ گولڑہ کی زبان جہاں دیگر خراجگانِ حقیقت اہلِ مشیت کی مدح سے کبھی تشک نہیں پڑتی وہاں حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر بھی ان کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ آئیے اب ہم گزارش کریں کہ یہ اکابر علماء دیوبند حضرت حاجی صاحبؒ کی نظر میں کیا تھے؟

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی نظر میں

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر کی تحریر فرماتے ہیں :-
 جو آدمی کہ اس فقیر سے محبت اور عقیدت رکھتا ہے مولوی رشید احمد صاحب سلمہ
 اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو جو تمام کمالات علوم ظاہری اور باطنی کو جامع
 ہیں بجائے میرے بلکہ مجھ سے بڑھ کر جانے، اگرچہ معاملہ برعکس ہے وہ بجائے
 میرے اور میں بجائے ان کے ہوتا۔ ان کی صحبت غنیمت جانی چاہیے ان جیسے
 آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں بلکہ
 آپ نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا :-

اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اسد کیلے کرایا تو مولوی
 رشید احمد اور مولوی محمد قاسم کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر آیا ہوں بلکہ

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی حضرت مولانا رومؒ سے تشبیہ

مولانا روم کی عبقری شخصیت سے کون واقف نہیں۔ آپ کی مثنوی میں قرآن کے اصول
 حکمت اس طریق سے سمونے گئے ہیں کہ کہنے والے پکار اٹھے :-

مثنوی مولوی معنوی بہت قرآن در زبان پہلوی

مولانا رومؒ کے مرید ہندی نے بھی آپ سے کہا اور پوچھا تھا :-

زندہ ہے مشرق تری گھٹار سے امتیں مرقی میں کس آزار سے

وہاں سے جواب ملا تھا :-

ہر ہلاک امت پیشیں کہ بود زانکہ بر جندل گمان بردند عود

حضرت حاجی صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسمؒ کو اپنی نسبت سے مولانا دم ٹھہرایا۔ اس میں یہ بات بھی چھپی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ آپ کے علوم سے بھی پورا مشرق جگمگا اٹھے گا جس طرح کسی وقت مولانا دم سے مشرق کو زندگی ملی تھی۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو علم کی زبان میں لسانی ولایت فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے ایک لسان عطا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شمس تبریزیؒ کو مولانا دم عطا ہوئے تھے جنہوں نے شمس تبریزیؒ کے علوم کو کھول کھول کر بیان فرمادیا۔ اسی طرح مجھ کو مولانا محمد قاسم صاحب لسان عطا ہوئے ہیں بلکہ

جناب امیر شاہ خان صاحب کہتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا۔
مولانا حق تعالیٰ کے اسمِ علیم کے ساتھ آپ کو خصوصی نسبت ہے اور اسی نسبت خصوصی کے یہ آثار میں جن کا یہ تجربہ اور شاہدہ آپ کو کرایا جا رہا ہے۔
حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ مولانا نے علوم و تحقیقات میں ایک سطح بھی نہیں لکھی تھی، اس وقت کون سا الباطن قرینہ موجود تھا جس سے اندازہ کیا جاسکے کہ اس کی تعبیر ہے اور ایسا ہونے والا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس میں حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا تذکرہ ہو رہا تھا اور ان کے مناقب بیان کیے جا رہے تھے حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

مولانا اسماعیل تو تھے ہی سہی ہمارے اسماعیل کو بھی دیکھیے۔

یہ صرف حضرت حاجی صاحبؒ کی ہی شہادت نہیں بلکہ وقت کے مسلم علماء اہل کتب اور اس

راہ کے مشہور راہبی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی نے بھی اس کی شہادت دی ہے کہ :-
مولانا محمد قاسم کو کمسنی ہی میں ولایت مل گئی تھ

یہ نہ سمجھا جائے کہ ان حضرات علماء نے حضرت حاجی صاحبؒ پر کوئی عمل کر رکھا تھا کہ اتنا بڑا اعلیٰ درجہ ان کا اس درجے میں منعقد ہو رہا ہے۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات کے بعد خود ان کی بھی یہ حالت تھی کہ یہ حضرات ان میں کھوئے گئے نظر آتے تھے۔ ورنہ وفات کے بعد تو عامل اور معمول بہ میں وہ بات نہیں رہتی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تو حضرت حاجی صاحبؒ کی زندگی میں سفر آخرت پر جا چکے تھے۔ اب آپ کی وفات پر حضرت گنگوہیؒ کا جال ملاحظہ فرمائیں حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :-

جس وقت حضرت گنگوہیؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات کی خبر ملی کئی مدد ترک
حضرت مولانا گنگوہیؒ کو دست آتے رہے اس قدر رنج اور صدمہ ہوا تھا کہ

حضرت گنگوہیؒ اپنے شیخ کی نظر میں

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے سلوک کی منزل ایک ہفتہ میں طے کی اور حضرت حاجی صاحبؒ نے آپ کو دُعائے کر فرمایا :-

اللہ تعالیٰ آپ کو کمزور ہات و دین سے محفوظ رکھ کر قرب مراتب و درجات عالیہ عطا فرماوے اور آپ کی ذات بابرکات کو ذریعہ ہدایت خلق فرمائے۔ آمین....
پھر لہر آپ کی کیفیات باطنی اور حالات مقدسہ سن کر روڑ کر وڑ کر شکر اللہ تعالیٰ کا بجالایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اور قرب کو ترقی بالائے ترقی بخشنے اور ہم بے بہروں کی نجات کا وسیلہ بناوے الخ۔
ایک اور خط میں لکھتے ہیں :-

لے کمالات رحمانی ۱۶ لے قصص الاکابر ص ۱۸ لے مکاتیب رشیدیہ ص ۱۸

آپ کو مبرور و مشک کی تعلیم کی حاجت نہیں کیونکہ آپ مجسمہ سرتاپا شکر ہیں۔ ہاں یہ دُعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو کمال اجر عطا فرمائے اور آپ کو تادیر اپنے بچوں کے سر پر زندہ رکھے اور آپ کے فیوض سے اہل اسلام کو مستفیض کرے۔ ایں دعا از ما و از روح الایمن آمین باد۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے بچے درجے کے متوسلین کے لیے کچھ ایسے طریقے بطور علاج بتویز کر رکھے تھے جن سے حضرت گنگوہیؒ کو یہ سیرا یہ فتویٰ اختلاف تھا۔ حضرت گنگوہیؒ حیانت شریعت کی خاطر ان کے فقہی تراز کے حق میں نہ تھے۔ اس پر بعض حاسدین نے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کچھ باتیں کہیں۔ اس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا :-

غزینی جناب مولوی رشید احمد صاحبؒ کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ و نعمت عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض برکات حاصل کریں کہ مولوی صاحبؒ موصوف جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض للہیت کی راہ سے ہیں ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں ہے پھر آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ :-

جو صاحب اس فقیر سے محبت و عقیدت و ارادت رکھیں وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو جو کمالات علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں میری جگہ بلکہ مدارج میں مجھ سے فوق سمجھیں، اگرچہ ظاہر میں معاملہ عکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھیں کہ ان کے ایسے لوگ اس زمانے میں نایاب ہیں۔

اسٹوس کہ بریلوی علماء یہاں پھر غلط راہ اختیار کرتے ہیں کہ یہ حضرت علم میں بہت ادا بچے تھے۔ حاجی صاحبؒ کو مغالطہ دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ بات یہ نہیں ہے حضرت حاجی صاحبؒ

ایسے موقوف پر جو بات کہتے تھے از روئے الہام کہتے تھے۔ آپ اپنے متوسلین کے لیے یہ اعلان فرماتے ہیں کہ :-

از فقیر امداد اللہ حبشی - بخدمت محبانِ مومن - ان دلوں بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے۔ اس میں یہ تحریر تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ بعض لوگ سوائے ظن رکھتے ہیں کہ ہم مولوی صاحب کو کیا سمجھیں؟ لہذا فقیر کی جانب سے مشہر کرادو اور طبع کرادو کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی فاضلِ حقانی ہیں سلف صالحین کا نمونہ ہیں جامع بین الشریعۃ والطریقۃ ہیں شب و روز خدا اور اس کے رسول کی رضامندی میں مشغول رہتے ہیں حدیث پڑھانے کا شغل رکھتے ہیں مولانا مولوی محمد اسحق صاحب کے بعد ہندوستان میں اس قسم کا فیض علم دین کا مولوی صاحب سے جاری ہوا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :-

میں نے جو کچھ ضیاء القلوب میں لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے میرا وہ الہام بدلا نہیں اور مجھ کو تم سے اللہ کے لیے محبت ہے اور جیسے اللہ کو بقاء ہے ویسی ہی جب فی اللہ کو بھی بقاء ہے تم بے فکر رہو مجھ پر ان شکایتوں کا کچھ اثر نہیں ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ کی فدائیت سب سے

زیادہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ میں پائی جاتی ہے۔ آپ ایک وعظ میں فرماتے ہیں :-

واللہ رحمت تھی حق تعالیٰ کی اس زمانے میں ایسے حضرات پیدا فرمائے۔ حضرت

(حاجی صاحبؒ) کی محبت کے وقت سے زیادہ مجھ کو مشنری شریف کی شرح

لکھتے وقت حضرت کے علوم و معارف کی قدر معلوم ہوئی وہاں آنکھیں کھلیں

حضرت ہی کے علوم ہی کی بدولت یہ دقیق کتاب سمجھ میں آئی ورنہ ناممکن تھا۔

۱۔ ماخوذ از الشہاب الثاقب ۲۔ الاضافات مجددہ ۳۔ حضرت تھانویؒ سے وغیرہ روح و روح

ایک مرتبہ فرمایا :-

ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ تو عالم بھی نہیں، پھر علماء ان کے پاس کیوں جاتے ہیں میں نے ایک مثال سے ان کو اس کی حقیقت سمجھائی میں نے کہا کہ ایک شخص تو ایسا ہے جس کو تمام مٹھائیوں کے نام یاد ہیں مگر کبھی کھانا نصیب نہیں ہوا۔ اور ایک شخص ہے جس کو نام تو کسی ایک مٹھائی کا بھی یاد نہیں لیکن ہر قسم کی مٹھائی اس کو مل جاتی ہے اور وہ دونوں وقت خرب پیٹ بھر کر اور مزے لے لے کر کھاتا ہے گو یا ایک تو محض صاحب الفاظ ہیں اور ایک گو صاحب الفاظ نہیں لیکن صاحب معانی ہیں۔ اب بتلاؤ وہ محتاج اس کا ہے یا یہ محتاج اس کا ہے۔ انہوں نے کہا واقعی یہی صاحب صاحب الفاظ محتاج ہے صاحب معانی کا۔ میں نے کہا کہ بس اس طرح ہم لوگوں کو تو مٹھائیوں کے صرف نام یاد ہیں اور حاجی صاحب مٹھائیاں کھاتے ہیں تو علماء جو حاجی صاحب کے پاس جلتے ہیں وہ مٹھائی کھانے کے لیے جلتے ہیں یہ سن کر کہنے لگے کہ یہ حقیقت مجھ کو آج تک کسی نے نہیں سمجھائی اب مجھ کو بالکل اطمینان ہو گیا۔^۱

حضرت حاجی صاحب مولانا تھانویؒ کی نظر میں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ حضرت حاجی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ کی حجت سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں :-

① حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے ایک محبت پیدا کیا تھا۔ ان کو اگر حجۃ اللہ فی الارض کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔^۲

② حضرت حاجی صاحب اپنے زمانہ میں حجۃ اللہ فی الارض تھے۔ جو علوم صدیوں سے مخفی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ظاہر فرمادیئے۔ ان کی سب سے بڑی دولت طریق تربیت تھا۔ کوئی آدمی ایسا نہ دیکھا کہ جس نے حضرت سے اپنی امتا بیان کی اور اس کی پریشانی زائل نہ ہو گئی ہو۔

③ حضرت حاجی صاحب اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے محقق تھے حضرت کی ذات بابرکات سے عالم کو بڑا فیض ہوا۔ بے شمار کم کردہ راسخوں کو راہ مل گئی حضرت کی بدولت فن سلوک کی درس گاہیں کھل گئیں۔ آپ کی دعا کی برکت سے صدیوں کا مردہ طریق زندہ ہو گیا اب صدیوں ضرورت نہیں ہے۔

④ حضرت اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے حضرت کی بدولت مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ جس سے چاہے اپنا کام لے لے۔ بظاہر دیکھنے میں تھانہ بھون کے ایک شیخ زادہ معمولی حیثیت کے معلوم ہوتے تھے مگر باطن اللہ کے نور سے معمور تھا۔

حضرت تھانویؒ اپنے مرشدِ کامل کی نظر میں

ایک دفعہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا اگر میں اب تھانہ بھون جاؤں تو کہاں ٹھہروں؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ اشرف علی کے یہاں ٹھہروں۔
اس میں اشارہ تھا کہ ہندوستان کے اب کے حالات میں میری رائے وہی ہوگی جو مولانا تھانویؒ کی ہوگی۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ لکھتے ہیں:-

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مع اپنی خالہ کے حضرت والا کے دورانِ قیام میں مکہ معظمہ

پہنچ گئی تھیں۔ خالہ صاحبہ نے حضرت حاجی صاحب سے حضرت والا کے متعلق عرض کیا کہ ان کے لیے صاحب اولاد ہونے کی دعا کر دیجئے۔ حضرت حاجی صاحب نے باہر آکر حضرت والا سے فرمایا کہ تمہاری خالہ صاحبہ مجھ سے دعا کے لیے کہتی تھیں کہ تمہارے اولاد ہو۔ سو دعا تو میں نے کر دی ہے لیکن بھائی میرا تو جی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم بھی رہو جو حالت میری ہے وہی حالت تمہاری بھی ہے۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ جو حالت

حضرت کو پسند ہے وہی حالت میں بھی اپنے لیے پسند کرتا ہوں یعنی بے اولاد رہنا۔ حضرت حاجی صاحب یہ سن کر بہت مسرور ہوئے۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کو حضرت والا سے کس درجہ خصوصیت تھی کہ ہر حالت کے اعتبار سے حضرت والا کی اپنے ساتھ مشابہت چاہتے تھے۔

ع تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔

حضرت تھانویؒ یہ بھی فرماتے ہیں :-

① میں حضرت حاجی صاحب سے رخصت ہو کر ہندوستان واپس آنے لگا تو فرمایا کہ وہاں بھی انشاء اللہ فیض پہنچتا رہے گا کیونکہ اصل فیض پہنچانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور شیخ محض واسطہ اور ان کے اسم ہادی کا مظہر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض زمان و مکان کی قید نہیں رکھتے۔

② حضرت حاجی صاحب نے بشارت دی تھی کہ تجھ کو دو چیزوں سے اللہ تعالیٰ مناسبت عطا فرمائے گا تفسیر اور تصوف۔ اب خیال ہوتا ہے کہ حدیث اور فقہ کے لیے بھی اگر دعا کرالیتا تو اس میں بھی معتد بہ مناسبت ہو جاتی۔ اب یہ جو کچھ ہے یہ سب حضرت ہی کی دعاؤں کی برکت ہے۔

② حضرت حاجی صاحب جب کسی مسئلہ کی تقریر کو ختم فرمالیتے اور کوئی شخص دوبارہ دریافت کرتا تو فرماتے اس سے (یعنی حضرت تھانویؒ) سے دریافت کر لیو یہ سمجھ گئے ہیں بے

③ حضرت حاجی صاحب جن کی علمی شان یہ تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ چار مسئلوں میں مجھ کو شرح صدر حاصل ہے۔ تقدیر۔ روح و وحدۃ الوجود۔ مشاہرات صحابہ۔ جو مسائل عظیمہ ہیں۔ ایسی شان دلے کو اس ناکارہ کی طرف ایسا متوجہ فرما دیا کہ اکثر حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اشرف علی سے سچ لیں۔

حضرت تھانویؒ سے حضرت حاجی صاحب کی نسبت اس عروج پر تھی کہ حضرت تھانویؒ کی بات کو آپ اپنی بات کہتے تھے۔ آپ کی کسی تحریر یا تقریر کو دیکھنے اور سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرماتے :-

جزاکم اللہ! تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی ہے

مرشد مستشرق کی آپس میں مناسبت کا یہ حال تھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ میا ختیر فرماتے :-

بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو گئے

اب آپ کے خطوط کی بعض عبارات سن لیں ان سے اندازہ ہو گا کہ حضرت حاجی صاحبؒ

کو حضرت تھانویؒ سے کس درجہ تعلق تھا :-

① محبت اور خیال آپ کا بیان کرنا حاجت نہیں دل کو دل سے راہ ہے۔

② آپ کے خط کا بہت انتظار تھا اور تعلق قلبی بھی زیادہ ہے۔

③ آپ کی خیریت و کیفیت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے تعلق خاطر ہے اللہ تعالیٰ

اپنی رضا و حفاظت میں رکھے۔

۴) آپ کے محبت نامہ کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ الحمد للہ عین انتظار میں پہنچا دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوا۔

۵) ہمیشہ خیال آپ کا رہتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو درجات علیا عطا فرما دے اور فیض آپ کا ہمیشہ جاری رہے۔

یہ حضرت تھانویؒ کے بارے میں پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوٹی کے مرشد کی رائے ہے۔ اب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے خلیفہ سابق شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور مولانا غلام محمد گھوٹویؒ کی رائے بھی پڑھ لیں۔

آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے پنجاب کے اہل علم حضرات سے حضرات علمائے دیوبند کے متعلق استفسار کیا تھا اور پھر ان کے جوابات آئینہ مذہب بریلویہ کے نام سے شائع کیے تھے یہ جوابات اب تک حضرت مولانا درخواستی کے پاس خانپور میں محفوظ رکھے ہیں حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی کا جواب یہ تھا:-

میرا اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ یہ سب حضرات علمائے ربانیتین اور اولیاء امت محمدیہ میں سے تھے۔ اختر کو بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے مگر اعتقاد یہی ہے اور اس اعتقاد کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصانیف کا مطالعہ اور استفادہ اور ان کا قبول عام ہے بالخصوص مولانا اشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتہم کی خدمات طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔

فقط ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

آج بھی آپ کو جاہل پیروں اور چند شرانگیز لاؤں کے سوا علماء دیوبند کے خلاف کبھی کوئی بات سنائی نہ دے گی۔ اہل اللہ اور ذاکر و شاعِل قسم کے بزرگوں کی آراء ہمیشہ علماء دیوبند کے ساتھ ہی ہیں

مہر علی شاہ کا وہ متوسط طبقہ جو تاریخ کے ہر دور میں افراط و تفریط کی دونوں راہوں سے بچ کر چلا ہے۔ پنجاب میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کا موقف اس میں مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب سے ہمیشہ مختلف رہا ہے۔

جناب پیر مہر علی شاہ کے خلیفہ ارشد مولانا غلام محمد گھوٹوی گڑھی کے مولوی محمد یار کو جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے محمد کی بشریت کا انکار کیا شیعوں لکھا ہے شیعہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں اہلسنت ایک ہو کر ہیں قصور محمد پر کثرت مولانا سید مبارک علی شاہ سہدائی نے اسی وقت گڑھی والے کے جواب میں رسالہ سید البشر لکھا۔ اس پر مولانا غلام محمد گھوٹوی نے جو تصدیق لکھی اسے ان کے اپنے سوادِ تحریر میں ملاحظہ فرمائیں :-

بسم الله الرحمن الرحيم محمد رسول الله اکبر، المجدل حق استر سادہ کو بلا ہوا
 پر ہے یہ رسالہ اہل اسلام کے مذہب کا صحیح تر کلمہ ہے تمام سچے مسلمان اسی عقیدے پر گھڑے ہیں اور
 بہر حال سچے مسلمان اس عقیدے پر ہیں جس خط جس کے تردید اس رسالہ میرا کر دے وہ دراصل غلط
 اور توحید بہت سے فرق ہیں ایک فرق حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کے برابر قرار دینا
 و خط مذکور پر ہے عقیدہ کاسر اور اس کی وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی میں نہیں آتا
 کہ انہی حضرت ائمہ اربعہ اگرچہ صوفیہ کلام فرقہ مبارک سے تعلق رکھتے ہیں مگر صوفیہ صوفیہ
 و انہی کا عقیدہ ہے حاشا دلائل صوفیہ و جود کا و انہی حضرت سید محمد علیہ السلام
 پر کتاب فصاحت میں بشریت کو خدایت الہیہ کا موقف کا نہ ہوا اور اسی مقصد کو مدد
 حاصل ہے کہ مذکورہ میرا فرق رسالہ میں بہت صحیح اور اس فرقہ کا وہ نام ہے جو
 مصنف کا جو فریضہ کا وہ اور انہی اس لکھنا کہ اس کا
 مصنف صاحب سے خدمت میں آئے تھے کہ اس خط کے تمام خط کو جمع کر کے رسالہ
 میں ان کے تردید کر دیتے ہیں یہی موزوں ہو گا غلام محمد گھوٹوی

پیر مہر علی شاہ صاحب کے پیر تو ایسے شخص کو شیعہ کہیں تو حضور کی بشریت کا منکر ہوا اور
 مولانا احمد رضا خاں کے پیر مولانا احمد سعید کاظمی اس محمد یار گڑھی والے کے دیوان محمدی کا مقدمہ
 لکھیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ گولڑہ شریف کے لوگ کسی پیر یاہ میں احمد رضا خاں کے معتقد ہو سکتے ہیں
 پنجاب کے کسی حصہ میں مولانا احمد رضا خاں کو جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کے برابر نہیں سمجھا جاتا۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ (۱۲۹۷ھ) اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۲۹۷ھ) کی وفات پر جو تحریری خط لکھا وہ اصل مکتوب ہمیں مخدوم محترم حضرت مولانا سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم سے مل گیا ہے ہم یہاں اس کا عکسی فوٹو ہدیہ قارئین کیے دیتے ہیں۔ تعارفی طور حضرت شاہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

سوادِ تحریر شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ

مندرجہ بالا الانامہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی قدس سرہ (۱۳۱۷ھ) کے خاتمہ عنبر شامہ کا سوادِ تحریر ہے۔ حضرت والا نے یہ مکتوب گرامی اُستاد الحدیث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرتِ آیات (۱۷ ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ) پر ان کے صاحبزادے حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب کے نام تحریر فرمایا ہے اس میں قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی وفاتِ مبارک (۱۲ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ) پر بھی غم و اندوہ کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ ۱۲۰ سال پہلے کی غیر مطبوعہ تحریر ہے یہ مکتوب مبارک حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری قدس سرہ کی اولاد و خاندان کے پاس محفوظ رہا۔ اس خاندان کے ایک فرد ہمارے شامل دوست جناب محمد سلیم الرحمن صاحب (ابن محمد عقیل الرحمن بن محمد خلیل الرحمن بن حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ) نے چند سال پیشتر اقمِ طور سے اس والانامہ کا تذکرہ کیا۔ بعد میں انھوں نے نکالِ مہربانی از خود یہ نادِ مکتوب ناچیز کو عنایت فرما دیا۔ فَخَرَاهُ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخِيَارِ۔ یہ متبرک امانت جناب سلیم الرحمن صاحب (مقیم لاہور) کے شکریے کے ساتھ عامر المسلمین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے یہ مکتوب مبارک پہلی مرتبہ اشاعت پذیر ہے۔

۱۵۔ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ ناچیز نفیس الحسینی لاہور

459/

[illegible]

خدا کا شکر ہے کہ پنجاب میں جتنا اثر و نفوذ حضرت خواجہ نظام الدین تواسی شریف والوں کا
یا حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب سیال شریف والوں کا یا خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف
والوں کا ہے مولانا احمد رضا خاں کانہیں اور ان تینوں حضرات کے ہاں علماء دیوبند کی اس درجہ
پذیرائی ہے کہ بریلویوں کے ہاں اس کا ادنیٰ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پنجاب میں صرف خٹابہ خاں
میں مولانا احمد رضا خاں اور ان کے متوسلین کی آواز سنی جاتی رہی۔ اس ایک محد و حلقے کے سوا
اس اہم صوبہ پاکستان میں اہل سنت و الجماعہ ہمیشہ سب مل کر چلے ہیں ختف الاخوان لاہور کی
بھی تیغ چھیڑا ب کُند ہے اور یہاں جو احترام و اکرام حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب عتیقہ حضرت حاجی
ابد اللہ صاحب کا پایا جاتا ہے وہ مولانا احمد رضا خاں کانہیں۔

عامہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ علماء دیوبند کے بارے میں کسی غلط فہمی میں
مبتلا نہ ہوں ان کے بارے میں جب کوئی رائے قائم کریں تو پیر مہر علی شاہ صاحب اور حضرت حاجی
صاحب کے بیانات کی روشنی میں کریں۔ سب غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ یہاں ہم
نے علماء دیوبند۔ اور دیوبند کے بارے میں حضرت حاجی صاحب کے ارشادات ہدیہ قارئین
کر دیئے ہیں۔

جن نیک بختوں کے نصیب میں مسلمانوں کے جوڑنے کی سعادت لکھی ہوگی وہ اہل تحریر سے
آخرت کی بھی سعادت پائیں گے اور یہاں ان کے خیال کے مطابق مسلمانوں میں
محبت و اخوت کی فضا پھیلے گی اور مولانا احمد رضا خاں کی درمیان میں طرخی کی ہوتی دیوار ٹکھنے
دھڑام سے نیچے آگرے گی۔

آسمان ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماں پا ہو جائے گی

عقائد خمسہ

عقائدِ خمسہ

الحمد لله وسلامٌ على عباده الذين اصطفى اما بعد :-

سلف میں جو عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے نام سے معروف تھے۔ ان میں اہل السنۃ کا اہل بدعت سے جلی اختلاف رہا ہے۔ معتزلہ و کرامیہ، مرجئہ و جہمیہ، وادافض و ثوالیح، قدریہ و جبرۃ اور طاحدہ و باطنیہ سب فرقے بدعت فی العقائد کے مجرم ہوئے اور انہوں نے اسلام سے عناد کی راہ سے نہیں الحاد کی راہ سے دودھ پی اختیار کی۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی مجرم معنی نہیں رہ سکتا۔ وہ عناد کی راہ سے جرم کا ارتکاب کرے یا اسعاد کی راہ سے جرم جرم ہے اور اخفت میں اس کی سزا آگ ہے۔

ان الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا أنحن یلقى فی النار خید
من یأتی أمنا یوم القیمۃ۔ (پہلے احم سجدہ آیت ۴۰)

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ہماری آیات میں کجی کی راہ چلتے ہیں وہ ہم پر معنی نہیں رہتے
کیا جو آگ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے تم
جو چاہو کہ تم رہے اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ سے کسی فرد یا طبقے کا الحاد معنی نہیں اور وہ اپنے بندوں سے کفر کے
ارتکاب پر راضی نہیں تو وہ اپنے نیک بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے کہ وہ اسلامی عقائد
کی سرحدوں پر پہرہ دیں اور حق و باطل کو کبھی غلط نہ بہرنے دیں۔ اعتقادی فتنوں کا پہلا مرکز
عراق تھا۔ یہیں سے شیطان نے سینگ نکالے تو اللہ رب العزت نے یہیں اہل حق کے امام
حضرت امام عظیم ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) کے دل میں بات ڈالی کہ فقہ اصغر (مسائل کے استخراج) سے

پہلے فقہ اکبر (عقائد کے تحفظ) کی فکر کریں اور آپ نے عقائد اہل سنت پر ایک نہایت مختصر اور جامع پمفلٹ لکھا جس کی بڑے بڑے علماء شرعیں لکھتے تھک گئے۔ لیکن حق یہ ہے کہ حضرت امام کی یہ دوسری صدی کی مختصر تالیف آج بھی عقائد کے ہر فرقے کے خلاف اسلام کی بانگ درلہنے۔ پھر اس راہ پر امام جعفر الطحاویؒ (۳۲۱ھ) بکھلے اور آپ نے عقیدہ طحاویہ لکھ کر عقائد اہل سنت کے گرد ایک اور حصار کھڑا کیا۔ اس کی بھی علمائے کبار نے شرحیں لکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آخری دور میں سعودی حکومت کو یہ توفیق بخشی ہے کہ اس نے عقیدہ طحاویہ کو پورے عالم اسلام میں اس محنت اور مہمت سے پھیلایا ہے کہ اسلاف میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اس زمانے کے بریلوی ابتداءً صرف بدعت فی الاعمال کے ملزم تھے بدعت فی العقائد سے اہل السنۃ والجماعۃ سے نہ گئے تھے۔ لیکن تعصب بے جا ضروریات دین میں تاویل اور امتداد زمانہ نے ان میں سے بہت کو اب بدعت فی العقائد کے محاذ پر لا کھڑا کیا ہے مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو مولانا عبد السمیع رامپوری (۲۰۰ھ) نے اہل السنۃ والجماعۃ سے فاصلہ اختیار کرنے کے لیے انوارِ ساطعہ کے نام سے جو کتاب لکھی وہ صرف بدعت فی الاعمال کی راہیں ہموار کرنے کے لیے تھی۔ ہنوز بریلویوں نے بدعت فی العقائد کا محاذ نہ بنایا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی اہل السنۃ والجماعۃ کے مدرسہ دیوبند سے فاصلہ اختیار کرنے کے لیے ان پر چند عبارات کے بے جا الزامات لگائے۔ تاہم اہل السنۃ والجماعۃ سے عقائد کے فاصلے وہ بھی قائم نہ کر سکے۔ علماء دیوبند سے کوئی ایسے اختلافات وہ سامنے نہ لاسکے جنہیں علماء دیوبند بھی تسلیم کر سکیں۔ اور وہ واقعی اختلافات ہوں محض الزامات نہ ہوں۔

تاہم یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء حق اہل السنۃ والجماعۃ سے مکمل علیحدگی کے لیے اپنے طریقے کو ایک نئے دین و مذہب کے طور پر پیش کیا اور ان کے معتقدوں اور شاگردوں نے ان کے بعد اپنے عقائد کے ایسے محاذ بنائے کہ بریلوی جماعت مستقل طور پر اہل السنۃ والجماعۃ سے کٹ گئی اور آج ان کا نتیجہ اور اس کے خواہشی مرکز اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں خلاف

قانون قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اب بریلویوں کو اہل سنت و الجماعتہ سے جن عقیدوں میں اختلاف ہے ان میں یہ پانچ عقیدے سرفہرست ہیں۔۱۔

- ۱۔ توحید واجب ۲۔ عقیدہ نور ۳۔ عقیدہ حضور و منظور ۴۔ عقیدہ توفیق
- ۵۔ علم غیب ذاتی کی عطا۔

اس سب لہ ہدایت مقالہ میں ہم ان پانچ عقیدوں کی باری باری تفصیل کریں گے تا معلوم ہو سکے کہ عہد حاضر کے بریلوی لوگ اہل سنت و الجماعتہ سے کتنی دور جا کھڑے ہوئے ہیں۔ پہلے یہ لوگ بھی کسی نہ کسی درجے میں اہل سنت تھے مگر بریلوی مولویوں نے جب عوام کو ان کے شرک و بدعت پر ٹوکنے کی بجائے انہیں علمی استناد مہیا کرنا شروع کر دیا تو یہ تاویل کے گہرے پانی میں اتنے دور چلے گئے ہیں کہ اب اہل سنت و الجماعتہ کے آئینہ میں ان کا چہرہ کہیں نظر نہیں آ رہا۔ اور اس کا ظاہری نشان یہ ہے کہ یہ لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پہنچ کر بھی وہاں کی باجماعت نمازوں کا محروم واپس لوٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان اصلی فاصلوں کو جاننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو لوگ اس مہلک میں جا گھسے ہیں انہیں قریب اور جو راجع الی الحق کی توفیق دے۔ مگر تجربہ شاہد ہے کہ بدعتی کو تو یہ کی توفیق بہت کم نصیب ہوتی ہے۔ ابن عساکر الدمشقی (۵۱۷ھ) لکھتے ہیں :-

قيل ان توبة البدعي غير مقبولة وفيه الى الحق بعد الضلال
ليست بمعاملة له

اس تحریر سے ہمارا مقصد اپنے بچے بھائیوں کی دلآزاری یا تردید نہیں انہیں پھر اہل سنت و الجماعتہ کے پیٹ فارم پر لانے کی ایک علمی اور مذہبی کوشش ہے۔ ہمارے بریلوی بھائی اگر ایک ہی بات سمجھ لیں کہ دین وہ ہے جو پہلوں سے آئے علماء کا کام مسئلے بتانا ہے مسئلے بنانا نہیں تو آج بھی یہ خلیج بڑی آسانی سے پاٹ سکتی ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

لہ تبیین کذب المنقری ص ۴

پکار ما فوق الاسباب

پکار فوق الاسباب

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :

جہاں کا کاروبار اسباب سے وابستہ ہے

اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کا سارا سلسلہ اسباب سے وابستہ فرمایا ہے۔ سچہاں کی گود میں ہو اور اسے کوئی تکلیف پیش آئے تو وہ ماں کی طرف دوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ماں کو اس کی ضروریات پورا کرنے کے لیے سبب بنایا ہے اور ماں کی یہ مدد تحت الاسباب شمار کی جائے گی۔ پھر جو تکالیف ماں سے بھی دور نہ ہوں تو وہ اپنے باپ کی طرف رجوع کرے گا اور جہاں باپ بھی اس کے درد کا دواں نہ ہو سکے وہ حاکم کی طرف رجوع کرے گا اور جہاں حکام بھی اس کے کام نہ سکیں اور جملہ اسباب اس کی ضروریات پوری نہ کریں تو پھر اس کی روح اندر سے جاگ پڑتی ہے اور ایک ذات ہے جسے وہ فوق الاسباب پکارتا ہے اور اس ایک کے سوا کوئی نہیں جسے فوق الاسباب پکارا جائے۔ پکار فوق الاسباب یہ صرف اللہ کے لیے ہے۔ وہی ہے جو دور و نزدیک سے ہر ایک کی سنتا ہے اور جو چاہے کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس وقت اس کی یہ پکار اس کے عقیدہ توحید کا مظہر اور نتیجہ ہے۔ جو شخص اللہ رب العزت کو وحدہ لا شریک یقین کرے گا وہ اس ایک ذات کے سوا کسی کو فوق الاسباب نہ پکارے گا۔ اگر کوئی کسی اور کو فوق الاسباب پکارے تو یہ اس نے اللہ رب العزت کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا۔

کسی دوسرے کو فوق الاسباب پکارنا شرک ہے

یہ پکار فوق الاسباب ہی وہ نقطہ اختلاف ہے جس پر مشرکین تو حید کے قائلین سے جدا ہوتے ہیں۔ دو خدا کے عنوان سے کوئی کبھی موحدین سے جدا نہیں ہوا۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اب تک کوئی مشرک دد برابر کے خداؤں کا قائل نہیں گزرا۔ جو بھی شرک کی تار ایک وادی میں گرا بڑے خدا کے ایک ہونے کے اقرار کے ساتھ۔ اور یہ اس طرح کہ اس نے تصور کر لیا کہ یہ اس کے چھوٹے معبود بڑے خدا کی عطائی قوتوں سے اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرتے ہیں وہ اپنے نفع و نقصان کی امیدیں ان سے لگائے رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ کوئی شرک نہیں کر رہا بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ ان بزرگوں کو مصیبت زدگان کی مدد کے لیے پہنچنے کی طاقت خدا نے دے رکھی ہے اور ان کی پاک روحیں اس طرح فوق الاسباب مصیبت زدہ کی مدد کے لیے پہنچتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔

اسلام میں جس طرح عبادت کے لائق ہونا صرف اللہ رب العزت کی شان ہے فوق الاسباب کسی کی مدد کو پہنچنا یہ بھی بس اسی کا کام ہے۔ قرآن پاک کی تعلیم ہے کہ ہم عبادت بھی اسی ایک کی کریں اور فوق الاسباب مدد بھی صرف اسی ایک سے مانگیں۔

اَيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔

ہم تجھی ایک کی عبادت کریں اور تجھ سے ہی (فوق الاسباب) مدد مانگیں۔

بریلوی لوگ عبادت میں تو اقرار کرتے ہیں کہ ایک خدا کے سوا کوئی اس کے لائق نہیں لیکن قبروں سے مدد مانگنے اور اپنے نفع و نقصان کی امیدیں باندھنے

میں وہ باقی مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہیں اور یہ شرک کی وہ گہری دلدل ہے جس میں یہ دھنستے چلے جا رہے ہیں اور جو بھی انہیں اس دلدل سے نکالنے کی کوشش کرے اسے کہتے ہیں کہ یہ بزرگوں کو نہیں مانتا ان قبروں والوں کا بے ادب ہے اور گستاخ ہے۔

عزیزانِ مَن! بات اس طرح نہیں یہ جن بزرگوں کے مزارات ہیں یہ سب اپنی عقیدوں پر تھے جنہیں آج تم دیوبندی عقائد کہتے ہو یہ حضرات شرک سے کوسوں دُور تھے آپ کو یقین نہ آئے تو ان حضرات کی لکھی کتابیں پڑھیں۔ یہ اس وقت بھی ان تمام کاموں سے سیرا ہیں جو ان کی قبروں پر یہ بریلوی کر رہے ہیں اور ان کے نام کی دہلی دے رہے ہیں۔

اے ملتان! حضرت شاہ بہاء الحق کے دربار پر جائیں تو آپ کو دُور سے ہی آوازیں سنائی دیں گی۔ شاہ بہاء الحق میرا بڑا دھک۔ قصور حضرت پہلے شاہ کے مزار پر حاضری دیں تو وہاں بھی حاجت مندا اپنی حاجتیں لیے مزار کے سامنے کھڑے نظر آئیں گے۔ لاہور آئیں تو حضرت علی ہجویری کے مزار پر آپ کو یہی نقشہ ملے گا۔ پاکپتن جائیں تو مزار سے باہر بیٹھے ملنگ آپ کو دکھائی دیتے ہی حضرت باوا فرید الدین سے فریادیں کرتے سنائی دیں گے۔ ہر علاقے ہر شہر اور ہر بستی میں یہ بزرگوں کی قبریں ہیں جہاں پکار فوق الاسباب کی صدا میں لگی ہیں اور پھر وہاں ان قسمیں کھانیوالوں کی بھی کوئی کمی نہیں جو اپنے ہر بول پر یہ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہماری دین و دنیا کی حاجتیں تو انہی قبروں نے پوری کی ہیں۔

پکار فوق الاسباب صرف خدا کے لیے ہے

قرآن کریم میں پکار فوق الاسباب بندے کی اپنے معبود سے وابستگی بتائی گئی

ہے۔ جب اس نے کسی کو فرق الاسباب پکارا تو گویا اس نے سے اللہ (معبود) مان لیا۔ قرآن کریم کہتا ہے :-

① قُلْ اِنَّمَا اَدْعُو رَبِّي وَلَا اشْرِكُ بِهِ اَحَدًا۔ (پ ۲۹ الجن ۲۰)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں میں تو اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

② وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ

عند رَبِّهِ۔ (پ ۱۱۴ المؤمنون ۱۱۴)

ترجمہ۔ اور جو کوئی خدا کے ساتھ کسی اور الہ کو پکارے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں سو اس کا حساب اس کے پروردگار کے ہاں ہوگا۔

③ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ۔ (پ ۶۸ الفرقان ۶۸)

ترجمہ۔ اور جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔

④ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَنُكَونَ مِنَ الْمَعَذِبِينَ۔

(پ ۲۱۳ الشعراء ۲۱۳)

ترجمہ۔ اور آپ اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکاریے ورنہ آپ بھی پکڑیں آجائیں گے۔

⑤ قُلْ اُنْدَعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا۔ (پ ۱ الانعام ۱)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں کیا ہم مسلمان اللہ کے سوا کسی ایسے کو پکاریں جو ہمیں نہ کوئی نفع دے سکے نہ نقصان ؟

اس سے صاف پتہ چلا کہ پکارا جانے کے لائق وہی ہے جو ہمارے نفع و نقصان کا مالک ہو۔

⑦ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ رَبِّكَ
ترجمہ۔ اور جن کو یہ (مشرکین) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا
نہیں کر سکتے وہ تو خود پیدا شدہ ہیں۔

معلوم ہوا کہ پکارنے کے لائق صرف وہی ایک ذات ہے جس میں دوسروں
کے پیدا کرنے کی طاقت ہو۔ پھر اسی سورت میں آگے فرمایا :-

⑧ وَیَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا فِي السَّمَوَاتِ وَ
وَالْأَرْضِ شَيْئًا۔ (پہلا انجیل ۸۶)

ترجمہ۔ اور وہ ایک اللہ کے بعد ان کی بھی عبادت کرتے ہیں جو ان کے
لیے آسمانوں اور زمینوں میں کسی رزق کے مالک نہیں۔

یہاں پکارنے کا لفظ نہیں عبادت کرنے کا لفظ ہے۔ اس سورت کی آیت
۲ میں اس کو یَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات کھل
کر سامنے آتی ہے کہ پکار فوق الاسباب ایک عبادت ہے اور بندہ جب اسے
فوق الاسباب پکارتا ہے تو گویا وہ اپنے کو عاجز کر رہا ہے اور اس کی عبادت کر
رہا ہے۔

⑧ إِنَّمَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ (پہلا الاعراف ۲۷)

ترجمہ۔ اور فرشتے کہیں گے کہاں گئے وہ تم جن کو اللہ کے سوا
پکارتے تھے ؟

⑨ قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضَّرِّ

عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا۔ (پہلا بنو اسرائیل ۵۶)

ترجمہ۔ آپ کہیں اللہ کے سوا تم جن کو معبود بنائے بیٹھے ہو ان کو پکار د
دیکھو وہ تم سے ہرگز کستی تکلیف کو دور نہ کر سکیں گے اور نہ اسے کچھ

بدل سکیں گے۔

معلوم ہوا پکارنے کے لائق وہی ہے جس کے ہاتھ میں حالات بدلنے کی قوت ہو اور وہ انسان کے نفع و نقصان کا مالک ہو جن کو یہ مشرکین پکارتے ہیں وہ تو انسانوں کی موت و حیات یا نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

⑩ امن یحبیب المصطر اذا دعاه ویکشف السوء..... ع اللہ

مع اللہ - (بٹ النمل ۶۱)

ترجمہ۔ کون ہے جو کسی بے قرار کی سنے جب وہ اسے پکارے اور وہ اس کے دکھ کو دور کرے..... کیا اللہ کے سوا کوئی اور

بھی اللہ ہے۔

قرآن کریم کی یہ دس آیتیں پکار کر کہہ رہی ہیں کہ پکار فوق الاسباب کے لائق صرف ایک اللہ ہے وہی ہے جو پکارنے والے کے دکھ کو دور کر سکتا ہے اور وہی اللہ (معبود) ہے جسے فوق الاسباب پکارا جائے اور وہ کسی دکھی اور غمزدہ کی پکار سُن سکے۔

منہایت تعجب کی بات ہے کہ بریلوی خدا کے ایک ہونے کے دعوے میں تو ہمارے ساتھ ہیں لیکن جب پکار فوق الاسباب کی بات آجائے تو ان کی نظریں ہچانک ان قبروں کی طرف پھر جاتی ہیں جو ان کے تصور میں اپنے اپنے علاقے میں ایک بڑے خدا کی نگرانی میں بریلویوں کی حاجت روائی کر رہی ہیں — اس اختلاف پر اس جہت سے نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بریلوی دوستوں نے ابھی تک اسلام کے عقیدہ کو حید کو نہیں سمجھا۔ ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسی ایک کے فوق الاسباب پکارا جانے کے لائق ہونے میں کوئی تغافل محسوس نہ کرتے اور نہ ملا کہتے کہ جو فوق الاسباب پکارا جانے کے لائق ہے وہ

وہی ایک ہے جو ہم سب کا خدا ہے اور وہی ایک ہے جو عبادت کے لائق ہے اور وہی ایک ہے جسے ہم فرق الاسباب پکار سکتے ہیں اور وہ ہم بے کسوں کی سنتا ہے اور ہمارے دکھ دور کر سکتا ہے۔

جب کوئی سبب اور ذریعہ دکھائی نہ دے

سلسلہ اسباب ٹوٹنے کی کامل ترین صورت وہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کو پیش آئی رات کی تاریکی ذرائع کو آنکھوں سے اوجھل کرنے کے لیے کافی تھی پھر زمین کے اُدھر انسان کو کوئی سبب سچائی دے سکتا ہے لیکن دریا کی تاریکی میں نظر کہاں جائے اور وہاں بھی کھسے طور پر نہیں آپ مچھلی کے پیٹ میں تھے اسباب اور ذرائع کے ٹوٹ جانے کا اس سے زیادہ واضح منظر کیا ہوگا؟ کوئی ذریعہ اور سبب نہ ہونے کے اس حال میں اور ان تہ درتہ اندھیروں میں حضرت یونس علیہ السلام مدد کے لیے کس کو پکارتے ہیں؟ پکار فوق الاسباب کی اس سے زیادہ دلاویز تصویر اور کیا ہوگی۔ قرآن کریم میں ہے:-

وَإِذَا النُّونُ إِذْ دَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ هَ فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ هَ وَكَرِهَا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ هَ فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَهَبْنَا لَهُ مِخْيَاطًا وَأَصْلَحْنَاهُ زَوْجَهُ هَ أَهْلَكَ كَانُوا بِأَرْحُوفٍ فِي الْخَيْلِ وَبَدَعُوا نَارَ غَيَا وَرَهْبًا وَكَانُوا الْمُنَافِسِينَ هَ رَبُّكَ الْأَنْبِيَاءَ

نوح علیہ السلام نے فرق الاسباب کس کو پکارا تھا؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرق الاسباب کس کو پکارا یہ اس آیت سے پہلے بیان ہو چکا اب اس مچھلی والے کی پکار فرق الاسباب بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آیات مذکورہ کا ترجمہ پڑھیے:-

ترجمہ۔ اور یاد کیجئے اس مچھلی والے کو۔ جب وہ غصہ میں نکلا۔ اس نے سمجھا کہ ہم
 اس بستی کے بلبر، اس پر کوئی دار و گیر نہ کریں گے۔ پھر اندھیروں میں اس
 نے آواز دی کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے ہر کمزوری
 سے میں قصور وار تھا۔ پھر سن لی ہم نے (اس کی پکار) اور اسے اس غم
 سے نکالا اور اسی طرح (فوق الاسباب) ہم مومنین کو بچاتے ہیں۔ اور ذکر کیا
 کو بھی یاد کیجئے جب اس نے پکارا اپنے رب کو اور بخشا ہم نے اس کو سچائی
 اور اچھا کر دیا اس کے لیے اس کی زوج کو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں
 میں پہل کرتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو اُمید اور خوف میں گھرے ہوئے
 ہمارے آگے وہ (اپنی) عاجزی ظاہر کرتے رہے۔

پکار فوق الاسباب کی مثال دریا کے پیٹ اور پھر مچھلی کے پیٹ سے آواز دینے
 سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ حضرت زکریا کی بیوی الگہ بانجھ نہ ہوتی تو بیٹے کی پیدائش اسباب
 عادیہ میں سے تھی اور اب جبکہ آپ پر بڑھاپا غالب ہے ہڈیاں کمزور پڑ چکیں سرفیدی
 کے شعلے مار رہا ہے بیوی بانجھ ہو چکی ان حالات میں آپ کی اللہ رب العزت کے حضور بیٹے
 کی پکار واقعی پکار فوق الاسباب ہے۔ یہ صرف ایک دہائیوں کی بات نہیں اس سورت کا
 نام ہی سورۃ الانبیاء ہے۔ سو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ تمام انبیاء کرام فوق الاسباب
 صرف اسی ایک کو پکار رہے ہیں اور حضرت یونس نے اس فوق الاسباب پکار میں اللہ رب العزت
 کو معبود کہہ کر ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ بات کھلے طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ پکار فوق الاسباب
 واقعی ایک عبادت ہے اور جو شخص اپنی کسی مصیبت میں اسباب عادیہ سے بالاکسی ولی یا
 نبی کو پکارتا ہے وہ اسے خدا کے ساتھ شریک کر رہا ہے کہ اس کا جو معاملہ صرف ایک
 رب سے ہونا چاہیے تھا اس نے وہ ان ولیوں اور نبیوں سے قائم کر رکھا ہے حضرت
 زکریا نے بھی جب فوق الاسباب اپنے رب کو پکارا تو اسے رب کہہ کر پکارا کہ شانِ الوہیت

اور شانِ ربوبیت صرف ایک ذات ہے، اور یہ اس کا حق ہے کہ اسے فوق الاسباب پکارا جائے۔

مشرکین پر شرک کا حکم کیسے لگا

مشرکین پر شرک کا حکم صرف اس پیرایہ میں نہیں لگا کہ وہ بتوں درختوں پتھروں یا آگ اور پانی کی عبادت کرتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کی فوق الاسباب پکار کو بھی ایک پیرایہ عبادت قرار دیا ہے اور مشرکین کے اس عمل کو شرک کہا ہے۔

دیکھئے پ الانعام ع، پکا الحج ع ۱۰، پکسبار ع ۳، پک الزمر ع ۴، پک الاحقاف ع ۱۰ قرآن کریم میں بیسیوں مقامات میں مشرکین کا شرک یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ اپنی مشکلات اور مصائب میں اور اپنے نفع و نقصان میں اپنے بزرگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے اللہ رب العزت نے ان کی اس فوق الاسباب پکار کو شرک قرار دیا ہے :

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ

ان تدعوهم لا يسمعوا دعاءكم ولو سمعوا ما استجابوا لكم ويوم القيمة

يكفرون بشركم ولا ينبئك مثل خبير۔ (پک الفاطر ع ۲)

ترجمہ یہ اللہ ہے رب، تمہارا اسی کی بادشاہی ہے، اور جن کو تم اس کے سوا اپنے نفع و نقصان (فوق الاسباب) پکارتے ہو وہ گٹھلی کے ایک پھلکے کے پیدا کرنے کے بھی مالک نہیں بنائے گئے۔ اگر تم ان کو پکارو وہ تمہاری پکار نہ سن سکیں گے اور سن بھی لیں تو تمہاری بات کو نہ پہنچ سکیں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے اس شرک سے لا تعلقی ظاہر کریں گے اور تجھے کوئی یہ نہ بتا سکے جیسا کہ اللہ خبر تمہیں بتلا رہا ہے۔

اس آیت میں ان مشرکین کے اپنی تکالیف اور مصیبتوں میں اس فوق الاسباب پکارنے کو صریح طور پر شرک کہا ہے۔

پکار فوق الاسباب عقیدہ توحید کا جزو ہے

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم اس پکار فوق الاسباب کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے اسلام کے عقیدہ توحید کو کچھ بیان کر دیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح انسان عبادت کے لائق صرف ایک خدا کو جانتا ہے وہ فوق الاسباب مدد کے لیے بھی صرف اسی ایک کو پکارے اور وہی ایک ہے جو ہر ایک کی فریاد فوق الاسباب دور اور قریب سے برابر سنتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے۔

بریلویوں کی تاویل کہ بڑا خدا تو واقعی ایک ہے لیکن اس کی عطائی قوتوں سے ہر علاقے میں کچھ قبریں ہیں جو انسانوں کے نفع و نقصان موت و حیات اور تندرستی اور بیماری کی مالک ہیں اور وہ بڑے خدا کی عطا سے بریلویوں کی مدد کو پہنچتے ہیں یہ ہرگز صحیح نہیں۔

عالمی حیثیت میں بریلویوں کا یہی تعارف ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ہے :-

اور چونکہ آپ حاضر و ناظر۔ عالم الغیب اور نور ہیں اس لیے بریلوی حضرات کے نزدیک آپ سے مدد مانگنا۔ آپ کو پکارنا اور یارسول اللہ کا نعرہ لگانا جائز ہے آپ کو مدد کے لیے جو پکارتا ہے اس کی آپ سنتے ہیں اور مدد کو پہنچتے ہیں بلکہ

اب ہم اسلام کے عقیدہ توحید کو کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ اس روشنی میں شاید ہی بریلوی آپ کو کہیں نظر آئیں۔ تاہم اس سے ہمارے

قارئین! آسانی سمجھ پائیں گے کہ بریلویوں کے عقیدہ توحید میں اور مشرکین مکہ کے عقیدہ توحید میں شاید ہی کوئی فرق ہو۔ البتہ یہ امتیازی شان جو قرآن میں ذکر کی گئی ہے، آپ کو ان میں تو ملے گی لیکن ان کو آپ اس حال میں بھی کسی نہ کسی بزرگ سے اپنا بڑا پار کر اتے پائیں گے۔ قرآن کریم میں ان کے اخلاص کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ:-

فَاذْكُرُوا الْفَلَكَ دَعَا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ .

(آل العنکبوت، ۶۵)

ترجمہ: سو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو ایک اللہ کو ہی پوئے
اخلاص سے پکارتے ہیں۔

مگر ان کی کشتی جب کہیں گھر جائے تو یہ اس وقت بھی اہل مزار کو پکارتے
ہیں خدا کو نہیں۔

بگرداب بلا افتاد کشتی مدد کن یا معین الدین چشتی

ترجمہ: میری کشتی بلاؤں کے بھنور میں گھر چکی ہے اے خواجہ معین الدین میری مدد فرمائیں

وہا نا اشرع فی البیان وہو المستعان وعلیہ التکلان

اسلام کا عقیدہ توحید

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :

الباب الاول۔ اہلسنت کا عقیدہ توحید

اسلام کا سب سے اہم اور ممتاز عقیدہ توحید باری تعالیٰ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان ہے اور یہی فطرت کی وہ صلا ہے جس کے سامنے دنیا کی تمام قوتوں نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اسلام کے اس عقیدے نے ہندوستان کی قدیم اقوام کو وہ اجرام فنیکی پوجنے والے ہوں یا آگ اور پانی کے پوجنے والے — چینی ہوں یا بدھ — ہندو ہوں یا اور کوئی مشرک قوم، تاریخ کے ایک مختصر دور میں اپنی ملاقائی اصل سے دور اور اسلام کے عقیدہ توحید سے پُر نور کر دیا تھا اور پھر جب صبر بھی وہ مسلمان اپنی اس فطری صدا کو لے کر گئے مقبولیت عامہ نے ان کے قدم چڑھے اور دیکھتے دیکھتے اسلام ہندوستان کا ایک عظیم مذہب بن گیا اس کا طرہ امتیاز یہی عقیدہ توحید تھا جس نے ہندوؤں کو مجبور کیا کہ وہ سناتن دھرم میں ترمیم کریں ہندوستان میں آریہ سماج نے جنم لیا یہ وہ دور ہے کہ ابھی اسلام اور دوسرے جاہلی مذاہب کے اختلاط سے مسلمانوں میں نئے نئے فرقے نہ بنے تھے جو صحیح پیر اسلام بننے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے عقیدہ توحید کو اس کے اصول و فروع اور احکام و رموز سے پہچانیں اور علم و عمل کا کوئی ایسا پیرایہ اختیار نہ کریں جس سے اسلام کا یہ چشمہ گدلا ہونے کے خطرہ میں ہو۔

اس وقت ان مباحث میں ہمارا رخ غیر مسلم قوموں کی طرف نہیں ہے۔

ہمارے پیش نظر زیادہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے مدعی ہیں اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر مانتے ہیں اور تاریخ کا اپنا امتیازی نام اہل السنۃ والجماعۃ دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ اس پر ناز کرتے ہیں۔ لیکن زمانے کی بوقلمونی اور مغربی سیاست کے سائے انہیں کہاں سے کہاں لے آئے ہیں یہ بات آپ پر آگے کھلے گی۔

② اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا بیان

اللہ تعالیٰ ایک ذات ہے اور اس کی کئی صفات ہیں وہ ذات واجب ہے اور اس کے سوا جو ہے وہ ممکن الوجود ہے کہ نہ اس کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا ضروری ہے لیکن ذات واجب کے بارے میں ایسے تصور کو کوئی راہ نہیں۔ واجب الوجود صرف اسی کی ذات ہے اور باقی ہر چیز کے وجود میں صرف اسی کا ہاتھ ہے۔ ہم سب اپنے وجود اور بقا میں اس کے محتاج ہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے اسے کسی کا احتیاج نہیں۔ بادشاہ اپنی حکومت چلانے میں وزیروں اور اپنے عملے کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ وہ خود بھی تو ایک انسان ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنا نظام چلانے میں کسی کا محتاج نہیں یہ اس کی حکمتیں ہیں کہ اس نے فرشتوں اور انسانوں کو اپنے اپنے کام پر لگا رکھا ہے۔ کائنات کا نظام چلنے میں اس کی صفات کا ظہور ہے اور اس کے اسماء حسنیٰ کی مطابقت سے یہ کائنات کے کارخانے چل رہے ہیں۔ قرآن کریم کی رُود سے غنی صرف اسی کی ذات ہے۔ ہم سب فقراء ہیں اور اس کے محتاج اور سرپا احتیاج۔

علیٰ حسب السماء تجری امورہم وحکمۃ وصف الذات للحکم اجرت

یہ صفات اس کی ذات کا غیر نہیں اور یہ کائنات ان کا ظہور ہے۔ یہ بتلا رہا ہے کہ وہ ایک ہے جس کے بے شریک ہمتوں میں کائنات کی تدبیر ہے۔ یدبر الارض من السماء الی الارض اس کی شان ہے۔ اس کی ذات ایک ہے اور ایک بطور ایک ہے بطور ایک یونٹ کے نہیں۔ عیسائی خدا کو ایک یونٹ کے طور پر ایک مانتے ہیں جس میں بتین اقنوم ہیں اس لیے ان کا عقیدہ تو حید کہلاتا ہے

یعنی اسلام کی رو سے اللہ رب العزت ایک ذات ہے اور ہم سب اس کی میں یقین کرتے ہیں۔ رہیں اس کی صفات تو وہ متعدد نہیں۔ لیکن وہ سب ایک پیرائے میں ہیں اس کا غیر نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس کی صفات ہیں اور اس کے افعال میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کی ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو اسباب سے بسایا ہے۔ انسانوں کی عام ضرورتیں اسباب پوری ہوتی ہیں اور انسان ان اسباب کو صحیح طور پر ترتیب دینے اور ان کے ذریعہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے میں دن رات کام کر رہے ہیں لیکن بارگاہ نہیں ایسے حالات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اسباب سب رہ جاتے ہیں اور وہ سراپا عیلاج ایک بے بس قالب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں انسان ایک ایسی ہستی کی طرف دیکھتا ہے جسے وہ فوق الاسباب آواز دے سکے وہ سامنے نہ بھی نظر آئے تو وہ اسے پکارے کوئی سننے والا نہ ہو تو بھی وہ اسے آواز دے ایمان ہے جو اس بے سہارا کو سہارا دے رہا ہے اور بتلاتا رہا ہے کہ کوئی سننے والا ہے اور اسے کھینے والا ہے۔ یہ فوق الاسباب استمداد اس ایک ذات سے ہی متعلق ہو سکتی ہے جس کا کوئی شریک نہ ہو۔ انسان تمام دنیوی اسباب کو اس کے ماتحت سمجھے

اور وہ خود کسی سبب اور واسطے کے ماتحت نہ ہو۔

جو انسان کسی ایسی ہستی پر اعتقاد نہ رکھتا ہو جسے وہ اسباب سے بالا ہو کر بھی پکار سکے تو وہ زندگی کے مایوس لمحوں میں سراپا موت ہو گا اسے اس زندگی میں زندہ نہ سمجھا جاسکے گا۔ یہ صرف امید کی ایک کرن ہے جو اُس کا رخ اللہ رب العزت کی طرف پھرتی ہے اور وہ اس میں جی کر جیتا ہے اور اسے چھوڑ کر مرتا ہے۔ اس وقت پتہ چلتا ہے کہ انسانوں کو واقعی ایک ہستی کی طرف راہ چاہیئے جسے وہ اسباب سے بالا رہ کر بھی آواز دے سکیں اور وہ ان سب کی سنتا ہو۔ انسان کی یہ فریاد بھی صرف ایک اللہ سے پوری ہوتی ہے اور یہ واللہ انہما نیاز مندی صرف ایک ذات سے ہی متعلق ہو سکتی ہے یہ فوق الاسباب نیاز مندی اور صلئے استمداد خود ایک عبادت ہے اور اسے ایاک نعبد و ایاک نستعین میں عبادت کے ساتھ ہی رکھا گیا ہے۔ جو شخص ضرورت کے وقت کسی مخلوق کو مافوق الاسباب پکارتا ہے اور اسے اپنا فریاد رس اور حاجت روا جانتا ہے وہ یقیناً اسے اللہ رب العزت کے ساتھ شریک کر رہا ہے۔ کیونکہ یہ مقام صرف ایک اللہ کا ہے کہ بندے اسے مافوق الاسباب اپنی مدد کے لیے پکاریں۔

یہاں بریلوی عوام عقیدہ اہلسنت سے یکسر ہٹ جاتے ہیں جب ان کے علماء انہیں یہ راہ دکھاتے ہیں کہ وہ فوق الاسباب ان لوگوں کو بھی آواز دے سکتے ہیں جو خود آج قبروں میں آرام فرما ہیں اور وہ دوسرے ان کی فریاد فوق الاسباب سنتے ہیں۔

یہی وہ تاریک راہ ہے جو ان علماء نے اپنے عوام کو سمجھائی ہے۔ یہ علماء تو کوئی باریک سی تاویل کر کے خود اس کی تاریکی سے نکل جاتے ہیں لیکن عوام تو ان باریک تاویلات کے متحمل نہیں ہوتے اور یہ لوگ انہیں اپنے اسی ورطے میں

چھوڑتے ہیں جس میں آج سینکڑوں افراد محروم الایمان ہو کر قبروں میں جا رہے ہیں اور ان کے علماء کو ان پر کوئی رحم نہیں آتا۔ یہ ان کے بنائے بھی پڑھتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ہم نے ان کے کندھوں پر کفر و شرک کا کتنا بوجھ لاد کر انہیں اس دنیا سے رخصت کیا ہے بے رحمی کی بھی آخِر کوئی حد ہوتی ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ

اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ایسی ہیں کہ ان کی ضد اس میں نہیں پائی جاسکتی وہ اس کی صفات ذات ہیں جیسے اس کی صفت علم، حیات، قدرت، ارادہ، کلام، اور سمع و بصر ہے اب ان کی اصدا جیسے جہل، عدم حیات، معجز وغیرہ ان کا اس بارے میں اقرار نہیں کیا جاسکتا اور کچھ ایسی ہیں کہ ان کی ضد بھی اس میں موجود ہے۔ احیاء اس کی صفت ہے تو امات بھی اس کی صفت۔ وہ زندہ کرتا ہے تو مارتا بھی ہے۔ شفا دیتا ہے تو مریض بھی کرتا ہے یہ اس کی صفات فعلیہ ہیں۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئی مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا کوئی کسی صفت میں اس کا شریک نہیں۔ تو لازم ہے کہ ہم بیمار کرنے والا اور شفا دینے والا اور زندگی دینے والا اور موت دینے والا، اولاد دینے والا اور نہ دینے والا اسی ایک کو سمجھیں جسے ہم خدا کہتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اگر ہم یہ سمجھیں کہ اس نے عطائی طور پر اپنی یہ صفات اپنے پیارے بندوں کو بھی دے رکھی ہیں تو پھر کھلے طور پر اس عقیدے کا اعلان کر دینا چاہیے کہ انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ میں اس کے شریک ہیں اور اس نے خود ہی ان کو یہ طاقتیں بخش رکھی ہیں۔ وہ عطائی طور پر اس کی ان صفات میں اس کے شریک ہیں۔

استغفر الله من جميع محال الشرك واداته.

⑤ کائنات کو بنانا اور چلانے والوں صرف خدا کی قدرت میں

کائنات کو پیدا کرنا (جو اس کی صفت خلق کا ظہور ہے)، اور پھر اس میں اپنا تصرف کرنا اس میں امر (حکم و اذن) نافذ کرنا یہ دونوں کام ایک اللہ رب العزت کے ہاتھوں میں ہیں۔ جن امور کو اس نے اسباب سے وابستہ فرمایا ہے ان میں بیشک اسباب عمل میں آتے ہیں مگر ان میں بھی اللہ تاثیر فرماتا ہے تو یہ سلسلہ چلتا ہے۔ ورنہ اسباب دھڑکے دھڑکے رہ جاتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تاثیر اللہ نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھی ہے بندے عمل کرتے ہیں اور وہ ان کے عملوں کو تخلیق بناتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:-

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔ (پ ۲۳، الصفات ۹۲)

ما تَعْمَلُونَ کا عطف کم کی ضمیر مفعول پر ہے۔ ہمارے کام اچھے ہوں یا بُرے اگر ان کا کسب کرنے والے ہم ہیں مگر ان سب کا خالق اللہ ہے اور وہی ایک ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ خالق کل شئی ء۔ (پ ۲۳، الزمر ۶۲)

بریلویوں کا یہ عقیدہ کہ کائنات کو پیدا تو خدا نے کیا ہے لیکن اب اسے قبریں جلا رہی ہیں اور ہر علاقے میں بڑے درویش زیر زمین یہ سارا کاروبار کر رہے ہیں اور انہی کے تصرف سے دنیا چل رہی ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں بالکل غلط ہے اور صریح شرک ہے۔

خلق اور امر دونوں اس کے ہاتھ میں ہیں

قرآن کریم میں ہے:-

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ الَّذِي رَبُّ الْعَالَمِينَ۔ (پ ۵، الاعراف ۵)

ترجمہ سن لو اسی کا کام پیدا کرنا ہے اور اسی کا کام محکم کرنا ہے بڑی برکت والا ہے اللہ جو سب جہازوں کی ربوبیت فرماتا ہے۔

اس سے پہلے زمین و آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے پھر عرش الہی کا ذکر ہے پھر رات اور دن کے آگے پیچھے آنے کا بیان ہے اور سورج چاند اور ستاروں کی تسخیر کا بیان ہے پھر اعلان ہوتا ہے کہ خلق اور امر و نواہی اسی کے ہاتھ میں ہیں اب یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ کائنات کی پیدائش تو صرف اس کے ہاتھوں ہوئی اور اب اس کو صرف قبروں والے چلا رہے ہیں اور خدا (معاذ اللہ) ایک طرف چھٹی کیسے بیٹھا ہے اور اس کے ہاتھ اب بندوں کے لینے دینے سے فارغ ہو چکے ہیں (استغفر اللہ) غلت اید یہم بل ید اہ مبسوطان۔

نامناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ بھی لکھ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو چلانے کا کام ہرگز کسی کے تفویض نہیں کیا وہی اسے بنانے والا ہے اور وہی اسے چلانے والا ہے۔ پہلے ہم یہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا بیان قلمبند کرتے ہیں اور پھر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا — اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ میں اور بریلویوں کے عقیدہ میں کتنا بڑا فرق ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) شیعوں کے فرقہ مفعوۃ کے بارے میں

لکھتے ہیں:-

و اما المفوضۃ فہم القائلون ان اللہ تعالیٰ فوض تدبیر الخلق
الی الامۃ وان اللہ تعالیٰ قد اقر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی
علی خلق العالم وتدبیر الخلق وان کان ما خلق اللہ من ذلک
شیاء وکذلک قالوا فی حق علیؑ

لہ غنیۃ الطالبین جلد ۱ ص

ترجمہ شیعوں کے فرقہ مفوضہ کے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کائنات امانوں کے سپرد کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تخلیق جہاں اور تدبیر کائنات پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری قدرت دے رکھی ہے گو اس میں کچھ چیزیں اس نے بھی پیدا کر رکھی ہیں اور وہ حضرت علیؑ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس بحث میں کہ خلق و امر کا نظام کیسا اس اکیلے کے ہاتھ میں ہے :-

لفظ امر قرآن کریم میں بیسیوں جگہ آیا ہے اور اس کے معنی کی تعیین میں علماء نے کافی کلام کیا ہے۔ آیت اللاہ الخلق والامر میں خلق کو امر کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدا کے یہاں دو تدبیر بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک خلق اور دوسرا امر دونوں میں کیا فرق ہے اس کو ہم سیاق آیت سے بسہولت سمجھ سکتے ہیں کہ پہلے فرمایا۔ ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام (اعراف رکوع ۷) یہ تو خلق ہوا اور درمیان میں استواء علی العرش کا ذکر کر کے جو شان حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا یفشی اللیل النہار یطلبہ حیثینا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ (الاعراف رکوع ۸) یعنی ان مخلوقات کو ایک معین و محکم نظام پر چلا تے رہنا جسے تدبیر و تصرف کہہ سکتے ہیں یہ امر ہوا۔ اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن (طلاق رکوع ۲) گویا دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھو جس میں مختلف

قسم کی مشینیں لگی ہوں کوئی کپڑا بن رہی ہے کوئی آٹا پیس رہی ہے کوئی کتاب چھاپتی ہے کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے کسی سے پتکھے چل رہے ہیں وغیر ذلک۔ ہر ایک مشین میں بہت سے کل پُرزے ہیں جو مشین کی عرض و غایت کا لحاظ کر کے ایک معین انداز سے ڈھالے جاتے اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پُرزے جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشین فٹ ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں تب الیکٹرک (بجلی) کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف جدا جدا رستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ یہ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اس کی مخصوص ساخت کے مطابق گھماتی ہے۔ حتیٰ کہ جو قلیل و کثیر کبریاں روشنی کے لیمپوں اور قمتوں میں پہنچتی ہے وہاں پہنچ کر ان ہی قمتوں کی ہتیاات اور رنگ اختیار کر لیتی ہے۔

اس مثال میں یہ بات واضح ہو گئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا اس کے کل پرزوں کو ٹھیک اندازہ پر رکھنا پھر فٹ کرنا ایک سلسلہ کے کام میں جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لیے ایک دوسری چیز (بجلی یا سٹیم) اس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے اول آسمان و زمین کی تمام زمینیں بنائیں جس کو خلق کہتے ہیں ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا جسے تقدیر کہتے ہیں۔ قدرہ تقدیر اسب کل پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے تصویر کہتے ہیں۔ خلقناکم ثم صورناکم (الاعراف رکوع ۲) یہ سب افعال خلق کی تدبیر میں تھے۔ اب ضرورت

مخفی کہ جس مشین کو جس کام پر لگانا ہے لگا دیا جائے۔ آخر مشین کو چالو کرنے کے لیے امر الہی کی بجلی چھوڑ دی گئی۔ شاید اس کا تعلق اسم باری سے ہے۔ الخالق الباری المصور (المحرر کو ع ۲) وحی الحدیث خلق الحیة وبرأ السمۃ وفی سورة الحديد من قبل ان تبرأھا ای النفوس کما هو مروی عن ابن عباس وقتادة والحسن غرض اور اسے حکم ہوا جیل فوراً چلنے لگی۔ اسی امر الہی کو فرمایا۔ انما امس اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون (نہین رکوع ۵) دوسری جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ امر کن کو خلق جسد پر مرتب کرتے ہوا اشارہ ہوا خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون (آل عمران کو ع ۶) بلکہ متبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں کن فیکون کا مضمون جتنے مواضع میں آیا عموماً خلق وابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گزرتا ہے کہ کلمہ کن کا خطاب خلق کے بعد تدبیر و تصرف کے لیے ہوتا ہوگا۔ واللہ اعلم

بہر حال میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں امر کے معنی حکم کے ہیں اور وہ حکم یہ ہی ہے جسے لفظ کن سے تعبیر کیا اور کن جس کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے جس طرح ہم اس کی تمام صفات (مثلاً حیات سمع و بصر وغیرہ) کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں کلام اللہ اور کلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہیے۔ (تفسیر عثمانی ص ۱) اکابر اہل سنت حضرت شیخ جبلیانی اور حضرت علامہ عثمانی کی ان تشریحات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے خلق و امر پر اسی کا قبضہ ہے اسی نے جہاں کو بنایا ہے اور وہی اکیلا اسے چلا رہا ہے۔ اس کے پیدا کردہ اسباب سب اس کے ماتحت ہیں اس نے جہاں کی تدبیر کرنے اور چلانے کی چابیاں کسی کے سپرد نہیں کیں — سو بریلویوں کا یہ عقیدہ صحیح نہیں کہ اس جہاں کو اب قبروں والے ہی چلا رہے ہیں۔

⑥ اللہ کی ذات میں کوئی کسی کو شریک نہیں کرتا

بریلوی مہمراء اپنے عوام کو توحید کا بس سہی عقیدہ بتاتے ہیں کہ بڑا خدا اس ایک خدا کے سوا کوئی نہیں اور پھر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو عطائی کی ادٹ میں جھپٹ اس کی صفات میں شریک کر دیتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ ذاتی طاقت سے کسی کو اولاد دیتے ہیں اور یہ پیر و فقیر خدا کی عطائی قوت سے اپنے حلقے میں آنے والوں کو اولاد مرحمت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر کسی کو بیماری اور شفا دیتے ہیں اور یہ پیر و فقیر عطائی طور پر لوگوں کو بیمار کرتے ہیں اور شفا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ علم ذاتی سے غیب کی ہر بات کو جانتے ہیں اور انبیاء و اولیاء علم عطائی سے ہر غیب کو معلوم کر لیتے ہیں۔

افسوس! یہ لوگ کبھی اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ذاتی طور پر تو کوئی فرقہ بھی خدا کی خدائی میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ جن مشرکین نے شرک کی راہیں اختیار کیں وہ بڑے خدا کی مانتی میں ہی چھوٹے خداؤں کو لے کر چلے ہیں۔

ہم یہاں دو عقیدوں کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں :-

① عیسائیوں کے عقیدے کا اور

② مشرکین عرب کے عقیدے کا۔

کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت ود اور حضرت سواع اور حضرت یغوث اور حضرت یعوق رحمۃ اللہ علیہم کو ذاتی طور پر خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے یا اس کے ماتحت رکھ کر انہیں اس کی خدائی میں شریک کرتے تھے۔ امام رازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں :-

اعلم انه ليس في العالم احدا ثبت لله شريكا يساويه في الوجود

والقدرة والعلم والحكمة وهذا مما لا يوجد الى الان.

ترجمہ۔ جان لو کہ دنیا میں اب تک کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوا جو کسی کو

خدا کے ساتھ برابر کا شریک کرے اسے وجود میں قدرت میں علم میں اور حکمت میں اس کے برابر ملے ایسا مشرک اب تک کہیں نہیں پایا گیا بلکہ جو مشرکین بھی اب تک ہوئے وہ عیسائی ہوں یا مشرکین عرب سب ایک کو بڑا خدا مان کر دوسروں کو اس کی عطا سے خدائی رنگ دیتے تھے۔ اب یہاں عیسائیوں اور مشرکین عرب کا کردار ملاحظہ فرمادیں اور پھر سوچیں کہ کیا بریلوی ان سے کچھ چننا چاہی ہے؟ آپ سوچتے سوچتے تھک جائیں گے اور ان میں سے ایک بھی آپ کو اس شرک سے باہر نظر نہ آئے گا۔

عیسائیوں کا عقیدہ توحید بائبل کے الفاظ میں

- ① اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدا کے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں جو کام تو نے مجھے کرنے کو دیا تھا اس کو تمام کر سکے میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا۔
- ② میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں ہے۔

عطائی قوت کی تاویل سے شرک کی آبیاری

اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے تاکہ سب لوگ بیٹے کی عزت کریں جس طرح باپ کی عزت کرتے ہیں۔

لے تفسیر کبیر جلد ۱۱ ص ۱۷۱ انجیل یوحنا باب ۱۷، ۳ ص ۴۷ یوحنا باب ۳۰ ص ۲۰ لے یوحنا باب ۲۳، ۲۲

مشرکین عرب کا عقیدہ توحید اُن کے اپنے الفاظ میں

① وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ

الْعَلِيمُ۔ (پہلے الزخرف ۹)

ترجمہ۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے بے شک انہیں اس ایک ذات نے پیدا کیا جو طاقت والا بھی ہے اور علم والا بھی۔

② قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ مِنْ فِيهَا أَنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ۔

(پہلے المؤمنون ۸۴)

ترجمہ۔ آپ ان سے پوچھیں اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ یہ زمین اور اس میں جو بھی ہیں ان کا مالک کون ہے یہ بول اٹھیں گے یہ سب اللہ کی ملکیت ہیں۔

③ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمْ مَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

وَمَنْ يَخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيَخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْأَمْرَ

فَسَيَقُولُونَ لِلَّهِ۔ (پہلے یونس ۳۱)

ترجمہ۔ آپ ان سے پوچھیں کون ہے جو آسمان و زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے اور کون کا نزل اور آنکھوں کا مالک ہے اور کون ہے جو مردوں کو زندوں سے پیدا کرتا ہے اور مردوں کو زندوں سے نکالتا ہے اور کون ہے جو کائنات کی تدبیر کرتا ہے یہ سب کہیں گے ایک اللہ۔

④ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى۔ (پہلے الزمر ۴)

ترجمہ: ہم ان جھوٹے خداؤں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب لے جائیں۔

مشرکین کے اس عقیدے کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام ترمذیؒ نے حضرت حصین سے نقل کیا ہے۔ آپ ایک دفعہ اپنے دور جاہلیت میں آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے پوچھا تم کتنے معبودوں کی روزانہ عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا سات کی۔ ایک آسمان پر ہے اور چھ زمین پر ہیں۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ جب تم امید اور ڈر میں لٹکے ہو تو اس اضطراب میں تم کسے کام بنانے والا سمجھتے ہو؟ حصین نے کہا آسمان والے کو معلوم ہوا کہ وہ بھی اس ایک کو ہی اپنا بڑا اللہ سمجھتے تھے اور باقی سب اس کی عطا سے اس کا کاروبار چلاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصین سے پوچھا تھا:-

فبأيهم تعدّ لو غبتك ورهبتك قال الذی فی السماء

آپؐ نے فرمایا اگر مسلمان ہو جاؤ تو میں تمہیں ایسے موقعہ کے لیے دو کلمے سکھا دوں۔ آپؐ جب مسلمان ہوئے تو حضورؐ نے انہیں وہ دو کلمے بتا دیے۔ اسے امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

حج کے موقعہ پر مشرکین کی تبلیغی پکارتے تھے:-

لبیک لا شریک لک الا شریکنا ستلکھ وعا ملک یلہ

ترجمہ: ہم حاضر ہیں تیرے پاس میں اسے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہی کہ تو ان کا بھی مالک ہے اور ان کے تمام املاک کا بھی۔

الباب الثانی

① الفاظ کے لغوی معنی سے اصطلاحات میں تشکیک پیدا کرنا

اہل السنۃ و الجماعۃ کے ہاں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ثبات یا اٹھنے ہیں۔ اٹھوں صفت
 نمکون ہے۔ اشارہ اس کو ارادہ کے ساتھ شامل کرتے ہیں۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کی چار صفیں ہیں جو اس نے کسی مخلوق کو نہیں دیں مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں :-
 چار صفات قابلِ عطا نہیں کہ ان کو الوہیت کا مدار ہے۔ ۱۔ وجوب
 ۲۔ قدم۔ ۳۔ خلق۔ ۴۔ نہ مرنا۔ دیگر صفات کی تجلّی مخلوقات میں بھی
 ہو سکتی ہے۔

پھر مولانا محمد عمر اچھروی آتے تو انہوں نے انہوں نے ان چار میں سے دو
 اور کم کر دیں۔ آپ لکھتے ہیں :-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں دونوں صفات موجود ہیں۔ ۱۔ صفتِ خلق
 بھی اور ۲۔ اور صفتِ حیات بھی۔

مولانا محمد عمر کا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 نے کہا تھا :-

انی اخلق لکم من الطین کھیمۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا
 باذن اللہ۔ (پ آل عمران ۴۹)

ترجمہ میں بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی صورت
 پھر اس میں ٹھونک لگاتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ
 کے حکم سے۔

ظاہر ہے کہ یہاں لفظ خلق پیدا کرنے کے معنی میں نہیں بنانے کے معنی میں ہے۔ حضرت عیسیٰ مٹی سے صرف مورت بناتے تھے پرندے پیدا نہیں کرتے تھے۔ وہ مورتیں اگر پرندے بنتیں تو اللہ کے حکم سے اور ان کا پیدا کرنے والا یقیناً ایک خدا ہی ہو سکتا ہے۔ پیدا کرنے کی قوت اور کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا یہ صرف اللہ کی صفت ہے۔ حضرت عیسیٰ ان چیزوں کو پیدا کرنے والے تھے۔

ہم بریلوی عوام کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں وہ دیکھیں اور سوچیں کہ ان کے مولوی انہیں کس طرح محروم الایمان کرنے کی تاک دد میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ خود تو سمجھتے ہوں گے کہ یہاں لفظ خلق (میں پیدا کرتا ہوں) اپنے اصلی معنی میں نہیں صرف مورت بنانے کے معنی میں ہے لیکن وہ اپنے عوام کو یہ سمجھا رہے ہیں کہ دیکھو خدا نے اپنی صفت خلق بھی اپنے پیاروں کو دے رکھی ہے۔ اب ان کے جو کم تعلیم یافتہ لوگ ان کتابوں کو پڑھتے ہوں گے ان کے ایمان پر کیا گزرتی ہوگی اسے ان کے یہ بے رحم علماء شاید کبھی سوچتے بھی نہ ہوں۔ پھر اس آیت میں ان مورتوں کے پرندہ بننے کے لیے صریح طور پر باذن اللہ کا لفظ موجود ہے۔ اسے یہ بریلوی علماء بے دردی سے حذف کر جاتے ہیں ان کے مولانا نعیم الدین مراد آبادی حضرت عیسیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں :-

لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ایک چمکاڈر پیدا کریں آپ نے مٹی سے چمکاڈر کی صورت بنائی پھر اس میں مچھنک ماری تو وہ اڑ لے لگی یہ

دیکھتے آپ نے کس بے رحمی سے یہاں لفظ باذن اللہ کے معنی چھڑ دیئے

ہیں تاکہ بریلوی عوام یہ سمجھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی چیزوں کو پیدا کرنے کے مدعی تھے اور یہ کہ وہ خدا کا نام لیے بغیر ایسا کر دکھاتے تھے۔ غور کیجئے ایک عامی بریلوی اس سے کیا سمجھے گا؟ یہی ناکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شانِ خالقیت رکھتے تھے اور جب کوئی اس پر ثبوت مانگے تو وہ کہے کہ آپ اس طرح ان اشیاء کو پیدا کر دیتے تھے۔ اب آپ انصاف کریں کہ بریلوی عوام کا ان عقائد پر ہونا کیا اسلام پر مرنا سمجھا جاسکتا ہے؟ ان کے ایمان کے ضائع جانے کا سبب کون ہوئے؟ یہی ان کے بے رحم علماء جو انہیں محروم الایمان کیے بغیر ان کا جنازہ تک پڑھنے کے لیے تیار نہیں۔

② بزرگوں میں عطاء الہی سے خدائی طاقتیں

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ بزرگوں میں عطائی طور صفات خداوندی کی جھلک پائی جاتی ہے۔

مفتی احمد یار صاحب تفسیر روح البیان کے حوالے سے بزرگوں کے بارے میں یہ عقیدہ قائم کرتے ہیں:-

شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں کہ مجھ کو قدرت نے طاقت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گردوں اور اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے یہ پھر آگے جا کر یہ بھی لکھتے ہیں:-

انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانونِ اسلامی اور منشاء الہی کے مطابق ہے۔ یہ

مفتی صاحب بزرگوں سے مافوق الاسباب مدد مانگنے کو کسی خاص حل یا کیفیت سے وابستہ نہیں کرتے۔ وہ دنیا میں اپنے کام بنانے کے لیے اسے قانونِ اسلامی ٹھہراتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ براہِ راست کسی کو کچھ دیتا ہی نہیں جس کو بھی کوئی دولت ملتی ہے ان قبروں سے ہی ملتی ہے اور منشاء الہی بھی یہی ہے کہ لوگ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو ان قبروں سے مانگیں۔ استغفر اللہ العظیم

مفتی صاحب تو شاید اس میں بھی کچھ تاویل کر لیں لیکن ان عوام کا کیا بنے گا جو اپنے علماء سے یہ قانونِ اسلامی لے کر جارہے ہیں۔ کیا یہ عوام اسی عقیدے کے باعث دنیا سے محروم الایمان ہو کر نہیں جارہے اور جو باقی ہیں وہ بھی کیا اسی کفر پر نہ جائیں گے؟ مفتی صاحب نے یہ ان سے کیا نیکی کی کہ بڑے بڑے جم غفیر عطائی کی اوٹ میں جہنم کو بک کر ادا دیئے۔

③ عطائے الہی سے بندوں کو کوئی اختیارات کا مالک سمجھنا

بریلوی مذہب کے بانی مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اب کوئی اختیارات حضرت پیر صاحب کے ہاتھ میں ہیں۔

سے احمد سے احمد اور احمد سے سچہ کو

کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوثؑ

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں اب نمکون کی ساری کرد میں اور کن نمکون کے سارے اختیارات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ میں ہیں۔ خدا اپنی خدائی میں ان کے حق میں دستبردار ہو چکا ہے اور مصطفیٰ اپنی مصطفائی کی چادر انہیں اوڑھ چکے۔ اب کائنات کا سارا کاروبار آپ ہی چلا

لہ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۵۶

رہے ہیں۔ سورج بھی آپ کو سلام کہہ کر نکلتا ہے اور چاند کی جملہ منازل بھی آپ کے حکم کن سے بدلتی ہیں۔ بنی نوع انسان کی جملہ تمنغیں آپ کے ہاتھ ہیں اور ان کی موت و حیات پر بس آپ کا ہی قبضہ ہے۔ (استغفر اللہ العظیم)

⑤ کیا یہ وہی عقیدہ تو نہیں جو مشرکین عرب کا تھا وہ بھی تو عطائی کی اوٹ میں یہ سارا شرک کا کاروبار کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

ان الله هو السيد وهو المدبر لكنه يخلع على بعض عباده لباس الشرف
والتأله ويمجده متصرفا في بعض الامور الخاصة ويقبل شفاعته
في عبادہ بمثالة ملك الملوك يبعث على كل قطر ويقلده تدبير
المملكة فيما عدى امور عظام به

ترجمہ بیشک اللہ ہی سب کا بڑا ہے اور وہی ہے جو تدبیر کائنات کرتا ہے وہ اپنے خاص بندوں کو بزرگی اور معبود ہونے کی خلعت پہنا دیتا ہے اور اسے خاص خاص کاموں میں تصرف کرنے کے اختیارات دے دیتا ہے اور اپنے بندوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کرتا ہے ہر قطر پر یکساں موت کاقرر ہوتا ہے اور وہ اے بڑے بڑے کاموں کے ورے تدبیر مملکت کی ذمہ داری دیتا ہے۔

مشرکین عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ جہاں کا مدبر بڑے شک ایک خدا ہی ہے لیکن وہ اپنے خاص بندوں کو دنیا کے کئی حصوں پر تصرف اور تاثیر کے اختیارات بھی دیتا ہے یہ پھر آگے جا کر یہ بھی لکھتے ہیں:-

والغلا من منافق دين محمد صلى الله عليه وسلم في يومنا هذا به
ترجمہ ہر شخصیت کے دین میں آگئے والے منافق بھی آج اسی عقیدہ پر ملیں گے۔

اجواب۔ حضرت شاہ مخصوص اللہ کے والد حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی
 (۱۲۳۳ھ) بھی یہی بات لکھتے ہیں اور اسے شرک صریح لکھتے ہیں۔ سو اسے حضرت شاہ صاحب
 کاتفر دیکھنا محدثین دہلی کے اس پورے سلسلے کے خلاف ہے۔ یہ سب حضرات ایک ہی
 عقیدے کے تھے۔ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

و تصرف در کائنات جزئیہ مانند کشادہ کردن رزق و دادن اولاد و دفع و تسخیر ارواح و مانند آن بکار می آرند این خود بشرک صریح است و در این مقام عذر نمیست.

ترجمہ: کائنات میں جزئی امور میں تصرف کرنا جیسے کسی پر رزق کے دروازے کھول دینا اور کسی کو اولاد دینا اس کی مصیبتوں کو دوز کرنا رحوں کو ماتحت کرنا اور ان جیسے دوسرے کئی کام کرتے ہیں یہ شرک صریح ہے اور یہاں معذرت کی کوئی صورت نہیں۔

پورے عالم میں تعریف صرف اللہ تعالیٰ فرمائے اور کہیں کہیں اولیاء اللہ یہ خدا کا سراجام دیں۔ لوگوں کو اولاد دینا یا رزق دینا خدا نے انہی کے سپرد کر رکھا ہو یہ عقیدہ بھی شرک صریح ہے اور اس میں کوئی تاویل لائق سماعت نہیں ہے۔ شرک شرک ہے خواہ وہ کسی پیمانے میں ہو۔

⑤ عطا سے بھی یہ قبروں والے مستقل بالذات داتا ہیں

ایک لکڑی سے دوسری لکڑی جلی اور اس میں آگ آئی یہ لکڑی آگ لیسے میں تو پہلی لکڑی سے مستنزل ہے لیکن اب وہ آگ ہونے میں اور جلائے میں مستقل بالذات آگ ہے اب پہلی لکڑی کی محتاج نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بریلوی جب اپنے پیروں فقیروں کو خدا کی عطا سے مستقل بالذات خدائی طاقتیں رکھنے والا سمجھتے ہیں۔ اثبات قدرت میں تو وہ خدا کے محتاج ہیں لیکن اپنے عمل و تصرف میں وہ مستقل بالذات ہیں۔ اب ہر مرحلے پر وہ خدا کے اذن اور اس کی مدد کے محتاج نہیں ہیں۔ مشرکین عرب بھی بڑے خدا کو ایک خدا کہتے تھے مگر وہ اپنے معبودوں کو نفع و نقصان پہنچانے میں مستقل بالذات تصرف کا مالک جانتے تھے یہاں عطائی کا معنی صرف یہ ہے کہ یہ طاقت ان کی خاندانہ نہیں عطائی ہے۔ تاہم اب وہ اس کے استعمال میں کسی کے محتاج نہیں۔ کائنات میں تصرف و تدبیر کرنے میں وہ مستقل بالذات ہیں اسی اختیار سے اب یہ قبروں والے اس دنیا کو چلا رہے ہیں۔

اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ بریلویوں کے اس شرک میں اور مشرکین عرب کے اس شرک میں آپ کو کچھ ماہہ الفرق نظر آرہا ہے۔ یہ لاکھ کہیں کہ ہم شرک سے کلیتہً بیزار ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کے واقعات ان کے اس دعویٰ کا ساتھ نہیں دیتے۔ یہ تو ممکن ہے کہ ان کے مولوی کوئی تاویل کر کے اس بھنور سے نکل جائیں لیکن ان لاکھوں بریلوی عوام کا کیا بنے گا جنہیں ان کے بے رحم علماء نے بُری طرح کفر و شرک کے جالوں میں اور لنگروں کے مالوں میں جکڑ رکھا ہے۔

ہ فسوف تدعى اذا انكشف الغبار

أفدس تحت رجلك امر الحمار

بریلویوں کے شرک اور مشرکین عرب کے شرک میں کیا کوئی فرق ہے؟

- ① دونوں خدا کو ایک ماننے کے معنی ہیں اور آخر میں توحید کا اقرار کر لیتے ہیں۔
- ② دونوں جب ضرورت کے وقت اللہ کے سوا اوروں کو اپنی حاجات اور تکلیفات میں مافوق الاسباب پکارتے ہیں تو انہیں اسی عقیدے سے پکارتے ہیں کہ یہ اللہ کی عطا کردہ قوتوں سے ہی ہماری حاجت روائی کرتے ہیں۔
- ③ یہ بزرگ اب ہماری حاجات پوری کرنے میں خدا کے محتاج نہیں انہیں اب قدم قدم پر خدا سے مانگنے کی ضرورت نہیں خدا کے دینے سے اب یہ ہمارے مستقل بالذات داتا ہیں۔

④ بریلوی ایسی ضرورتوں کے وقت قبروں کا رُخ کرتے ہیں اور مشرکین عرب بتوں کا رُخ کرتے تھے جو انہوں نے اپنے بزرگوں کی نسبت سے بنا رکھے ہوئے تھے دونوں اپنے بزرگوں سے ہی اپنی حاجات مانگتے ہیں۔

⑤ دونوں بشریت اور رسالت میں تنافی کے قائل ہیں مشرکین عرب کہتے تھے بشر کبھی رسول نہیں ہو سکتا۔ اسی عقیدے پر وہ رسولوں کو ماننے سے انکار کرتے رہے اُبشر ہمدوننا (بشر! تعجب!) بریلوی کہتے ہیں رسول بشر نہیں ہو سکتا۔ رسول کوئی اور مخلوق ہونا چاہیئے یا اسے خدا سے نکلا ہوا ماننا چاہیئے۔ (دُور من نور اللہ)

ان دونوں کے مقابل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں نہ برابر کا اور نہ کوئی اس کی عطا سے کائنات میں خدائی تصرفات کا مالک ہے۔ یہ عقیدہ ہرگز صحیح نہیں

سہ احمد سے احمد اور احمد سے تجھ کو

کن اور سب کن کن حاصل ہے یا غوث

④ بریلوی عوام کے بچ بکھنے کی ایک راہ

جو بریلوی عوام اندھا دھند اپنے ان مولویوں کے پیچھے چلتے ہیں ان کو اچھی آنکھ نہ نصیب ہو اس کی کوئی راہ نہیں اس کے لیے ان کا اپنا جرم ”اندھا دھند ایک گروہ کے پیچھے چلے جانا“ کوئی کم جرم نہیں ہے لیکن جو بریلوی عوام اپنے ان علماء کو ان کے قریب سے بھی دیکھ چکے ہیں اور پھر بھی وہ صرف ان کے لنگروں میں شریک ہونے کے لیے ان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ وہ سوچیں کہ بریلوی عقیدہ کے بانی مولانا احمد رضا خاں کے پیدا ہونے سے پہلے کیا ہندوستان میں اسلام نہ آیا تھا۔ اس وقت کیا یہاں اہل سنت و الجماعہ موجود نہ تھے۔ کیا ان بزرگوں کی کتابیں دنیا سے ناپید ہو چکی تھیں؟ کیا ان کے تراجم قرآن امت کی راہنمائی کے لیے واضح نہ تھے؟ کیا بریلویت کوئی ایسا ہی نوخیز لپو دا اور ایک نیا دین و مذہب ہے جس پر چلنا ہر فرض سے بڑا فرض ہو گیا ہے؟ اگر وہ اس جہت سے سوچیں اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (م ۱۵۶۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) حضرت شاہ عبدالغفریہ محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) حضرت قاضی ثناء اللہ ربانی پٹی (۱۲۲۵ھ) حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۲ھ) حضرت مولانا رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۸۹ھ) کی تحریرات کی روشنی میں خود مولانا احمد رضا خاں اور اپنے ان بریلوی مولویوں کا جائزہ لیں تو بہت ممکن ہے کہ وہ پھر سے اہل سنت کی شاہراہ پر آجائیں اور اپنے عقیدہ توحید کو ان آلائشوں سے آلودہ نہ کریں جن کا رکھنے والا کبھی جنت کی ہوا نہ پاسکے گا۔

الباب الثالث

① خدا کا شریک نہ ہونے میں چھوٹی اور بڑی مخلوق سب برابر ہے

جس طرح ادنیٰ مخلوق جیسے پانی آگ مٹی اور پتھر خدا کی خدائی میں شریک نہیں، اہل مخلوق جیسے انبیاء و اولیاء اور فرشتے بھی اس کی خدائی میں ذرہ بھر شریک نہیں ہے بریلوی سمجھتے ہیں کہ مٹی اور پتھر تو بے شک خدا کی خدائی میں شریک نہیں لیکن یہ اونچی قبروں والے اس کی عطاء سے بے شک اس کے بعض کاموں میں شریک ہیں اب لوگوں کو رزق دینا یا اولاد دینا یا صحت دینا اب بس انہی مزارات کے سپرد ہوا ہوا ہے۔ اب یہ قبروں والے ہی ہیں جو ان حاجت مندوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعہ نے خدا کے ساتھ شریک نہ ہونے میں انبیاء و اولیاء کو عام مخلوق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس معجزت کے ساتھ گھوڑے پر ردیف کے طور پر بیٹھے تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا :-

جان لو کہ سب لوگ بھی جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نفع و نقصان ہیں نہ دے سکیں گے مگر وہی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیرے نام لکھ دیا ہے تقدیر کے قلم اٹھ چکے اور تحریریں خشک ہو چکیں۔

اس حدیث میں یہ جو لفظ ہے سب لوگ اس کے اصل عربی الفاظ جمع الامة ہیں اس میں سب عام و خاص شامل ہیں یہ نہیں کہ بڑے حضرات عطائی قوتوں کے دوسروں کو نفع و نقصان دینے والے ہوں اور چھوٹے لوگ ان حضرات کو حاجت ردا اور مشکل کشا سمجھ کر ان سے مدد لینے والے ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ امت کے نفع و نقصان کا مالک

نہ ہونے میں یہ سب چھوٹے بڑے برابر ہیں۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ عطائی طور پر یہ قبروں والے ہی لوگوں کے فریاد رس ہیں اور ان کی حاجتیں پوری کرتے ہیں مگر ہمت اس صف میں ساری مخلوقات کو لاتے ہیں۔ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے ہر ایک کا نقصان اور نفع بس ایک خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اہل ہمت کے عظیم بزرگ دسویں صدی کے مجدد امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث پر جمیع الائمہ کی شرح پر لکھتے ہیں:-
ای جمیع الخلق من الخاصة والعامة والانبیاء والاولیاء وسانئ الائمة علیہ
ترجمہ یعنی سب لوگ وہ خاص درجے کے ہوں یا عام درجے کے انبیاء واولیاء ہوں یا امت
کے سب افراد

حضرت عبداللہ بن عمروؓ (۶۷ھ) آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا:
سب اولاد آدم کے دل اللہ کے قبضے میں ہیں۔
یعنی کوئی اس کی قدرت اور تصرف سے باہر نہیں۔ اس میں عربی الفاظ ان قلوب
بنی آدم کے کہا بین اصبعین من اصابع الرحمن ہیں۔ ان پر بھی امام ملا علی قاری لکھتے ہیں:-
یشمل الانبیاء والاولیاء والفجرة والكفرة من الاشقیاء علیہ
ترجمہ یہ حکم شامل ہے تمام انبیاء واولیاء کو اور فاجروں اور بد بخت
کافروں کو۔

انہیں تو کسی بستی نے یہ نہ کہا کہ دیکھو انبیاء اور اولیاء کو خدا نے میں کافروں
فاجروں کے ساتھ شریک کر دیا۔ اس وقت تک ان لوگوں کے پاس کوئی اعلیٰ حضرت
نہ تھے جو ان کی اس قسم کی خرافات کو علمی استناد مہیا کرتے۔
اس سے پچھلی صدی میں چلیں۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۹۴۴ھ) بھی

اپنے ایک مکتوب میں ان سب کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں، آپ لقد خلقنا الانسان فی کبد
کی شرح میں لکھتے ہیں:-

ایں جا اولیاء و انبیاء خواص و عوام برابر اند الدنیا دار محنة و
دار ملاء بیان ایں مقام است۔ ۱

دنیا کی راتیں مومن و کافر کے لیے برابر ہیں، گرمی و سردی سب کو ایک طرح
لگتی ہے۔ اگر آپ نے ضرورت مند اور خدا کا محتاج ہونے میں سب کو ایک جگہ ذکر کر دیا
ہے تو اس میں آپ نے ہرگز کسی بزرگ کی بے ادبی نہیں کی، حضرت شاہ عبدالعزیز
محدث دہلوی بھی ان سب کو ایک جگہ ایک صف میں ذکر کرتے ہیں:-

نعمت ہائے عامہ اند کہ ہتی و فقیر و وضع و شریف و عالم و جاہل و
مومن و کافر و صالح و فاسق در ایں یکساں و برابر اند۔ ۲

اہل سنت کے اس عقیدہ کے مقابلہ میں بریلویوں کا یہ عقیدہ کہ بڑے لوگ
انبیاء اور اولیاء عطائی طور پر چھوٹے لوگوں کے فریادرس اور حاجت روا ہیں اور
اس اعتبار سے سب چھوٹے بڑے ایک صف میں نہیں بالکل غلط ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ
نے عیسائیوں کے اجبار و رہبان کو خدا نہ ہونے میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ایک
صف میں کھڑا نہیں کیا؟ ۳

○ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کے مختلف قرآنی پیرائے

قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات میں اس کی صفت اللہ کو تو حید کا مرکزی نقطہ
بنایا ہے اور جس طرح یہ کہا ہے کہ اس ایک کے سوا کوئی اور اللہ نہیں۔ اسی پیرائے میں
کہا ہے کہ اس ایک کے سوا کسی دوسرے کو (فوق الاسباب درجے میں) نہ پکارو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس طرح جس کو پکارا جائے اسے اس طرح پکارنا اسے اللہ ماننا ہی ہے۔

① ایک خدا کے سوا کوئی اور اللہ نہیں۔

قرآن کریم میں چار پیغمبروں کی شہادت حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام سورہ اعراف سورہ ہود اور سورہ مومنون میں موجود ہے ان سب نے اپنی اپنی بار اپنی قوم سے کہا :-
مالکم من اللہ عیدہ۔

اس ایک سوا مہتار کوئی اور اللہ نہیں۔

یعنی نہ بڑی مخلوق میں نہ چھوٹی مخلوق میں اس ایک اللہ کا کوئی حصہ دار نہیں نہ کوئی پیغمبر اور نہ کوئی فرشتہ۔ ان سورتوں میں نو مقامات پر ان حضرات کی یہ شہادت مذکور ہے۔

② اگر تم نے کسی کچی اور شان ربوبیت مان لی تو گویا اسے اللہ بھی مان لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ناممکن قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارے لیے کوئی اور اللہ تلاش کروں یہ میرے لیے ناممکن ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات لفظ رب سے کہی جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کسی کو ربوبیت کرنے والا مان لینا اسے اللہ ماننا ہی ہے آئیہ کہ یہ ربوبیت تحت الاسباب ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان :-

أَعِزَّ اللَّهُ أَبْنِيَكُمْ إِلَهُ وَهُوَ فَضْلُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ.

(پ الاعراف ۱۴۰)

حضرت فاطمہ الزہراء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان :-

أَعِزَّ اللَّهُ أَبْنِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ۔ (پ الانعام ۱۲۵)

۳) جو مہتہیں کان اور آنکھیں دینے والا ہے وہی اللہ ہے۔

قل ادعیتہ ان اخذ اللہ سمعکم وابصارکم... من الہ غیر اللہ یا تمکملہ۔ (پ الانعام ۴۶)

قل ادعیتہ ان جعل اللہ علیکم اللیل سرمداً... من الہ غیر اللہ یا تمکملہ بصیاء۔ (پ القصص ۷۱)

ان آیات نے یہ بھی بتا دیا کہ دن اور رات کو باری باری لانا جس کے ہاتھ میں ہے وہ اللہ ہے تم سمجھو یا نہ۔ دن رات کی گردش قبروں والوں کے ہاتھ میں دینا یہ کوئی دانا نہیں حماقت کی انتہا ہے۔

۴) بارشیں برسانا اور سبزے اگانا صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

امن خلق السموات والارض و انزل لکم من السماء ماءً فانبتنا بہ حدائق ذات بہجۃ... ع اللہ مع اللہ۔ (پ النحل ۶۱)

ترجمہ بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتارا تمہارے لیے آسمان سے پانی پھر اگلے ہم نے اس سے باغ بڑی بڑی رونقوں والے تمہارے سبزیں نہ تھا انہیں اگانا کوئی اور بھی ہے اللہ خدا کے ساتھ؟

۵) بے کس و پریشان حالوں کا فریاد رس اور ان کی تکلیفیں دور کرنے والا کون

ہے؟ وہی تو اللہ ہے۔

امن یجیب المضطر اذا دعاه و یكشف السوء... ع اللہ مع اللہ (پ النحل ۶۲)

ترجمہ بھلا کون پہنچتا ہے بیکر کی پکار کو جب اسے پکارے اور دور کرتا ہے اسے سختی کیا اور بھی ہے، اللہ اس کے ساتھ... بھلا کون ہے جو راہ دکھاتا ہے تم کو بھگ اور عذر کے اندھروں میں اور کون بھلاتا ہے خوشخبری والا والی ہوائیں اپنی رحمت سے پہلے کیا اور بھی کوئی اللہ اس کے ساتھ۔

۶) بحر و بر کی تاریکیوں میں مہتہیں رستہ دکھانے والا کون ہے؟ وہ اللہ ہی تو ہے۔

یہ قبول والے نہیں ہیں۔

أَمِنْ يَبْدَعُ الْخَلْقَ ثُمَّ يَعِيدُهُ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ؕ وَاللَّهُ

مَعَ اللَّهِ۔ (پٹ النمل ۶۴)

ترجمہ بھلا کون ہے جو بناتا ہے مخلوق کو سرے سے پھر اس کو دہرا کر لاتا ہے اور کون
بہتیں روزی دیتا ہے آسمان سے اور زمین سے۔ کیا کوئی اللہ ہے اللہ کے ساتھ۔

یہاں آسمان اور زمین کے اسباب ذکر کر کے اس پر بھی متنبہ کر دیا کہ ان
اسباب کے پیچھے بھی اسی کا امر کام کرتا ہے اور وہی مسبب الاسباب ہے، جب
تک اس کا اذن نہ ہو پتہ نہیں چل سکتا۔

⑤ فوق الاسباب پکار کے لائق وہی ہے جس کو پکارو وہی تو اللہ ہے گو تم
سے اللہ نہ کہو۔ جب آپ نے اسے فوق الاسباب پکارا تو گویا اسے اللہ مان لیا۔
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:-

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا۔ (پٹ احقن ۲۰)

ترجمہ آپ کہہ دیں میں صرف اپنے رب کو ہی (فوق الاسباب)
پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ اللہ کے سوا جس کو بھی فوق الاسباب
پکارا جائے یہ اسے خدا کی خدائی میں شریک کرنا ہے۔

⑥ خدا کے ساتھ کسی بھی شریک نہ کرنا وہ بڑا مخلوق ہوا چھوٹا۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا۔ (پٹ النصار ۳۶)

الّا تشرکوا بہ شیئا۔ (پٹ الانعام ۱۵۲)

ماکان لنا ان نشرك بالله من شیء۔ (پٹ یوسف ۳۸)

ولا نشرك به شیئا۔ (پٹ آل عمران ۶۴)

یعبدوننی ولا یشرکون فی شیئا۔ (پہلا النور ۵۵)
 واذ بآنانا لابرہیم مکان البیت ان لا تشرک فی شیئا۔ (پہلا الحج ۲۶)
 ماکان لنا ان نشرک باللہ من شیء۔ (پہلا یوسف ۳۹)
 ان لا یشرک باللہ شیئا۔ (پہلا الممتحنہ ۱۷)

اسلام میں یہ کہیں نہیں کہ ادنیٰ درجے کی مخلوق جیسے فرشتے اور انبیاء و مرسلین
 انہیں تو خدائی صفات میں شریک کر لو اور چھوٹے درجے کی مخلوق جیسے مٹی اور پتھر انہیں
 اس کے ساتھ شریک نہ کر دو۔ بلکہ فرمایا کہ کسی بھی مخلوق کو اس کے ساتھ شریک نہ کر دو۔
 (۱۰) من دون اللہ کی رو سے کوئی خدائی میں شریک نہیں۔

اللہ کے سوا جو کچھ ہے ان میں کوئی نہیں جس کو خدا کی خدائی میں جگہ دی جاسکے
 یہ سب خدا کے عاجز بندے ہیں اور مخلوق ہیں۔

یہ دون اللہ خود مخلوق ہیں وہ کسی چیز کو کیا پیدا کر سکیں گے۔
 والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون۔ (پہلا النحل ۲۰)
 ان دون اللہ کے قبضے میں کسی کو رزق دینا نہیں وہ کسی بھی درجے کے ہوں۔
 ویعبدون من دون اللہ مالا یملک لھم رزقا فی السموات والارض
 شیئا۔ (پہلا النحل ۸۶)

ان دون اللہ کے ہاتھ میں کسی کا کوئی نفع و نقصان نہیں۔
 قل ائندعوا من دون اللہ مالا ینفعنا ولا یضرنا۔ (پہلا الانعام ۷۱)
 ان دون اللہ کو پکارنے والوں سے فرشتے سوال کریں گے۔
 ایما کنتم تدعون من دون اللہ۔ (پہلا الاعراف ۳۷)

اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈنے والوں پر بھی دون اللہ کا لفظ کہ وہ بھی خدا
 کے سوا ہیں یہاں وارد ہے۔

قل ادعوا الذين زعمتم من دونه فلا يملكون كشف الضر
عنكم ولا تحيلا ۝ اولئك الذين يدعون يبتغون الي ربهم
الوسيلة اتيهم اقرب يرجون رحمته . (پ بنی اسرائیل ۵۲)

ترجمہ آپ کہہ دیں پکارو ان کو جنہیں تم سمجھے بیٹھے ہو اس کے پاس (خدا) سودہ اختیار
نہیں رکھتے کہ کھول دے تکلیف تم سے اور نہ وہ بدل سکتے ہیں وہ جنہیں یہ پکارتے
ہیں وہ خود اس میں لگے ہیں اپنے رب تک وسیلہ کہ کون سا بندہ اس کے زیادہ
قریب ہو سکے اور امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی۔

ويوم يحشرهم وما يعبدون من دون الله فيقول اانتُم اضللتُم
عبادى هؤلا هم ضلوا السبيل قالوا سبحانك ما كان ينبغي
لنا ان نتخذ من دونك اولياء ۝ (پ الفرقان ۱۴)

ترجمہ اور جس دن جمع کرے گا ان کو اور ان کو جن کو وہ پوجتے تھے خدا کے سوا اور
پوچھے گا کیا تم نے بے کیا یا میرے بندوں کو یا وہ پہلے سے بے ہوئے تھے
وہ کہیں گے تو پاک ہے ہم سے تو بن نہ آتا تھا کہ تیرے سوا کسی کو اپنا
مددگار ٹھہرائیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا من دون اللہ میں شمار۔

اتخذوا احمبارهم و رهبا نهم اربابا من دون الله والمسيح

ابن مريم - (پ التوبہ ۳۱)

ترجمہ انہوں نے ٹھہرایا اپنے عالموں کو اور اپنے درویشوں کو رب ایک اللہ
کے سوا اور مسیح بن مریم کو بھی اور حکم ان کو یہی تھا کہ ایک اللہ کی بندگی کریں۔

واذ قال الله يا عيسى ابن مريم ائت قلت للناس اتخذوني واثي

الهمين من دون الله - (پ المائدہ ۱۱۶)

ترجمہ اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ بناؤ مجھ کو اور میری مال کو دو اور معبود اللہ کے سوا۔

تمام پیغمبر اپنی ذرات میں اللہ کے ماسوا ہیں ان میں کوئی خدا نہیں سب من دون کے ذیل میں ہیں۔

ماکان لبشر ان یوتیہ اللہ الكتاب والحکم والنوۃ ثم یقول للناس کوذوا عباد الی من دون اللہ ولکن کوذوا ربانین۔ (پ آل عمران ۷۹)
ترجمہ کسی بشر کا کام نہیں کہ خدا تو اسے دے کتاب اور حکم اور نورت اور وہ لوگوں کو کہنے لگے کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کے سوا (اسے چھوڑ کر) وہ تو یہی کہے گا کہ تم سب ہو جاؤ رب والے۔

مندرجہ بالا آیت میں تمام انبیائے کرام کو بشریت کے ذیل میں لایا گیا ہے۔
اور سب کا جو دمن دون اللہ میں شمار کیا گیا ہے اور حق بھی یہ ہے کہ جو پیغمبر ہوئے وہ ہرگز خدا نہ تھے وہ خدا کے ماسوا تھے۔

اب دیکھئے کہ تمام مامن دون اللہ سے خدا ہونے کی نفی کی گئی۔ کوئی مخلوق کتنی بڑی کیوں نہ ہو اور اس کی شان اپنی جگہ کتنی کیوں نہ ہو خدا کی خدائی میں کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی ان میں سے خدا کا عین ہے خدا خدا ہے اور بندہ بندہ۔ گو وہ کتنی بڑی شان کیوں نہ رکھتا ہو۔

خدائی کاموں میں کوئی اس کا شریک نہیں

قرآن کریم نے متعدد پیرایوں میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ خدا کی خدائی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ بریلوی اپنے پیروں فقرہوں میں جن صفات (کوئی تصرفات) کا دعویٰ کرتے ہیں قرآن کی رو سے وہ سب اللہ (خدا) کی شانیں ہیں اور قرآن بار بار

ان کی ماسوی اللہ سے نفی کرتا ہے

پیدا کرنا کان اور آنکھیں دینا ربوبیت فرمانا (مدریجا پالنا) دن اور رات کا آگے پیچھے لیے اٹھنا روشنی اور تاریکی پر قبضہ بارشیں برسانا طرح طرح کے پھل اور پھول اگانا سبزیاں پیدا کرنا بے کسوں کی فریاد رسی تمکلیفوں کو دور کرنا برد و بحر کے اندھیروں میں ہوا میں چلانا اور رستے بتانا اور لوگوں کی موت و حیات اور جلدی اور تنقا پر قبضہ صرف اسی ایک ذات کا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جس کو (ما فوق الاسباب) ان اندھیروں میں پکارا جائے۔

قرآن کریم کا عقیدہ توحید ہم نے ان دس پیرایوں میں آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اب آپ ہی غور فرمائیں کہ قرآن کریم کلمہ یہ آیات جو ہم نے پیش کی ہیں اور ان کی دلالت اپنے موضوع پر بڑی واضح ہے۔ ان کے سامنے بریلویوں کے ان قصوں و کہانیوں اور مغالطوں کی کیا حیثیت ہے جن سے وہ اپنے عوام کی متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور جب تک وہ محروم الایمان نہ ہو جائیں یہ انہیں چھوڑتے ہی نہیں۔

○ بریلویوں کی اسلام کے عقیدہ توحید پر واردات

نامناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں بریلویوں کے کچھ وہ دلائل بھی ذکر دیں جن کے ذریعہ یہ اپنے عوام کو عقیدہ توحید سے محروم کرتے ہیں اور اہل علم کے ہاں ان سے کچھ ثابت نہیں ہو پاتا۔ یہ ایک لفظی کھیل ہے جس میں بریلویوں کے علماء اپنے عوام کو محروم الایمان کرتے ہیں۔

① بریلویوں کے اختلافات کا عمومی جائزہ

بریلویوں سے اہل سنت کا اختلاف تین طرح کا ہے :-

① عقائد پر ② بدعات پر اور ③ عبارات پر

یہ تیسرا اختلاف نہ ہونے کے برابر ہے۔ کچھ عبارات زیر اختلاف ہیں تو دونوں طرف سے ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کی عبارت پر کچھ نہ کچھ اعتراض ضرور ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس کا رد بار کی بہار صرف الزامات سے ہے۔ کوئی فریق دوسروں کے الزامات کو اپنے اختلافات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ سو اصل اختلاف صرف عقائد اور فروعی اعمال میں ہے۔ بدعات میں بھی زیادہ نیت کی بحث چلتی ہے کہ اس نئے کام کو دین سمجھ کر کیا جا رہا ہے یا نہ؟ سو بریلویوں میں اور اہل سنت میں اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ عقائد پر ہے اور دونوں فریق مانتے ہیں کہ عقائد اہل سنت کی کتابیں دونوں کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں اور ان میں اہل سنت کے عقائد نہایت منع کر کے لکھ دیئے گئے ہیں۔

① بریلویوں کا نئے سرے سے اپنے عقائد بنانا

چاہیئے تو یہ تھا کہ ہر دو فریق ان اختلافات میں اپنی کتب عقائد جیسے عقیدہ طحاویہ، عقیدہ نسفیہ، مائرہ، شرح فقہ اکبر، شرح مواقف اور شرح مقاصد وغیرہ کی طرف رجوع کرتے اور نہایت سادہ الفاظ میں عقائد اہل سنت سامنے آتے۔ بریلویوں نے نئے سرے سے عقائد اہل سنت قائم کیے اور نئے سرے سے انہیں قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی مہمات شروع کیں۔ حالانکہ عقیدہ اہل سنت قدیم سے طے شدہ ہے اور کتابوں میں بار بار لکھا ہوا ہے۔

② کتاب و سنت سے براہ راست استدلال مجتہدین کا حصہ تھا

مجتہدین کتاب و سنت سے استنباط کریں اور اسے عوام کے سامنے لائیں

تو یہ کوشش بے شک ان کو زیادتی ہے لیکن مقلدین جن کا حق نہیں کہ براہ راست کوئی عقیدہ قرآن و حدیث سے کشید کریں۔ وہ جب قرآن و حدیث سے براہ راست استدلال کرنے لگیں گے تو کیا ان کے پورے مذہب کا کبارہ نہ ہو جائے گا۔ یہ وہ نازک موڑ ہے کہ اگر بریلوی عوام سمجھ جائیں تو کبھی اپنے بے رحم علماء کو نئے نئے اجتہادات نہ کرنے دیں۔

③ بریلوی عوام اپنے علماء پر اپنی قدمت کا دباؤ ڈالیں

بریلوی عوام کو چاہیے کہ اپنے علماء کو کھلے بندوں کہیں کہ ہمارا مذہب کوئی آج نئے سرے سے طے نہیں ہوگا۔ محتدہ اہل سنت پہلے سے قائم چلا آ رہا ہے اس میں کہیں ساؤ کا اللہ تعالیٰ نے کائنات کا سارا کاروبار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کر رکھا ہے اور اب ساری کائنات میں وہی تصرف فرما رہے ہیں۔ آگے کچھ ان کے نائب ہیں و مختلف ملکوں کے مختلف شہروں میں اپنے اپنے مزارات میں اس کاروبار کو ہاتھ لے لیے ہوئے ہیں۔ قانون اسلامی کا سیکرٹریٹ بس انہی بزرگوں کی قبریں ہیں عوام ادھر رجوع کرنے کے بغیر اپنا کاروبار چلانے کی اور کوئی راہ نہیں بریلوی عوام کی اس استدعا پر شاید ہی بریلوی مولوی عقائد اہل سنت کی کتابوں سے اپنے یہ عقائد دکھائیں۔ اس صورت میں وہ اپنے عوام سے اتنا وعدہ تو ضرور کریں کہ آئندہ وہ سرمحل دانا احمد رضا خاں کا یہ شعر پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

اخذ سے احمد اور احمد سے نتجہ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوثؒ

۴) بریلویوں پر عطائی چادر کی لمبی تان

بریلوی علماء نے ایسی مشکلات پر قابو پانے کے لیے اپنے اوپر ایک عطائی کی ایسی لمبی چادر تان رکھی ہے کہ عام شخص اس کا کنارہ تلاش کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور اسے اس چادر کا اگر کہیں تاریخی سراغ ملتا ہے تو ان مشرکین عرب کے ہاں جو ایک خدا کو ماننے کا اقرار کر کے اس کی عطائی طاقتوں سے اپنے بیسیوں معبود اور بتائے بیٹھے تھے اور قرآن کریم نے ان کے اس عقیدے کو شرک کہا ہے۔

الباب الرابع بریلویوں کا متشابہات سے تمسک

① بریلوی علماء کے قطعی الدلالتہ دلائل کی ایک بھٹک

اسلام میں عقائد ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالتہ دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن پاک کی بے شک ایک ایک آیت قطعی الثبوت ہے لیکن بریلوی مولوی اپنے عقائد کے ثبوت میں جو آیتیں پڑھتے ہیں وہ ہرگز اپنے موضوع قطعی الدلالتہ نہیں ہوتیں۔ مثال کے طور پر لہجے :-

① مفتی احمد یار صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنے کے لیے (اپنے علم کے مطابق) یہ قطعی الدلالتہ آیت پیش کرتے ہیں :-
وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔

(اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو کل اسماء سکھا دیئے)

مفتی صاحب! آپ کی شان افتاء کو نظر نہ لگے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جو اسماء سکھائے ان کا نام علم غیب کیسے ہو گیا؟ صحابہ کرام میں سے کسی نے یا تابعین کبار میں سے کسی نے یا ائمہ اربعہ میں سے کسی نے حضرت آدم کی ان معلومات کو جو انہیں دیئے گئے علم غیب کہا ہے؟ پھر یہ کہ حضرت آدم سے یہاں مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ بات بھی کیا کسی صحابی یا امام نے کہی ہے؟ اگر نہیں تو یہ آیت حضور کے علم غیب کے لیے کیسے قطعی الدلالتہ ہو گئی؟ پھر اگر اس آیت سے حضرت آدم کے لیے علم غیب ثابت ہوتا ہے تو جب فرشتوں کی مشاہدہ کے نام بتانے سے عاجز آئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں نہ کہا کہ آدم ~~غیب~~ جانتے ہیں ~~مہم~~ تم نہیں جانتے بلکہ یہ کہا :-

الماقل لکم ائی اعلم غیب السموات والارض واعلم ما تبدون وما
کنتم تکتمون۔ (پ البقرہ ۳۲)

کہ غیب صرف میں ہی جانتا ہوں جس کو بتا دوں بس اسے ہی غیب کی خبر ہوتی
ہے۔ علم غیب اس کے بھی ہاتھ میں نہیں۔
مفتی صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ عقائد اپنے خیالات اور آراء سے ثابت نہیں
ہوتے۔ ان کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت برہان چاہیئے۔

اس وقت ہم مسئلہ غیب سے بحث نہیں کر رہے۔ ہم اپنے قارئین کو یہاں
صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ بریلوی علماء کے پیرایہ استدلال کو سمجھیں۔ ان کا پورا
گھر آپ کو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور نظر آئے گا۔ اس قسم کے دلائل سے بھلا
عقائد ثابت ہوتے ہیں کبھی نہیں۔

۲ گے دیکھیے مفتی صاحب کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہ قیامت کب
واقع ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر میں بتا دی تھی اور یہ غیب بھی آپ سے نہ
چھپایا تھا۔ دیکھیے اس پر مفتی صاحب قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل کہاں سے
لاتے ہیں؟ صاوی شریف سے — ہمارے قارئین کرام ہم سے پوچھتے ہوں گے
کیا صاوی شریف اللہ کی کتاب ہے؟ (جواب) نہیں۔ کیا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یا خلفاء راشدینؓ کی بتلائی بات ہے اور آپ سے یہ متواتر طور پر مروی ہے؟ —
(جواب) نہیں — تو کیا یہ امام ابوحنیفہؒ یا امام اربعہؒ میں سے کسی کا ثابت فرمایا عقیدہ
ہے؟ (جواب) نہیں — کیا یہ بات شرح عقیدہ طحاویہ یا شرح عقائد نسفی یا شرح فقہ اکبر
میں بتائی گئی ہے؟ (جواب) نہیں — تو اب مفتی صاحب سے پوچھیں کہ یہ بات
اب ہمارے عقیدہ کا جزو کیسے بن گئی؟ صاوی شریف سے؟ — پہلے بتائیے کہ
یہ صاوی شریف کس صدی ہجری میں لکھی گئی؟

اب ہم یہ فیصلہ اپنے قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ بریلویوں کے اپنے عقائد پر اس قسم کے دلائل کیا قطعی الثبوت اور قطعی الدلالتہ ہونے کی شواہد پوری کرتے ہیں؟ اسی طرح بریلویوں کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ نے عطا فی طور پر اپنے خدائی اختیارات قبروں والوں کو دے رکھے ہیں اور اب جہاں کا سارا کاروبار یہی حضرات چلا رہے ہیں۔ کبھی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالتہ دلیل سے ثابت نہیں۔ یہ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا اور بریلویوں نے اسے وہیں سے چوری کیا ہوا ہے

قرآن کی محکمات کو ایک طرف رکھ کر متشابہات سے عقیدے بنانا

قرآن کریم میں جو آیات اپنے معنی و مفہوم میں از خود واضح اور سلیس ہیں۔ وہ محکمات ہیں اور جن کے مضمون بعض دوسرے مغایہم سے ملتے جلتے ہیں وہ متشابہات ہیں۔ متشابہات سے عقیدے از خود اخذ نہیں کیے جاتے۔ انہیں محکمات کی طرف ٹوٹایا جاتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں اور مولانا محمد عمر جس طرح متشابہات سے حضرت مصیٰ علیہ السلام کے بارے میں جبریل نجش اور انہیں خدا کی صفت غلق عطا ہونے کا عقیدہ وضع کر رہے ہیں یہ اہل حق کا کام نہیں اہل زلیخ کا کام ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے:-

واما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة

وابتغاء تاديله۔ (پ آل عمران)

ترجمہ۔ اور جن کے دلوں میں روگ ہو وہ قرآن کی متشابہات کے پیچھے بہہ لیتے ہیں فتنہ کی طلب میں اور اس کی تاویل کی تلاش میں۔

ناظرین کرام! آپ مولانا احمد رضا خاں اور مولانا محمد عمر اچھروی کے مندرجہ بالا دونوں استدلالات پر غور فرمائیں کہ کیا ان لوگوں نے اپنا پورا مذہب متشابہات کے سائے میں وضع نہیں کیا ہے؟ کیا اب بھی ان کے اہل زلیخ ہونے میں کوئی شبہ رہ جاتا ہے؟ حق یہ ہے کہ حق پر صرف اہل سنت ہیں۔ اہل بدعت اہل زلیخ میں

سے ہیں جن کی پوری عمارت متشابہات کے سائے میں بنی ہے۔

③ بریلوی علماء قرآن کی متشابہات کے سائے میں

عام لوگوں کو محکمات اور متشابہات میں فرق کرنے کا سلیقہ نہیں ہوتا۔ وہ اتنا علم نہیں رکھتے کہ بریلویوں کی اس قسم کی غلط بیانیوں کو بسہولت سمجھ سکیں۔ تاہم یہ بات صیح ہے کہ بریلوی علماء الفاظ کے مجازی استعمال سے خدا کی صفات اس کے بندوں میں اتارنے میں مثلاً :-

○ حضرت جبریلؑ کسی کو بیٹا بیٹی دینے کی طاقت رکھتے ہیں

حضرت جبریل امین نے حضرت مریم کو آکر بتلایا :-

اِنَّمَا اَنَا رَسُولُ رَبِّكَ لَا هَبْ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا۔ (پ ۱۶ مریم ۱۹)

ترجمہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک بیٹا بخش دوں۔

اب ظاہر ہے کہ یہاں حضرت جبریلؑ کو بندوں کو اولاد دینے کی طاقت سے مالا مال نہیں کیا گیا تھا۔ وہ یہاں حضرت مریمؑ کو اللہ کی بات کہنے آئے تھے اور وہ انہوں نے کہہ دی۔ بیٹا دینے والا اللہ ہی ہے اور حضرت جبریلؑ کا عقیدہ بھی یہی تھا۔

لا هَبْ لَكَ کے الفاظ حقیقتہً بیٹا دینے کی قوت کے حامل نہیں۔ ان الفاظ کا یہ ایک

مجازی استعمال ہے مگر بریلوی علماء کو دیکھئے وہ اس سے استدلال کریں گے کہ اگر جبریلؑ بیٹا بیٹی دے سکتے ہیں اور یہ شرک نہیں خدا کی دی ایک عطائی قوت ہے تو پیر فقیر خدا کی عطا کردہ قوت سے ضرورت مندوں کو بیٹا کیوں نہیں دے سکتے؟ بریلوی علماء اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور بیسیوں لوگ قبروں پر بیٹے بیٹی کی حاجت لے کر حاضر ہو جاتے ہیں۔ کوئی قبر والا بیٹے دے رہا ہے اور کوئی بیٹیاں دے رہا

ہے۔ کوئی رزق دے رہا ہے اور کوئی مقدمے شتم کر رہا ہے۔ کوئی کسی قاتل کو پھانسی کے تختے سے اتار رہا ہے۔

اسلام میں عقائد محکمات سے ثابت ہوتے ہیں لیکن بریلوی علماء اپنے علوم کو محروم الایمان کرنے کے لیے ہمیشہ متشابہات سے متک کرتے ہیں۔ عامی شخص قرآن و حدیث کی عبارت سن کر مرعوب ہو جاتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ قرآن و حدیث سے مسئلہ نکالنا یہ صرف مجتہد کا کام ہے ان گانے والے علماء کا نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عامی لوگ بزرگوں کے ہستائے عقیدت پر اپنے ایمان کی متاع لٹا دیتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی آخرت سے کن علماء کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔

① حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک نام جبریل بخش رکھنا

حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل آئے اور انہیں بیٹے کی بشارت دینے سے پہلے کہا کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں اپنے اختیار اور اپنی مرضی سے نہیں آیا۔

قال انما انا رسول ربك لا هب لك غلاما ذكيا۔ (پہلے مریم ۱۹)

ترجمہ۔ انہوں نے کہا میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

غور کیجئے اگر آپ کو لڑکا دینے والے حضرت جبریل ہی تھے تو پہلے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں؟ — اور اگر وہ قاصد تھے تو کس کے قاصد تھے؟ — ظاہر ہے کہ آپ خدا کے بنائندے ہی تھے۔ سو یہ بیٹا دینے والا حقیقہ خدا ہی ہوا آپ صرف اس کی خبر دیے والے تھے۔ اور تعمیر

یہ اختیار کی کہ میں تجھے خدا کی طرف سے بیٹا دوں۔

اب اس سے یہ استدلال کرنا کہ اگر حضرت جبریلؑ بیٹا دے سکتے ہیں تو یہ پیر فیر بیٹا کیوں نہیں دے سکتے؟ یہ استدلال بالمشابہات ہے یا نہ؟ متک بالمشابہات کن لوگوں کا کام ہے؟ اہل زلیخ و الحاد کا۔ لاہب لائیں ایک مجازی نسبت تھی جسے بریلویوں نے حقیقی نسبت سمجھ لیا اور عقیدہ بنالیا کہ بیٹا سچنے والے حقیقت میں جبریل امین ہی تھے۔

بریلوی علماء اس سے اگلی آیت کو نہیں پڑھتے

افسوس کہ بریلوی مولوی اپنے عوام کو اس سے اگلی آیت نہیں بتلاتے کہ جب حضرت مریم نے بیٹے کی اس خبر پر اظہار تعجب کیا تو حضرت جبریلؑ نے کہا مجھے تیرے رب نے ایسا ہی کہا ہے اور بتلایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے بغیر مرد کے مریم کو بیٹا دینا میرے لیے مشکل نہیں۔ اب اس تصریح کے ہوتے ہوئے بھی کیا کوئی شخص گمان کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جبریلؑ کی بخشش ہیں۔ متشابہات سے اپنے عوام کا عقیدہ توحید برباد کرنا کتنا بے رحمی کا عمل ہے جو یہ بریلوی مولوی اپنے عوام سے کرتے ہیں۔ اس آیت کا اگلا حصہ یہ ہے جسے یہ مولوی اپنے عوام کے سامنے تک نہیں لاتے۔

قالت انی یكون لى غلام ولم یمسسنى بشر ولم الک بغیاہ قال

کذلک قال ربک هو علیٰ ہتین دلنجلہ ایۃ للناس وکان

امراً مفضیاً۔ (پ ۱۶ مریم)

ترجمہ مریم نے کہا میرے دل بیٹا کیسے ہو گا مجھے تو کسی بشر نے نہیں چھوا اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ جبریلؑ نے کہا بات یہ نہیں ہے تیرے

رب نے ایسا ہی فرمایا ہے اور کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور یہ کہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشان بنائیں اور یہ ایسی بات ہے جو ہو کر رہے گی۔

یہ حضرت مریم کو یا حضرت عیسیٰ کو جہان والوں کے لیے نشان بنانے والا کون تھا؟ ایک ائدرنہ کہ جبریل — قرآن کریم ایک دوسرے مقام پر کہتا ہے :-
والقی احصنت فرجھا فنحنھا فیہما من روحنا وجعلناھا وابنا
ایۃ للعالمین۔ (پکے الانبیاء ۹۱)

ترجمہ۔ اور وہ عورت جس نے اپنے شرف انسانی کی حفاظت کی پھر ہم نے اس میں چھونک دی اپنی روح اور کیا ہم نے اس کو اور اس کے بیٹے کو نشان جہانوں کے لیے۔

قرآن کا اعلان کہ بیٹے بیٹیاں دینے والا خدا ہے

قرآن کریم کی محکم آیات بتلاتی ہیں کہ بیٹا بیٹی دینے والا خدا ہے پیغمبر بھی اسی سے اولاد مانگتے رہے اور وہی ایک ان کی فریاد سناتا تھا :-

یہب لمن یشاء اناثا ویہب لمن یشاء الذکور اویزوہم ذکورا وانا
اناثا ویجعل من یشاء عقیما۔ (پکے اشوری ۵۰)

ترجمہ۔ وہ بخشتا ہے جنہیں چاہے بیٹیاں اور جنہیں چاہے بیٹے یا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں اور کر دیتا ہے جسے چاہے باخجہ۔

① حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں اولاد نہ تھی حضرت مریم کے ہاں بے موسم میوے دیکھے تو خدا سے اپنے لیے بڑھا پے میں جوانی کا پھل مانگا؟ انہیں بیٹا دینے والا کون تھا؟ وہی ایک جو ہر ایک کا پیدا کرنے والا ہے۔ قرآن کریم میں ہے :-

و زکویا اذ نادى ربه رب لا تذرنى فردا وانت خير الوارثين
 فاستجبنا له ووهبنا له يحيى واصلحنا له زوجة (کپ انبیاء ۸۹)
 ترجمہ۔ اور ذکر یہاں ہے جب اپنے پروردگار کو پکارا۔ اے میرے پلنے
 والے مجھے اکیلا نہ چھوڑو اور تو بہترین وارث ہے ہم نے اس کی
 پکار سن لی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کے لیے اس کی بیوی میں
 یہ صلاحیت پیدا کر دی۔

اب آپ سوچیں کہ لوگوں کو اولاد دینا کس کے قبضے میں ہے پیغمبر بھی اولاد
 کے لیے اسی کو پکارتے رہے ہیں اور وہی ہے جو ان کی ستارہا ہے جو لوگ اب
 بھی اپنے بیٹوں کے نام علی بخش، جبریل بخش رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ خدا کو ہی بیٹا
 بیٹی دینے والا یقین کریں۔ یہ پیر کسی کو بیٹا بیٹی نہیں دے سکتے اور نہ خدا نے عطائی
 طور پر انہیں یہ قدرت سونپی ہے۔

بریلوئیل کا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ صفت خلق رکھتے ہیں

ہم پہلے بھی اس پر کچھ بات کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ خلق کہیں
 بنانے کے معنی میں استعمال کیا جیسے کوئی مٹی کے برتن بناتا ہے یا پتھر سے ستون تراشتا
 ہے۔ ایک خلق کا وہ معنی ہے جس اعتبار سے اللہ کو خالق کائنات کہا جاتا ہے یہاں
 پیدا کرنے کے معنی کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے کے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
 جب کہا کہ۔

انى اخلق لكم هيضة من الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله (کپ آل عمران ۴۹)

کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندوں کی سی صورت بناتا ہوں۔

تو وہ لفظ خلق کو اس معنی سے ہٹا کر اسے صرف ایک مجازی نسبت میں لے

رہے تھے۔ بریلویوں نے اس سے حضرت عیسیٰ کے عطائی طور پر خالق ہونے کا عقیدہ قائم کر لیا۔ ان کے استدلال پر نظر کریں:-

حضرت جبریل حضرت مریم کے پاس آئے اور کہا خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تجھے ایک بیٹا دوں لاھلک
غلاماً کیا سو جبریل اگر بیٹا بنی جسے کہتے ہیں تو یہ قبروں والے اگر آپ ہاں فریاد کریں تو ان کو بیٹا بنی دیں
تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے عیسیٰ علیہ السلام اگر جبریل بخشن ہو سکتے ہیں تو ہم بخشن کیوں نہیں ہو سکتے۔

ملکہ بلقیس کا تخت بدل بھر میں حضرت سلیمان کے پاس

حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر آصف بن برخیا آنکھ بھپکنے میں سب سے سخت
بلقیس لے آیا تو ہمارے پیر فقیر پل بھر میں عمارتوں کو کیوں پتخ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ
نے عطائی طور پر انہیں ساری کائنات کی سلطنت دے رکھی ہے (پل انمل ۴۰)

وقال الذی عنده علم من الکتاب انا انیک به قبل ان یرتد
الیک طرفک۔ فلما راه مستقرا عنده قال هذا من فضل ربی۔

ترجمہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا ایک علم تھا کہنے لگا میں آپ کے پاس اسے لائے دیتا ہوں پہلے اس کے کہ آپ کی طرف
لوٹ آئے آپ کی نظر بھرب دیکھا اس کا دھراپے ہاں تو آپ نے کہا میرے رب کا فضل ہے۔

یہ چشم زدن میں اس تخت کو حاضر کرنا ظاہر کے اسباب سے نہ تھا یہ اللہ کی قدرت تھی جو اس
کے مدد کی توجہ سے اس کے ساتھ کر امتہ چلی آرہی تھی۔

سوال یہ ہے کہ تخت بلقیس کو پل بھر میں یہاں لانے والا کون تھا؟ حضرت
سلیمان علیہ السلام نے فوری اس کا جواب دیا اور فرمایا هذا من فضل ربی کہ ایسا میرے
پروردگار کی طرف سے ہوا ہے۔ اس کے حکم سے تخت یہاں آیا ہے۔ اس حکم کا صدور
علم من الکتاب کے کس لفظ کے کہنے سے ہوا۔ اس پر ابھی تک اسرار کے دبیز رپے

ہیں۔ تاہم اس اہم واقعہ میں یہ چار باتیں قطعی ہیں:-

- ① آصف بن برخیا کے پاس وہ علم کتاب تھا۔
- ② اس علم کے عمل سے تختِ بلقیس و ملاں پل بھر میں آگیا۔
- ③ وہ تختِ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے یہاں پہنچا آصف کی اپنی طاقت سے نہیں۔ لہذا من فضل ربی اس پر کھلی روشنی دلیل ہے۔

④ ایسا واقعہ ہو جانے پر آصف نے اسے اپنے کمالات میں شامل نہیں کیا نہ حضرت سلیمانؑ بلکہ اپنا کمال بتلایا۔ یہ اللہ کی قدرت کا ایک اظہار تھا جو ہو کر رہا۔ تاہم اس میں اسلام کے اس قطعی عقیدے سے کوئی تعارض نہیں کہ کائنات کا پورا نظام صرف ایک اللہ تعالیٰ کے تصرف سے چل رہا ہے۔ آصف بن برخیا خود اس تصرف کا مالک ہو اس پر اس آیت میں کوئی قطعی شہادت موجود نہیں۔ مگر بریلوی علماء کو دیکھئے کس طرح متشابہات کے سائے میں اپنے عقیدے ترتیب دے رہے ہیں۔ بریلویوں کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں کہ جو کچھ ہوا آصف کی قدرت سے ہی ہوا:-

آصف کی یہ قدرت علم کتاب کی وجہ سے تھی ان کو اسمِ اعظم یاد تھا جس سے وہ یہ تخت لائے۔

لہذا من فضل ربی کے ہوتے ہوئے اسے حضرت آصف کی قدرت بتلانا اپنی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو ہمیشہ متشابہات کے سائے میں مدہوش رہتے ہیں اور خدا کی قدرت کا لفظ جھوٹے سے بھی ان کی زبان پر نہ آتا ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کی عزت اور کرامت کے طور پر کسی کام میں اپنی قدرت ظاہر کی تو یہ لوگ یہی کہتے ہیں گے کہ یہ جو کچھ ہوا ان ولیوں کی طاقت سے ہوا ہے۔

بریلویوں کا آیت لا املک الا نفسی و اخی سے استدلال

بریلویوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ان کے پیر و فقیر اور پیغمبر انسانی جانوں کے مالک ہیں۔ حالانکہ اسلام کی رو سے یہ صرف خدا کی شان ہے کہ وہ زندگی دیتا ہے ساری کائنات کا مالک اللہ ہے۔ پیر پیغمبر جنات اور فرشتے خود بھی اپنی جانوں کے مالک نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کہا:-

فاذا مرضت فهو يشفين. والله اعلم ان يغفر لي خطيئتي
يوم الدين. (پاک الشعراء ۱۰۰)

ترجمہ۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے
جس سے میں امید لگا کر ہونے ہوں کہ وہ فیصلے کے دن میری
خطاؤں پر رحم پوشتی فرمائے گا۔

④ بریلوی متشابہات حدیث کے سائے میں

- ① تقرب بالنوافل سے خدا کا بندے میں اتر آنا۔
- ② اللہ کی عطا سے دنیا کے خزاؤں کی تقسیم
- ③ اللہ کے بندے کہہ دیں کہ ایسا ہوگا تو وہ ہو کر رہتا ہے۔
- ④ حضور کا صحابہ کو کہنا کہ اپنی حاجتیں مجھ سے مانگو۔
- ⑤ حضور کا یہ کہنا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔
- ⑥ لوح تقدیر پر حضور کا ہی قلم چلتا ہے۔

① — عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببته فاذا احببته
 فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یشہد بہ ویدہ الّتی
 یبطش بہا ورجلہ الّتی یمشی بہا وان سألتی لاعطیتہ لہ
 ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے
 قرب میں آتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ سو جب میں اس سے محبت
 کر دوں تو میں اس کے کان ہر جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں
 ہر جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہر جاتا ہوں جس سے وہ
 کسی چیز کو پکڑتا ہے اور میں اس کا پاؤں ہر جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر
 وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اسے دیتا ہوں۔

اس حدیث میں بندے کے حقیقی طور پر خدا بننے کا بیان نہیں ہے ورنہ آخر
 میں یہ الفاظ نہ ہوتے کہ وہ جب مجھ سے کچھ مانگے تو اسے میں ضرور دوں گا جب وہ
 خدا کی ذات سے ایک ہو گیا اور اس میں فنا ہو کر اپنے آپ کو محلا بیٹھا ہو تو کیا وہ
 خدا سے کچھ مانگے گا؟ ہرگز نہیں اور اگر وہ مانگ رہا ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے قرب
 کے باوجود بندہ بندہ ہی رہا اور خدا خدا۔ یہ بات قطعیات اسلام میں سے ہے
 کہ بندہ کتنا ہی قرب الہی میں بڑھے وہ خدا نہیں بن سکتا۔ بندوں کے خدائی طاقتوں
 کا مالک ہونے پر بریلویوں کا یہ استدلال متشابہات سے ایک متمسک ہے اور یہ
 حسب بیان قرآن اہل زینغ کا ایک نشان ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
 لکھتے ہیں :-

الوجه ان الصبیح یحکم بان العبد عبد وان ترقی وان الرب

دب وان تنزل وان العبد قط لا يتصف بالوجوب او بالصفات
اللازمة للوجوب ۛ

ترجمہ۔ وہ بدن مرتب فیصلہ دیتا ہے کہ بندہ بندہ ہی رہتا ہے گو کتنی ترقی
کر جائے اور رب رب ہی ہے گو کتنا وہ بندوں کے قریب آجائے اور
بندہ کبھی صفت واجب سے موصوف نہیں ہو پاتا اور نہ کسی اور صفت سے
جولے واجب ٹھہرائے۔

مام لاعلیٰ قاری لکھتے ہیں :-

لا یؤمن علیہم بصیق العبارة عما یوہم بغير ذوی الاشارة من
الاغالیط التي هی الحلول والاتحاد والاخلال عن رابطہ الشرع
الملحجة الى مضائق الضلال ۛ

ترجمہ۔ ماسوائے اہل اشارہ کے غلطی میں پڑنے سے بے فکری نہیں رہتی عباد
اسے ادا کرنے سے قاصر ہے وہ غلطیاں حلول واتحاد اور شرعیت کے رابطہ سے
بکٹنے کے اعمال ہیں جو گمراہی کی تنگ و تاریک راہوں میں دھکیل دیتے
ہیں۔

② — عن معاویہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین واما انا قاسم واللہ یعطی
متفق علیہ ۛ

ترجمہ۔ حضرت معاویہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس
بندے کے لیے خیر چاہتے ہیں اسے دین میں فقہ عطا فرمادیتے ہیں اور میں تو
صرف بانٹنے والا ہوں عطا خدا کے ہاتھ میں۔

یہ اس حدیث میں دنیا کے خزانے کہاں سے آگئے۔ اس سے یہ استدلال کہ رزق کی تقسیم بھی حضورؐ کے ہاتھ میں دی گئی ہے یہ ایک اپنا گھڑا استدلال ہے جو غلط ہے۔ اس حدیث کے پہلے حصہ میں علم کا بیان ہے اور علم میں فقہ کی فضیلت ذکر کی گئی ہے تو اس دوسرے حصہ حدیث کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ علم کے ماخذ و کتاب و سنت، تو میری امت کو میرے ہاتھوں ملے ہیں۔ مگر ان کے مطالب کی کمائی (علم فقہ) یہ خاص اللہ کی عطا ہے جسے چاہتے ہیں یہ دولت عطا فرماتے ہیں۔ اگر یہاں قاسم سے مراد علم باثمانہ لیا جائے تو حدیث کے اس حصہ کا اپنے ماقبل سے کوئی ربط نہیں رہتا۔

شرح حدیث نے یہاں اس طرح ان الفاظ کی شرح کی ہے :-

(واما انا قاسم) ای للعلم (واللہ يعطى) ای الفہم فی العلم بمبتاہ والتفکر فی معناه العمل بمقتضاه ۛ
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :-

قال التوربشتی اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقوله واما انا قاسم الی ما یلقى الیہم من العلم والحکمة وبقوله واللہ يعطى الی فہم ما یمتدی بہ الی حقیقات العلوم فی کلمات الکتاب والسنة وذلک لانہ لما ذکر التفقہ فی الدین وما فیہ من الخیر اعلمہم انہ لم یفضل فی قسمہ ما اوحی الیہ واحد من امتہ علی الآخر بل ہو سوی فی البلاغ وعدل فی القیمۃ واما التفاوت فی الفہم و هو واقع من طریق العطاء ولقد کان بعض الصحابة یسمع الحدیث ولا ینفہم منہ الا الظاہر الجلی ویسمعه اخر منہم او من القرن

الذی یلہمہ اوممن اتی بعدہم فیستنبط مسائل کثیرہ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔^۱

ترجمہ علامہ توحیدی کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد انا خاتمہ السالین میں اس علم و حکمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو آپ صحابہ کو دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ میں اس فہم کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کے ذریعہ کتاب رست کے کلمات میں جو گہرے علوم میں ان مکمل مافی ہوتی ہے آپ نے پہلے تعفی الدین اور اس میں جو غیر ہے اس کا ذکر فرمایا۔ اب بتلایا کہ آپ نے علم وحی کے بانٹنے میں اپنی امت میں سے کسی کو دوسرے پھنسیت نہیں دی وحی خداوندی پہنچانے میں سب برابر ہی رکھی اور بانٹنے میں عدل کیا اور جو فرق رکھا وہ فہم میں ہے اور وہ عطا الہی سے واقع ہوا۔ بعض صحابہ حدیث سننے تھے اور اس کے ظاہر معنوں کے سوا کچھ نہ سمجھتے تھے اور دوسرے لوگ اسے سمجھ پاتے یا اگلے عہد کے لوگ یا وہ جو ان کے بعد آئے وہ اسے سمجھ پائے اور اس میں سے کئی نئے مسائل کا استنباط کر گئے اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ اس حدیث میں تقسیم علم کا بیان ہے یہ رزق و اولاد کی تقسیم نہیں۔ رزق اور اولاد زندگی اور شفا سعادت اور شقاوت سب اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں۔ اس حدیث میں دنیا کی نعمتوں کی تقسیم جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے کی ہے ہرگز مراد نہیں۔

③ — عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب اشعث مدفع بالاجواب لو اقم علی اللہ لا تبرہ۔^۲

ترجمہ کئی ایسے پرگندہ حال لوگ ہیں جنہیں کوئی دروازہ پر آنے نہیں دیتا وہ اگر خدا پر قسم کھا کر کوئی بات کہیں کہ وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دکھاتا ہے۔

امام نووی (۷۷۶ھ) لکھتے ہیں :-

معناه ولحلف یمیناً طمعاً فی کرم اللہ تعالیٰ بابرارہ لاتبہ وقیل لو

دعاہ لاجابہ۔

ترجمہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے خدا شرب الغرت کے کرم پر امید رکھتے ہوئے کسی بات کو پورا ہونے کی قسم کھالی تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتے ہیں اور یہی معنی بھی کیا گیا ہے کہ اگر وہ بندہ خدا کو کرم سے تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتا ہے۔

لوسأل اللہ شیاء داختم علیہ ان یفعلہ لم یغیب دعوتہ فنبہ

اجابة المنشد والمقسم علی غیرہ بوفاء الحالف علی یمینہ

وبہ فیہا۔

ترجمہ اگر اس نے اللہ سے کوئی چیز مانگی اور اس پر قسم کھالی کہ وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پکار کو کھانے میں نہیں رکھتے اسے تشریف دی ڈھنڈے والے کے مقصد پانے سے اور اس سے جو دوسرے قسم کھاتا ہے قسم کھانے والے سے دفا کرتے ہوئے اور اس سے نیکی کرتے ہوئے۔

اس حدیث میں اللہ رب الغرت کو ہی مالک اور صاحب اختیار بتایا گیا ہے وہ درویش اور فقیر اگر قسم کھالے کہ خدا ایسا کرے گا تو وہ اسی پر اعتماد کر کے قسم کھاتا ہے کہ خدا اسے جھوٹا نہ کرے گا وہ ایسا ضرور کرے گا۔ اب یہ خدا ہے جو اس درویش کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاتا اور جس پر اس نے قسم کھائی اسے پورا کر دکھاتا ہے۔ تو اس حدیث کی رو سے صاحب اختیار اور صاحب قوت کون ہوا؟ ایک اللہ۔ اور اس درویش کے لیے کیا ثابت ہوا؟ قریب الہی اور اللہ تعالیٰ سے نسبت نہ کہ خدائی اختیارات۔

اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ درویش خدائی طاقتوں کے مالک ہوتے ہیں کہ جو کہہ دیتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے اگر تمسک بالمشاہدات نہیں تو اور کیا ہے۔ بریلوی اس قسم کی کی احادیث سے فقیروں اور درویشوں میں خدائی طاقتیں ثابت کرتے ہیں

اور پھر اپنے عوام کو یہ روایات سنا کر اس بات پر لگاتے ہیں کہ وہ اپنی دنیوی سادگی کے لیے ان قبروں اور آستانوں پر حاضری دیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ جو کچھ یہ قبروں والے یا طبیبوں والے کہیں گے وہ پورا ہو کر رہے گا تمہیں جو مانگنا ہے ان سے مانگو۔ آگے اللہ سے لینا یہ ان کا کام ہے۔

اللہ کا نام لینے کی بات شیطان دل میں ڈالتا ہے (توبہ)

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ آزمائش کے وقت دل میں یہ بات کہ اب اللہ کا نام لو شیطان ڈالتا ہے اور حق بات یہ ہے کہ ایسے مواقع پر حضرت جنید بغدادی حضرت پیران پیر یا کسی ولی کا نام لیا جائے کیونکہ اب یہ سارا کاروبار یہی اولیاء کرام چلا رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں حضرت بغدادی اپنے مریدوں سے یہی صدا لگواتے تھے۔

فرمایا۔ یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا میں زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا کے پہنچا شیطان لعین نے دل میں دوسوے ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلوائیں میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید۔ جب کہا دریا سے پار ہوا۔

قارئین کرام خود سوچیں اسلام میں کیا ایسے دلائل اور فرضی واقعات سے واقعی عقائد ثابت ہوتے ہیں یا اسلام میں عقیدہ ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلائل کی ضرورت ہے یا یہ کہ وہ عقیدہ پہلے سے کتب عقائد میں

مجتہد درجے کے ائمہ علم سے ثابت ہو اور دین کی متداول کتابوں میں موجود ہو — مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات سے تو کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ بریلوی حضرات خواہ مخواہ انہیں اپنا امام بنائے ہوئے ہیں۔

④ — حضرت ربیع بن کعبہ اسلمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش ہوئے۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے انہوں نے عرض کی مجھے جنت میں آپ کی مرافقت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کے سوا اور بھی کوئی تیری طلب ہے۔ انہوں نے کہا میں جنت میں آپ کا قرب چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بات پوری کرانے میں تو اپنے لیے میری مدد کر — یہ اس طرح کہ میں دعائیں لگوں اور تو اس وقت اللہ کے حضور سجدوں میں لگے۔ اس طرح تو میری مدد کر رہا ہوگا۔

حدثني ربیعة بن کعب الاسلمی قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانتیتہ بوضوہ وحاجتہ فقال لحسل فقلت اسألك مرافقتک فی الجنة قال او غیر ذلک قلت هو ذلک قال فاعنی علی نفسك بکثرة السجود۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۹۳)

آنحضرت نے جب فرمایا۔ سَلِّ (مانگ کیا مانگتا ہے) اس سے آپ کی یہی مراد تھی کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں اور وہ تیری مراد پوری کرے۔ یہ نہ تھی کہ خدا نے مجھے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ جسے چاہوں اس کی مراد پوری کروں۔ آپ نے اسے سمجھایا کہ اللہ کے حضور تیرے سجدے میری اس دعا کے پورا ہونے میں میری مدد کریں گے۔ یہاں یہ مراد لینا کہ ضرورت مندوں کی حاجت روائی بس آپ کے ہاتھ میں ہے یا یہ کہ آپ کے بعد یہ قبروں والے اپنے زائرین کو کھولیاں بھر بھر کر دے رہے ہیں اگر تمسک بالمتشابہات نہیں تو کیا ہے عقیدے اسی طرح ثابت ہوتے ہیں؟

⑤ روزہ حضورؐ کے لیے ہے اور آپ ہی اس کی جزا دیں گے۔ آپ نے فرمایا:

الصيامُ حُجَّةٌ..... يترك طعامه وشرابه وشهوته من اجلي الصيام
لی وانا اجزی به۔

ترجمہ۔ روزہ دار اپنا کھانا پینا اور اپنی مبنی لذتیں میرے لیے چھوڑتا
ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی (فیصلے کے دن) اس کی
جزا دوں گا۔

صحیح بخاری کی اس روایت پر اعتماد نہ کیجئے۔ امام بخاری نے یہ باب فضل الصوم
میں روایت کی ہے اس کا ظاہری مضمون شرک کا ہے۔ دوسری روایت سے اس
روایت کی تصحیح کر لیجئے۔

یہ دوسری روایت باب هل يقول افی صائم اذا شتم میں یوں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله كل عمل بني آدم
له الا الصيام فانه لى وانا اجزی به والصيام حجة۔

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولادِ آدم کے تمام عمل
ان کے اپنے لیے ہیں سوائے روزے کے یہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس
کی جزا دوں گا اور روزہ ایک دھال ہے۔

اس سند میں قال اللہ کے الفاظ موجود ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات
کہنے والا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اللہ رب العزت
ہے سوا اس میں کوئی شرک کی بات نہیں۔ لیکن پہلی حدیث میں یہی بات حضورؐ کے
نام پر کہی گئی ہے۔ بریلوی اسے پہلے حوالے سے پیش کرتے ہیں اور لوگوں کو بہار
دیتے ہیں کہ حشر کے دن حضورؐ اپنے امتیوں کو روزے کی جزا دیں گے اور یہ کہ حضورؐ

کی خاطر روزہ رکھا جاسکتا ہے۔

اسلام میں کوئی عبادت چھوٹی ہو یا بڑی کسی مخلوق کے نام پر نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح بریلویوں کا صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت سے استدلال ہے کہ نوح تقدیرس حضور کے ہاتھ میں ہے اور آپ ہی تقدیروں کا فیصلہ کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یأتی ابن ادم النذر بشئ لم یکن قد قدرته ولكن یلقیہ القدر وقد قدرته لہ
استخرج بلہ من البخیل۔^۱

ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کو نذر کچھ نہیں دیتی جب تک میں نے اس کے لیے مقدر کچھ نہ کیا ہو گا قدر اسے پھینک دیتی ہے اور میں نے اسے اس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے اس طرح سخیل کا مال نکال دیتا ہوں۔

قرآن کریم میں محکم آیات سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ تدبیر کائنات سب خدا کرتا ہے اور تقدیریں سب وہی بناتا ہے۔ کسی اور کو تقدیریں بنانے والا بتانا شرک ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں صریح شرک کی تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ امام مسلم پر رحمت کے پھول برسائے دو لفظ زائد بتلا کہ بات صاف کر گئے۔ صحیح مسلم کی سند یہ روایت لیجئے :-

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال النذر لا یقرب من ابن ادم شیئاً لم یکن اللہ عزوجل قدرہ۔^۲

ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر ابن آدم کو کچھ نہیں دیتی جسے اللہ عزوجل نے اس کے لیے مقدر نہ کیا ہو۔

اس روایت میں صریح طور پر اللہ تعالیٰ کو تقدیر بنانے والا کہا گیا ہے روایت وہی ہے جو صحیح بخاری میں ہے صحیح بخاری کے الفاظ میں کچھ غلطی رہ گئی معلوم ہوتی ہے اب جو شخص بغیر ضروری علم حاصل کئے از خود صحیح بخاری کا مطالعہ کرے گا اور وہ اسے اس کے اردو ترجمے سے سمجھے گا وہ یقیناً شرک کی دلدل میں گرے گا۔ بریلوی علماء اس قسم کی متشابہ روایات سے اپنے عقائد ثابت کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ عقائد قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ احادیث اور آیات سے ثابت کیے جاتے ہیں متشابہ روایات سے مستکبر نہ اہل زیغ کا کام ہے اہل حق کا نہیں۔

اسلام کے عقیدہ توحید پر یہ چھ باب ہم نے آپ کے سامنے ذکر کر دیئے ہیں اب ان کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کریں کہ فوق الاسباب کسی سے مدد مانگنا اور مصیبت کے وقت اس کے نام کی دہائی دینا یہ اللہ رب العزت کے سوا کس کا حق ہے؟ پکار فوق الاسباب کے لائق صرف اس کی ذات ہے۔ ہم نے پکار فوق الاسباب کے مقدمہ میں قرآن کریم کی دس آیات اس موضوع پر پیش کیں ہیں کہ پکار فوق الاسباب صرف اسی ایک ذات کا حق ہے۔

اب ہم اس پر احادیث بھی پیش کیے دیتے ہیں جن سے واضح ہو گا کہ حاجت مند یا فریاد خواہ کے طور پر ہم صرف خدا کو فوق الاسباب پکار سکتے ہیں اس کے سوا ہم کسی کو اپنی مدد کے لیے فوق الاسباب پکاریں تو شرک ہو گا۔
 آنحضرتؐ نے (فوق الاسباب) پکار کو خود عبادت قرار دیا ہے حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ان للہاء هو العبادۃ (شعر قراؤ) وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔
 ترجمہ بے شک پکارنا عبادت ہی ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ”اور تیرے رب نے کہا ہے مجھے پکارو میں تمہیں پہنچوں گا۔“

آنحضرتؐ نے اس پر جو آیت پڑھی وہ پیکؑ سورۃ المؤمن رکوع ۶ میں ہے اس میں اس پکار کا ذکر ہے جو کسی ضرورت اور طلب کے وقت کی جائے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہی عبادت قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گا کہ اپنی مصائب اور تکالیف میں صرف وہی ایک ذات ہے جس کو پکارا جاسکتا ہے اور اس کے نام کی دہائی دی جاسکتی ہے اور وہی ایک ہے جو اس فریاد رس کی پکار کو پہنچتا ہے ایسے وقت میں فوق الاسباب کسی کو مشکل کشا اور حاجت روا جاننا شرک ہے جو شخص ایسے موقع پر خدا کو نہیں پکارتا

اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوتے ہیں۔

من لا یدعو اللہ یغضب علیہ۔^۱

ترجمہ جو اللہ کو نہیں پکارتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔

ایک نعبہ وایاک نستعین میں عبادت اور طلب حوائج کو آپس میں جوڑا گیا ہے اور دونوں کو صرف خدا کا حق تسلیم کیا گیا ہے اور مومن اسی عقیدے سے یہ اہمیت پڑھتا ہے۔ افسوس کہ بریلوی علماء ایاک نعبہ میں صرف خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وایاک نستعین میں وہ ولی اور نبی کی طرف توجہ کر لیتے ہیں۔ ہندوستان کے حلیل القدر محدث فخر علامہ گجرات علامہ طاہر حنفی صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں:-

فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق الله وحده۔^۲

ترجمہ پس بے شرک عبادت طلب حوائج اور یہ کہ اس سے مدد مانگی جائے یہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہو سکتا ہے۔

بریلوی کہتے ہیں ہم ولیوں اور نبیوں کو حاجتیں اس لیے پکارتے ہیں کہ خدا نے انہیں بعض جزئی امور میں تدبیر امور میں کی سلطنت بخش رکھی ہے اور وہ خدا کی دی ہوئی طاقتوں سے ہمیں رزق اور اولاد دیتے ہیں۔

ہم جو ابا کہیں گے کہ یہی عقیدہ مشرکین عرب کا تھا پھر تم میں اور ان میں کیا فرق رہا؟ بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں مشرکین یہی اعتقاد رکھتے تھے۔

قد یخلع علی بعض عبیدہ لباس الشرف والتالہ ویحبلہ متصرفاً فی

بعض الامور الخاصہ وبقلہ تدبیر المملکۃ خیماء الامور

العظامہ ویحبلہ موثراً متصرفاً فی قسط من الامور . . .

۱۔ مترک حاکم جلد ۱ ص ۲۴۹ مجمع البحار جلد ۲ ص ۳۵ حجتہ اللہ الباقیہ ص ۱۲۳ البدور البازغۃ ص ۱۲۳

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بعض بندوں کو بزرگی اور خدائی کی چادر پہنا دیتا ہے اور انہیں بعض جزئی امور میں تصرف کی طاقت بخشتا ہے۔۔۔ اور بڑے بڑے کاموں کو چھوڑ کر انہیں دوسرے امور میں تدبیر مملکت کی ذمہ داری سونپتا ہے۔

اور انہیں ان کاموں میں تاثیر و تصرف کے اختیار عطا فرماتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس بات کے بعد لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو منافق آگئے ہیں وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان قبروں والوں دُنیا کے بعض بعض امور سر کرنے کی ذمہ داری بخش رکھی ہے۔

والفلاۃ من منافق دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی یومنا ہذا۔

ترجمہ۔ اور حضورؐ کے دین میں داخل ہونے والے آج کے منافق بھی تو یہی کہتے ہیں۔ بارہویں صدی میں اہل بدعت نے قبروں والوں کو صرف بعض تکوینی اختیار دیئے تھے، سارے نہیں اور تدبیر عالم کی صرف بعض قسطیں ان کے سپرد تھیں مگر چودہویں صدی میں مولانا احمد رضا خاں نے ان بڑے بڑے کاموں کو بھی جنہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے فیما بعد الامور العظام کہہ کر اس زمانے کے مشرکین کے عقائد سے مستثنیٰ کیا تھا، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے سپرد کر دیا اور بریلویوں کو یہ عقیدہ دیا کہ اب دنیا کے جملہ انتظامات آپ ہی ترتیب دے رہے ہیں اور کن کہہ کر کام بنادینا سب آپ کے اختیار میں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں شاہ بغداد کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں: احمد سے احمد اور احمد سے سچھ کو

کن اور سب کن ممکن حاصل ہے یا غوثؒ

اب آپ ہی سوچیں باقی کیا رہا کیا ان نام نہاد مسلمانوں کی پوری لٹیا شرک کے اس سمندر میں نہیں ڈوب گئی؟

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم پکار فوق الاسباب کی اس بحث میں بریلویوں کی ان چند روایات پر بھی کچھ مختصر بحث کر دیں جن کے سہارے بریلوی علماء نہایت بے دردی سے اپنے عوام کو محروم الایمان کرتے ہیں۔

① حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ایک دفعہ پاؤں سو گیا کسی نے عمل بتایا کہ اپنے محبوب ترین عزیز کا دھیان کریں پاؤں میں حس اُجھلے گی آپ کی زبان سے نکلا یا محمدؐ اور وہ تکلیف جاتی رہی۔

مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس الخفیت ص ۴۸۶ میں اس پر ابن السنی اور امام بخاری کی کتاب الادب المفرد وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں۔
الجواب،

عمل بتانے والے کے یہ الفاظ مولوی صاحب نے نقل کیے ہیں :-

اذکراح الناس الیل۔ اپنی محبوب ترین چیز کا دھیان کر۔

اس میں اُسے پکارنے کی ہرگز تعلیم نہ تھی نہ اذکر کا معنی اُدع کا ہے۔ سو آپ کا یا محمدؐ کہنا غلبہ اشتیاق کے طور پر ہو ا پکارنے کے طور پر نہیں۔ نداء کے لیے یا محمدؐ کہا جاتا ہے نہ کہ یا محمدؐ یہ پیرایہ عشق کی ایک صدا ہے مدد کے لیے پکار نہیں۔

پھر یہ بھی سوچیں ایک اُمتی کے لیے حضورؐ کو نام لے کر پکارنے کی محبت بھی کیسے ہو سکتی ہے۔ حضورؐ کو نام لے کر بلانا صحابہؓ میں ہرگز رائج نہ تھا۔ قرآن کریم میں ہے کہ بنی پاکؓ کو بلانا اس طرح نہ کر لو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو زنا م لے کر بلاتے ہو۔ ایک اُمتی کے لیے حضورؐ کا اس طرح نام لینا بطریق ذکر تو ہو سکتا ہے بطریق نداء نہیں۔

ثانیاً، یہ روایت ہے بھی ضعیف اور اس کی کوئی سند ضعیف سے خالی نہیں۔ ایک سند میں ابوشیبہؓ ہے ایک میں محمد بن مصعبؓ ہے ایک میں زہیرؓ ایک میں معاویہؓ ہے اور اور ایک میں عیث بن ابراہیمؓ ہے اور یہ سب ضعیف ہیں اور ایسی روایات سے عقائد

ہرگز ثابت نہیں کیے جاسکتے۔ ضعیف تو ایک طرف رہی حدیث صحیح بھی ہو مگر ہر خبر واحد تو اثبات عقیدہ کے لیے وہ بھی کافی نہیں اثبات عقائد کے لیے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ضروری ہے کہ ان کی اپنے مدعا پر دلالت بھی قطعی ہو۔

② جنگل میں فرشتوں سے رہنمائی لینا

ایک روایت میں ہے حضورؐ نے فرمایا جب تم جنگل میں رستہ بھول جاؤ یا سواری قباہ میں نہ رہے ہاتھ سے پھوٹ جائے یا کوئی اور نندو چلا پیئے تو اللہ کے غیبی بندوں کو آواز دو وہ وہاں موجود ہوتے ہیں اعیونی یا عباد اللہ کہو کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اسے مولانا محمد عمر نے معیاس الحنفیت کے ص ۴۸ پر نقل کیا ہے۔

اجواب :

اگر بندہ اس غیبی مخلوق کو آواز دیتا ہے جو اس روایت کے مطابق وہاں حاضر بتلائے گئے ہیں تو یہ پکار فوق الاسباب نہ رہی یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی یہاں کے کسی موجود سامع کو کوئی کام کہے۔ تاہم اس کام کے ثبوت کے لیے کہ وہاں واقعی کچھ رجال الغیب ہوتے ہیں جو ان راہ گم کرنے والوں کی مدد کرتے ہیں اس کے لیے کسی قطعی دلیل کی ضرورت ہے، اور وہ یہاں نہیں ہے طرانی میں ہے حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں اسحضرتؓ نے فرمایا :-

اعینونی عباد اللہ فان للہ فی الارض ہباً ایستحبہ۔

ان لوگوں کو وہاں حاضر بتلایا ہے مگر یہ کہتے ہیں حاجات کے لیے غائبانہ پکار ناجائز ہے۔

یہ روایات حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت کے مقابلے میں کس وزن کی حامل

ہر سکتی ہیں یہ اہل علم سے مخفی نہیں اہل بدعت اسے سمجھ نہ پائیں تو اس میں کسی دوسرے کا قصور نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں اسحضرتؓ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

واذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الأمة
لو اجتمعت على ان ينفعوك بشئ لم ينفعوك الا بشئ قد كُتِبَ
الله لك . ۛ

ترجمہ جب تو کچھ مانگے تو خدا سے مانگ اور جب تجھے کوئی مدد دے گا تو خدا
سے مدد طلب کرنا۔ تم جاؤ کہ اگر سب لوگ جمع ہو جائیں کہ تمہیں کچھ بھی فائدہ
دے سکیں تو تمہیں کچھ نہ دے سکیں گے مگر وہی جو خدا نے تیرے لیے لکھ دیا
ہو قلم اٹھ چکے اور تقدیر کے صحیفے خشک ہو چکے۔

اس روایت کے یہ الفاظ کہ اگر سب لوگ تیری مدد کے لیے جمع ہو جائیں (ان الاممۃ
لو اجتمعت علی ان ینفعوک) اس میں کون کون سے لوگ آگئے؟ کیا نبی اور ولی اس عموم میں
نہیں آئے؟ دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ سب انبیاء و اولیاء
اس میں آجاتے ہیں اور کوئی اپنے چاہنے سے کسی کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ ۛ

سوحضرت ابن عباسؓ کی انسؓ روایت کو آپؐ کی اس روایت کی روشنی میں سمجھنے کی
کوشش کریں گو وہ روایت اس درجے میں نہیں کہ وہ اس روایت کو کسی درجے میں کمزور
کر سکے۔ حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے مگر اس کی
سند میں معروف بن حسان منکر الحدیث ہے اس کے ایک طریق میں یزید بن علی حضرت عقبہ سے
سے روایت کرتا ہے اور اس نے ان کا دمانہ نہیں پایا۔

فرشتے اگر کسی کام پر مامور ہوں اور اللہ تعالیٰ تدبیر عالم میں ان سے کوئی کام لیں تو اس سے یہ
نتیجہ نکالنا کہ یہ قیروں والے بھی دنیا کے نظام کو چلا رہے ہیں ایک غلط قیاس ہوگا ایسے کمزور دلائل
سے فوت شدہ نبیوں اور ولیوں کی پکار فوق الاسباب کی راہ ہموار کرنا ایک بڑی دینی غلطی
ہوگی۔ اعاذنا اللہ منها۔

⑤ — اہل حق کے ہاں شرک کی حقیقت

اہل حق کے ہاں بندے کا جو معاملہ خدا سے ہونا چاہیئے وہ کسی مخلوق سے کرنا شرک ہے۔ مثلاً :-

① بندے کا یہ اقرار کہ جس طرح خدا خالق اور رازق ہے خدا کی عطا کردہ طاقت سے یہ قبروں والے بھی ہمارے خالق اور رازق ہیں یہ شرک ہے۔

② انسان کے قریب ہر وقت ہونا اور اس کی ایک ایک بات کو سننا اس کے دل کی دھڑکنوں تک کو بلا اسباب جاننا اور پہچاننا یہ طاقت کسی مخلوق کو نہیں دی گئی اس طرح یہ عقیدہ کہ انبیاء اور اولیاء ہر جگہ اور ہر وقت ہمارے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہیں یہ شرک ہے۔

③ یہاں انسان دوسرے انسانوں کی مدد ان اسباب کے ذریعہ کرتے ہیں جو خدا نے پیدا کیے اور ان پر بندوں کو ان میں تصرف کا موقع دیا۔ لیکن ان سب اسباب سے بالاتر ہو کر کسی کی فریاد رسی کرنا یہ قبروں والوں کو نہیں دی گئی غیب سے مدد کرنا صرف اللہ کی شان ہے نبیوں اور ولیوں میں اس طاقت کا اقرار کرنا یہ انہیں خدائی مرتبہ دینا ہے۔

④ مصیبت کے وقت دفع مصیبت کے لیے کسی کو فرق الاسباب پکارنا یہ معاملہ صرف اللہ رب العزت سے ہونا چاہیئے یہ عقیدہ تو حید ہے اور ایسے موقعوں پر قبروں والوں کو پکارنا وہ دور سے ہویا نزدیک سے یہ شرک ہے۔

⑤ زمین و آسمان کے نظام کو ستاروں کی گردشوں کو، زمین کی حرکتوں کو، رزق کی برکتوں کو ان قبروں والوں کے اختیارات میں سمجھنا اور ضرورت کے وقت ان سے مانگنا

یہ شرک ہے اور یہ طاقتیں قدرتیں اور اختیارات جس میں پاتے جائیں اسے اللہ معبود کہتے ہیں۔ اسلام کے عقیدے میں وہ صرف ایک ہے اور وہی ایک عبادت کے لائق ہے۔ اس تفصیل سے عبادت کے یہ معنی کھلتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مافوق السبابان تمام طاقتوں اور قدرتوں کا مالک سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو انتہائی عاجزی اور بیکی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرنا اور اپنی ضرورتوں میں اسے پکارنا، اس کے نام کی دہائی دینا اس کے نام پر نذرانے گزارنا، اس کے نام پر قربانی دینا، اس کے نام پر خون دینا یہ سب عبادات ہیں اور بندے کا معاملہ جو خدا سے ہونا چاہیئے، کسی دوسرے سے نہ کرنا چاہیئے۔ وہ اجرام فلکی ہوں یا اجرام ارضی ہوں۔ انبیاء و اولیاء ہوں یا ملائعہ اعلیٰ کے فرشتے، آگ اور پانی ہوں یا مٹی اور پہاڑ، قبریں ہوں یا جنات کے تھان ان میں سے کسی سے وہ معاملہ نہ کرے جو ایک مسلمان خدا سے کرتا ہے اس صورت میں یہ شخص شرک سے بری ہوگا اور توحید کے اقرار سے اللہ رب العزت کی بادشاہی میں داخل ہوگا۔

اب اس کی تمام زبانی عبادتیں (التحیات) بدنی عبادتیں (واصلوات) اور مالی عبادتیں (والطیبات) صرف ایک اللہ کے لیے ہوں گی اور وہ ہر نماز کے آخر میں اس کا اقرار کیا کرے گا اس کے بعد وہ سلام پھیرے عبادت اس کی پوری ہو چکی۔

⑤ بریلوی علماء کی بے رحم پالیسی

بریلوی علماء اب تک اپنے عوام کے ذہنوں میں بات نہیں ڈال سکے کہ عبادت اللہ تعظیم میں فرق ہے ان کے ہاں یہ دو لفظ ہیں اور بس۔ وہ بزرگوں کی تعظیم اس طرح کرتے ہیں کہ اس میں عبادت کا دھوکہ لگتا ہے اور جب ان کے علماء کو کہا جائے، کہ خدا اپنے عوام پر رحم کرو اور انہیں یہ فرق سمجھا دو تو وہ بجائے انہیں توحید پر

لانے کے الٹا اپنی راہ شرک کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ایسے مواقع پر ان کا تمسک صرف متشابہات سے ہوتا ہے جو کج رفتاروں کا سرمایہ علم ہے۔ قرآن کریم میں ہے :-

أَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ ذُرِّيَعٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ
وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ - (آپ آمل عمران)

ترجمہ۔ لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں فتنہ کی طلب میں اور ان کی مراد تلاش کرنے میں۔

اسلام میں عقائد حکمت سے ثابت ہوتے ہیں متشابہات سے نہیں لیکن بریلوی علماء اتنے بے رحم ہیں کہ اپنے عوام کو محروم الایمان کرنے کے لیے انہیں ہمیشہ متشابہات سے استدلال کرنے کی عادت ڈالتے ہیں۔ بریلویت کی عمارت انہی کمزور بنیادوں پر کھڑی ہے۔

متشابہات کے بعد انتہائی کمزور روایات کے سہارے

قرآن کریم کی ہر آیت اپنے ثبوت میں قطعی اور یقینی ہے تاہم یہ ضروری نہیں کہ آیت اپنے مضمون میں واضح اور محکم بھی ہو۔ قرآن کریم میں کئی آیتیں متشابہات بھی ہیں جن سے اہل حق اثبات عقائد میں کبھی تمسک نہیں کرتے اہل بدعت کو جب اپنے بدعی عقائد کے لیے قرآن کریم کی کوئی صریح دلیل نہیں ملتی تو وہ آیات متشابہات سے دلائل لا کر انہیں انتہائی کمزور روایات سے صریح بناتے ہیں ان کے جاہل عوام ان موضوع کے قریب پہنچنے والی روایات کو جھوم جھوم کر قصص قطعیتا تے ہیں اور اپنے دوسرے عوام کو نہایت بیدردی سے شرک کے دینے پر لے آتے ہیں :-

اے بسا ابلیس آدم روئے بہت بس بہر دستے نہ باید داد دست

الباب الخامس تعظیم کے نام پر عبادت کے مختلف پیرائے

بریلوی علماء مزاروں کے گرد اپنے عوام کو یہ ذہن دیتے ہیں کہ تم یہاں جو کچھ کر رہے ہو وہ دست بستہ قیام ہو یا سجدے یہ ان بزرگوں کی تعظیم ہے عبادت نہیں اور وہ بے چارے علم سے ناواقف لوگ تعظیم اور عبادت میں فرق کیے بغیر اپنے مشرکیہ اعمال کو جاری رکھتے ہیں اور یہ ظالم علماء جب تک اپنے عوام کو ایمان سے کلیتہً محروم نہ کر دیں اپنے وعظ سے واپس نہیں لوٹتے۔

وہ کون سلمان ہے جو توحید کا قائل نہ ہو اور وہ کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ کا انکار کرے۔ خدا کو ایک کہنے والے کے حلق میں شرک کی گولی اتارنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ بریلوی علماء نے اس کے لیے ایک راہ نکالی اور اپنے عوام کو دو لفظوں کے چکر میں ڈال کر ایمان سے خالی کر دیا اور وہ بے چارہ سمجھ رہا ہے کہ میں بزرگوں کی تعظیم کر رہا ہوں عبادت نہیں کر رہا ہے۔

ہو جس پر عبادت کا دھوکہ مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر
جو خاص خدا کا حصہ ہے بندوں میں اسے تقسیم نہ کر

تعظیمی سجدے اور عبادت کے سجدے میں فرق

کسی مخلوق کو تعظیمی سجدہ کرنا شریعت محمدی میں حرام ہے۔ بعض مغل بادشاہ اپنی رعایا سے تعظیمی رکوع بھی کراتے تھے اس کو کرنش بجالانا کہتے تھے۔ پہلی شرائط میں یہ تعظیم کی حد تک جائز تھا۔ اس شریعت میں یہ حرام ہے۔ اس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ اب بھی کسی بندے کو تعظیمی سجدہ کرنا شرک نہیں گو حرام ہے کیونکہ شرک تو کبھی کسی

قوم کے لیے جائز نہیں ہوا۔ جب یہ تعظیمی سجدہ پہلی امتوں میں جائز رہا تو یہ شرک کسی کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ نہ پہلی شریعت میں نہ اس شریعت میں گو یہ جائز نہ ہو۔

پہلی شرائع میں یہ تعظیمی سجدہ صرف زندہ انسانوں کو بتلوا رہا ہے وہ بادشاہ ہوں یا پیر و فقیر۔ قبروں کو تعظیمی سجدہ کبھی نہیں کیا گیا نہ تاریخ میں اس کی کوئی شہادت ملتی ہے۔ یہ قبروں پر سجدے ہرگز تعظیمی سجدے نہیں یہ غیر اللہ کی صریح عبادت ہے۔ جس طرح ہندو پتھروں کے آگے جھکتے ہیں یہ بریلوی جو سجدہ تعظیمی کے قائل ہیں، پتھروں اور قبروں کے آگے جھکتے ہیں۔ علامہ شامی صحیح فیصلہ دے گئے ہیں کہ بت پرستی کی ابتداء قبر پرستی سے ہوتی تھی۔

ان اصل عبادۃ الاصلنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد
ترجمہ بت پرستی کی ابتداء اس سے ہوئی کہ لوگ نیک لوگوں کی قبروں کو
سجدہ گا ہیں بنا لیتے رہے۔

عبادت اور تعظیم میں فرق

نماز کی تین حالتیں ۱۔ دست بستہ قیام ۲۰۔ رکوع اور ۳۰۔ سجدہ تینوں عبادت ہیں۔ کسی کے سامنے تعظیماً یہ اعمال سجانے لائے جائیں تو سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ تعظیم کی جارہی ہے لیکن کوئی شخص حضور کے روضہ اطہر سے سینکڑوں میلوں کے فاصلے پر دست بستہ تعظیمی قیام کر رہا ہے اب اس کو تعظیم کیسے سمجھا جائے غور کیجئے کہیں یہ فرق الاسباب پکارا تو نہیں جو یہ امتی بدوں اس عقیدے کے کہ فرشتے میرا یہ سلام حضور کو پہنچا دیں حضور کو سامنے حاضر و ناظر سمجھ کر بجالا رہا ہے؟ بریلوی علماء قبروں پر ہونے والے سجدوں کو کبھی شرک نہیں کہتے۔ مولانا احمد رضا خاں نے سجدہ تعظیمی

کی حرمت پر ایک رسالہ لکھ دیا۔ لیکن قبروں پر ہونے والے ان سجدوں کو شرک کہیں بھی نہیں کہا۔

بریلوی علماء سے یہ کہیں کہ تم بدنی آداب میں عبادت اور تعظیم میں کیا فرق کہتے ہو تو یہ بالکل خاموش ہو کر رہ جائیں گے۔ اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے اگر کچھ کہہ سکیں گے تو یہی کہ بدنی پیرایہ ادا میں عبادت اور تعظیم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

ایک دفعہ ایک بریلوی مولوی سے واسطہ پڑا اور ہم نے ان سے اسلامی عبادت کا طریقہ پوچھا۔ کہنے لگے جس میں ہاتھ بندھے ہوں قیام، رکوع اور سجدہ۔ یہ نماز کے بڑے نشان ہیں یہ عبادت کی مختلف شکلیں ہیں۔ ہم نے کہا یہ صدر عمل کسی مخلوق کے آگے اختیار کی جاسکتی ہیں۔ کہنے لگے ہاں تعظیم کی نیت کر لے۔ دست بستہ قیام اور رکوع کر لے۔ لیکن سجدہ تعظیمی اس شریعت میں کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی کرے تو یہ شرک نہیں ہے۔

ہم نے کہا تو پھر تعظیم اور عبادت میں فرق بیان کر دیجئے۔ کہنے لگے یہ فرق کرنا بہت مشکل ہے۔ ہم نے کہا کہ جب یہ تمہارے لیے بھی مشکل ہے تو تمہارے عوام اس فرق کو کیا سمجھتے ہوں گے؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مزارات پر جو یہ کاروبار ہو رہا ہے یہ لوگ اپنے ذہن میں انہیں یہی سمجھ کر پکارتے ہیں کہ یہ ہماری سب دنیوی حاجات پوری کریں گے اور ہمارا نفع و نقصان بیماری اور شفا بس انہی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ پکار فوق الاسباب اپنی اسی حاجت روائی کے لیے کی جاتی ہے۔

الباب السادس

آخرت میں مشرک کا خوفناک انجام

① مشرکوں کا انجام قرآن کی روشنی میں

شُرک جس راہ سے آئے شرک ہے۔ یہ محبت کی راہ سے آئے یا عداوت کی راہ سے آئے یہ ہر حال میں شرک ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کی محبت میں شرک میں مبتلا ہوئے۔ اور انہیں خدائی کے مقام پر لے آئے۔ یہودی عداوت کی راہ سے کفر کی سرحد پر آئے اور بنو اسماعیل کی دشمنی میں حضرت خاتم النبیین کے مخالف ہوئے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بنایا۔ جو مسلمان قبر پرستی کی راہ سے مشرک بنے وہ بھی محبت کی راہ سے شرک کی راہوں پر آئے۔ مشرکین عرب کے بارے میں بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ توحید کے قائل تھے بڑا خدا ایک ذات کو ہی مانتے تھے اور اس کی عطا سے وہ ان بزرگوں کو اپنے اپنے علاقوں میں صاحب ردا اور مکمل کشا سمجھتے تھے اور وہ ان کی عبادت محض اس لیے کرتے تھے کہ یہ چھوٹے معبود انہیں بڑے خدا کے قریب کر دیں اور اس کے حضور ان کا وسیلہ ہو جائیں۔

اب دیکھئے قرآن کریم مرنے کے بعد ان مشرکوں کا جو ایک خدا کی توحید کا اقرار کر کے عطا کی ادب میں نبیوں اور ولیوں میں خدا کی طاقتیں ثابت کرتے تھے کیا انجام بتلایا ہے۔ ہم اس پر سر و دست یہ سات آیتیں پیش کیے دیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ بریلوی عوام اس خوفناک انجام سے ڈر کر ہی اپنے مولویوں کو چھوڑ جائیں۔ جو خود تو وقت پر تاویل کر لیتے ہیں لیکن اپنے عوام کو محروم الایمان کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔

انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة وماواه النار
وما للظالمين من انصار۔ (پک المائدہ ۷۲)

ترجمہ۔ بے شک جو شرک کرتا ہے اللہ کے ساتھ سوائے تعالیٰ نے اس
پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ میں ہے اور نہیں کوئی
ان ظالموں کا مددگار۔

یہ ایک آیت میں تین باتیں کہی گئی ہیں کبھی ان کو جنت کی ہوا نہ لگ سکے
گی بس اسی آگ میں ہی پڑے رہیں گے اور کوئی ان ظالموں کی مدد کو نہیں پہنچ سکے
گا۔

ومن يشرك بالله فكأنما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوى
به الريح في مكان سحيق۔ (پک الحج ۳۱)

ترجمہ۔ اور جو کہ اللہ سے شرک تو وہ ایسے ہے جیسے کوئی گر پڑا
آسمان سے سو پرندے اسے لوچ ڈالیں یا ہوا اسے کسی دور
دراز جگہ پر جا بھینکے۔

کس قدر خوفناک انجام ہے جو اس طرح پرندوں کا لقمہ بنے یا دور دراز
کی جگہوں میں ہوا کا جھکڑ پھینک دے اور پھر وہ جانوروں کا لقمہ بنے۔

وقال الذين اتبعوا ان لنا كفة فنتبرأ منهم كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا
كَذَلِكَ يَرِيهِمُ اللَّهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا بَخَارِجِينَ

من النار۔ (پک البقرہ ۱۶۴)

ترجمہ۔ اور یہ مشرکین کہیں گے ہمیں اگر ایک دفعہ دنیا میں پھر جانا
ملے تو ہم بھی اپنے ان معبودوں سے اسی طرح الگ ہو جائیں جس
طرح یہ آج ہم سے الگ ہوئے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان
کے اعمال حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کبھی آگ سے نہ نکل سکیں گے۔

گناہگار بخشا جائے گا مگر مشرک نہیں

گناہگار تو آگ میں کچھ وقت کے لیے جائیں گے۔ وقت کی مدت ان گناہوں کے مطابق ہوگی۔ مگر بالآخر جوہ ایمان ان کا آگ سے نکلنا ہوگا۔ مگر مشرک کے گناہگار بھی آگ سے نہ نکل سکیں گے۔ یہ آیات الہیہ کی تکذیب کرنے والے اور اترتے پھرنے والے کبھی خدا کی بادشاہی میں داخل نہ ہو سکیں گے۔

ان الذین کذبوا بآیاتنا ولست کبوا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سعة الخیاط و کذلک نجزی المجرمین۔ لہم من جہنم مہلاد ومن فوقہم غواش و کذلک نجزی الظالمین۔ (پہلے الاعراف ۴۱)

ترجمہ بے شک جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان کے مقابلے پہنچنے کو بُرا جانا نہ کھولے ہائیں گے ان کے لیے دروازے آسمانوں کے اور وہ داخل نہ ہائیں گے جنت میں یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں گھس جائے اور ہم اس طرح بدلہ دیں گے گناہگاروں کو ان کے واسطے دوزخ کا بچھونا ہوگا اور اسی کا اوپر سے اوڑھنا ہوگا اور اس طرح ہم ظالموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

ان الله لا یغفران یشرک بہ و ینفیص ما دون ذلک لمن یشاء۔

(نہل النساء ۴۸-۱۱۲)

ترجمہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتے اس کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے سوا بخش دیں گے جسے چاہیں۔

مشرک کی بدبختی اس درجے میں ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جلتا ہے اور کبھی نہ

بخشا جاسکے۔

② مشرکوں کے لیے دُعا تے خیر سے بھی منع کر دیا گیا ہے

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ (پل التوبہ ۱۱۳)
ترجمہ نبی اور ایمان والوں کو جس کا حق نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں ان کی بخشش کو بھی
بھیس کی سزا کے لیے دعا مغفرت کی دعا کو بھی حرام ٹھہرایا گیا۔

مسلمانوں کے لیے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید مغفرت کا
بڑا سہارا ہے۔ آنحضرتؐ کی یہاں کی زندگی میں بھی گنہگار مسلمان آپ کے پاس آکر
خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے تھے اور حضورؐ بھی ان کے لیے دُعا تے استغفار
کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتے۔ وفات کے بعد گنہگار مسلمان آپ کی
شفاعت کے سہارے جیتے ہیں جیتے ہیں شفاعت اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوگی۔ لیکن مشرک
کتنا بد بخت ہے کہ حضورؐ کو اس کے لیے مغفرت مانگنے سے روک دیا گیا اور فرمایا کہ آپ
کو حق ہی نہیں کہ مشرکین کے لیے گناہوں کی معافی مانگیں ہم ان کے لیے جنت حرام کہہ چکے
ہیں۔

بریلوی مولویوں کو چاہیے کہ اپنے عوام پر رحم کریں اور انہیں کسی ایسے عقیدہ اور
عمل پر نہ لگائیں کہ جنت ان کے نصیب میں نہ رہے۔ شرک وہ گہری دلدل ہے کہ اس میں
دھنسا شاید ہی کبھی باہر نکلا ہو۔ کھلے شرک سے تو ہزاروں نے توبہ کی ہوگی۔ لیکن جو شرک
عقیدہ توحید کے ساتھ آئے وہ زندہ بھی ہے اور زندیقوں کا شرک کبھی توبہ کی گھاٹی پر
آیا نہیں دیکھا گیا۔

یہ تو آپ دیکھ چکے ہیں کہ جنت النان پر کب حرام ہوتی ہے اور کس عمل سے وہ
لائی مغفرت نہیں رہتا۔ اب وہ عمل عظیم بھی سن لیں جس سے انسان پر آگ حرام ہو جاتی
ہے۔

۳) صدق دل سے دو اقرار جہنم کی آگ کو حرام کر دیتے ہیں

حضرت غاتم البنین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو جب وہ آپ کے پیچھے ایک ہی اونٹ پر سوار تھے تو آپ نے انہیں بڑے اہتمام سے فرمایا :-

ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله صدقاً
من قلبه الا حرمه الله على النار۔

ترجمہ: کوئی ایسا نہیں کہ دل سے شہادت دے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے آگ پر حرام کر دیں گے۔

ایک خدا کو بڑا مان کر اس کی عطا کردہ طاقتوں سے اور کوئی چھوٹے خدا اس کے شریک بتانا جیسا کہ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا یہ وہ شرک ہے جس سے قرآن کریم نے مشرک پر جنت حرام فرمائی۔ سو ایسا عقیدہ رکھنے والا صدق دل سے توحید کا قائل نہیں وہ زندہ قیامت سے توحید کا اقرار کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے راہِ عمل کے لیے حضورؐ سے ہدایت نہیں لیتا حضورؐ کو اپنا رہنما نہیں سمجھتا تو وہ بھی صدق دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتا۔ یہ اس کے وہ دو جرم ہیں جن کے باعث ان کا آگ میں جانا حرام نہ ٹھہرا اس بے نصیب پر جنت حرام کر دی گئی۔

جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اپنی دینی زندگی کے لیے پیروں اور منگوں کو یا اپنے باپ دادا کے طریقوں کو سند بناتے ہیں وہ اپنے لیے حضورؐ کی تشریف آوری کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ یہ وہ غلط راہِ عمل ہے جو اسے صدق دل سے محمد رسول اللہ کے اقرار پر نہیں آنے دیتی۔

سواً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف کلمہ پڑھنے پر نجات کی ضمانت نہیں دی بلکہ ساتھ صدق دل کی قید لگائی۔ کلمہ پڑھ کر جو لوگ عقائدِ شرکیہ میں مبتلا ہیں وہ توحید و رسالت میں زندہ کاٹسکار ہیں ان کا کلمہ پڑھنا انہیں آگ پر حرام نہیں کرتا۔

توحید میں کسی کو اخلاص مل جائے وہ صدق دل سے لا الہ الا اللہ پرا جائے تو اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ کے اقرار میں اسے اس اقرار توحید کی برکت سے صحیح راہ پر لگا دیتے ہیں۔ یہ عقیدہ توحید ہے جس میں اخلاص کی دولت ہر کسی کا نصیب نہیں۔ حضرت عتیان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو اللہ کی رضا کے حاصل کرنے کے لیے لا الہ الا اللہ کہے گا اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ اس پر حرام کر دیتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ یبنی بہ وجہ اللہ الاحمر اللہ علیہ السلام
ترجمہ۔ جو شخص خالصتہً وجہ اللہ لا الہ الا اللہ کہے گا اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام کر دیتا ہے۔

جب تک ایک خدا کے سوا ہر ایک کے الٰہ ہونے کا انکار نہ ہو انسان شرک سے نہیں نکلتا اس کے بغیر اس کا اقرار توحید زندہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کہتے ہیں ۲۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کلمہ شہادت پڑھتے سنا تو فرمایا :-

اشہد ان لا یشہد بہما احد الا برئ من الشر۔ ۱۔
ترجمہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو بھی اس کی گواہی دے (کہ ایک خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں) تو وہ شرک سے بچ نکلا۔

عقیدہ نور

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى ابا عبد:-

بریلویوں کو اہل سنت سے جدا کرنے میں ان کا دوسرا عقیدہ مسئلہ نور ہے۔ اس میں ان کی پانچ

فطریاں ہیں۔

- ① انہوں نے اللہ تعالیٰ کو نور سمجھ رکھا ہے۔
 - ② اس نور الہی سے وہ نور محمدی کا صدور مانتے ہیں۔
 - ③ حضور کو یہ ابتداء سے نور مانتے ہیں۔
 - ④ سنت کو یہ نور نبوت نہیں سمجھتے۔
 - ⑤ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وجود صرف نور کا ہے اندھیرا وجودی چیز نہیں عدم محض ہے۔
- ہم پیشتر اس کے کہ ان معانات پر اہل سنت عقائد بیان کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نور کی کچھ تشریح کر دیں کہ یہ کیا چیز ہے؟
- عربی میں نور روشنی Light کہہ جتے ہیں اور اس کا ایک اپنا جسم ہے اور پھیلاؤ ہے۔ جن حدود تک دن پھیلا ہوا ہے وہ روشنی ہے اور جہاں یہ روشنی نہیں وہاں اندھیرا ہے۔ روشنی اور اندھیرے کا اپنا اپنا پھیلاؤ اور جسم ہے۔ روشنی کا ایک اپنا وجود اور جسم ہے یا یہ کئی کیفیت ہے جو کبھی جسم پر اُترتی ہے۔ اس میں سائنس دانوں کا اختلاف ہے۔ فزکس Physics میں Light (روشنی)، اور Heat (گرمی)، دو برابر کے موضوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو نور نہیں کہہ سکتے کیونکہ نہ وہ جسم ہے اور نہ اس کا کوئی اپنا پھیلاؤ ہے۔ یہ جسم ہونا اور پھیلاؤ رکھنا یہ مخلوق کی صفات ہیں خالق کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسم یا جسمانی ہونے سے

پاک ہے۔

پھر یہ روشنی جو مخلوق ہے دو قسم کی ہے ظاہری اور باطنی۔ ظاہری روشنی اس دنیا میں سورج چاند اور ستاروں سے ہے۔ اور باطنی روشنی فرشتوں، انبیاء و مرسلین اور اولیاء اللہ کے ذکر و افکار سے ہے۔ ظاہری روشنی نور ذات ہے اور باطنی روشنی نور صفات ہے۔ ایمان و عمل نور نبوت سے روشن ہیں۔ اس روشنی کا ظاہری روشنی سے کوئی تعلق نہیں۔ مجوس (آتش پرستوں) کی غلطی تھی کہ انہوں نے ظاہری روشنی (آگ) کو خدا سمجھ لیا اور اس کی پوجا کرنے لگے۔ اور ہندوؤں کی غلطی ہے کہ ان میں سے بعض اب تک سورج کو خدا اور چاند کو بڑا دیوتا سمجھتے ہیں کہ اس میں خدا جلوہ گر ہوا۔ باطنی نور کو ظاہر نور (روشنی) سے ملانا یہ مجوس و ہندو کی غلطی تھی۔ برہمنوں نے خدا کو نور سمجھ کر وہی غلطی کی ہے جو پہلے مجوس و ہندو کر چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا نہ نور (روشنی) ہے نہ نورانی۔ نہ اس کا کوئی جسم ہے اور نہ وہ کسی کیفیت کا نام ہے۔ اگر اسے نور کہیں تو یہ اسے جسم مانا جائے گا یا کوئی جسمانی کیفیت۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے پاک ہے۔ سواہل السنۃ و الجماعۃ کے عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات نور نہیں۔

سوال: اگر اللہ تعالیٰ نور Light نہیں تو پھر قرآن پاک میں کیس کہا گیا ہے:-

اللہ نور السموات والارض۔ (پل: النور، ص ۵)

جواب: یہ آیت متشابہات میں سے ہے اس لیے اس سے عقیدہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں تاویل کی جائے گی اور اسے قرآن پاک کی دوسری محکم آیات کے تابع رکھا جائے گا اور اس کے معنی زمین و آسمان کو نور دینے والے یا زمین و آسمان میں نور ہدایت آملانے والے کے لئے بیان کیے گئے۔ یہ عقیدہ نہیں رکھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے متشابہات پر عقائد کی بنا پر علم میں فتنہ پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرما کر کہ قرآن کریم میں دو طرح کی آیات ہیں:-

۱۔ محکمات اور ۲۔ متشابہات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

واما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء
تاويله وما يعلم تاويله الا الله (پ آں پھر ان آیت ۷)

ترجمہ۔ اور جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ متشابہات کے تابع ہو جاتے ہیں فتنہ
چاہنے اور پہلو دھونڈنے کو اور نہیں جانتا اس کی مراد مگر اللہ۔

سوال : کیا اہل السنۃ و الجماعۃ کے کسی مقتدر عالم نے کہا ہے کہ یہ آیت متشابہات میں
سے ہے ؟

جواب : ہاں ! امام فخر الدین رازیؒ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں :-

ان هذه الآية من المتشابهات۔

اب پوری عبارت دیکھئے :-

واعلم ان القول بان الله تعالى هو هذا النور او من جنسه قول باطل و بطل

عليه وجوه۔ الاول ان النور اما ان يكون جمنا او كيفية في الجسم والجسم

محدث فكيفياته ايضا محدثة وجبل الاله ان يكون محدثا۔ الثاني ان

النور تضاده الظلمة والاله منزه ان يكون له ضد۔ الثالث ان

النور يزول و يحصل له اقول والله منزه عن الاقول والنزوال واما

قوله تعالى الله نور السموات والارض ان هذه الآية من المتشابهات۔

ترجمہ۔ اور جان لے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے تو ہے یا وہ اس نور کی جنس میں سے

ہے یہ قول باطل ہے اور اس پر کئی وجوہ دلالت کرتے ہیں پہلی بات یہ کہ

یہ نور (روحانی) کا ایک اپنا جسم ہے یا یہ جسم میں اتری کوئی کیفیت ہے جسم مخلوق

ہے اور اس پر اتری کیفیات بھی مخلوق ہوں گی اور معبود رب العزت اس

سے بالا ہے کہ وہ کوئی مخلوق ہو دوسری بات یہ ہے کہ نور (روحانی) کے

مقابلہ میں ظلمت (اندھیرا) موجود ہے اور معبود برحق اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی
 ضد ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ روشنی کو زوال آتا ہے اور وہ جاتی بھی رہتی
 ہے اور اللہ تعالیٰ اس زوال و غروب سے پاک ہے۔ اگر تم کہو کہ قرآن کریم میں ہے
 اللہ خور السموات والارض تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت متشابہات میں سے
 ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان بھی ہے جو اس کے فوراً بعد وارد ہے۔
 مثل نورہ (اس کے نور کی مثال) اس نے نور کو اپنی طرف مضاف کیا ہے اور
 یہ اضافت ملک ہے جو اپنے مالک کی طرف ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کی ذات نور نہیں وہ نور کفر پیدا کرنے والا ہے اور اس کا مالک ہے
 قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

الحمد لله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور۔
 (پک الانعام آیت اول)

اس پر امام رازیؒ لکھتے ہیں :-

وذا للخصم فی ان ماہیة النور معجولہ لله تعالیٰ فیستحیل ان یکون
 الاله نور فثبت انه له بدلہ من التلویل والعلما ذکر وافیہ وجوفا
 احدھا ان النور سبب للظلموں والهدایة لما شارکت النور فی هذا
 النور فی هذا المفهوم اطلاق اسم النور علی الهدایة وهو کقولہ تعا
 اللہ ولی الذین امنوا یمخرجہم من الظلمات الی النور

ترجمہ۔ یہ بات مزید ہے کہ نور کی ماہیت اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ سو یہ محال ہے
 کہ معبود برحق خود نور ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تاویل ضروری ہے
 اور علمائے اس کی تفسیر میں کئی وجوہ ذکر کی ہیں۔ ایک یہ کہ روشنی کسی چیز کے ظاہر

کرنے اور راہ بتانے کا سبب ہے جب نور اس نور کے ساتھ اس معنی میں آطا
تو ہدایت (راہ پانے) پر نور کا اطلاق صحیح ٹھہرا جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ اللہ
ایمان والوں کا درست ہے انہیں اندھیروں سے نکالتا ہے اور نور کی طرف
لے آتا ہے۔

امام رازیؒ نے نور کے اطلاق پر قرآن کریم کی اور آیتیں بھی پیش کی ہیں اور ترجمان القرآن
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے آیت اللہ نور السموات والارض کی یہ تفسیر نقل کی ہے :-

ان المراد هدى اهل السموات والارض وهو قول ابن عباس الاكثرين
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہاں نور ہادی کے معنی میں ہے
حضرت انس بن مالکؓ (۷۹۱ھ) بھی فرماتے ہیں :-
ان اللہ يقول نور هدى۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا نور میری ہدایت ہے۔

آیت مذکورۃ الصدر اللہ نور السموات والارض کے آخر میں اللہ رب العزت نے خبر
اپنے نور کی تشریح اس طرح کر دی ہے :-

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ مِّنْ يَّشَاءُ۔ (شک النور آیت ۲۵)

یہ الفاظ تبار ہے ہیں کہ اللہ کے نور سے مراد نور ہدایت ہے نہ کہ وہ ذاتاً نور ہے اور
نور اس کی صفت ذات بھی نہیں صفت فعل ہے۔

امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں :-

ولا يصح ان يكون النور صفة ذات الله تعالى وانما هو صفة فعل
اعى هو خالقه۔

تابعی جلیل البر العالیہؒ (۹۰ھ) اللہ نور السموات والارض کا یہ معنی بیان کرتے ہیں :-

۱۔ تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۲۲۴ ۲۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۸۹ ۳۔ شرح صحیح مسلم جلد ۴ ص ۲۲۴

وقال ابو العالیۃ مزین السموات بالشمس والقمر والنجوم ومزین الارض
بالانبیاء والعلماء والاولیاء^ط

ترجمہ: اللہ نور السموات والارض کا معنی ہے آسمانوں کو سورج چاند اور ستاروں سے
مزین کرنے والا اور زمین کو انبیاء کرام اور علماء اور اولیاء سے زینت دینے والا۔
اس حضرت علیؑ علیہ السلام سے یہ دعا منقول ہے۔

انت نور السموات والارض ومن فیہن۔

اس کی شرح میں ابن بطال (۱۰۲) لکھتا ہے۔

انت نور السموات والارض ومن فیہن ای بنورک یمتدی من فی
السموات والارض^ب

ترجمہ: اے اللہ تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان سب کا نور ہے
تیرے نور سے ہی آسمانوں اور زمین والے ہدایت پکڑتے ہیں۔

علامہ عینی (۸۵۵ھ) نے اللہ نور السموات والارض کی ایک یہ قرأت بھی نقل کی ہے۔

اللہ خُور السموات والارض علی صیغۃ الماضی من التَّوْبِ

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو منور کیا روشنی بخشی۔

مشہدہ تابعی مفسر سخاک (۱۰۲ھ) کہتے ہیں نور یہاں اسم فاعل کے معنی میں ہے

یعنی اللہ تعالیٰ زمینوں اور آسمانوں کو چاند سورج اور ستاروں سے اور انبیاء

ملائکہ اور مومنین سے روشن کرنے والا ہے۔

اسلام کے یہ پہلے دو کی آواز ہے جو ہم نے صحابہ کرامؓ اور تابعین حضرات کی تفسیروں سے
آپ کو سنا دی ہے۔ ان میں سے کسی نے اللہ رب العزت کو ذاتاً نور نہیں مانا۔ اس کے نور ہم نے
کو یہ سلف صحابین نور ہدایت کے معنی میں ہی لیتے رہے ہیں۔

اب ایسے تیسری صدی میں چلیں۔ حافظ ابن جریر الطبری (۳۱۰ھ) بھی اللہ کے نور سے مراد نور ہدایت لیتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:-

واختار هذا القول ابن جرير. اسی قول کو ابن جریر نے نقل کیا ہے۔
چوتھی صدی کے جلیل القدر محدث علامہ خطابی (۳۸۸ھ) صاحب معالم السنن اللہ کے نور ہونے کا معنی یہ لکھتے ہیں:-

معناه الله مبصره يبصر ذوالالحماية ومهدايته يرشد ذوالالغواية و
قال ومنه الله نور السموات والارض معنى اعلم منه نورها قال و
يحتمل ان يكون معناه ذوالنور

اس کا معنی ہے وہ ذات جس کے نور سے نابینا بھی دیکھ لے اور اس کی ہدایت
سے ٹھک کا بھی راہ پا جائے اور اسی معنی میں ہے اللہ نور السموات والارض
یعنی آسمانوں اور زمین کی روشنی اسی سے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے
نور سے مراد اس کا ذوالنور (نور والا) ہونا ہو۔

اب پانچویں صدی میں چلیں۔ علامہ قشیری (۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:-
قال القشيري في قوله تعالى الله نور السموات والارض ينور الاخفاف
بالنجوم والقلوب بنور المعارف وصنوف العلوم والعبادان بأشار
الطاعات

ترجمہ۔ اللہ نور السموات کا معنی یہ ہے کہ وہ آفاق کو ستاروں سے اور قلوب
کو لطائف معارف سے اور طرح طرح کے علوم سے منور کئے ہوئے ہے اور
عبادان کو وہ نیکیوں کے آثار سے نور بخشا ہے۔

اب چھٹی صدی کے محقق عظیم قاضی عیاض مالکی (۵۴۷ھ) سے بھی سنیں۔ آپ اُسے

ائمہ اسلام کا مذہب و مختار قرار دیتے ہیں :-

ومن المستحيل ان تكون ذات الله نوراً اذا النور من جملة الاجسام والله سبحانه
و تعالیٰ یجلی عن ذلک هذا مذهب جمیع ائمة المسلمین ومعنی قوله تعالیٰ
الله نور السموات والارض وما جله فی الاحادیث من تسمیة سبحانه وتعالیٰ
بالنور معناه ذو نورها وخالقه وقیل هادح السموات والارض و
قیل منور قلوب عباده بله

ترجمہ یہ محال ہے کہ اللہ کی ذات نور ہو۔ کیونکہ نور کا ایک اپنا جسم ہوتا ہے اور
اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کا جسم ہو۔ یہ مذہب تمام ائمہ مسلمین کا ہے
اور اللہ تعالیٰ کا جبر یہ ارشاد ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور جبر احادیث
میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے لفظ نور وارد ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
ان دونوں (آسمانوں اور زمین) کے نور کا مالک اور اس کا پیدا کرنے والا ہے
یہ بھی کہا گیا ہے وہ آسمانوں اور زمین کو ہدایت دینے والا ہے اور یہ بھی کہا
گیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے دلوں کو روشن کرنے والا ہے۔

اب آئیے آپ کو ساتویں صدی میں بھی لے چلیں مفسر جلیل قاضی بیضاویؒ (۲۸۵ھ)

کہتے ہیں :-

النور فی الاصل کیفیة تدرکها الباطنة او لا بواسطتها سائر المبصرات
کالکيفية الفاضلة من النیرین علی الاجرام الکثيفة المحاذية لهما
وبهذه المعنی لا یصح اطلاقه علی الله تعالیٰ الا بتقديس مضاعف کقولک
زید کرم معنی ذو کرم او علی تجوزاً ما معنی منور السموات والارض و
قد قرئ به فانه تعالیٰ نورها بالکواکب وما یفیض عنهما من الانوار

ادبالمثلثة والاٰنبیاء علیہ

ترجمہ۔ نور اصل میں ایک کیفیت ہے جسے پہلے قوت باصرہ پاتی ہے اور پھر اس کے واسطے سے تمام نظر آنے والی چیزیں اس سے روشنی ہوتی ہیں سورج اور چاند سے یہی کیفیت ان اجرام کثیفہ پر اتنی ہے جو ان کے سامنے ہوں اور اس معنی (کیفیت) کے اعتبار سے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر روا نہیں۔ ہاں مضاف مقدر تم کہہ سکتے ہو جیسے زید کرم کا معنی ہے زید کرم والا ہے یا اسے مجاز قرار دیا جائے۔ بایں معنی کہ وہ آسمانوں اور زمین کو روشنی دینے والا ہے اور ایک ایسی قوت بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (آسمانوں اور زمین کو) ستاروں سے اور ان سے جو انوار اترتے ہیں ان سے نرین کیا ہے یا مراد فرشتے اور انبیاء لیے جائیں جن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو زینت بخشی ہے۔

محدث جمیل امام نوویؒ (۶۷۶ھ) بھی اسی صدی میں گزرے ہیں ان سے سنئے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ذاتا نور کہتے ہیں۔ ان کے علم و عقیدے کا ماتم کیجئے۔

ولا یصح ان یكون النور صفة ذات الله تعالى وانما هو صفة فعل ای ہو خالقہ وقال غیرہ معنی نور السموات والارض مدب شمسها وقرها وخبوها۔ ترجمہ۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ نور اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہو سوائے اس کے نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت فعل ہے یعنی وہ نور کا پیدا کرنے والا ہے اور کسی دوسرے نے کہا ہے۔ نور السموات والارض کا معنی ہے ان کے سورج چاند ستاروں کو (روشنی سے) چلانے والا۔

یہ ساتویں صدی کے دو جمیل القدر اہل سنت امام نوویؒ (۶۷۶ھ) اور قاضی عیاضیؒ (۶۸۵ھ) کی شہادت آپ کے سامنے آسکی۔ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کو ذات کہنے سے یکسر منع

کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا کوئی شخص کبھی اہل السنۃ و الجماعۃ منہیں سمجھا جاسکتا
اب آئیے آپ کو آٹھویں صدی میں لے چلیں۔ حافظ ابن کثیر (م ۷۴۱ھ) کہتے ہیں :-

(اللہ فوالسّموات والارض) يدبر الامر فيهما يخوضهما وشمسهما وقمرهما
وقال ابن جرير... عن انس بن مالك قال ان الله يقول نوري هـ و
اختار هذا القول ابن جرير... فبنوره اضاءت السموات والارض بـ

ترجمہ۔ اللہ کے آسمانوں اور زمین کے درمیان کے نور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہی
آسمانوں اور زمین میں ستاروں سورج اور چاند کی تدبیر کر رکھی ہے اور ابن جریر
نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا نور
میری ہدایت ہے۔ ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔۔۔۔۔ سو اس کے
نور سے آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے۔

نویں صدی کی شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور تہجد کے وقت اکثر یوں کہتے :-
انت نور السموات والارض ومن فيهن بـ

اس کی شرح میں حافظ بدر الدین العینی (م ۸۵۵ھ) اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں :-
قال ابن بطال انت نور السموات والارض ومن فيهن ای بنورك يمتدى من
في السموات والارض وقيل معناه ذو نور السموات والارض بـ

ابن بطال نے کہا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لے اللہ تبارک و تعالیٰ کے نور سے ہدایت
لیتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ذو نور
السموات والارض ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے نور کا مالک و صاحب ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک یہ دعا تھی :-

اللہم اجعل فی قلبی نوراً و فی سمعی نوراً و فی بصری نوراً و عن یمینی نوراً و
امامی نوراً۔

ترجمہ۔ اے اللہ! تو میرے دل میں نور پیدا فرما۔ میرے کان اور میری آنکھ میں

نور پیدا فرما۔ میرے دائیں اور میرے آگے اور پیچھا دے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) اس پر لکھتے ہیں :-

کل هذه الامور ارجعة الى الهداية والبيان وضياء الحق۔

ترجمہ۔ یہ سب امور ہدایت و صراحت اور سچی روشنی کی طرف راجع ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اعضائے رتیبہ میں جو روشنی کی طلب کی ہے

اس کا مطلب حق اور ہدایت کی روشنی ہے۔ یعنی اے اللہ! تو میرے ہر حصہ بدن میں حق اور سچائی کی روشنی اتار دے۔ یہ صفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا سے ظاہر ہوں۔

یہ نوں صدی کی شہادت آپ نے پڑھ لی ہے۔ کیا کسی ایک محقق نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کو نور تسلیم کیا ہے۔ کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے نور ذات ہونے کا قول کیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے نور ہونے کا مطلب کیا ہے؟ یہی ناکہ اسی سے زمین و آسمان کی روشنی ہے اور وہ نور ہدایت ہے جس سے دنیا و آخرت میں ہدایت پھیلی ہے۔ انبیاء و اولیاء کا نور بھی یہی ہدایت ہے اور یہی وہ نور ہے جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا مانگی۔

دسویں صدی کے مجدد حضرت شیخ طاعلی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری (۱۰۱۴ھ) اللہ تعالیٰ

کے نور ہونے کا معنی ذات خداوندی نہیں اخاۃ الہی کہتے ہیں۔ اللہ کا نور اس کی ہدایت ہے۔ فرشتوں اور نبیوں پر اگر نور کا لفظ بولا جائے تو اس کا معنی یہی ہو گا کہ ان کے واسطے سے اللہ کی ہدایت ملتی ہے اور دنیا میں پھلتی ہے حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا :-

ان الله خلق خلقه في ظلمة فالتقى عليهم من نوره فمن اصابه من ذلك
النور اهتدع ومن اخطاه ضل به

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں خلقت بخشی پھر لوگوں پر اپنا نور اتارا
جس کو یہ روشنی پہنچی وہ ہدایت پا گیا اور جو اس سے چوک گیا راہ سے بھٹک گیا۔
اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں :-

المراد به نور الايمان والمعرفة والايقان والطاعة والاحسان به

ترجمہ۔ یہاں اللہ کے نور سے مراد ایمان و معرفت اور یقین و طاعت اور احسان
کا نور ہے۔

سوال اللہ کے نور سے کسی محدث نے نور ذات مراد نہیں لیا نہ اللہ تعالیٰ ذاتاً نور ہے مگر نور تو
اس کا اضافہ ہے اس کی عطیہ ہے اس کی مخلوق ہے۔ قرآن پاک کے آثار اور اس کے شواہد
و بیانات سب اسی کا نور ہیں جسے اس نے اپنی خلق پر ڈالا۔

سیدنا حضرت ملا علی قاریؒ مزید لکھتے ہیں :-

قيل المراد بالنور الملقى عليهم ما نصب من الشواهد والحجج وما انزل اليهم

من الايات والنذر اذ لولا ذلك لبقوا في ظلمات الضلالة في

بيداء الجهالة۔

ترجمہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو نور لوگوں پر اتارا گیا اس سے مراد وہ شواہد و دلائل
ہیں جو اس نظام کائنات میں قائم کیے گئے ہیں اور اس سے وہ آیات
الہیہ اور اللہ کا ذکر پیدا کرنے والے امور ہیں جو ان کی طرف اتارے گئے یہ
نہ ہوتا تو دنیا گمراہی کے اندھیروں اور جہالت کی وادیوں میں بھٹکتی رہتی۔
اور آگے یہ بھی لکھتے ہیں :-

قيل المراد انه خلق ارواحهم في ظلمة وحيرة فالتقى عليهم نور الرحمة
والهداية ولولا ذلك لم يهتد اليه احد بل

ترجمہ۔ یہ کہا گیا ہے کہ نور سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو اندھیر
اور حیرت میں غفلت بخشتی۔ پھر ان پر نور رحمت اور نور ہدایت اتارا۔ ایسا نہ ہوا
ہوتا تو کوئی شخص خدا کی راہ نہ پاتا۔

دیکھیے ائمہ اہل سنت نے کہیں اللہ کی ذات کو نور نہیں کہا۔ معلوم نہیں بریلوی یہ عقیدہ
کہاں سے لے کر آئے ہیں کہ اللہ کی ذات نور ہے۔ نور اللہ کی مخلوق ہے یا اس کا اخلاص کلام ہے
اس کی ذات اس سے بالا اور پاک ہے کہ اسے نور (روشنی) کہا جائے۔ وہ روشنی کو پیدا کرنے
والا ہے وہ خود روشنی کیلئے ہو سکتا ہے؟ — گرمی سردی روشنی اور اندھیرا سب کیفیات
ہیں اور رب العزت کیفیات سے پاک ہے کیفیت ایک اتنی جانی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی
شان ہے۔

الآن کماکان ولعلیق زوالا۔

ترجمہ۔ اب بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھا اس کی کسی شان کو زوال نہیں۔
روشنی کی ضد اندھیرا ہے اور اللہ رب العزت کی کوئی ضد نہیں۔ اندھیرا وجود میں روشنی
کا شریک ہے اور اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک اسم التوب بھی ہے۔ ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔
ای الظاهر بنفسه المظهر لغيره وقيل هو الذي يبصر بغيره
ذوالعمایۃ۔

ترجمہ۔ وہ اپنی ذات سے خود ظاہر ہے اور دوسروں کو ظہور دینے والا ہے اور
یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے نور سے اندھے بھی دیکھ لیتے ہیں۔

گیارہویں صدی کے محدث حضرت الشیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) اللہ کے نور کا معنی بیان کرتے ہیں:-

مراد نور مضاف بحق نورے کہ پیدا کردہ وئے سبحانہ اس را از آیات تینہ و حج
نیرہ منبثہ و النفس و آفاق از دلائل عقلیہ و نقلیہ بلہ

ترجمہ وہ نور جس کی اضافت اللہ کی طرف ہو (جیسے اللہ کا نور) اس سے مراد اللہ سبحانہ
و تخلیقی کا پیدا کردہ نور ہے اس کے واضح نشان اس کے روشن دلائل جو النفس
و آفاق میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں وہ عقلی ہوں یا نقلی سب اللہ کا نور ہیں۔

اسیے اب آپ کو تیرہویں صدی میں لے چلیں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ
(۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:-

نور اس کیفیت کا نام ہے جس کو آنکھ سب سے پہلے ادراک کرتی ہے پھر اس کے
ذریعہ سے دوسری قابل دید چیزوں کا انکشاف کرتی ہے جیسے چاند سورج کی روشنی
کہ پہلے چاند سورج اس سے روشن ہوتے ہیں پھر ان چیزوں کا اس سے انکشاف
ہو جاتا ہے جو سورج و چاند کے سامنے ہوتی ہیں اس تعریف کی رو سے لفظ نور
کا فاسد باری تعالیٰ پر حقیقی اطلاق ممکن نہیں کیونکہ یہ نور مادی ہے لامحالہ تاویل
کی جائے گی تاویل کی چند صورتیں ہیں:-

① مضاف کو محذوف مانا جاتے یعنی اللہ زمین و آسمان کو نور عطا کرنے والا
ہے عطا کرنے والا لفظ محذوف تھا اسے اب ظاہر کر دیا ہے

② بطور مبالغہ مصدر کو اللہ پر محمول کیا جائے۔ اللہ میں اتنی زیادہ نور بخشی
ہے کہ گویا خود خدا نور ہو گیا (اس صورت میں یہ اطلاق حقیقت نہ رہے گا مجملہ
ہو جائے گا) جیسے زید کا اگر بہت زیادہ منصف ہو ناظر ہر کرنا ہوتا ہے تو

کہتے ہیں زید عدل۔

۳) یا معبودِ راسمِ فاعل کے معنی میں ہے یعنی اللہ زمینوں اور آسمانوں کو چاند سورج اور ستاروں سے اور انبیاء ملائکہ اور مومنوں سے روشن کرنے والا ہے۔ کذا قال الضحاك یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کو درختوں اور ہری بھری گھاس سے نورانی کر دینے والا بھی اللہ ہے۔

۴) بعض نے کہا اللہ نور ہے یعنی تمام نور اسی کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہمارے لیے رحمت ہے۔
ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:-

بعض نے کہا ہے نور وہ کیفیت ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرنے والی ہو۔ اصل ظہور وجودِ ہستی ہے جس طرح اصل خفا عدمِ ہستی ہے سو نور السموات والارض سے مراد آسمانوں کا موجود ہونا ہے۔ اللہ بذاتِ خود موجود ہے اور دوسری چیزوں کو موجود کرنے والا ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ لفظ نور کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر حقیقی اعتبار سے ممکن نہیں اور علمائے اہل سنت میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کو نور نہیں کہا اور اگر اسے کسی پہلو سے حقیقی طور پر نور کہا جائے تو لازم آئے گا کہ پھر ہر ایک نور پر جو اس دنیا میں شاہد محسوس ہے (جیسے سورج اور چاند یا انبیاء اولیاء کی روشنی) لفظ نور کا اطلاق مجازاً ہو۔ کیونکہ حقیقی اطلاق اس ذات پر ہو لیا جس کا کوئی کسی بات میں شریک نہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ (۱۲۲۵ھ) کے بعد شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (۱۲۳۰ھ) کا نمبر آتا ہے۔ آپ آیت اللہ نور السموات کا معنی لکھتے ہیں:-

اللہ سے رونق اور ہستی (آبادی) ہے زمین و آسمان کی۔

خاتمہ تحقیقین علامہ محمود آلوسیؒ (۱۲۹۱ھ) نے لفظ نور کے معنی میں حکماء صوفیہ اور علمائے ادب و لغت کا اختلاف تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں :-

اذا علمت هذا فاعلم ان اطلاق النور على الله سبحانه وتعالى بالمعنى اللغوي والحكمي السابق غير صحيح لکمال تزهة خلّ وعلا عن الجسمية والكيفية ولوازها واطلاقه عليه سبحانه بالمعنى المذكور وهو الظاهر بذاته والمظهر لغيره بل

ترجمہ۔ جب تو نے یہ جان لیا تو جانو کہ لفظ نور کا اطلاق ذات الہی پر لغوی طور پر اور حکمی طور پر جو بیان ہوا ہرگز صحیح نہیں یہ اس لیے کہ اس کی تنزیہیہ نشان کمال کی ہے وہ ذات سمیت اور کیفیت اور ان کے لوازمات سے پاک اور بالا ہے اس لفظ (نور) کا اس پر اطلاق باس طور ہے کہ وہ اپنی ذات سے ظاہر ہے اور دوسروں کو ظہور بخشنے والا ہے۔

آئیے اب چودھریں صدی میں چلیں۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۶۹ھ) آنحضرت ﷺ علیہ وسلم کی دعا اللہم لك الحمد انت نور السموات والارض کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے موافقت کہتے ہیں :-

ای منور ہمارے ہیتمدی من فیہما وقیل المعنی انت المنزہ عن کل عیب
یقال فلاں منور ای مبرا من کل عیب ویقال هو اسم مدح تقول فلاں
نور البلد احـ مزینہ

ترجمہ۔ خدا کے آسمانوں اور زمین کے نور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کو روشنی بخشنے والا ہے۔ اے اللہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب تجھ سے روشنی لیتے ہیں۔ ایک معنی نور کا یہ بھی کیا گیا ہے کہ اے اللہ تو ہر کمزوری

سے پاک ہے۔ عربی میں کہتے ہیں فلان منور اور اس سے مراد یہی لی جاتی ہے کہ ہر عیب سے پاک ہونا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اسم درج ہے کہتے ہیں فلان نور اللیلہ وہ شہر کو روشن کرنے والا ہے۔

سب مخلوق کو نور وجود اسی سے ملا ہے چاند سورج ستارے، فرشتے اور انبیاء و اولیاء میں جو ظاہری یا باطنی روشنی ہے اسی منبع نور سے استفادہ ہے ہدایت و معرفت کا جو پیکار کسی کو پہنچتا ہے اسی بارگاہ ربیع سے پہنچتا ہے۔ تمام علویات سفلیات اس کی آیات و تجوینیہ و تنزیلیہ سے منور ہیں حسن و جمال یا خرابی و کمال کی کوئی چمک اگر کہیں نظر آتی ہے وہ اس کے وجہ منور اور ذات مبارک کے جمال و کمال کا ایک پرتو ہے۔۔۔۔۔ رات کی تاریکی میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کو انت نور السموات والارض ض کہہ کر پکارا کرتے اور اپنے کان آنکھ دل ہر عضو بلکہ بال بال میں اس سے نور طلب فرماتے تھے اور اخیر میں بطور خلاصہ فرماتے :-

واجعل لی نوراً۔ یا و اعظم لی نوراً۔ یا واجعلی نوراً۔

یعنی میرے نور کو بڑھا بلکہ مجھے نور ہی نور بنا دے۔

اور ایک حدیث میں ہے :-

ان الله خلق خلقه في ظلمة ثم القى اليهم من نوره فمن احاط به من نور

يومئذ اهتدى ومن اخطاه ضل۔

ترجمہ جس کو اس وقت اللہ کے نور (توفیق) سے حصہ ملا وہ ہدایت پر آیا اور جو اس

سے چوکا گمراہ رہا۔

واضح رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمیع بصیر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان

نہیں کی جاسکتی ایسے ہی صفت نور بھی ہے ممکنات کے نور پر قیاس نہ کیا جائے بلکہ

علمائے حق نے علی سبیل التسلسل اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ اللہ کی ذات نور نہیں اور ہم اس کی کنہ کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اللہ کے نور ہونے کا معنی ہدایت اور نور افغانہ ہے نہ یہ کہ وہ نور ذات ہے۔ نور اللہ تعالیٰ کی صفت فعل ہے جس نے کائنات کو ظاہر ہی اور باطنی روشنی بخشی۔ اللہ کی ذات کو نور فرقہ مجسمہ اور باطنیہ کے سوا کسی اور نے نہیں کہا۔ علمائے حق تاریخ کے ہر موڑ پر اس بدعی عقیدے کا تور کر تے آئے ہیں۔ اسلام کی چودہ صدیوں کی شہادت ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دی۔ معلوم نہیں بریلویوں نے یہ عقیدہ کہاں سے اپنا لیا ہے۔ جاہلیت میں ایران کے مجوسی اور مانوی اور شنی لوگ اس کے علمبردار رہے ہیں اور نور و ظلمت اور نیر و داں و اسیر کو وہ دو برابر کی طاقتیں مانتے رہے ہیں۔

حدیث میں اللہ کے نور کے اطلاقات

قرآن و حدیث میں جہاں بھی اللہ کے نور کا لفظ استعمال ہوا ہے کہیں بھی نور ذات کے معنوں میں نہیں ہے۔ جیسے :-

① حضرت ابو امامہ الباہلیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا :-

اتقوا فراست المؤمن فانہ یفطر بنور اللہ

ترجمہ مومن کی فراست سے نور بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یہاں خود اللہ سے مراد نور ذات نہیں نور افغانہ ہے اور نور ہدایت ہے۔

② حضرت ہشام بن عروہؓ اپنے باپ سے اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہود کا بھی مانگا کرتے تھے :-

اعوذ بکلمات اللہ التامات و بنور الذی اشرق له الارض و احضاء

به الظلمات من زوال نعمتك۔

ترجمہ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اس کے کامل کلمات کے سہارے اور اس کے

اس نور کے ساتھ جس سے زمین روشن ہوئی اور اندھیرے روشنی سے بدلے کہ ایسا نہ ہو کہ تیری کوئی نعمت مجھ سے ٹل جائے۔

③ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث قدسی بیان فرمائی۔
اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:-

نوری ہدای ولا الہ الا اللہ کلمتی فمن قالہا ادخلتہ حصنی ومن
ادخلتہ حصنی فقد امن۔

ترجمہ میرا نور میری ہدایت ہے اور لا الہ الا اللہ میرا کلمہ ہے جو یہ کہے گا اسے
میں اپنے قلعے میں داخل کر لوں گا اور جسے میں اپنے قلعے میں داخل کر لوں وہ
امن میں آگیا۔

④ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا نقل کرتے ہیں:-
اللہم اجعلنی من افضل عبادک عندک خفا ونصیبا فی کل خیر تقسمہ
الیوم ومن نور تمسک بہ اور حمۃ تنشہا اور زق تبسطہ او ضر
تکشف او بلا وتدفعه۔

ترجمہ اے اللہ مجھے اپنے ہاں اپنے افضل بندوں میں جگہ دے، تیرے ہر خیر میں
جسے تو آج بانٹ رہا ہے میرا حصہ اور نصیب ہو وہ نور جس کی تو ہدایت بخشے
یا وہ رحمت جو تو نشر کرے یا رزق جسے تو پھیلانے یا ضرر جسے تو اٹھائے یا
بلا جسے تو روکے۔

⑤ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۳۲ھ) کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:-
افمن شرح اللہ صدورہ للاسلام فهو علی نور من ربہ۔ (پہ الرمزہ)

ترجمہ۔ بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لیے سورہ روشنی میں ہے اپنے
رب کی طرف سے۔

میں نے آپ سے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندے کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

اذا دخل التور القلب انتشرح وانفتح۔

ترجمہ جب نور دل میں داخل ہو تو شرح صدر ہو جاتا ہے اور دل کھل جاتا ہے۔

میں نے عرض کی حضور! اس کی علامت بیان فرمائیے؟ آپ نے فرمایا:-

الانابة الى دار الخلود والتجافي من دار الغرور والتأهب للموت قبل نزول الموت۔

ترجمہ۔ اس گھر کی طرف جھکاؤ پیدا ہونا جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے اور اس دھوکے کے گھر سے پہلو ہتی آجانا اور موت آنے سے پہلے موت کے لیے تیار ہونا۔

یعنی یہ وہ علامات ہیں جو اس نور سے پیدا ہوتی ہیں جو دل میں آچکا ہو اور اس میں سما چکا ہو۔

چودھویں صدی کی شہادت

ہم اسلام کی تیرہ صدیوں کی شہادت آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ علماء حق میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کو نور ذات نہیں کہا اور جہاں بھی اللہ کے نور کے الفاظ آئے ہیں اس کی تشریح محکمات کی روشنی میں کی۔ اس ذات کے بارے میں یہی عقیدہ رکھا کہ اس کی ذات اور حقیقت کا اور کب ہم نہیں کر سکتے

چودھویں صدی کے علماء حق کی شہادت بھی لے لیجئے۔ ترجمان دیر بند شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں:-

سب مخلوق کو نور وجود اسی سے ملا ہے چاند سورج ستارے فرشتے اور انبیاء

و اولیاء میں جو ظاہری یا باطنی روشنی ہے اسی منبع نور سے مستفاد ہے ہدایت و معرفت کا جو چمکا راکسی کو پہنچتا ہے اسی بارگاہ رفیع سے پہنچتا ہے۔ تمام صلویات و سفلیات اس کی آیات تکوینیہ و تشریلیہ سے منور ہیں جن و جمال یا خوبی و کمال کی کئی چمک اگر کہیں نظر پڑتی ہے تو اسی کی وجہ منور اور ذات مبارک کے جمال و کمال کا ایک پرتو ہے۔ طائف میں جب لوگوں نے حضور کو مستایا تو یہ دعا زبان پر نکلتی :-
اعوذ بحد و جہل الذی اشرق له الظلمات و صلح علیہ امر الدنیا
والاخرۃ ان یحلب بی غضبک۔

ترجمہ۔ اے اللہ! میں تیری ذات کے نور سے جس سے اندھیروں نے روشنی پائی
اللہ دنیا اور آخرت کے امور نے اصلاح پائی تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت شیخ الاسلام اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں :-

واضح رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمیع بصر وغیرہ کی کیفیت
بیان نہیں کی جاسکتی ایسے ہی صفت نور بھی ہے اسے ممکنات کے نور پر
قیاس نہ کیا جائے۔

سو اگر ذات باری پر نور کا اطلاق حقیقت سمجھ کر ہوگا تو ماسوے اللہ ہر جہاں بھی یہ لفظ
بولا جائے گا وہاں اس کے معنی مجازی ہوں گے اور اگر اللہ رب العزت کے لیے اس کا اطلاق
حقیقت کے طور پر نہیں کسی تاویل سے ہوگا تو پھر بے شک ماسوے پر اس کا اطلاق بطور حقیقت
ہو سکے گا۔ واجب الوجود کے نور کو ممکنات کے نور سے ملنا کسی طرح جائز نہیں لیس مسئلہ شیعہ
دعوت الشریعۃ، قرآن پاک کی نص قطعی ہے۔

بریلویوں کی حالت یہاں بہت قابل رحم ہے وہ اپنے نور من نور اللہ کے عقیدہ کی خاطر
اللہ کو بھی نور ذات مانتے ہیں اور حضور کو بھی نور ذات۔ اور اگر کوئی کہے کہ خود اللہ تعالیٰ بھی نور

ذات نہیں۔ اور اس کی صفت فعل ہے تو تمہارا قدر ذات سے قدر ذات ہونے کا حقیقہ کہاں گیا۔
تو وہ یہاں آکر بالکل بڑھکلا جاتے ہیں اور ان کے پاؤں اکٹڑ جاتے ہیں۔

اللہ کے قدر ہونے پر جو یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اس کی اسلام کی سچوہ سو سالہ تشریح ایسی
پختہ اور صحیح ہے کہ بریلویوں کے مفتی احمد یار صاحب سے بھی اس کا انکار نہیں ہو سکا۔ آپ نے
اس آیت کے چار مفہوم یا، یا، کہہ کر نقل کیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی
یہ آیت متشابہات میں سے ہے۔ ورنہ وہ ایک ہی بات کہتے۔ آپ نے اس کا پہلا معنی یہ بیان
کیا ہے اور پھر یا لگایا ہے اور برابر لگاتے جا رہے ہیں۔۔

اللہ آسمانوں اور زمین کا موجود ہے وجود قدر ہے اور اندھیرا عدم۔
یا ان کے (آسمانوں اور زمین کے) باشندوں کو ہدایت کرنے والا ہے۔
یا زمین و آسمان کو سورج اور چاند وغیرہ سے منور کرنے والا ہے۔
یا نبی کے قدر سے ان میں روشنی بخشنے والا ہے۔

یہ چوتھی بات مفتی صاحب اپنے عقیدے کی کہہ گئے ہیں۔ اس آیت میں نبی کے قدر کی کوئی
بحث نہ تھی۔ یہ مفتی صاحب کی ہوشیاری کہیے یا سینہ زوری کس چالاک کی سے اپنی بات یہاں پر
داخل کر دی ہے۔ آپ کے نزدیک نبی کا قدر گویا ایک مستقل حقیقت ہے جس سے گویا مفتی صاحب
یہ کہہ رہے ہیں۔۔

اللہ تعالیٰ نے جو آسمانوں اور زمین کو روشنی بخشی تو زمین و آسمان کو خدا نے خود
روشنی نہیں کیا ان پر اپنا نور نہیں ڈالا حضور کے قدر سے ان دونوں کو منور
فرمایا ہے۔

مفتی صاحب نے اپنا عقیدہ کسی نہ کسی طرح قرآن میں داخل کر ہی دیا لیکن کہاں؟ چار
پاؤں میں گھیر کر — کہ آیت کا مطلب یہ ہے یا یہ ہے یا یہ ہے یا یہ ہے — مفتی صاحب
آپ عقائد کی بنا کیا اسی قسم کے دلائل پر رکھتے ہیں یا عقائد کے لیے دلیل قطعی ہونی چاہیے۔ جس

میں کسی دوسرے احتمال کو کوئی راہ نہ ملے۔ متشابہات پر عقائد کی بنیاد رکھنا انہی لوگوں کا کام ہے جن کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہیں۔

اما الذین فی قلوبہم ذیغ فیتنبہون ما تشابہ منہ۔ (پ آمل عمران آیت ۷۸)
ترجمہ۔ لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔

تاہم غنیمت ہے کہ مفتی صاحب نے اس آیت کے پہلے دو معنی دیے ہیں جو صحابہؓ سے منقول ہیں۔ آپ اگر خود وہ راہ چھوڑ گئے ہیں جو صحابہؓ کی معنی اور ان کا اپنا عقیدہ ان کے آخری پاپر معنی ہے تو یہ نئی راہ انہیں ہی مبارک ہو۔ ہم تو یہاں صرف یہ کیا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود نور نہیں وہ زمین و آسمان کے نور کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی اپنی ذات اور کونہ کو ہم کیا دریافت کر سکیں اگر بریلوی کہتے ہیں وہ ذاتاً نور ہے تو یہ ان کی بڑی جسارت ہے۔

چودھویں صدی کے اہل بدعت کا اللہ کے نور ذات ہونے پر اصرار کیوں؟

علماء حق نے اسلام کی چودہ صدیوں میں باطنیہ کے جس عقیدے کو کہہ کر اللہ ذاتاً نور ہے موشیٰ ہے، اپنے ہاں بگڑ نہ دی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے اہل بدعت (جو اہل سنت ہونے کے معنی بھی ہیں)، اس اتحادی عقیدے پر کیوں آگئے اور انہوں نے کیوں یہ عقیدہ اپنا لیا جو اہل السنۃ و الجماعۃ کا کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

اس راز کو جاننے کے لیے آپ حضرات کو کچھ پیچھے کوٹنا ہو گا اور ہندوستان کی اس سیاسی فغا کے سائے میں اس بات کو سمجھنا ہو گا جس میں مولانا احمد رضا خاں اپنے اس نئے مذہب کو ترتیب دے رہے تھے اور تاکید فرما رہے تھے کہ میرے دین و مذہب کو جاننا اور اس پر پنا تمام فرائض میں سب سے بڑا فرض ہے۔

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے یہ مسئلہ پیدا ہوا۔ جاہل مسلمانوں نے اس عقیدے کو کہ اللہ نور ذات ہے انگریزوں سے دریافت کیا۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ عزرا بن عیسیٰ علیہ السلام خدا

کھینٹے ہیں اور باپ کا نور ذات ہیں۔ باپ بیٹے کی ذات ایک ہوتی ہے مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول تھا۔ اب یہاں انگریز حکومت نے ایک چال چلی کہ حضرت عیسیٰ مسیح کے لیے نہ ہی مسلمان اپنے پیغمبر کے لیے ہی اگر اس عقیدے پر آجائیں تو پھر انہیں حضرت عیسیٰ کی الوہیت پر لانا اور خود من خود اللہ منزا نا بہت آسان ہو جائے گا۔ انگریزوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے آپ کو ہندوستان میں اہل سنت کا ایک فرد ایسا نہ ملے گا جو بشریت انبیاء کا منکر ہو یا حضور کو اللہ کے نور ذات سے مان کر نور اللہ کا عقیدہ رکھتا ہو۔

انگریز ہندوستان آئے تو اس وقت ہندوستان کی مسلمانوں کی علمی مسند پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) کا طوطی بول رہا تھا۔ ان کی علمی سلطنت سمرقند و بخارا سے لے کر مصر و شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کے درس حدیث کے جانشین حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی تھے اور دعو و تبلیغ میں آپ کے بھتیجے حضرت شاہ محمد اسماعیل آپ کے جانشین تھے بغیر میں آپ کے نمائندے حضرت مولانا عبدالحی تھے اور سلوک و طریقت میں حضرت سید احمد بریلوی آپ کے خلیفہ تھے۔

ان حضرات کے اقتدار علمی میں عیسائیوں کا نور من نور اللہ کا عقیدہ مسلمانوں سے منزا نا خاصا مشکل تھا۔ اس کے لیے انگریز حکمرانوں اور عیسائی پادریوں نے دوسری چال چلی کہ اللہ کے نور ذات ہونے کا عقیدہ پھیلانے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ اسماعیل شہید کے خلاف کچھ اس قسم کی فضا پیدا کی جائے کہ جاہل مسلمان ان کی بات نہ سنیں اور ہندوستانی مسلمانوں میں ہمیں ایک ایسا طبقہ مل جائے جو پیغمبر اسلام کے بارے میں اس عقیدے کا داعی ہو کہ آپ اللہ کے نور ذات سے بنائے گئے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰ کے اللہ کے نور ذات سے پیدا ہونے اور نور من نور اللہ ہونے کا عقیدہ مسلمانوں کے سامنے لا کھڑا کیا جائے۔ اس صورت حال میں انہیں یہ عقیدہ سننے میں کرنی وحشت اور اجنبیت نہ رہے گی۔ جب مسلمانوں میں حضور کے جزو ذات ہونے کا تصور بھی راہ پالے گا تو پھر عقیدہ تثلیث کی گئی آسانی سے ان کے حلق اتاری جائے گی اور عین میں یک

ایک میں تین کا مشنری عقیدہ انہیں آسانی منوایا جاسکے گا۔

بدایوں میں گیارہ روپے یومیہ سے ایک محفل منعقد کرائی جاتی تھی اور حضرت شاہ محمد اسحق اود حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کے خلاف فضا ہوا کی جاتی۔ یہ گیارہ روپے کن کو ملتے تھے مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو مولانا فضل رسول بدایونی کو — تاریخ نے یہ شہادت محفوظ کر لی ہے۔

مسلمانوں کا نیا الحادی عقیدہ

چودہویں صدی کے اہل بدعت کو پہلے اس عقیدہ پر کھڑا کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے اور اپنی ذات میں نور ہے اور جو کہتے ہیں اللہ نور نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے منکرا اور گستاخ اور بے ادب ہیں۔ پھر انہوں نے اس پر یہ مہارت کھڑی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ذات سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ ذاتاً نور ہیں اور اللہ کے نور ذات کا ایک حصہ ہیں۔

پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلوق اور ممکن الوجود ہونے کے اسلامی عقیدہ کو اس شعر میں دفن کر دیا۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبادت کہاں

حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں لے

(شرح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی قدرتوں کے مالک ہیں کہ انہیں ممکن الوجود کہتے ہوئے

مجاہد محسوس ہوتا ہے۔ بھلا ممکن الوجود بھی اتنی قدرتوں کا مالک ہو سکتا ہے؟ اور اگر آپ کو

واجب الوجود کہیں تو آپ کا نماز پڑھنا اور بندہ کہہ کر اس اطلاق (واجب الوجود) سے روکتا

ہے حقیقت کیا ہے اسی میں کھویا جا چکا ہوں حق یہ ہے کہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ یہ بھی درست

نہیں کہ آپ مخلوق ہیں اور یہ بھی درست نہیں کہ آپ خدا ہیں۔ استغفر اللہ العظیم

یہاں مولانا احمد رضا خاں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکن الوجود ہونے کے عقیدہ

کو مباحث سے فطاً نہیں کیا۔ لیکن ایک دوسرے مقام پر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکن الوجود ہونے کو کھلے طور پر ایک جھوٹا عقیدہ بتا رہے ہیں۔

ب۔ کمان امکان کے جھوٹے نقطہ تم اہل حق کے پھیر میں ہو
محیط کی مجال سے تو پوچھو کہ ہر سے آئے کہہ گئے تھے

(شرح) کمان امکان کے دو نقطے کون سے ہیں۔ ابتداء اور انتہا۔ یہ ایک کمان ہے جس کے دو کندے ہیں۔ امکان سے مراد ہے حضور کا دائرہ امکان میں ہونا ہے ممکن الوجود ہونا نہ مخلوق ہونا۔ حضور کے بارے میں جب یہ دو نقطے ابتداء اور انتہا کا عدم سمجھ گئے تو آپ کی نہ کوئی ابتداء رہی آپ ازلی ٹھہرے۔ اور نہ کوئی انتہا ٹھہری یعنی آپ ابدی سمجھ گئے حضور کو ازلی اور ابدی کہنے کا یہ وہی عقیدہ ہے جو عیسائی پادری الوہیت مسیح کی دعوت دینے سے پہلے مسلمانوں کے دلوں میں اتارنا چاہتے تھے اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے دہر کی یہ گولی مسلمانوں کے حلق حضور کی محبت اور عظمت کے نام سے اتاری۔ اور اب وہ کھلے بندوں حضور کی بشریت سے انکار کرتے ہیں اور عقیدہ نور من نور اللہ کا پر چلا کرتے ہیں اور آج بھی مسلمانوں میں ایسے جاہلوں کی کمی نہیں ہے۔

جب ذرا ان کا عقیدہ ٹھوس لا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا وجود ذات سمجھتے ہیں اور یہ وہی عقیدہ ہے جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قائم کیا ہوا ہے۔

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم۔ (پ المائدہ آیت ۱۷)

ترجمہ۔ بے شک کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہی مسیح بن مریم کی صورت میں

ملوہ گر ہے۔

بریلویوں نے یہ عقیدہ قائم کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نور ذات ہے اور حضور کا وجود مسعود

اس ذات سے مناد ہوا ہے نور اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہے اور حضور بھی نور ذات ہیں — ان کی یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ نہ نور اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہے اور نہ آپ نور ذات ہیں۔ نور اللہ تعالیٰ کی صفت ذات نہیں صفت فعل ہے۔ اللہ کا نور اس کی ہدایت اور رحمت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہدایت ہیں اور اس ہدایت اور رحمت کے اٹھانوالے ہیں۔ رہی ذات دونوں کی تو اللہ رب العزت کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کی ذات اور نہ کہ ہم یا نہیں سمجھتے۔ اس کی حقیقت ہمارے ادراک سے بالا ہے۔ ہم جو اسے پہچانتے ہیں صرف اس کی صفات سے پہچانتے ہیں اور اس پہچان کے بارے میں بھی برا کہتے ہیں — ماعرفناک حق معرفتک و ماعبدناک حق عبادتک — ہمیں اس باب میں اپنی دمانگی اور عجز کا پورا اقرار ہے کون ہے جو اس کی حقیقت کو پاسکے۔

ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ہم ذات الہی کا جزو نہیں سمجھتے۔ جس طرح عملائے حق نے اللہ کی ذات کے بارے میں صاف لفظوں میں کہا ہے کہ وہ فوق الادراک ہے۔ ہم اس کی کنہ کو نہیں پاسکتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے متعلق انہوں نے نہایت وثاکاف پیرائے میں کہا کہ وہ بشر ہیں اور انسان ہیں۔ رہا ان کا نور ہونا تو وہ نور ہدایت ہیں، نور ذات نہیں۔ ذات باپ بیٹے کی ایک ہوتی ہے اگر حضور ذاتاً انسان نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ آپ کی جملہ اولاد بھی جو آج ہزاروں سادات پر شتمل ہے سب ذاتاً انسان اور بشر نہ ہوں اور اس کا قائل کوئی دانش مند آپ کو اسلام کی چودہ صدیوں میں نہ ملے گا۔

عملائے حق نے اسلام کی تیرہ صدیوں میں اسی عقیدے کے گرد حفاظت کا پہرہ دیا ہے صرف چودہویں صدی میں بریلویوں نے اہل السنۃ و الجماعۃ کے اس اعتقادی قلعے میں اس لیے ٹکٹ کیا کہ انگریز حکومت کے سایہ تلے عیسائیوں کا عقیدہ الہیت مسیح مسلمانوں کے لیے کوئی وحشت نہ بنا ہے۔

اہل السنۃ کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا صرف اس معنی میں ہے کہ آپ

سے دوسروں کو روشنی ملی اور ظاہر ہے کہ یہ آپ کے نور ہدایت ہونے کا بیان ہے نور ذات ہونے کا نہیں۔

ان الرسول لنور يستضاء به۔

ترجمہ۔ بے شک رسول پاک نور ہیں بایں طور کہ آپ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔
بایں ہمہ شان نور آپ ذات میں عالم امکان کی سرحد سے باہر نہیں نہ آپ کے لیے
عالم امکان کے دونوں نقطے ابتداء اور انتہا جھڑے ہیں۔ آپ کو ممکن الوجود ملتے ہوئے ذاتاً بشر
اور انسان ماننا ضروری ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں :-
اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاں علو شان بشر بود و بدائع حدوث
و امکان مستم بشر از خالق بشر چه در یابد و ممکن از واجب چه فرا گیرد و
حادث قدیم را علت عظمت چه طور احاطہ نمایند۔

ترجمہ۔ اے عجبانی! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس ادنیٰ شان کے بلو بود
بشر تھے امد حادث ہونے (پیدا ہونے) اور ممکن الوجود ہونے کا نشان
آپ میں قائم تھا۔ بشر خالق بشر کا مقام کیا پاسکتا ہے اور ممکن الوجود واجب
الوجود کا درجہ کیا لے سکتا ہے اور حادث قدیم کا جس کی عظمت بہت ادنیٰ ہے
کیسے احاطہ کر سکتا ہے؟

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات باعامہ در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت
ذوات ہمہ متحدہ فی مثل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است۔

ترجمہ۔ انبیاء کرام ان سب پر صلوٰات اور تسلیمات ہوں عام انسانوں کے ساتھ
نفس انسانیت میں برابر ہیں حقیقت بشری اور ذات انسانی پر سب بنی نوع

انسان کے ساتھ وہ متحد اور ایک ہیں ان کی باقی بنی نوع انسان سے خلعت
ان کی صفات کاملہ کی بناء پر ہے۔ (یہ کہ وہ انسان ہی نہ ہوں)۔

مولانا احمد رضا خاں بجلئے اس کے کہ نقشبندی حضرت کے سرخیل حضرت امام ربانی مجدد
الف ثانیؒ کے فیصلہ کے ۲ گئے ٹھک جلتے اُلٹا حضرت مجد کو یوں سناتے ہیں :-

کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جملے ہم تو ایسے شیخ
کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا لے

اور خان صاحب اپنے ترجمہ قرآن میں حضورؐ کی بشریت کو ایک ظاہری پردہ کہتے ہیں
ذاتا آپ کو بشر نہیں مانتے۔ ایت قل انما انابش مثلكہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :-

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

کیا یہ آپ کے حقیقہ اور ذاتا بشر اور انسان ہونے کا انکار نہیں اور پھر آپ اس پر بھی
غور فرمائیں کہ کیا آپ کی بشریت کا انکار کفر نہیں اور کیا یہ کھلا انکار قرآن نہیں ہماری عرضداشت
نہ مانیں۔ جناب خواجہ حمید الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کی تویہ تحریر پڑھ لیں :-

انبیاء و رسل بشر ہیں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں..... قرآن کریم

گو اہی دیتا ہے اور صراحتہ بیان کرتا ہے کہ انبیاء و رسل بشر ہیں..... جو شخص

انبیاء و رسل کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

عیسائیوں اور مسلمانوں میں واضح فرق

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ظاہر صورت بشری کہتے ہیں اور سلمان آسمان حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ظاہر صورت بشری نہیں کہتے آپ کو ذات اور حقیقت میں (جیسا کہ
حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تقریر کی ہے) بشر مانتے ہیں اور آپ کے لیے وہ تمام لوازم جو یہاں

لے لفظات حصہ ۲ ص ۴۸۶ لے کنز الایمان ص ۲۹ لے حرم میہ ۱۹ شائع کردہ پیر کریم شاہ صاحب

انسان کو پیش آتے ہیں ثابت کرتے ہیں۔ گرمی سردی جھک پیاس نکاح اولاد وغیرہ سب امور آپ کے لیے تسلیم کرتے ہیں جس مسلمان عالم نے بھی عیسائیت سے کبھی ٹکلی اور پادریوں سے علمی معرکہ سر کیا۔ اسے آپ کی بشریت کا اقرار پوری تفصیل سے کرنا پڑا۔

علامہ ابوالبرکات نعمان خیر الدین الآفندی الآلوسی بغداد کے نہایت جلیل القدر عالم گزرے ہیں۔ آپ نے عیسائی اسقف عبدالمسیح سے ٹکلی اور اس نے جو فریب مسلمانوں کو دیتے تھے انہیں تار تار کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں الجواب النسیح لما لفقہ عبدالمسیح دو ضخیم جلدوں میں ۱۳۰۶ ھ میں لکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل لاسور کو یہ شرف بخشا کہ انہوں نے اسے لاسور شائع کیا۔ مسئلہ بشریت میں عیسائیت اور اسلام میں جو کھلا فرق ہے اسے بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ ابوالبرکات الآلوسی لکھتے ہیں:-

فنبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام عبد اللہ ورسولہ وبشر تحلہ العوارض کما
قال سبحانہ قل انما انا بشر مثلكم۔

ترجمہ: سو ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں اور بشر ہیں آپ پر بیماریاں اور ضرورتیں اتنی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے آپ کہہ دیں میں بھی بشر ہوں جیسے تم۔

سراسر بات سے کسی کو انکار نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ عیسائیت میں جن عالموں نے شہرت پائی ان میں سے کسی کا وہ عقیدہ نہ تھا جو بریلویں کا ہے۔ بریلویوں کا عقیدہ انسانیکیلو پٹیا میں یوں مرقوم ہے:-

آنحضرت نور تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے مختلف ہے۔

بشریت انسان کی ذات ہے صفات سے نکلنا کسی درجے میں ہو سکتا ہے مگر ذات

سے نکلتا کسی طرح ممکن نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی انسان سے اس کی ہونیت کچھ وقت کے لیے غائب ہو جائے اور اس کے بدن میں کوئی جن ظاہر ہو۔ اب جن اس میں سے ہو کہ کلام کرے گا۔ گو دوسروں کو وہ وہی انسان دکھائی دے جس میں جن اُترا ہوا ہے۔ یہ انسان کی اپنی ذات سے کچھ وقت کے لیے دوری ہے مستقل طور پر یہی بدن اس کا وجود ہے اور اس وقتی غیوبت کے بعد اسے (اس انسان کو) پھر اسی بدن میں آنا ہے۔

۲ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بشری بدن اگر کسی وقت ایسی لطافت اختیار کر لے کہ آپ پر عالم ملکوت کا انکشاف تام ہو جائے تو یہ وقتی طور پر ایک کیفیت ہے جو بدن پر طاری ہوتی اور پھر اصل صفات عود کر آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا بے مثل ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر رکھا اور آپ کے لیے ہر چیز روشن ہو گئی۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے بشریت کا لباس اتار دیا اور اندر سے آپ کچھ اور تھے۔ (معاذ اللہ) یہ روحانی طور پر بشریت کا نور میں متبدل ہونا ہے۔ اسی طرح کی ایک عارضی حالت ہے جو حضرت جبریل کے تمثال بشری میں انہیں عارض ہوتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کبھی نہ لیا جاتا تھا کہ وہ فرشتہ ہونے سے نکل گئے ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ! مجھے نور عطا فرما یا مجھے نور بنادے تو اس سے انکشاف تام کے یہی جلوے اور فنا فی الذات کے یہی پیرائے مراد ہوتے تھے نہ یہ کہ حضور بشریت اور اس کے عوارض گرمی سردی بھوک پیاس اور نکاح و اولاد کے حالات سے نکل گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایت میں فنا فی الذات کا یہی پیرایہ مراد ہے۔

جب آپ پر وحی اترتی تو آپ اس وقت بھی حال دنیا کے قرار میں نہ رہتے۔ اس برزخی مقام میں آپ کو دردِ موت کے بغیر بارگایا جاتا تھا۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ آپ کی وحی آنے کی حالت پر لکھتے ہیں:-

ہی حالة یؤخذ فیہا عن حال الدنیا من غیر موت فهو مقام برزخی
یحصل له عند تلقی الوحی

ترجمہ: وہ ایسی حالت تھی جس میں آپ حال دنیا سے بغیر موت کے اٹھائے جلتے سو یہ ایک برزخی حالت تھی جو آپ پر وحی حاصل کرتے وارد ہوتی تھی۔

محدث کبیر ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) نے حدیث واجعلنی نوراً (اے اللہ مجھے نور بنا دے) کے تحت انقلاب بنورانیت کے جو الفاظ لکھے ہیں اس سے ہی تمثیل مراد ہے جو آپ پر اس انکشاف تام کے وقت جاری ہوتا تھا۔ آپ نے اگر اللہ رب العزت کو اس جہان میں بلا حجاب دیکھا تو یہ صرف اس حالت میں ہوا کہ آپ اس تمثیل میں آئے کہ بشریت کے جملہ تقاضے آپ سے منتفی تھے۔

واذا انتفت المومنون عن الکدورات البشریہ فی دار التواب فیرونہ
بلا حجاب کما ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام راہ فی الدنیا لا نقلا بہ نوراً
لکما قال فی الدعاء اللہم اجعل فی قلبی نوراً وفی بصری نوراً الی قولہ
واجعلنی نوراً

ترجمہ: اور جب مومن دار التواب (آخرت کی دنیا میں) بشری آلائشوں سے پاک ہو جائیں گے تو وہ بلا حجاب دیکھ لیں گے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کو دیکھ لیا تھا۔ کیوں کہ

(اس گھڑی) وہ نہیں بدلے ہوئے تھے جیسا کہ آپؐ کو کہا تھا اے اللہ امیرِ دل میں
نور پیدا فرما میری آنکھ میں نور پیدا فرما یہاں تک کہ مجھے خود نور کر دے۔

جبریل امین کتنی دفعہ تمثالِ بشری میں آئیں آپؐ اپنی ملکی حقیقت سے نہ بچکے ہوتے تھے انبیاء
کرام پر قرب، الہی کے یہ لطیف لمحے کتنے ہی کیوں نہ آئیں وہ بشریت سے کلیۃً نہیں بچکتے بشریت
کے تقاضوں سے کچھ لمحوں کے لیے غائب ہونا اور بات ہے اور بشریت سے حقیقتہً نکل جانا اور
بات ہے۔ بندہ فنا فی اللہ کی منزلوں میں کتنا ہی کیوں نہ اترے وہ ذات واجب کے صفات میں
کسی سے کبھی متصف نہیں ہو سکتا۔ ۲۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اُترتی آپؐ ان لمحات میں
بے شک اپنی بشریت سے غائب ہوتے تھے۔ لیکن یہ متقلب بہ نور ہونا اور وقتی طور پر بشریت
سے نکلنا آپؐ کے جبر ذات کو نہ بدلتا تھا۔ بشریت سے اس طرح بچنے کی تعبیر نصوح شرع کے
غلاف نہیں۔ ایک دفعہ آپؐ پر یہ خاص حالت وارد تھی۔ آپؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو اچھی طرح
نہ سچایا اور پوچھا کیا تو ابوہریرہؓ ہے؟ اس پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:-

قال علی القاری الاستفهام اعلیٰ حقیقۃً لانه علیہ الصلوٰۃ والسلام
کان غائباً عن بشریۃ بسبب ایحاء هذا البشارة فلم يشعر ف ازل
الوهلة نانه هو واما للتقریر وهو ظاہر واما للتعجب لاستغرابه
انه من این دخل علیہ والطرق مسددة۔^۱

ترجمہ۔ آپؐ کا یہ پوچھنا یا تو حقیقت کے طور پر ہے کیونکہ آپؐ وہی کی اس بشارت
کے سبب اس وقت اپنی بشریت سے بچکے ہوئے تھے۔ سہ اول وہ آپؐ نہ جان
سکے کہ وہ ابوہریرہؓ ہی ہے اور یا یہ پوچھنا تقریرِ کلام کے لیے ہے اور وہ ظاہر
ہے اور یا یہ سبب تعجب ہے اس حیرانی کے باعث کہ ابوہریرہؓ یہاں آپؐ کے
پاس کیسے آگئے دروازے تو سب بند تھے۔

سودہ کردہ دعا کے آخر میں جو ہے کہ اے اللہ! مجھے نور بنادے۔ تو اس سے مراد بشریت سے کیونکہ ممکن نہیں — اس نور سے محدثین نے بیان حق اور نور ہدایت ہی مراد لیا ہے نہ کہ نور ذات۔

امام نورؑ (۶۷۶ھ) شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں :-

قال العلماء سأل النور في أعضائه وجهاته والمراد به بيان الحق وضياءه والهداية اليه فسأل النور في جميع أعضائه وجهاته وتصرفاته وتقلباته وحالاته في جهاته السبب له

ترجمہ۔ علماء کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اعضاء بدن اور جہات وجود میں اللہ تعالیٰ سے نور مانگا۔ اس سے مراد حق کا بیان اس کی روشنی اور اس کی طرف راہ پانا ہے سو آپ نے اپنے تمام اعضاء اور اپنے پورے جسم میں اللہ تعالیٰ سے نور کی درخواست کی کہ آپ کے تمام تصرفات تمام بدلتے اوقات اور تمام حالات میں آپ کی ہر شش جہات میں نور اترے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) بھی لکھتے ہیں :-

كل هذه الامور راجعة الى الهداية والبيان وضياء الحق

ترجمہ۔ یہ سب امور ہدایت، بیان اور سچائی کی چمک کی طرف لوٹتے ہیں۔

علامہ یوسف اردبیلی الشافعیؒ نے یہاں یہ تعبیر اختیار کی ہے :-

اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک مقتدر محدث بھی ایسا نہیں ملتا جس نے یہاں نور سے نور ذات مراد لیا ہو۔ سب کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ ذاتاً بشر اور صفۃ نور بہدایت ہیں۔ آپ کی یہ نور طلبی بتاتی ہے کہ آپ ذاتاً نور نہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے صفۃ نور ہونا طلب کر رہے ہیں۔

سوال : اگر آپ ذاتاً نور نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ اول ماخلق اللہ خودی۔

پنھنت میں نور ہے صفت و اکتاب میں نہیں۔

جواب : اگر یہ روایت کہیں ثابت ہو تو لفظ نور یہاں روشنی کے معنی میں نہیں روح کے معنی میں ہوگا۔ روح اور پھر نجا کی روح وہ ایک نورانی چیز ہے۔ اس پر نہ ابھی بشریت کا جب آیا نہ بشریت کی کمورات کہیں حاصل ہوئیں اس اعتبار سے آپ کی روح اقدس کی پیدائش مگر یا ایک نور کی پیدائش تھی لیکن اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ اس نورانیت سے آپ کے دنیا میں تشریف لانے پر آپ کی بشریت کی نفی ہو گئی۔

محدث جلیل مجدوماتہ دہم لامعلی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں :-

ومنہ قوله اول ماخلق اللہ خودی وفي رواية روحی ومعناهما واحد فان
الارواح خودانیتہ ای اول ماخلق اللہ من الارواح روحی لہ

ترجمہ۔ اسی طرح آپ کی یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا کیا اور نور اور روح کا معنی یہاں ایک ہے ارواح سب نورانی ہیں۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح میں سب سے پہلے میری روح کو خلقت بخشی۔

نور وہ چیز جو روشن ہو روشنی اس کی صفت ہو اور اس کی روشنی میں چیزیں بھی دیکھی جاسکیں۔

النور—ای الظاهر بنفسه والمظہر لغيره وقيل هو الذی یبصر بنوره
ذوالعمایۃ۔

اور خدا کے نور کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

یہدی اللہ لنورہ من یشاء اے یہدی اللہ القلوب الی محاسن الاخلاق
وینور الحق ویصطفیہ۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے وہ دلوں کو
محاسن اخلاق کی راہ دکھاتا ہے اور ان میں حق کو روشن کرتا ہے اور اُسے
چُن لیتا ہے۔

سویا دہ ہے کہ نور محمدی سید البشر پر اترتا ہوا نور ہے اور یہ افاضہ الہی ہے خدا کی عطا
امددین ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ نور محمدی نور الہی سے صادر ہوا یا یہ کہ وہ اللہ کے نور کا حصہ ہے
اس کی ذات الہی سے کوئی شرکت نہیں۔ نور الہی سے نور محمدی کا صدور الحادی عقیدہ ہے جس
میں بریلوی عمار نے جاہل عوام کو بڑی بے دردی سے ڈال رکھا ہے اور اس قسم کے اختلافات
پیدا کر کے امت کو لڑا رہے ہیں اور اپنے اس الحاد سے وہ بہت سے لوگوں کو ایمان سے
خالی کر رہے ہیں۔

جس طرح حضرت جبریل امین کا تمثیل بشری آپ کو حقیقت ملکی سے مبدانہ کرتا تھا ذات
رسالت پر قرب الہی کے لطیف لمحے انبیاء کو بشریت سے کبھی خارج نہیں کرتے۔ افسوس کہ
بریلوی حضرات ایسے متشابہ واقعات سے نصوص سے ٹکڑے لگتے ہیں۔

سایہ نہ ہونے کے متشابہ سے مغالطے میں نہ پڑیں۔

بریلوی عقیدہ میں آپ کا سایہ نہ ہونا بطور خرق عادت نہیں نور کی صفت کے طور پر

تھا اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ میں بشریت بالکل نہ ہو اور آپ کی پیدائش عناصر سے نہ ہو اور یہ عقیدہ بریلویوں کو بالکل میسائیت کی گود میں لا بٹھاتا ہے۔ کیونکہ جو مسلمان حضور کے سلیہ نہ ہونے کے قائل گزرے ہیں۔ وہ آپ میں یہ شان بطور معجزہ اور خرق عادت تسلیم کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ عاۃً اس نوع سے ہوں جس کا سایہ ہوتا ہے اور یہ بشریت کا صریح اقرار ہے قرآن کا انکار نہیں۔

بریلوی حضرات اس عقیدے میں شیعوں سے بھی آگے چلے گئے حضور کو ذات کے اعتبار سے نور ماننا کہ آفتاب کی شعاعیں بھی آپ پر نہ رکھیں آگے مستقل ہو جائیں۔ یہ عقیدہ ان کا بھی نہ تھا۔ ان کے ملا باقر مجلسی کسی ایسے ٹٹک کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ما قیل من ان جسدہ الشریف کان لطیفاً فلم یکن یمنع نفوذ الشعاع فهو بعید
لانہ لو کان جسدہ الشریف کذلک لم تکن شایہ کذلک وایضاً لو کان
کذلک لکان لا یمنع نفوذ شعاع البصر^۱

ترجمہ۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ کا جسد اطہر اس قدر لطیف تھا کہ شعاعیں نہ آگے گزرنے سے روکتا نہ تھا۔ یہ بات بعید از علم ہے کیونکہ اگر جسد اطہر اس طرح ہوتا کہ آپ کے کپڑے تو اس طرح نہ تھے اور کپڑے بھی اس طرح ہوں تو پھر وہ نظر کی شعاعوں کو بھی آگے گزرنے سے کبھی نہ روکتا۔

حضور کو دھوپ لگتی تھی اور اگر زیادہ لگے تو آپ اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتے تھے اس پر ہاتھ کا سایہ کتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے مختلف نہ ہو^۲

۱۔ المرأة العقول جلد ۱ ص ۲۵

۲۔

۳۔ دیکھئے الکافی جلد ۴ ص ۲۵ باب الظلال للمحم۔ عبارت یہ ہے۔ جلستہ وجہہ بیدہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اسلام کا ایسا بدیہی اور قطعی مسئلہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کی کبھی دو راہیں نہیں رہیں جتنی کہ شیعہ بھی جو عام مسلمانوں سے عقائد کے قطعی فاصلوں پر کھڑے ہیں انہیں بھی اس سے انکار نہیں ہو سکا۔ اسلام میں انبیاء کی بشریت کا عقیدہ متبعی قائم رہ سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ذات نہیں نور ہدایت مانا جائے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کو نور ذات کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور من نور اللہ کہا جائے۔

افسوس صد افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے کمان امکان کے اول دائرہ کو جھوٹے نقطے قرار دیا اور یہ وہ غلطی ہے جس نے مسئلہ نور میں اسلام کی چودہ صدیوں کی بساط الٹ کر رکھ دی اور آج وہ لوگ بھی اہل سنت کہلاتے ہیں جو عقیدہ اہل سنت پر نہیں ہیں۔ واجب اور ممکن کے درمیان ایک برزخ کے قائل ہیں۔ حالانکہ واجب اور ممکن میں کوئی قدر مشترک نہیں۔ وجہ کی مادمون الواجب سے وہ برزخ ہو یا امکان کوئی نسبت نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس برزخی درجے کے قائل ہیں جو ممکن الوجود سے کچھ اوپر ہو اور واجب کے قریب ہو۔

معدن اسرار علام الغیوب

برزخ بحرین امکان و وجوب

ایران کے مشہور شاعر عرفی نے اپنے تخیل میں وجوب و امکان کو جمع کیا تو سب اکابر اہل اسلام اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر ہندوستان کا یہ شاعر مد برزخ بحرین امکان و وجوب کا نعرہ لگا رہا ہے تو یہاں اس کی روک تھام کیا اس عقیدے کی حمایت میں ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہیں یہ اس لیے کہ ہندوستان میں انگریزوں کا راج تھا۔

عرفی نے حدوث و قدم اور وجوب و امکان کو جن شعروں میں جمع کیا تھا اور عالم اسلام نے اسے اسلام کے خلاف ایک بغاوت قرار دیا تھا وہ شعر یہ ہیں :-

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل
سلسلے حدوث تو دلیل آئے قدم را
تا مجمع امکان و وجوب نہ نوشتند
مورد متعین نہ شد اطلاق اعم را

حضور کو مولانا احمد رضا خاں نے بھی معدن اسرار ملام الغیب کہا ہے۔ معدن کان کو کہتے ہیں۔ کان وہ ہوتی ہے جس سے کوئی چیز ابتداءً نکلے جیسے سونے کی کان نمک کی کان تیل کے کنوئیں وغیرہ۔ حضور کو خدا کے لازم کی کان کہنے کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا کے پاس وہ اسرار حضور سے ہی پہنچتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں حقیقت میں حضور کو واجب الوجود بلکہ اس کے بھی اسرار کا معدن سمجھتے ہیں اور صرف مغالطہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ حضور واجب و امکان کے بائیں ایک برزخی درجہ رکھتے ہیں۔

۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بلند شان کے باوجود مخلوق اور حادث ہیں اور عالم امکان سے ذرہ بھر باہر نہیں۔ امکان سے ذرا باہر ہوں تو خدائی پر پہنچ جائیں اور خدا شریک سے پاک ہے۔

بریلوی دوسرا ان باتوں کو چھوڑ دو جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی تھیں
حضور تو اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

جو چیز پیدا ہوئی وہ پہلے نہ متقی پھر پیدا ہوئی اور جو چیز پیدا ہوئی اسے ہی حادث اور ممکن کہتے ہیں۔ ممکن کہو واجب سے کسی قسم کی شراکت اور نسبت نہیں سوائے اس کے کہ وہ خالق ہے یہ مخلوق۔ بریلویوں نے اپنا یہ عقیدہ عیسائیوں سے ہی ورثہ کیا ہے۔
اب ہم مسئلہ تقدیر کی دوسری بحث شروع کرتے ہیں۔

حضور کی ذات نور نہیں نور آپ کی صفت ہے

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنا نور اتارا۔ یہ نور اللہ کی ذات

نہیں اس کی صفت کا ایک پرتو ہے اس کی صفت فعل ہے یہ نور ہدایت ہے جسے مل گیا سعادت پا گیا حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

فوری ہدایہ میرا نور میری ہدایت ہے۔

آنحضرتؐ کی تخلیق بقول مولانا احمد رضا خاں مٹھی سے ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ کا نور ہدایت اترنا اور وہ نور ہدایت جگمگا اٹھا۔ سو نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہیں آپ کی صفت ہے۔ آپ ذاتاً نور نہیں نور ہدایت ہیں، بریلوی حضرات آپ کو نور ہدایت کی بجائے نور ذات قرار دے کر اہل سنت و اجماع سے دور فاصلے پر جا کھڑے ہوئے۔ دنیا نے انہیں اپنی بدعت کہا، شاہراہ اسلام سے نکلنے والا کہا، مگر یہ بدعات کے لیے رسیا ہوئے کہ انہیں کچھ بھی ان باتوں کا اثر نہ ہوا یہ حضرات اہل سنت کی راہ سے کٹے اور بریلی کی طرف چل دیئے۔ یہ لوگ یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ اگر آپ ذاتاً نور تھے تو پھر آپ ساری زندگی اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے نور کیوں مانگتے۔ یہ سب اس لیے تھا کہ آپ کا ہر فعل اور ہر قدم کائنات کے لیے نور بن جائے یہ نور ہدایت کا پھیلاؤ ہے جس کی آپ نے اللہ کے حضور طلب کی تھی۔

آپ کی دعا یہ تھی:-

اللہم اجعل لی نوراً فی قلبی نوراً فی سمعی نوراً فی بصری نوراً عن یمینی نوراً

ومن شمالی نوراً وامامی نوراً وخلفی نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً۔

اور عوارف المعارف میں اس دعا کے یہ الفاظ ہیں:-

اللہم اجعل لی نوراً فی قلبی ونوراً فی قبری ونوراً من بین یدی ونوراً

من خلفی ونوراً عن یمینی ونوراً عن شمالی ونوراً من فوقی ونوراً من تحتی

ونوراً فی سمعی ونوراً فی بصری ونوراً فی شعری ونوراً فی لحمی ونوراً فی

عظامی۔ اللہم اعظم لی نوراً واجعل لی نوراً۔

کیا نور سے بالا کوئی اور درجہ روشنی بھی ہے؟

روشنی کے دو پیمانے سامنے رکھیے۔ ۱۔ سورج اور ۲۔ چاند۔ چاند کی روشنی جہاں بھی ہو وہیں ہوتی ہے یہ آگے نہیں پھیلتی۔ سورج جہاں ہو وہاں بھی ہے اور جہاں نہ ہو وہاں بھی اس کی روشنی پھیلی ہوتی ہے۔ دن کے وقت کمروں کے اندر جو دن کی روشنی ہے۔ وہ سورج کی روشنی کا ہی فیض عام ہے۔ روشنی کے اس انتشار اور پھیلاؤ کو ضیاء کہتے ہیں اور جو روشنی جہاں ہو وہیں رہے اسے نور کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

هو الذي جعل الشمس ضياءً والقمر نوراً (پاک یونس آیت ۵)

ترجمہ۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا۔

اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ضیاء اپنے پھیلاؤ اور انتشار میں نور سے قوی ہے۔

لاکھوں ستارے بر فلک ظلمت شب جہاں جہاں

اک طلوع آفتاب کوہ و دامن سحر سحر

حضرت مالک اشعریؒ (ہ) کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت

میں نور اور ضیاء دونوں لفظ متقابل استعمال فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا۔

الضالة نور والصدقة بن هان والصبر ضياء والقرآن حجة۔^۱

ترجمہ۔ نماز نور ہے صدقہ نشان ہے صبر ضیاء ہے اور قرآن محبت ہے۔

روزہ کھانے پینے اور منہی تقاضوں سے بالا رکھنا ہے۔ یہ بات اللہ کی صفات میں سے

ہے اسے ضیاء کہا گیا اور نماز کو نور کہا گیا۔ یہ عاجزی اور بندگی کا نام ہے اور یہ مخلوق کی شان

ہے سو اس لحاظ سے روزے کی شان نماز سے بالا ہے اور ضیاء نور سے آگے ایک درجہ

ہے۔

علامہ مخمشریؒ اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں اضافات روشنی پھیلانے کو کہتے ہیں یہ صفت ہے ذات نہیں۔ سورج اپنی ذات میں نور ہے اور اپنے پھیلاؤ میں ضیاء ہے۔ نور کا لفظ ذوات پر آجاتا ہے مگر ضیاء اور اضافات صفات میں جگہ پاتے ہیں۔ اسی صورت میں نور ہی اول رہا۔ مگر صفت میں سورج چاند اور ستاروں سے آگے ہے۔

علامہ سہیلیؒ نے الروض الالنف میں درجہ کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

ويظهر في البلاد ضياء نور
يعتيم به البرية ان تموجا

نور کا آگے پھیلاؤ ہے اور ضیاء خود پھیلاؤ ہے اس کا آگے پھیلاؤ نہیں — اللہ کے نور سے مراد نور ہدایت ہے۔ یہ ہدایت کا آگے پھیلنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد بھی یہی نور ہدایت ہے جس سے روشنی آگے پھیلتی ہے۔

علامہ خضاجیؒ نے شرح شفا میں نور کو نور کی فرع قرار دیا۔ سوا اللہ تعالیٰ یا حضور نبی خاتم کے لیے لفظ نور تو آسکتا ہے لفظ ضیاء نہیں اور اس سے بھی مراد نور ذات نہیں نور ہدایت ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ حضورؐ کے نور نبوت کی ضیاء قیامت تک پھیلی ہے۔ اس سے آگے کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں۔

فلما اضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم في ظلمات لا يبصرون۔

(پہا، البقرہ ۲ آیت ۱۷)

خدا کا نور عام ہے یا کسی ایک فرد میں محدود ہے

فلا سمع الواحد لا يصدق منه الا الواحد کے قائل ہیں۔ ان کے قول پر خدا کا نور کسی ایک فرد میں اترے گا اور پھر آگے پھیلے گا اور پھر یہ ایسی صدمت میں ہو سکتا ہے کہ خدا نور ذات ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ وہ نور ہدایت ہے۔ اسی طرح حضور نبی پاکؐ بھی نور ذات نہیں۔ نہ ان کا نور قبول شیعہ صرف ایک (حضرت عیسیٰؑ) میں اترے۔ آپ نور ہدایت ہیں جن کا نور سارے عالم میں

پھیلا ہوا ہے۔

جب یہ بات طے ہوئی کہ اللہ رب العزت کی ذات نور نہیں، نور اس کی صفت فعل ہے۔
تو یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس کا نور عام ہے کسی ایک میں محدود نہیں۔ اللہ رب العزت نے سب
انسانوں کو ظلمت میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنا نور (نور ہدایت) ڈالا۔ یہ اخلاص الہی کسی ایک فرد پر نہ
مقتا بہت سے سعادت مند اس دولت کو پا گئے۔ ان سعادت مندوں کے دل وہ ظروف ہیں جن
میں نور الہی ان کی بساط استعداد اور طلب کے مطابق اترتا ہے۔

سب سے زیادہ جس ذات گرامی نے اس نور کو اپنے اندر جذب کیا وہ حضور خاتم النبیین
تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے شرح صدر فرمادیا تھا اور ہدایت کی ساری راہیں ان پر کھول دی تھیں اور
ان کی سب بشری کمزوریاں دھو ڈالی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا :-

ان لله تعالى اُنية من اهل الارض و اُنية ركب قلوب عباده الصالحين
واجبها اليه لينها وارقتها. رواه الطبراني

ترجمہ بے شک زمین والوں میں اللہ کے کچھ ظروف ہیں اور تمہارے رب کے
ظروف اللہ کے نیک بندوں کے دل ہیں اور ان میں اللہ کو سب سے پیارے
وہ ہیں جو سب سے زیادہ نرم اور بہت زیادہ سچے والے ہیں۔
اللہ کے ان ظروف میں اللہ رب العزت کا نور اترتا ہے کسی ایک میں نہیں سب اس
اعضائے نور سے منور ہیں اور یہ آخرت تک ان کے ساتھ جائے گا

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ خَوْفُهُمْ يَوْمَئِذٍ يُبَاهِي بَشَرًا كَه
الْيَوْمِ - (الحديد آیت ۱۲)

ترجمہ جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے ان کا نور ان کے
آگے آگے دوڑتا ہوگا اور ان کی داہنی جانب فرشتہ خیری ہے تمہیں آج کے دن

اب کیا یہ مومنوں اور مومنات نور اللہ ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) یا ان کا یہ نور نورِ ذاتِ
مقا؟ یہ نور ذات کے ڈھلے پیلے تھے جو یہاں بھی ہدایت بن کر ابھرے اور وہاں بھی ہدایت بن
کر نکھرے۔ یہی ان کا نور ہے جو ان کے آگے آگے اور داییں چلتا ہوگا۔
نور باری تعالیٰ کے یہ انسانی غروف تو ایک طرف خود زمین بھی اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے
گی تو کیا یہ اللہ کا نور ذات ہوگا؟ نہیں اللہ کی ذات نور نہیں اور نہ اب تک کسی نے اس کی
ذات اور کتہ کو دریافت کیا ہے۔

واشرقت الارض بنور سہما ووضع الكتاب۔ (پکا الزمر ص ۶۹)
ترجمہ۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی گی اور رکھ دیئے جائیں گے دفتر

حضور کی بشریت کا بیان

سب بنی آدم بشمول جمیع انبیاء و مرسلین اپنے جدا جدا بچے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں معلوم
کریں کہ تخلیق آدم نور سے ہوئی یا آپ مٹی سے پیدا کیے گئے فرشتے نور سے — جنات نار سے —
اور انسان مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں ان تینوں میں مٹی سے پیدا ہونے والا سبقت لے گیا اور نور
والے اس کے آگے سجدہ ریز ہونے صرف شیطان اس بات کو نہ سمجھا کہ مٹی سے پیدا ہونے والا
نور و نار سے کیسے بڑھ سکتا ہے فضیلت بشری کا یہ پہلا انکار ہے جو ابلیس نے کیا۔

واذ قال ربك للملائكة اني خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون۔ فاذا
سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين۔ فسجد الملائكة كلهم

اجعون الا ابليس ابى ان يكون مع الساجدين۔ (پکا الحج ص ۲۸)

ترجمہ۔ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھاتے
سے ہونے کا رے سے۔ پھر جب میں ٹھیک کر دوں اس کو اور چھونک دوں اس
میں اپنی روح تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے سو سب فرشتوں نے مل کر
سجدہ کیا مگر ابلیس نے اس نے انکار کیا کہ وہ ہو سجدہ کرنے والوں میں۔
اللہ نے کہا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو ساتھ نہ ہو اسجدہ کرنے والوں کے۔ بولا۔

میں وہ نہیں کہ سجدہ کر دینا بشر کو جسے تو نے پیدا کیا کھنکھاتے سننے ہوئے گارے۔
فرمایا تو مکمل جا یہاں سے تجھ پر مار ہے اور تجھ پر لعنت ہے اس دن تک۔

ان آیات سے پتہ چلا کہ بشر کو حقارت سے دیکھا اور اسے نوری مخلوق کے مقابلے میں ادنیٰ سمجھنا یہ عمل شیطان ہے جس میں اس دور کے اہل بدعت گرفتار ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت آدمؑ میں اللہ نے اپنی روح ڈالی تھی مگر حضرت آدمؑ کے بارے میں کسی نے روح من روح اللہ کا عقیدہ اختیار نہ کیا تھا۔ یہ روح آدمؑ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اصناف تشریفی ہے اور وہ اللہ کی پیدا کردہ خاص روح تھی جو اللہ نے آدمؑ میں پھونکی خالق خود روح نہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بشر (حضرت آدمؑ) کو خلقت بخشی اسے پیدا کر کے پھر اس پر اپنا نور ڈالا یہ نور بھی اللہ کا پیدا کردہ تھا ایک خاص شان کا نور تھا مگر حضرت آدمؑ کے بارے میں کسی نے نور من نور اللہ کا عقیدہ اختیار نہ کیا تھا۔ حضرت آدمؑ خلقت میں بشر تھے صفت میں اس اترنے والے نور سے راہ پا گئے پس حضرت آدمؑ کی بشریت میں جو نوع و ذات کے اعتبار سے تھا اور ان کے نور ہدایت ہونے میں (جو بطور صفت انہیں ملا) کوئی تعارض نہ رہا

حضرت خاتم النبیینؑ کا حضرت آدمؑ سے تسلسل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا کہ اپنی بشریت کا اعلان کریں اور بشریت بھی وہی جو حضرت آدمؑ علیہ السلام کی جملہ اولاد کی ہے البتہ اس اولاد میں آپ ایک محسوس امتیاز کے حامل ہیں کہ آپ پر وحی آتی ہے جو اوروں پر نہیں، ارشاد ہوا:-

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الی انما الہكم اللہ واحد رب الكہف (۱۱۰)

ترجمہ آپ کہہ دیں میں اس کے سوا انہیں کہ بشر ہوں جیسے تم۔ وحی آتی ہے مجھ پر یہ معبود مہتدا ایک معبود ہے۔

یہ نص صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوع بشر سے ہیں جیسے اور انسان اس نوع سے ہیں ہاں آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کا منکر نہ ہو گا مگر وہی جو کافر ہو۔ مسلمان کی تو جرات نہیں کہ وہ نص صریح کا منکر ٹھہرے۔

یہ عقیدہ کافروں کا تھا کہ بشری نہیں ہو سکتا بشر ایک معمولی مخلوق ہے بھلا اس پر نبوت

کیسے آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اور حضور کو حکم دیا کہ اپنی بشریت اور رسالت و مزل کا ایک اعلان کریں ان دو میں ہرگز کوئی تضاد نہیں۔ بشریت میں آپ جملہ بنی آدم کے ساتھ شریک

انبیاء کو بشر کہنے کے دو پیرایوں میں کھلا فرق

انبیاء کرام کو اعتقادِ بشر ماننا اور انہما عقیدہ میں انہیں بشر کہنا یہ ایک پیرایہ بیان ہے دوسرے انہیں بشر کہہ کر بلانا یہ دوسرا پیرایہ ہے جب کسی کو بلانا ہو تو اسے اس کی امتیازی شے سے بلایا جاتا ہے ذات کے درجے سے نہیں سو اگر کسی نے کسی پیغمبر کو بشر کہہ کر یا آدمی کہہ کر بلایا تو انہیں اس طرح بشر کہنا واقعی بے ادبی کا ایک پیرایہ ہے۔ کہنے کا لفظ دونوں پر آیا ہے ۱۔ بطور اعتقاد ذکر کرنا اور ۲۔ اس عنوان سے انہیں بلانا۔

بریلوی علماء جب اپنے عوام سے مخاطب ہوتے ہیں تو اس دوسرے پیرائے سے کہتے ہیں کہ انبیاء کو بشر کہنا بے ادبی ہے اور عوام بے چارے بات سمجھ نہیں پاتے وہ یہ عقیدہ لے کر اٹھتے ہیں کہ انبیاء کی بشریت کا عقیدہ درست نہیں وہ بشر نہ تھے بس بھرکیا ہے۔ بریلوی خطیب کی زد میں آکر وہ محروم الایمان ہو کر مسجد سے نکلنے ہیں۔ بریلوی علماء کی اپنے عوام کو محروم الایمان کرنے کی یہ روش انتہائی لائقِ افسوس ہے۔

پیغمبروں کو بشر کہنے والے کافر ہو گئے تھے ۶

آپ بریلویوں کو عام کہتے سنیں گے کہ پیغمبروں کو کافروں نے بشر کہا تھا یہ غلط ہے ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے انہیں پیغمبر مان کر پھر بشر کہا ہو اور اس پر وہ کافر ہو گئے ہوں وہ جو انہیں بشر کہتے تھے انکار رسالت کے لیے کہتے تھے نبی مان کر نہیں وہ بشریت اور رسالت میں تضاد کے قائل تھے وہ کہتے تھے اَبَشْرَیْہُمَا دَنَا فَلَکُمْ رَا (پاۃ التغابن ۶) سو ان پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ انہیں پیغمبر تسلیم کر کے انہیں بشر کہتے تھے۔ علماء اہل سنت انبیاء کو انبیاء مان کر ان کی بشریت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ کافر انہیں نبی مانے بغیر بشر کہتے تھے اور اس طرح ان کی نبوت کا انکار کرتے تھے ان دونوں صورتوں کو ایک ساتھ ملانا اور اسے اپنے انکارِ بشریت کا دین بنانا صرف انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہوں۔

اور نہ آخرت کے قائل ہوں اور نہ وہ کسی حساب و کتاب پر یقین رکھتے ہوں۔

بشریت انسان کے معنی میں

قرآن کریم میں لفظ بشر اور انسان ایک معنی میں آتے ہیں حضرت مریم کو فرشتوں نے کہا کہ توجہ بچے کو ساتھ لے کر چلے اور رستے میں تو کسی انسان کو دیکھے جو اس پر تعجب کر رہا ہو تو اشارے سے کہہ دینا کہ میں آج کسی انسان سے ہمکلام ہونے کی نہیں۔ اس موقع پر قرآن نے یہ دونوں لفظ بشر اور انسان ایک ساتھ ایک سیاق میں ذکر فرمائے ہیں :-

فاما توین من البشر احدا فتقولى انى نذرت للرحمن صوما فلن اكله

اليوم انسيتا۔ (پ ۳ مریم ۲۲)

ترجمہ: سو اگر تو دیکھے کسی بشر کو تو کہہ کر میں نے روزہ کی نذر مانی ہے رحمن کی۔

سو آج میں کسی انسان سے کلام نہ کروں گی۔

یہاں یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے لفظ خلقنا الانسان فی احسن تقویم (پ ۲۱ التین) کہہ کر انسان کا اشرف المخلوقات ہونا اور واضح کیا ہے سو اگر انبیائے کرام کی بشریت کا انکار کیا جائے اور انہیں کسی اور نوع کی مخلوق مانا جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں مقام نبوت کی کھلی توہین اور بے ادبی ہوگی۔

انبیاء کی بشریت کی تیسری کھلی شہادت

ماکان للبشر ان یوتیه الله الکتاب والحکم والنبوة فتعقول للناس کونوا

عبادا لحمن دون الله۔ (پ ۷ آل عمران ۷۹)

ترجمہ: کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب، حکم اور نبوت اور وہ لوگوں کو کہے تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت اور کتاب کا مورد ہمیشہ انسان ہی رہے ہیں اور نبوت ہمیشہ انسان کو ہی ملی ہے یہ نوع بشر ہے جس پر کتاب اترتی ہے اور اسے نبوت ملتی ہے۔

انبیاء کی بشریت پر چوتھی شہادت

وماکان لبشر ان یكله الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا
فیوحی باذنه ما یشاء۔ (پہلے الشوریٰ ۵۱)

ترجمہ۔ اور یہ کسی بشر کے بس میں نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے مگر یہ تین صورتیں ہیں
۱۔ اندر ہی اندر ایک بات دل میں اترے۔ ۲۔ پردے کے پیچھے (سے کوئی آواز سنائی
دے۔ ۳۔ یا وہ کسی کو قاصد بنا کر بھیجے جو اس کے اذن سے اسے اس کی بات کہے

اللہ تعالیٰ انسانوں سے جب بھی ہمکلام ہوا ان تین صورتوں سے خالی نہیں پہلی صورت میں
بھی فرشتہ پیغمبر کے قلب پر اترتا تھا یہ ایک اندر کی کاروائی تھی جو حساس منہ نہیں مانتی۔
اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا جب بھی اپنا پیغام دینے کے لیے کسی سے ہمکلام ہو تو وہ
بشر سے ہی ہمکلام ہوا اور اس میں بشر کا اعزاز ہے نبوت کی کوئی بے ادبی نہیں ہے۔

بریلوی دغلیں کہتے ہیں کہ یہ بات دوسرے انبیاء کے متعلق تو کہی جاسکتی ہے لیکن حضورؐ تو
نور من نور اللہ تھے وہ اس حکم میں شمار نہیں کیے جاسکتے ؟

جواب : اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے متعابد حضورؐ کو بھی اس حکم میں شریک فرمایا ہے

وذلك اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنْتَ تدری ما الکتَاب ولا الایمان
ولکن جعلناہ نورا اھدے بہ من نشاء من عبادنا۔ (آیت ۵۲)

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے بھیجا آپ کی طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے۔ اور آپ نہ
جانتے تھے کیا ہے کتاب اور نہ ایمان کی تفصیل، لیکن ہم نے کیا ہے اسے
ایک روشنی اس سے ہم اپنے بندوں کو راہ بتلا دیتے ہیں۔

انبیاء کا برس میل تواضع کوئی بات کہنا

تواضع اپنے آپ کو نیچے رکھ کر بات کہنے کو کہتے ہیں گورنمنٹ سکول میں ایک ہیڈ ماسٹر ہے
ایک کلرک بھی ہے اور ایک مالی بھی اور ایک پوزیکلر بھی۔ اب اگر وہ ہیڈ ماسٹر انہیں یکجا اکٹھا کر کے
کہے میں بھی تو تمہاری طرح گورنمنٹ کا ایک ملازم ہوں گورنمنٹ سروس میں ہوں جیسے تم تواضع

ایک قدرے مشترک پرلے آئی ورنہ وہ تو سارے ادارے کا سربراہ ہے۔ تواضع کرنے والا تواضع میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوتا۔ ہاں وہ اپنے آپ کو قدرے مشترک میں لاکر ایک بات کہہ رہا ہے۔ یاد رکھیے انبیاء کرام تواضع میں بھی جھوٹ نہیں بولتے۔

۲ آنحضرتؐ نے انما انا بشر مثلكم اگر بطور تواضع فرمایا تو بھی آپ نے جھوٹ نہیں بولا۔ تواضع قدر مشترک میں آنے ہے جھوٹ بولنا نہیں ہے اگر کوئی ڈپٹی کمشنر کہے میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوں تو یہ تواضع نہ ہوگی جھوٹ ہوگا۔ یاد رکھیے انبیاء کرام بطور تواضع کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

تواضع ایک اپنی نیازمندی ہے یہ کسی کے کہنے پر نہیں کی جاتی

۱ آنحضرتؐ نے بار بار فرمایا انما انا بشر مثلكم میں بھی انسان ہوں جیسے تم۔ کیا یہ حضورؐ کی آپ کا روائی تھی یا یہ خدا کا حکم تھا؟ کہ آپ اس کا حکم فرمادیں۔ قرآن کریم میں اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے قل انما انا بشر مثلكم نیازمندی وہ ہوتی ہے جو اپنی طرف سے کی جائے وہ نہیں جو دوسروں کے کہنے پر ہو تاہم جن مفسرین نے اسے تواضع کہا ہے وہ صرف پیچھے حصہ آیت کے مطابق ہے دوسرے حصہ میں یوحی الہی کے الفاظ نے وہ مثبت توڑ دی ہے۔ یہ قرآن میں آپ کی اپنی بشریت کا اعلان ہے۔

حدیث میں حضورؐ کا اپنی بشریت کا بیان

۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنی بشریت اور دوسروں کے ساتھ شریک فی النوع ہونے میں اپنی مشیت کو بیان فرمایا اور آپ نے جب بھی اس طرح اظہار فرمایا وہ ایک موقع ضرورت تھا اور خطاب ہے کہ ضرورت اور استدلال کے وقت کوئی بات خلاف واقع نہیں کہی جاتی۔ سجدہ سہو کی ایک بحث میں آپ کا ارشاد ملا خطہ فرمائیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

انه لو حدث في الصلاة شيء انبأ تكلم به ولكن انما انا بشر انسى كما تنسون

فاذا نسيت فذكروني واذا شئ احدكم في الصلاة فليذكر الصواب فليتبع

عليه ثم يسجد سجدتين۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۳)

ترجمہ۔ اگر نماز میں کوئی اور ضرورت پیدا ہوتی تو میں تمہیں اس کی خبر کرتا لیکن بات

یہ ہے کہ میں بھی بشر ہوں میں بھی بھول سکتا ہوں جیسے تم۔ سوجب میں کبھی بھولوں
تو مجھے یاد کر دیا کرو اور جب تم اپنی نماز میں شک میں پڑ جاؤ تو درست ہو کر محال
معلوم کرو اور اس غلبہ فکر پر اپنی نماز پوری کرو اور دو سجدے (سہو کے) ادا کرو۔

اس حدیث میں آپ کا اپنی بشریت کا اعلان ایک ضرورت کے موقع پر ہوا تو اسے کسی طرح
نہیں کہا جاسکتا کہ آپ محض انکسائی اور تواضع کے طور پر اپنے آپ کو بشر کہہ رہے تھے انگساری
سے کہی بات پر دلائل نہیں دیتے جاتے بھولنا ایک انسانی فطرت ہے ایک بشری تقاضا ہے یہ
پیغمبر پر بھی وارد ہوتا ہے اور دوسروں پر بھی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ منشاء دونوں کے بھولنے کا
الگ الگ ہو۔ ہم اگر نماز میں کبھی بھولتے ہیں تو اس کا منشاء ہماری غفلت اور بے توجہی ہے
اور پیغمبر اگر بھولے تو بنا بر غفلت نہیں بنا بر حکمت ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھول آنا
کرا آپ کی امت کو سجدہ سہو کا مسئلہ بتا دیں دیوید قولہ تعالیٰ سنقرئک فلا تنسی الاما شاء اللہ
تاہم بھولنے کی کیفیت ایک ہے جو دونوں پر وارد ہوتی ہے علماء اہل سنت نے اس حدیث پر لکھا ہے۔

فیہ دلیل علی جواز النسیان علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی احکام الشرع و هو
مذہب جمہور العلماء و هو ظاہر القرآن والحديث و اتفقوا علی انہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا یقر علیہ بل یعلمہ اللہ بملہ

ترجمہ۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام شرع میں بھول وارد ہونے
کی دلیل ہے اور یہی جمہور علماء اسلام کا موقف ہے اور قرآن اور حدیث کا ظاہر
بھی یہی ہے اور اس پر بھی سب علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ حضور کو اس بھول
پر رہنے نہیں دیا جاتا اللہ تعالیٰ انہیں صحیح صورت حال بتا دیتے ہیں۔
ام المؤمنین حضرت سلمہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

انکم تختصمون الی و انما انا بشر و لعل بعضکم ان یکون الخن مجتہد من بعض
فان قضیت لاحد منکم شیء من حق اخیه فانما اقطع له قطعة من النار
فلا یاخذ منه شیئا..... حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: تم اپنے مقدمے میرے پاس لے کر آتے ہو اور میں بھی ایک انسان ہوں بہنوکتا ہے کہ کوئی تم میں سے اپنے دلائل میں زیادہ چرب زبان ہو سو میں تم میں سے کسی کے حق میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دوں تو یہ ایک قطعہ نار ہے جو میں اسے درں گا وہ ہرگز اسے نہ لے۔

امام نووی (۷۶۷ھ) سے سُن آئے ہیں اب آپ ان کا عقیدہ بھی سن لیں
اشنا عشری شیعہ حضورؐ کی بشریت میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ بشریت اور اس کے لوازم میں دوسرے انسانوں کے ساتھ شریک ہیں۔ ابن مطہر حلی (۷۶۳ھ) ترجمہ بالا اعتقاد کی شرح میں لکھتا ہے:-
اذا افراد الامة مشاركون لله في الالسانية ولوازمها۔^۱

ترجمہ: بنی نوع انسان کے تمام افراد انسانیت اور اس کے لوازم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں۔

ان کے علامہ مامقانی لکھتے ہیں:-

اما مثل تجويز السمعو على النبي صلى الله عليه وسلم... فلا يوجب فسقا۔^۲
ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مجھول کو جائز قرار دینا یہ عقیدے میں ہرگز کوئی بگاڑ پیدا نہیں کرتا۔

علامہ کلینی نے بھی حدیث انا انا بشر مثلكم روایت کی ہے (دیکھئے الکافی جلد ۵ ص ۵۶۸) انا انا بشر مثلكم یعنی اکل الطعام في البشرية مثلكم۔^۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ لگتی اور آپ احرام کی حالت میں اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرہ کو دھوپ سے سچاتے۔ علامہ کلینی لکھتا ہے:-

ربما ستر وجهه بيده۔^۴ آپ نے کسی دفعہ اپنے چہرہ کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپا۔

صحابہ کرامؓ کا حضورؐ کے بشر ہونے کا عقیدہ

① حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۶۷ھ) حضرت عمرو بن عائشؓ فاتح مصر کے بیٹے تھے حضرت ابوہریرہؓ

لہ کشف المراءۃ ص ۲۱۹ طبع ۱۲۷۴ھ لہ رجال مامقانی جلد ۱ ص ۳۸۵ احتجاج طبری جلد ۱ ص ۲۹۹ دیکھئے الکافی جلد ۵ ص ۲۵۷

کہا کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ حضورؐ کی احادیث روایت کرنے والا کوئی نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے۔ آپ کہتے ہیں حضورؐ اکرمؐ کی میں ہر حدیث لکھتا تھا مجھے دوسرے صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ میں حضورؐ کی ہر بات نہ لکھا کروں آپ کبھی جذبات میں کوئی بات کرتے ہیں عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں اس پر میں لکھنے سے رک گیا اور آنحضرتؐ کو اس کی خبر کی آپ نے اپنی انگلی سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہاں سے (جذبات بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اکتبوا الذی عنی بیدہ ما یخرج الامتی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو صحابہؓ نے جب لکھنے سے منع کیا تھا تو انہوں نے ان الفاظ میں اپنی بات آپ کے سامنے رکھی تھی :-

أُتِ كَتَبْتُ كُلَّ شَيْءٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرِيَّتَكُمْ فِي الْغَضَبِ وَالرَّضَا۔

ترجمہ کیا آپ ہر چیز جو حضورؐ سے سنتے ہیں لکھ لیتے ہیں حالانکہ حضورؐ بشر ہیں جو کبھی غصے میں ہوتے ہیں کبھی خوشی میں (ایسے مواقع کی بات کس طرح سند بنائی جاسکتی ہے) اس سے پتہ چلا کہ حضورؐ اکرمؐ کے بشر ہونے پر سب صحابہ متفق تھے ہاں ان کا یہ سمجھنا کہ حضورؐ سے جذبات میں ایسی بات بھی نکل سکتی ہے جو درست نہ ہو اس کی حضورؐ نے اصلاح فرمادی اور کہا کہ میرے منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا حضورؐ نے اس میں ان کے اس اقرار بشریتؐ انکار نہ فرمایا۔

(۲) اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ هَمَّتْ عَائِشَةُ صَدِيقَةً بِمَجِيئِهَا فَرَمَاتِي هِيَ :-

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَحْلَهُ وَيَخْبِطُ ثَوْبَهُ وَيَعْلِفُ فِي بَيْتِهِ كَمَا يَعْلِفُ أَحَدُكُمْ فِي بَيْتِهِ وَكَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ۔

ترجمہ آنحضرتؐ اپنا ہوتا مٹ کر لیتے تھے اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں اس طرح کام کرتے تھے جیسے تم اپنے گھر د میں کام کرتے ہو اور بشر تھے جیسے دوسرے لوگ نوع بشری سے ہیں۔

دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاریؒ اور گیارہویں صدی کے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس حدیث کو بلا جرح قبول کیا ہے مولوی محمد عمر چھوڑیؒ کا اس حدیث پر جرح کہ نا محدثین سلف صالحین کے

مک سے ایک کھلی بناوت ہے اہلسنت کے قطعی عقائد سے نکلنے کی اس سے بڑی جرأت کیا ہوگی۔

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدمات واثہ بشر^۱ ترجمہ: بے شک حضورؐ نے وفات پائی اور بات یہ ہے کہ آپؐ بے شک انسان تھے۔

شرح عقائد نسفی اہلسنت کے جملہ مسائل میں پڑھائی جاتی ہے اس میں اسلام کا یہ عقیدہ ان الفاظ میں ہے: وَقَدْ أَرْسَلَ اللَّهُ تَعَالَى رُسُلًا مِّنْ أَلْبَشِرٍ مَّبْتَلِينَ لِّأَهْلِ الْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ بِالْجَنَّةِ وَالنَّوَابِ وَمَنْذِرِينَ لِّأَهْلِ الْكُفْرِ وَالْعَصِيَانِ بِالنَّارِ وَالْعِقَابِ

حافظ ابن ہمام اسکندری (۸۶۱ھ) نے بھی المسائرہ میں نبی کی تعریف یہ کی ہے:-

الغبي انسان بعثه الله لتبليغ ملة اوحى اليه وكذا الرسول فلا فرق بينهما بل هما بمعنى ۳

اولیاء کرام کا حضورؐ کی بشریت کا عقیدہ

امام ربانیؒ مجد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں:-

ہر گاہ تیدا نبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات فرمایہ اغضب کما اغضب البشر باولیاہ چہ رسد بچینیں ایں بندہ گواراں در اکل و شرب و معاشرت باہل و عیال و موانست انیال با سائر الناس شریک اند تعلقات شتی کہ از لوازم بشریت امت از خواص و عوام ذائل نمی گردد و حق سبحانہ و تعالیٰ در شان انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات می فرماید: و ما جعلناہم جسداً الا یا کلون الطعام (پک الانبیاء) و کفار ظاہر بہین مے گفتہ: ما لہذا الرسول یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق بل

ترجمہ: جب تمام انبیاء کے سردار بھی کہتے ہیں کہ مجھے بھی غصہ آتا ہے جیسے کسی اور بشر کو غصہ آئے تو پھر اولیاء کرام کی بات کیا ہے اسی طرح یہ بندہ گوارہ کھانے پینے اہل و عیال کے ساتھ رہنے اور ان سے موانست میں تمام لوگوں کے ساتھ شریک ہیں یہ مختلف قسم کے تعلقات جو لوازم بشریت میں سے ہیں خواص و عوام میں کسی سے منتفی نہیں ہوتے حق تعالیٰ انبیاء کرام

کے بارے میں فرماتا ہے ہم نے ان کو ایسے اجساد نہیں بنایا کہ وہ کھاتے نہ ہوں، اور
ظاہر میں کفار کہتے تھے اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور لوگوں میں پتا چھڑتا ہے

بشریت کا اقرار کیا صحت ایمان کے لیے شرط ہے

۲ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت اور
صحابہ کرام کے اجماعی موقف کے مطابق ہے تو یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوع بشر میں سے
تھے صحت ایمان کے لیے کیوں شرط نہ ہو گا۔ یہی سوال حضرت الشیخ ولی الدین عراقی سے ان الفاظ میں
پوچھا گیا۔ هل العلم بكونه صلى الله عليه وسلم بشراً ومن العرب بشر شرط في صحة الايمان ومن فروض
الكفاية. آپ نے اس پر یہ جواب تحریر فرمایا۔

انه شرط في صحة الايمان. فلو قال شخص اومن بماله محمد صلى الله
عليه سلم الى جميع الخلق لكن لا ادري هل هو من البشر او من الملائكة
او من الجن او لا ادري هل هو من العرب او من العجم فلا شك في
كفره لتكذيبه القرآن وجعله ما تلقته الاسلام خلقاً عن سلف
وصار معلوماً بالضرورة۔

ترجمہ یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے اگر کوئی شخص کہے کہ میں حضور کی رسالت
پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے لیکن میں نہیں جانتا
کہ آپ نوع بشر میں سے تھے یا فرشتوں میں سے یا جنات میں سے یا یہ کہے
کہ میں نہیں جانتا کہ آپ عرب تھے یا عجم سے تھے تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی
شک نہیں وہ شخص تکذیب قرآن کا مرتکب ہے اور اسلام جو بات خلفائے
السلف کہتا چلا آیا ہے اور جس چیز کا دین میں سے ہونا بالضرورت معلوم ہو چکا
ہے یہ شخص اسلام کا منکر ہے۔

الحضور والنظر

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد
فقد قال الله تعالى ذلکم الله ربکم خالق کل شیء لا اله الا هو۔

(قرآن کریم ۲ المؤمن ع ۶۲ آیت ۶۲)

ترجمہ۔ وہ تمہارا رب ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہ (ایک) جب اللہ کے سوا ہر چیز مخلوق اور حادث ہے تو جانتا چاہیے کہ مخلوق کی صفات ذاتیہ کیا ہیں اور اشیاء محدثہ کے خواص کیا ہیں؟ — وہ خواص عالم ممکنات کی ہر چیز میں پائے جاتے چاہئیں جس چیز پر بھی حدوث امکان کا داغ ہو وہ ان کے دائرے سے باہر نہ پائی جائے۔

① اللہ تعالیٰ خود جو ہر عرض سے بالذات ہے نہ وہ جو ہر ہے نہ عرض۔ ہر جو ہر اور عرض کو اس کے حکم سے وجود ملا۔ دائرہ ممکنات میں جو چیز اپنی ذات سے قائم ہے وہ جو ہر ہے اور جو کسی جو ہر سے ظاہر ہو کر وجود پکڑے وہ عرض ہے۔ یہاں ہر چیز وہ قائم بالذات ہو یا قائم بالغیر مخلوق اور حادث ہے۔

② ہر مخلوق اور حادث چیز مکانی ہے اور جگہ گھیرتی ہے روشنی کا بھی ایک جسم ہے جب وہ سامنے ہو تو دلن ہے وہاں نہ ہو تو رلت ہے۔ جہاں جہاں رات ہو وہاں روشنی نہیں ہوتی اور جہاں جہاں دن ہو وہاں اندھیرا نہیں ہوتا۔ روشنی بھی مکانی چیز ہے اور جگہ گھیرتی ہے اور اندھیرا بھی اپنی حدود میں محدود ہے اور اس کا ایک اپنا جسم ہے وہ کتنا دور دراز تک پھیلا ہو تاہم ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں وہ نہیں وہاں روشنی ہے۔

③ ہر چیز جو جگہ گھیرے اس میں کوئی دوسرا جسم داخل نہیں۔ دو جوہری چیزیں ایک

تو ایک علم ہے جس سے ہم جہاں ہم چاہیں وہاں اس روشنی کا جسم بنیں وہاں ہمارا جسم ہے۔ وہاں سے ہم ذرا سا سرکیں تو اس جگہ فوراً روشنی آجائے گی۔ وہاں کچھ بھی نہ ہو یہ نہیں ہو سکتا۔ غلام محال ہے۔ اب دن ہے اس وقت بھی روشنی ہر جگہ نہیں جہاں ہمارے اپنے اجسام ہیں یا دوسری مادی اشیاء ہیں وہاں یہ روشنی نہیں ہے وہاں یا ہم ہوں گے یا روشنی (یا اندھیرا ہو گا) ایک جگہ ایک ہی جسم ہو سکے گا۔

④ ہر حادث اور مخلوق چیز زمانی ہے۔ ایک وقت تھا وہ موجود نہ تھی اور ایک وقت آنے کا وہ اس حال میں نہ ہو گی۔ کوئی مخلوق دائم الزمان نہیں نہ کوئی ایک مخلوق سب کو وسیع امکان ہے کہ پورے دائرہ امکان میں ہر جگہ ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پورے عالم امکان میں وہ ایک ہی مخلوق ہو اور اس کے سوا کچھ اور نہ ہو۔

⑤ ہر حادث اور مخلوق تغیر پذیر ہے۔ کوئی مخلوق ہمیشہ کے لیے ایک حال میں نہیں رہتی۔ کسی مخلوق کو زمان و مکان کی قید سے آزاد رکھ کر ہمیشہ ایک حال میں یقین کرنا اس کے حادث اور مخلوق ہونے کی نفی کرنا ہے۔

⑥ جن چیزوں کو عالم امر سے وجود ملا (جیسے ارواح) ان میں بھی باہمی تداخل نہیں۔ جہاں ایک ہے وہاں دوسری نہیں اس کا دائرہ عمل کتنا وسیع کیوں نہ ہو اور اسے کتنی سرعت سیر کیوں نہ ملی سیر ہے یہ بھی حکمت امر الہی کے تحت — اسے صرف اس دخل و عمل کے سبب لامکان کہتے ہیں۔ ورنہ جس پر زمانے کی گردش ہے۔ اس پر کسی نہ کسی پیرایہ میں مکان کی بھی بندش ہے

یہ اشیاء محدثہ کے خواص ہیں جو ہر مخلوق میں چھوٹا ہو یا بڑا پوری ہدایت سے پائے جاتے ہیں اور کوئی پڑھا لکھا آدمی ان قواعد کلیہ کا انکار نہیں کر سکتا۔ عالم امر کی ایجاد اور اس کے انتقالات سب امر الہی کے تحت ہیں جس طرح عالم خلق اس سے ہے عالم امر بھی اسی سے ہے۔ (الہ الخلق والامور) (پہلے الاعراف آیت ۵۴)

آئیے اب مختلف الانواع مخلوقات پر اس اعتبار سے غور کریں۔

انسان اور جن

ایک جسم میں انسانی روح محقی اور انسانی شعور تھا۔ کوئی جن اس جسم میں داخل ہوا اس جسم کا پہلا انسانی شعور جاتا رہا۔ اب اس کے اندر سے جن بدلتا ہے۔ انسان کا جسم اور جن کا جسم مختلف الانواع ہیں۔ اب ان میں اتحاد ہوا جن کی روح عرض کی طرح اس پر تری۔ اب روح کا شعور اگر جن کا ہے تو اس وقت وہ جسم انسان کا نہیں اور انسان کا ہے تو جن کا نہیں جن گیا اور انسانی شعور لوٹ آیا تو اب وہ انسانی جسم ہوا۔

انسان اور فرشتے

حضرت جبریل علیہ السلام کا ایک اپنا جسم ہے جس کے ساتھ وہ فرشتوں میں رہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کو آپ کی اصلی شکل میں دو دفعہ دیکھا — پھر آپ عام طور پر حضور کے سامنے انسانی شکل میں آتے رہے — حضرت مریم کو بھی آپ انسانی شکل میں دکھائی دیتے تھے متعدد صحابہ کرام نے بھی آپ کو (حدیث جبریل کے مطابق) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان و اسلام کے سوالات کرتے دیکھا اور سنا۔ اور اس وقت آپ انسانی شکل میں تھے۔

اب ظاہر ہے کہ آپ جب حضور اور صحابہ کے سامنے انسانی شکل میں آتے ہوئے تھے اس وقت آپ اپنی اس آسمانی صورت میں اور نہ ہوتے تھے اور جب اصلی شکل میں ہوتے تھے تو زمین پر آپ انسانی شکل میں نہ ہوتے تھے۔ حادث اور مخلوق کی خاصیت ہے کہ وہ بیک وقت دو مختلف جگہوں میں نہ ہو۔ اگر کبھی کہیں ایسا دکھائی دے تو ایک وجود اصلی ہوگا اور دوسرا مثالی کوئی مخلوق اور حادث بیک وقت اصلی وجود سے ہر جگہ موجود نہیں ہو سکتا۔

فرشتے اور جن

فرشتوں اور جنات کا تمثیل مختلف صورتوں میں ممکن اور واقع ہے۔ ان کا تصرف اپنے اپنے دائرہ میں اور اپنی اپنی حدود میں واقع اور مکمل ہے۔ تاہم یہ بھی ہر وقت ہر جگہ موجود نہیں ہوتے۔ عالم ممکنات میں کئی جگہیں ایسی ہوں گی جہاں یہ نہ ہوں جس جگہ کو جبریل نے گھیرا ہوا ہے وہاں حضرت اسرافیل نہیں ہیں۔ اور جہاں غزرائیل علیہ السلام کسی کو نظر آ رہے ہیں وہاں میکائیل ساتھ نہیں ہیں۔ ان کے اپنے اپنے اجسام ہیں۔ گو سب آدمی ہیں اور ان کے اپنے اپنے دوائروں میں جہاں یہ امر الہی کے تحت چل پھر سکتے ہیں یا اڑ سکتے ہیں۔

جن عزرائیل دنیا میں کتنے وسیع و عریض دائرے میں حرکت کرتا ہے مگر آسمانوں پر جانے میں اسے انگڑاے پڑتے ہیں۔ ان وسیع دائروں میں حاضر یا متصرف ہونے کے باوجود وہ ملاہ اعلیٰ میں نہیں ہے۔ لطافت ایسی کہ انسان کے دل و دماغ میں اُترتا ہے۔ اس کے خون کی خاموش نالیوں میں تیرتا ہے۔ سامنے مختلف الانواع پر دوں پر اُترتا ہے بائیں ہمسہ یہ ہر جگہ موجود نہیں۔ عالم خلق میں اس کا یہ حال ہے تو عالم امر جس کے تحت روحوں کا وجود ہے۔ وہاں اس کا پہنچنا کیسے ممکن ہو گا۔ بلکہ ہر جگہ موجود حاضر سمجھنا ایک بڑی تاریکی اور جہالت ہے۔

کائنات کے مختلف دائرے

- ① عالم خلق اور عالم امر دونوں خدا کے حکم سے قائم ہیں اور دونوں جہانوں کے اپنے اپنے حالات اور اپنی اپنی کیفیات ہیں اور اپنے اپنے دوائر حرکت ہیں۔
- ② عالم خلق میں مختلف الانواع مخلوقات کے اپنے اپنے حالات اور تصرفات ہیں فرشتوں جنوں اور انسانوں کے اپنے اپنے دوائر عمل ہیں۔

سیمان علیہ السلام کو خود ملکہ بلقیس کی بھی اطلاع نہ ہو اور آپ کا ایک غلام عرش بلقیس کو

کو ختمِ دُن میں سامنے کر دے تو یہ اپنے اپنے دائرہ عمل کی بات ہے۔ فضائل و کمالات میں ان خدام میں کسی کا پھر یہ حضرت سلیمان سے اونچی پرواز کا نہ تھا۔

حقائق کائنات کی ان گہری وادیوں میں اُترتے ہوئے ساتھ ساتھ ان نوابِ اقل پر بھی غور کر لیں تو مسئلہ زیر بحث میں ساحلِ مراد پر اُترنا ان شاء اللہ العزیز بہت آسان ہو جائے گا۔

① کمپی ہوا میں اُڑے اور انسان بغیر ہوائی جہاز نہ اڑ سکے تو کیا یہ کبھی کے انسان سے برتر ہونے کی دلیل بن سکے گا؟

② مچھلی پانی میں بلا حائل مہینوں زندگی بسر کر سکے اور انسان ایسا نہ کر سکے تو کیا یہ مچھلی انسان پر فضیلت لے گئی ہے؟

③ بطخ پانی پر اس طرح بیٹھی تیر رہی ہے جیسے زمین پر بیٹھی ہو اور انسان کبھی بیٹھ کر تیرتا نہیں دیکھا گیا ہو تو کیا بطخ انسان پر فضیلت لے گئی ہے؟

④ شیطان لوگوں کے دلوں میں بُرے دوسرے ڈال سکتا ہے اور صحابہؓ ابو جہل کے دل میں کوئی نیک خیال نہ ڈال سکے تو کمال کس کا رہا؟

⑤ ملکِ سبا کا علم ہدہ پر بندے کو ذاتی بھرتے سے ہوا حضرت سلیمان کو بتانے سے اب علمِ واقعی اور علمِ عطائی میں سے کس کو افضل مانا جائے گا۔ اب اگر کوئی شخص جانور (ہدہ ہدہ) کے علم کو پیغمبر (حضرت سلیمان) کے علم سے اقدم مانے تو کیا اس پر پیغمبر کی بی ادبی پر مرتد کے احکام جاری کئے جاسکیں گے؟

⑥ اصحابِ کہف سالہا سال بغیر دنیا کا کھانا کھائے زندہ رہے۔ صحابہؓ نے دو دن بھوکا رہنے کے بعد تیسرے دن پیٹ پر پتھر باندھ لیے۔ ایسا کیوں؟

⑦ برادرانِ یوسف کو پتہ تھا انہوں نے یوسف کو کس کنوئیں میں ڈالا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہ تھا۔ اب دونوں میں سے کون افضل ہوا علم رکھنے والے یا نہ رکھنے والے؟

⑧ حضرت عمرؓ کو سینکڑوں میلوں سے سپہ سالار ساریہ نظر آ گئے اور اپنا قاتل دیوار کے پیچھے چھپا نظر نہ آیا کیا آپ کی نظر کمزور ہو گئی تھی یا وہ ویسے ہی دکھائی نہ دیا تھا؟

⑨ ملک الموت اکیلا روحیں قبض کرتا ہے یا اس کے ساتھ نازعات اور ناشطات فرشتوں کی دو جہانتیں بھی ہیں؟

ملک الموت اگر اپنے سفر میں اپنی اصلی شکل میں سب انسانوں پر برابر کی نظر رکھے اور یہ نظر حضرت یعقوب علیہ السلام کو حاصل نہ ہو تو کون افضل ہوا؟

ان تمام سوالوں کا نقطہ محور محض ایک قیاس ہے۔ ایک مخلوق کا دوسرے پر یا ایک حال کا دوسرے حال پر۔ ان قیاسات میں محض ایک دہم ہے جو کمزور انسانی فکر کو متزلزل کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک مختلف النوع مخلوق کو دوسری نوع کی مخلوق پر قیاس کرنا جائز ہے عقل کے مطابق ہے اگر نہیں تو اس قسم کے قیاسات سے کام لینے والے علمی اور فکری طور پر کس درجہ کے نادان سمجھے جائیں گے یہ آپ طے کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کے قیاسات دہشیہ سے عقائد ثابت کیے جاسکتے ہیں یا عقائد کے لیے مضبوط اور قطعی دلائل ہونے چاہئیں۔

تیسرا سوال ساتھ یہ ملا لیجئے کہ قرآن کریم میں عقائد کا بیان قطعی الدلالة آیات میں یا انہیں ان مذکورہ قیاسات پر چھوڑا گیا ہے۔ پھر ان آیات کے جو معنی بیان کئے جاتے ہیں ان آیات کے کیا وہ ایک ہی معنی ہیں یا اس میں مفسرین نے اور احتمال بھی بیان کئے ہیں؟ بصورت احتمال کیا وہ آیات اپنے ان معنی پر قطعی الدلالة رہیں؟

چوتھا سوال یہ ساتھ رکھیے کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عقائد اسلام کے ثابت کرنے میں اس قسم کے قیاسات دہشیہ سے کام لیا ہے اور اپنے عوام کو ان قیاسات میں گم کر کے انہوں نے اپنے پیروؤں سے قرآن کی حکمت چھڑا دی ہیں۔

اب ہم یہاں کس مسئلے کو ختم کرتے ہیں ان سوالات کا جواب اور ان اشکالات

کامل آپ کو اسی رسالہ میں ملے گا۔ البتہ ترتیب مختلف ہوگی۔ حق تعالیٰ حق سمجھانا آسان فرمائے۔

بریلویت کی فصل جہالت کی زمین میں بوئی گئی ہے

مذکورہ مثالوں سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ بریلوی علماء اپنے عوام کو سراسر اسی قسم کی باتوں سے مطمئن رکھتے ہیں اور وہ بے چارے جان نہیں پاتے کہ گمان اور علم میں اور ظن اور یقین میں کتنے دور کے فاصلے ہیں عقائد کبھی گمان سے قائم نہیں ہوتے اور سنت کی منزل کبھی بدعت کی راہوں سے نہیں ملتی۔ بدعت کے اندھیروں میں رہنے والے اپنے آپ کو اہل سنت کہیں تو کیا یہ قباحات نہیں۔

نام ایسے بغیر کجرات کا ایک واقعہ بدیہ قارئین کرتے ہیں ایک مفتی صاحب فوت ہوئے تو ان کے ترکہ میں ان کی قبر بھی زیر عہد آئی۔ ایک بھائی کو کہا گیا کہ وہ مفتی صاحب کی کل جائیداد لے لے مگر قبر کی تولیت سے دستبردار ہو رہے اور دوسرا بھائی قبر کی تولیت لے اور والد کی سب جائیداد اپنے بھائی کے حق میں چھوڑ دے۔

فیصلہ ہو گیا اور قبر جس کے حصہ میں آئی وہ دس سال میں بھائی کے برابر صاحب جائیداد ہو گیا اور قبر بلا شرکت غیرے اس کی تولیت میں رہی اور جہالت کا یہ سدا بہار درخت اگلے دس سالوں میں دگنی فصل لا رہا ہے۔

قبروں پر مچنے والے عرسوں کا فائدہ صاحب مزار کو پہنچتا ہے یا مجادروں کو۔ یہ ہر وقت ہمارا موضوع نہیں اس کی مکمل بحث آپ کو چھٹی جلد میں ملے گی یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بریلوی علماء اب تک عقائد غصہ کے اثبات میں کتاب و سنت کی کوئی قطعی الدلالت بات پیش نہیں کر سکے قطعی الدلالت بات میں کوئی الجھاؤ نہیں رہتا اور بریلوی علماء اپنے عوام کو الجھائے بغیر جہالت کی زمین میں بوئی اپنی فصل کو کاٹ نہیں سکتے۔ والحق احق ان یتبع واللہ علی ما نقول شہید۔

دائے ناکامی متابع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ نیاں جاتا رہا

مؤلف عفا اللہ عنہ

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ اما بعد :-

اسلام میں عقائد کا معاملہ بہت اہم اور نازک ہے۔ عملوں میں کمزوری کی چھوٹ فضل الہی سے مل سکتی ہے۔ مگر عقائد میں غلطی اور سہل انگاری لائق درگزر نہیں۔ عقائد کی جنگ ان کمزور قیاسات اور غلط مقدمات سے نہیں جیتی جاسکتی جو بریلویوں نے اس سلسلہ میں قائم کر رکھے ہیں۔ ان کے لیے قرآن کریم کے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہے اور وہ بریلویوں کے ہاں یکسر مفقود ہیں۔ بدعات میں ان کے پیچھے امام مولانا عبدالمصعب رامپوری ہوتے ہیں۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو ہیں اور مخالفانہ انہیں اپنا بڑا بھائی کہتے تھے۔ آپ عقیدہ حاضر و ناظر کے ثبوت میں لکھتے ہیں :-

چاند سورج ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت (یعنی ہر جگہ ہونا) خدا کی کہاں ہوئی اور تماشا یہ کہ اصحابِ مغل میلاد (بریلوی حضرات) تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک و کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

دیکھئے کیسے غلط مقدمے باندھے ہیں۔ ۱۔ چاند سورج ہر جگہ موجود ہے — یہ غلط ہے جہاں چاند ہے وہاں سورج نہیں، جہاں سورج ہے وہاں چاند نہیں۔ دونوں علیحدہ علیحدہ جہاز ہیں۔ جہاں زحل ہے وہاں عطارد نہیں، جہاں عطارد ہے وہاں مریخ نہیں — اس پر دنیا میں

جہاں زید ہے وہاں بکر نہیں۔ یعنی جو جگہ زید نے گھیر رکھی ہے وہاں بکر نہیں۔ اشیاء مخلوقہ محدثہ میں سے کوئی بھی ہر جگہ نہیں۔ جہاں ایک چیز ہے وہ جگہ دوسری کی نہیں۔ مگر مولانا رامپوری ہیں کہ چاند سورج دونوں کو ہر جگہ موجود بتلا رہے ہیں۔ دونوں کا فیض عام ہو یہ اور بات ہے اور دونوں ہر جگہ موجود ہوں یہ ایک بالکل دوسری بات ہے۔

پھر لکھتے ہیں ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے ہم یقین سے کہتے ہیں کہ بغداد میں جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا روضہ ہے وہاں شیطان نہیں ہے۔ اس قبر میں آپ ہیں ابلیس نہیں ہے۔ ابلیس کو ہر جگہ موجود ماننا کیسا غلط عقیدہ ہے اور کس بے ادبی پر منتج ہوتا ہے — استغفر اللہ العظیم — بریلوی مولویوں کے اس عقیدہ سے اللہ حضور کی امت کو بچائے۔

پھر ان بریلویوں نے ابلیس کے ہر جگہ موجود ہونے ملک الموت کے ہر جگہ موجود ہونے کو حضور کے ہر جگہ موجود ہونے کے برابر سمجھ رکھا ہے۔ تبھی تو اس مقدمے میں انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔

”تو یہ صفت (ہر جگہ موجود ہونا) خدا کی کہاں ہوئی؟“ — (یعنی ہر جگہ موجود ہونا خدا کی صفت نہیں ہے)۔

یہ ساری محنت کس لیے ہو رہی ہے کہ خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی کس طرح نفی کی جاسکے۔ ہر جگہ موجود ہونا شیطان، ملک الموت اور انبیائے کرام کی صفت قرار دی جائے۔ مولانا عبدالسمیع نے تو ابلیس کو ہی ہر جگہ حاضر و ناظر مانا تھا مولانا احمد رضا خاں نے تو کرشن کہنیا کو بھی سبکدلو جگہ موجود اور حاضر مان لیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

کسی نے عرض کی حضرت نے وقت و امد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا ہے یہ کیونکر ہو سکے گا۔ شیخ نے فرمایا کرشن کہنیا کا فرح تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔^{۱۱۹}

مولانا عبدالسمیع صاحب نے خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کی نفی کی ہے۔ ان سے اچھے تو مولانا دیدار علی الوری بی رہے جنہوں نے الشرب الغزت کے خطوط و نظور کو تسلیم کرتے ہوئے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح حاضر و ناظر ہونے کی صاف لفظوں میں نفی کی مولانا ویدار علی لکھتے ہیں:-
 لفظ حاضر ناظر سے اگر حضور و ناظر بالذات مثل حضور و ناظر باری تعالیٰ ہر وقت و لمحہ مراد ہے
 تو یہ عقیدہ محض غلط و مضنی الی الشک ہے..... یہ عقیدہ کسی جاہل و اہل کا بھی نہ ہو گا بلکہ
 کاش کہ مولانا عبد السمیع اہلبیس کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے اور خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے
 کا انکار کرنے سے پہلے قرآن کریم کی ان آیات کو پڑھ لیتے۔

① العزتر ان الله يعلم ما فى السموات وما فى الارض. ما يكون من يخفى
 ثلثة الاله و اربعهم و لا خمسة الاله و سادسهم و لا اذنى من ذلك
 و لا اكثر الاله و معهم اينما كانوا. (پہا المجادلہ آیت ۷)

ترجمہ کیا تو نے دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔
 جہاں کہیں تین شخصوں کی سرکوشی ہو تو جو تھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھپا وہ
 اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔
 جہاں کہیں ہوں۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں)

② ثانی اثنین اذ هما فى الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا۔

(پہا التوبہ آیت ۴۰)

ترجمہ۔ صرف دو جان تھے جب وہ غار میں تھے جب اپنے ساتھی سے آپ
 کہتے غم نہ کر بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

سچو! یہ بھی کوئی دین ہے۔ ایس کو ہر جگہ موجود ماننا، کرشن کہنیا کو کئی سو جگہ پر حاضر و ناظر ماننا اور خدا سے حاضر و ناظر ہونے کی نفی کرنا۔ استغفر اللہ العظیم — ضد بریلویوں کو کہاں سے کہاں لے آئی ہے۔

سوال: اکابر علمائے اہل السنۃ و الجماعۃ میں سے کسی نے اللہ رب العزت کے لیے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہے؟

جواب: ہاں! حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اس باب میں کہ انسان خدا سے ڈرتا رہے اس سے شرم کرے اور گناہوں پر جبری نہ ہو۔ لکھتے ہیں:-
حق تعالیٰ بڑا حوال جزوی و کلی اور مطلع است۔ از حاضر و ناظر شرم باید کرد۔
بدانکہ حق تعالیٰ حاضر است غائب نہ

اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کی حقیقت اور کنہ کو ہم پانہیں سکتے۔ اتنا جانتے ہیں کہ وہ اپنے علم محیط سے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں بریلویوں نے جب یہ لفظ (حاضر و ناظر) انبیاء اور اولیاء کے لیے استعمال کرنا شروع کیا تو سننے والوں کا ذہن اس سے اسی طرف مائل ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء سے بھی کوئی چیز قریب و بعید کے فاصلے پر نہیں۔ وہ بھی ہر جگہ کی ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ کوئی چیز ان سے دور نہیں۔ بریلوی عوام آج اسی عقیدے سے انبیاء و اولیاء کو ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کے علماء اپنے ہاں کوئی تاویل کر لیں تو کر لیں۔ لیکن جہاں تک عوام کا تعلق ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں جس طرح خدا کو اور ظاہر ہے کہ یہ صریح شرک ہے اور بقول مولانا داؤد ادرعی اس کا قائل سوائے جاہل و اجہل کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مولانا عبدالمسیح رامپوری نے اس شرکیہ عقیدے سے ان لفظوں میں کنارہ کشی کی ہے۔

اصحاب مغل میلاد تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوئے کرتے..... ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ
تر مقامات پاک و ناپاک و کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے بلکہ
اس عبارت میں یہ پیار باتیں غور طلب ہیں۔

① — یہ اہل بدعت اس وقت تک اہل السنۃ والجماعۃ سے موسوم نہ تھے نہیں اصحاب
مغل میلاد کہاجاتا تھا اور اہل السنۃ والجماعۃ علمائے حق کو ہی سمجھاجاتا تھا۔ زمانے کا انقلاب
ہے کہ اب ان لوگوں نے بھی اپنے آپ کو اہل السنۃ کہنا شروع کر دیا ہے۔ سنت کہاں اور
بدعت کہاں بھلا اہل بدعت بھی کہیں اہل سنت ہو سکتے ہیں۔

② — ان اہل بدعت کا دعوئے اس وقت تک اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ پر حاضر و
ناظر ہونے کا نہ تھا۔ وہ زمین کی ناپاک جگہوں اور اہل کفر کی مجلسوں اور محفلوں میں حضورؐ کو حاضر و ناظر
نہ مانتے تھے اسے حضورؐ کی بے ادبی جانتے تھے مگر افسوس کہ اب بریلوی لوگ اس حد کے بھی پابند
نہیں رہے اور وہ اسی طرح حضورؐ کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔ جیسے اللہ رب العزت کو۔

③ — بریلویوں کے ہاں حضورؐ کا ہر جگہ موجود ہونا کمالات رسالت میں سے نہیں۔ ورنہ وہ
ابلیس کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر نہ مانتے۔

④ — بریلوی عقائد میں شیطان کو ہر جگہ پاک و ناپاک اور کفر و غیر کفر میں حاضر و ناظر ہونے
کی جبر و سماعت حاصل ہے وہ (معاذ اللہ) حضورؐ کو بھی نہیں اور اس میں ابلیس اور ملک الموت
دونوں آپ سے بڑھ گئے۔ (استغفر اللہ العظیم)

بریلویوں کے عقیدہ حاضر و ناظر کی علمی تنقیح

ایک دفعہ گلاسگو میں جمعیت علمائے برطانیہ کی مرکزی کانفرنس تھی مقامی بریلوی علماء اہل سنت

کے اس اجتماع سے بہت الجھڑک تھے۔ انہوں نے دو انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ہماری جانے قیام پر بھیجا تاکہ وہ ہم سے کچھ عقائد کی باتیں پوچھیں اور اگر اختلاف ظاہر ہو تو علماء حق کو بدنام کیا جاسکے۔ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر پہل کر دی۔

سوال : کیا آپ حضور پیغمبر اسلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں؟

جواب : حاضر و ناظر تو آپ بھی ہیں کیا آپ یہاں موجود نہیں؟ موجود کو کہتے ہیں حاضر اور کیا آپ دیکھ نہیں رہے۔ نابینا ہیں؟ نہیں تو آپ ناظر بھی ہوئے۔ تو جب آپ موجود بھی ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں تو حاضر و ناظر نہ ہوئے؟ اس نوجوان نے ہاں میں سر ہلایا اور پھر سوال کیا؟
سوال : میں تو صرف یہی حاضر و ناظر ہوں ہر جگہ تو حاضر و ناظر نہیں ہوں — حضور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

سوال بر سوال، تم اس وقت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو یا اس وقت کے بارے میں جب آپ دنیا میں تشریف فرما تھے؟

جواب طالب علم : پہلے اس وقت کے بارے میں بتائیں اور پھر اس وقت کے بارے میں۔
جواب : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا میں تھے تو بے شک حاضر و ناظر تھے آپ اپنی مجالس میں موجود بھی ہوتے اور حاضرین کو دیکھتے بھی تھے۔ تو حاضر بھی ہوئے اور ناظر بھی — لیکن اُس وقت بھی آپ ہر جگہ موجود نہ ہوتے تھے۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں تھے تو مدینہ منورہ میں نہ تھے اور جب معراج کی رات آسمانوں پر تھے تو زمین پر نہ تھے۔ جب آپ مسجد میں ہوتے تھے تو گھر نہ ہوتے تھے۔

طالب علم : اوداب وفات کے بعد؟

جواب : اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک جگہ پر موجود ہیں جیسا کہ اُس دنیا میں ہوتا تھا اور وہ جگہ حضور کا روضہ اور ہے جو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے حضور

وہاں بالذات موجود ہیں اور حاضرین کا صلوة و سلام سنتے ہیں۔

سوال طالب علم: کلمہ شریف کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ایک خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

سوال: آپ اللہ کے رسول ہیں یا اللہ کے رسول تھے؟

جواب: آپ اللہ کے رسول ہیں۔

سوال: جب آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ ہر جگہ ہوئے یا نہ — ورنہ یہ کہنا

بہتر ہے کہ آپ اللہ کے رسول تھے؟

جواب: آپ کی رسالت بے شک ہر جگہ کے لیے ہے اور اسی لیے ہم نے کہا آپ

اللہ کے رسول ہیں — لیکن آپ خود ایک ہی جگہ پر ہیں۔ رسالت کے ہر جگہ ہونے سے رسول

کا ہر جگہ ہونا لازم نہیں آتا۔

لیجئے ہمارے ملک (پاکستان) کا — پورے ملک کا ایک صدر ہے۔ اس کی صدارت

تو بے شک پورے ملک کے لیے ہے۔ لیکن خود تو وہ ایک جگہ ہوگا۔ ورنہ لوگ اسے ملنے ایوان

صدر کیوں جاتے؟

سوال: اچھا آپ بتائیں کہ حضور پیغمبر اسلام کیا اس وقت دنیا میں ہر جگہ موجود نہیں؟

سوال بر سوال: اچھا تم بتاؤ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟

جواب طالب علم: بے شک حضور ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

سوال بر سوال: جب تم حضور کا لفظ بول رہے ہو اور کہتے ہو کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر

ہیں تو تم حضور سے کیا مراد لیتے ہو — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف روح مبارک یا روح و جسد

کا مجموعہ یا صرف جسد اطہر تم کس چیز کو ہر وقت ہر جگہ حاضر کہتے ہو — روح کو یا مجموعی ذات

اقدس کو؟

جواب طالب علم: یہ تو مجھے میرے بھیجنے والوں نے نہیں بتایا کہ آپ صرف روح

مبارک سے حاضر و ناظر ہیں یا جسد پاک سے۔

سوال : جب تم یہ جملہ خود بولتے ہو کہ حضورؐ ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہیں تو تم اندازے سے بتاؤ کہ تمہارا بریلویوں کا عقیدہ کیا ہو گا۔ صرف روح سے حاضر و ناظر ہونا یا کہ مجموعی طور پر ؟

جواب طالب علم : میرا خیال ہے کہ حضورؐ اپنے جسد اطہر کے ساتھ ہر جگہ حاضر نہیں ہیں۔ صرف آپ کی روح مبارک ہر جگہ ہے۔

سوال : تو پھر آپ پورے حاضر و ناظر تو نہ ہوئے آدھے حاضر و ناظر ہوئے۔ صرف روح سے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو ؟

جواب طالب علم : مجھے اجازت دیں میں اپنے علماء سے اپنا عقیدہ پوچھ کر آتا ہوں ؟

سوال : اگر تمہیں اپنا عقیدہ اب تک معلوم نہیں اور تم اس بات کو بار بار دہرا چکے ہو کہ حضورؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا کہتے کچھ تو تمہارا عقیدہ ہوتا ہو گا ؟

طالب علم : میں نے کبھی نہیں سوچا۔ ہمارے علماء بھی کہتے ہیں حاضر و ناظر اور ہم بھی کہتے ہیں حاضر و ناظر۔ لیکن نہ وہ یہ بات کھولتے ہیں نہ ہم کبھی ان سے پوچھتے ہیں۔ لیکن اب میں پوچھ کر آتا ہوں مجھے اجازت دیں۔

دو دنوں طالب علم چلے جاتے ہیں اور تقریباً دو گھنٹے کے بعد آتے ہیں۔ وہ طالب علم کہنے لگا ہمارے علماء نے ہمیں منع کیا ہے کہ ان باتوں میں نہ پڑو۔ ان باتوں کی تفصیل بتانے سے ایمان جاتا رہے گا۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ آپ صرف روح سے حاضر و ناظر ہیں یا روح اور جسد دونوں سے۔ کیا ہم نے پہلے سے آپ لوگوں کو نہیں بتا رکھا کہ ان لوگوں کے پاس نہ جادو — دیکھ کر طرح انہوں نے تمہیں الجھاؤ میں ڈال دیا ہے۔ طالب علموں نے کہا اب ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے ہم وعدہ کر کے آئے ہیں کوئی مختصر سا جواب بتلاؤ۔ انہوں نے

ایک جواب بتایا اور وہ طالب علم آگئے)

طالب علم: ہاں تو وہ آپ کا سوال کیا تھا؟

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا صرف روح اقدس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یا روح اقدس اور جسد اطہر کے مجموعہ کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں۔ اس میں ہمارے علماء کا عقیدہ کیا ہے؟
جواب: ہمارے علماء نے کہا ہے تم اس میں نہ پڑو صرف حاضر و ناظر کہو اور اس کی بحث میں نہ جاؤ۔

سوال: جب تم ایک عقیدہ رکھتے ہو تو اس عقیدے کا کچھ نہ کچھ مفہوم تو آپ کے ذہن میں ہونا چاہیئے۔ بغیر سمجھنے کے یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے؟
جواب: جس طرح ہر جگہ حاضر و ناظر ہے لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کس طرح حاضر و ناظر ہے اسی طرح سرکار کی بات ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن آپ ہیں حاضر و ناظر۔

جواب: الجواب: عزیز محترم! یہ شرک کی ابتداء ہے جب ہمیں مخلوق کی بحث کرتے ہوئے خالق کی مثال لانی پڑے اور کوئی جواب تم سے بن نہ پڑے تو سمجھو شرک کا آغاز ہو گیا خدا بے مثل ذات ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے نہ اس کی ذات اور نہ کاکسی کو اور آگ ہے

بخلاف انبیاء کے۔ وہ سب ذاتا انسان ہیں ان کے اجسام تھے۔ ان کے اجسام لوگوں نے دیکھے۔ انہیں آتے جاتے دیکھا۔ ان کے نکاح ہوتے دیکھے۔ ان کی اولاد دیکھی۔ وہ غیر مدرک بالکنہ کبھی نہیں قرار دیئے گئے۔ ان کے لیے خدا کی مثال لانا یہی تو وہ غلطی ہے جس میں بریلوی علماء پڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو شرک کا گناہ کبھی نہ بخشا جائے گا۔ جب تم سوال و جواب میں معذور ہو جاؤ اور خدا کی مثال لانے پر آمادہ تو سمجھو کہ تم الحاد کی دہلیز پر پہنچ گئے ہوئے ہو۔ حضور کو حاضر و ناظر ماننے کے لیے اب جو تم خدا کی مثال دے رہے ہو کیا یہ شرک نہیں ہے؟

طالب علم: مجھے سمجھ آگئی ہے میں حضور کو حاضر و ناظر ماننے کے لیے خدا کی مثال نہیں دیتا۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف روح مبارک سے حاضر و ناظر ہیں جسم کے ساتھ

نہیں جسم آپ کا صرف قبر مبارک میں ہے۔

دوسرا طالب علم : (پہلے کو مخاطب کرتے ہوئے) نہ ایسا نہ کہو۔ اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ آپ آدھے حاضر و ناظر ہیں۔ انسان روح و بدن کے مجموعہ کا نام ہے۔ جب آپ صرف روح سے حاضر و ناظر ہوتے تو آپ پورے حاضر و ناظر نہ ہوتے

ہمارا سوال : اچھا آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف روح اقدس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو کب سے حاضر و ناظر ہیں؟ وفات کے بعد سے؟ یا وفات سے پہلے بھی آپ کی روح مبارک بدن مبارک سے جدا دنیا میں ہر جگہ پھیلی ممتی؟ بے شک مہتاب سے پاس علم نہیں۔ اور مہتاب سے علماء بھی مہتیں بنتے نہیں۔ لیکن یہ مہتاب ایک معتدہ ہے تو اس کا کچھ خاکہ تو مہتاب سے ذہن میں ہونا چاہیئے۔

طالب علم : میرا خیال ہے آپ وفات کے بعد ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ وفات سے پہلے آپ کی روح مقدمہ آپ کے بدن میں ممتی۔

سوال : اچھا آپ اگر اپنی وفات کے بعد ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا شروع ہوئے تو یہ عقیدہ تمہیں بتایا کس نے؟ آپ کی وفات کے بعد ہونے والی بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟ دین تو وہی ہے جو آپ نے اپنی حیات طیبہ دنیویہ میں بیان کیا اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم اتری اور دین مکمل ہونے کا اعلان ہو گیا۔ اب یہ وفات کے بعد آپ نے کیا عقیدہ ترتیب دے لیا اور تمہیں یہ عقیدہ بتا کون کیا؟

طالب علم : یہ عقیدہ ہمارے بریلوی علماء نے بتایا ہے۔

جواب : علماء کا کام مسئلہ بتانا ہوتا ہے مسئلہ بنانا نہیں ہوتا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد جو یہ مسئلہ بنا کہ حضورؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی یہاں کی زندگی میں ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے؟

طالب علم، ہاں اس سے تو پتہ چلا کہ یہ عقیدہ ہی بالکل بے بنیاد ہے جس میں ہمیں
ہمارے مولویوں نے ڈال رکھا ہے

دوسرا طالب علم، نہیں اس طرح بات نہیں حضورؐ کی روح مبارک زندگی میں صرف
جگہ میں نہ تھی بدن سے باہر بھی ہر جگہ پھیلی تھی اور آپ اس وقت بھی حاضر و ناظر تھے۔

سوال، اگر آپ کی روح اقدس دنیا میں ہر جگہ پھیلی تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ دنیا میں
اور کوئی چیز موجود نہ ہو کیونکہ جو چیز بھی ہوگی وہ کوئی جگہ لے گی جگہ گھرے گی تو ایک جگہ دو چیزیں
بیک وقت کیسے موجود ہو سکتی ہیں۔ اگر آپ عالم ارواح میں بھی ہر جگہ موجود تھے تو کیا عالم ارواح
میں امداد ارواح نہیں تھیں، اگر تھیں تو کچھ سوچو ایک جگہ میں بیک وقت دو رو میں کیسے ہو سکتی
ہیں۔ ایک چیز کوئی جگہ گھرے تو دوسری چیز تو وہاں موجود نہیں ہوتی۔

طالب علم ۱: خدا بھی تو ہر جگہ موجود ہے تو کیا اس سے تمام مخلوقات کی نفی
ہو گئی؟

طالب علم ۱: نہ نہ۔ خدا کی مثال نہ دو۔ وہ تو بے مثل ذات ہے۔ اس کی مثال
دو تو واقعی شرک ہو جائے گا۔

سوال، اچھا اگر آپ کی روح اقدس شروع سے ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو یہ بتائیں کہ
حضرت مریم کی والدہ اپنی بیٹی مریم کو بیت المقدس میں رہنے کے لیے چھوڑنے آئیں اور وہاں
رہنے والے سچی کی پرورش کے لیے آپس میں قرعہ اندازی کر رہے تھے تو اس وقت حضور
صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر و ناظر تھے یا نہ؟

طالب علم ۱: کیوں نہیں؟ جب آپ شروع کائنات سے روح مبارک کے ساتھ
ہر جگہ حاضر و ناظر ہوئے تو وہاں حاضر و ناظر کیوں نہ ہوں گے۔

اس پر ہم نے کہا لاؤ قرآن کریم میں دیکھیں اس وقت آپ اس موقع پر وہاں موجود
تھے یا نہ؟ — قرآن کریم کھولا گیا۔

وما كنت لديهم اذ يلقون اقلامهم ايهم يكتلهم وما كنت لديهم

اذ يختصمون. (پ آمل عمران آیت ۴۴)

ترجمہ: اور آپ اس وقت ان کے سامنے نہ تھے جب وہ اپنے قلم تیرنے کے لیے ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کو اپنی کفالت میں لے اور آپ وہاں نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

طالب علم ۱: ہو سکتا ہے یہ آیت منسوخ ہو چکی ہو۔ قرآن کی بعض آیتیں ناسخ و منسوخ بھی تو ہیں۔

جواب: نسخ احکام میں ہوتا ہے واقعات اور اخبار میں نہیں حکم دیا جائے کہ یہ کام کرو اور بعد میں کہا جائے کہ اب نہ کرو تو اس میں کوئی تعارض نہیں لیکن خبروں میں تعارض کیسے ہو سکتا ہے کہ کبھی کہا جائے کہ آپ وہاں نہ تھے اور پھر کہا جائے کہ آپ وہاں تھے۔ طالب ۱: تو پھر یہ آیت متشابہات میں سے ہوگی۔ کیا قرآن میں بعض آیتیں متشابہات میں سے نہیں ہیں؟

جواب: یہ آیت واقعات میں سے ہے متشابہات میں سے نہیں اسے واقع کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعات میں متشابہات نہیں ہوتے۔

۲ حضرت علیؑ کہ سورۃ یوسف کے نازل ہونے سے پہلے کیا حضرت یوسف کے اس سارے واقعہ کا کس طرح آپ کو آپ کے صحابیوں نے کمزیر میں گرایا علم تھا؟ اگر آپ اس وقت بھی ہرگز حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھے تو کیا آپ ان کے احوال سے بے خبر ہو سکتے ہیں؟

طالب علم ۱: نہیں؟ آپ یقیناً یہ سب واقعات دیکھ رہے تھے۔

جواب: اچھا اب آئیے قرآن کریم میں دیکھیں۔

نحن نقص عليك احسن القصص بما اوحينا اليك هذا القرآن وان

كنت من قبله لمن الغافلین۔ (پاپا یوسف آیت ۲)

ترجمہ مولانا احمد رضا خاں :

ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔

طالب علم : میں تو مطمئن ہو گیا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع سے ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں چلے آ رہے۔ لیکن وفات کے بعد آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہو گئے ہوں تو اسے ماننے میں کیا حرج ہے ؟

جواب : اس پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ وفات کے بعد حاضر و ناظر ہوئے تو زندگی میں تو آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے۔ اب یہ وفات کے بعد کا عقیدہ آپ کون کون بنا گیا ہے ؟ (اس پر دونوں طالب علم خاموش ہو گئے اور جانے سے پہلے انہوں نے یہ سوال کیا)۔

سوال : صحابہ کرام حضور کی زندگی میں آپ کو ہر جگہ حاضر اور موجود سمجھتے تھے یا نہیں آپ کو حاضر سمجھتے جہاں آپ موجود ہوتے تھے ؟

جواب : جہاں حضور موجود ہوتے وہاں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر سمجھتے اور جہاں آپ سامنے نہ ہوتے تو وہ (صحابہ کرام) آپ کو حاضر اور موجود نہ سمجھتے تھے۔
سوال : اس پر کوئی حوالہ آپ دکھا سکتے ہیں ؟ کسی حنفیوں کی کتاب سے دکھائیں وہابیوں کی کوئی کتاب نہ ہو ؟

(اتفاق سے ہمارے پاس حافظ ابو بکر احمد بن علی البجصاص رازمی (۲۶۰ھ) کی کتاب احکام القرآن کی دوسری جلد موجود تھی۔ ہم نے ان طلبہ کو مبعوث کیا ان علماء کے جو ہمارے ساتھ تھے اس کے ص ۲۱۲، ۲۱۳ سے یہ حوالہ دکھایا :-

عن عقبہ بن عامر قال جاء خصمان الى رسول الله صلى الله عليه وسلم

فقال اقض بينهما يا عقبه۔

ترجمہ: عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے آپؐ نے فرمایا اے عقبہ ان دو دنوں میں فیصلہ کر دو۔

یہ دیکھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اس صحابی نے تعجب سے کہا کیا آپؐ کے سامنے میں فیصلہ کروں یعنی یہ میرے لائق نہیں کہ آپؐ کی موجودگی میں اس کا فیصلہ میں کروں۔ میں کس طرح اس کی ہمت کر سکتا ہوں اس کے لیے عقبہ بن عامرؓ نے جو الفاظ کہے وہ یہ ہیں :-

یا رسول اللہ اقضیٰ بینہما وانت حاضر۔

اس سے پتہ چلا کہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے۔ جب حضورؐ سامنے ہوں تو وہ سمجھتے تھے کہ حضورؐ یہاں حاضر ہیں جب سامنے نہ ہوں تو وہ آپؐ کو وہاں سے غائب (غیر حاضر) جانتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ (۱۸ھ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی طرف بھیجا اور انہیں مدلتی فیصلوں کی تربیت دی حضورؐ نے خود مدینہ ہونا تھا اور انہوں نے مین میں آپؐ کی عدم موجودگی (حاضر و ناظر نہ ہونے) میں فیصلہ کرنے تھے اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کے ذمہ آپؐ کے سامنے فیصلہ کرنے کا کام لگا۔

فترہ نے اس سے دو طرح کے اجتہاد کا استدلال کیا ہے :-

① حضورؐ کی عدم موجودگی میں فیصلہ کرنا۔

② آپؐ کی موجودگی (آپؐ کے سامنے) فیصلہ کرنا۔

۱۔ رواہ ابوصالح الرازی فی احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۱۳ قال حدثنا عبد الباقی بن قانع قال حدثنا اسلم بن یحییٰ قال حدثنا محمد بن خالد بن عبد اللہ قال حدثنا ابی عن جعفر بن سلیمان عن کثیر بن شیطی عن ابی العالیۃ عن عبد اللہ بن عامر۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا آپؐ کے ہر وقت ہر جگہ موجود ہونے (حاضر و ناظر ہونے) کا عقیدہ نہ تھا۔ امام جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:-

فاما الحالان اللتان كان يحوز فيهما الاجتهاد في حياة النبي صلى الله عليه وسلم في حال غيبتهما عن حضرته كما امر النبي معاذ حين بعثه الى اليمن..... والحال الاخرى ان يلمس النبي بالاجتهاد بحضرته.

ترجمہ: یہ جو دو حالتیں ہیں جن میں حضورؐ کے اس دنیا میں ہوتے ہوئے اجتہاد جائز ہے ان میں (۱) ایک حالت وہ ہے جب حضورؐ وہاں موجود نہ ہوں جیسا کہ نبی پاکؐ نے معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور (۲) دوسری حالت یہ ہے کہ حضورؐ وہاں حاضر ہوں اور وہاں اجتہاد کرے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ کا آپؐ سے اس طرح عرض کرنا اقضیٰ بینہما وانت حاضر بتنا ہے کہ حضورؐ کبھی صحابہؓ کے سامنے ہوتے تھے اور کبھی ان سے غائب ہوتے تھے اور صحابہؓ اس وقت آپؐ کو غائب میں سمجھتے تھے حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے جب آپؐ پاس ہوتے تو ان میں سے کوئی اُنکے بڑھنے کی بہت نہ رکھتا جب صحابہؓ آپؐ سے دور ہوتے تو وہ آپؐ سے غائب ہوتے اور آپؐ ان سے غائب ہونے کی بار جگہ حاضر ہونے والا بھی کسی سے غائب ہو سکتا ہے۔

وقد مات من الصحابة خلق كثير وهم غائبون عنه.

خدا کا شکر ہے کہ طالب علموں کو مسئلہ سمجھ میں آگیا اور انہوں نے اس بریلوی عقیدے کو اچھی طرح سمجھ لیا اور انہوں نے کہا ہمارے مولوی پراسکیڈے میں اسی وقت تک چل سکتے ہیں کہ عوام اس مسئلہ کو سمجھتے نہیں اور ہمارے علماء جان کر ان کو سمجھاتے نہیں بس ایک بھیڑ کی بھیڑ ہے جو عقیدہ حاضر و ناظر کے غرے لگا رہی ہے اور اس کا مطلب نہ یہ غرے نکلانے والے سمجھتے ہیں نہ لگوانے والے۔ ضعف الطالب والمطلوب۔ وما قدر الله حق قدره.

طلبہ چلے گئے اور اپنے پیچھے تین سو مسند کی یہ اچھی تفصیل چھوڑ گئے۔ افادہ عوام کے لیے ہم نے اس پُرانی یاد کو اس بحث میں شامل کر لیا ہے۔ اس نتیجے سے اس مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

بریلوی علماء کا عقیدہ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر بالوجود الوجود کا نہیں

مولانا احمد سعید کاظمی (مدائن) کہا کرتے تھے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ العنقریٰ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ آپ حاضر و ناظر بالعلم ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے ذرے ذرے کا آپ کو علم ہے اور آپ اس کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

یہ اپنی جگہ سے ہر چیز کا مشاہدہ فرمانا اور خود ہر جگہ نہ ہونا اس کو ناظر تو کہا جاسکتا ہے حاضر نہیں۔ اگر آپ خود ہر جگہ موجود نہ ہوں صوف ذرے ذرے کو دیکھ رہے ہیں اسے حاضر و ناظر نہیں کہہ سکتے صرف ناظر کہیں تو یہ اور بات ہے۔

ان کے ایک پیر صاحب نے اس موضوع پر ایک رسالہ تنویر النواظر لکھا ہے اس میں انہوں نے اپنے اس موقف پر اپنے خیال میں بہت سے دلائل دیئے ہیں ایک دلیل آپ بھی سن لیں۔ موصوف لکھتے ہیں:-

قرآن مجید میں ابلیس لعین کے بارے میں ہے۔

انہ یراکم هو و قبیلہ من حیث لا تشرونہم۔ (پ الاعراف، ۴۴)

ترجمہ۔ بے شک ابلیس اور اس کا قبیلہ اس طرح سے تمہیں دیکھتا ہے کہ تم

انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:-

یعنی ابلیس اپنے مقام سے ہی تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے

اور اسی طرح سیدنا عزرائیل علیہ السلام کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے

کہ تمام روئے زمین ان کے سامنے ایک مشترکی طرح ہے وہ اپنے مقام سے ہی سب انسانوں اور حیوانوں کی ارواح قبض کرتے ہیں۔ سو یہ بات عقلاً بھی بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام سے ہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہوں بلکہ

دیکھئے بریلوی اپنے اس غلط عقیدے میں کس قدر پریشان اور سراسیمہ ہیں کہ انہیں حضورؐ کے ہر جگہ ناظر ہونے کا عقیدہ وضع کرتے ہوئے شیطان کی مثال پیش کرنے میں بھی کوئی حجاب نہیں ہوا۔ جب عقل ماری جاتی ہے تو گدگد ابلیس اور پیغمبرؐ میں بھی فرق نہیں کر پاتے۔ اس وقت ہم آپ کے ہر جگہ ناظر ہونے پر بحث نہیں کر رہے۔ آپ کے ہر جگہ حاضر ہونے یا نہ ہونے پر گفتگو ہو رہی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ بریلوی علماءِ خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر اور موجود نہیں مانتے۔ تبھی تو یہ ناظر ہونے کی تاویل اختیار کر رہے ہیں ناظر ہونا عیسائیوں کی ایک اصطلاح تھی جسے اب بریلویوں نے اپنا رکھا ہے عیسائی لوگ کاترجمہ غیب دان کرتے تھے جب دیہاتی عورتیں کتیا لاش میں کسی نبی کے پاس آتیں تو آپس میں کہتیں چلو غیب دان کے پاس چلیں۔ نبی کاترجمہ غیب دان کرنا ان دنوں ان کا کام تھا اور ان دنوں بریلویوں کا یہ محبوب مشغلہ ہے۔

بریلویوں نے حاضر و ناظر کی بات حاضر سے ختم کر کے استدلال کا سارا بوجھاب ناظر پر ڈال دیا ہے اور ناظر کا معنی یہ کیا ہے کہ آپ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے کل کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ بریلوی بڑی مشکل سے اس مقام پر پہنچے ہیں۔

مگر افسوس کہ صاحبِ تنزیلِ انوار نے انہیں اس عقیدہ پر بھی نہ رہنے دیا۔ مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں جوتے اور جھوٹے کسی ایک بات پر نہیں جھٹتے۔ موصوف علماءِ دیربند

پر بستے ہوئے لکھتے ہیں :-

لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ بہتان تلاش مارا کہ بریلوی حضرت انبیاء علیہم
الصلوة والسلام کا ہر وقت عالم ماکان و مایکون مانتے ہیں۔ حاشا! نہ اہلسنت
کا ہرگز یہ عقیدہ انہیں ہے

جب ہر وقت عالم ماکان و مایکون نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر وقت اور ہر آن ماکان و
میکون کے ناظر بھی نہ ہوں گے اور اس حاضر ناظر بالعلم ہونے کا عقیدہ بھی جاتا رہا۔
مخالف لشکروں سے تصادم تو دنیا دہمیتی ہی آتی ہے لیکن اپنے آپ سے تصادم اور
اپنی مذہبی خود کشی کا یہ منظر شاید اب تک اس سے زیادہ کسی نے نہ دیکھا ہو۔

آنحضرتؐ کا اپنے لیے لفظ غائب کا استعمال

آنحضرتؐ کی باندی ماریہ قبطیہ کے چچا زاد بھائی حضرت مابورؓ تھے مصری رواج کے مطابق ان
کا اپنی بہن کے دل آنا جاننا رہتا۔ منافقین نے اسے کچھ اور رنگ دے دیا۔ آنحضرتؐ کا بھی یہی
خیال ہوا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے مابورؓ کے قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ نے آپؐ کو آکر بتایا
کہ مابورؓ مرد نہیں اور انہوں نے اسے قتل نہ کیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا :-

الشاهد یرحیٰ مالا یری الغائب۔^۱

ترجمہ۔ جا کر دیکھنے والا نہ چیز دیکھ لیتا ہے جسے غائب نہیں دیکھ رہا ہوتا۔
اس حدیث میں آپؐ نے اپنے لیے غائب کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضرت علیؓ کے
لیے شاہد کا۔ جو وہاں گئے تھے اور صورت حال دیکھ آئے تھے۔

فكف علي عنه شراي النبی فقال يا رسول الله انه لمحبوب^۲۔

ترجمہ پس حضرت علیؓ اس سے رک گئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ وہ تو مرد نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو اپنے ذات کے لیے کبھی غائب کا لفظ استعمال نہ کرتے۔ حضرت علیؓ مجتہد تھے اور مجتہد کی نظر علت پر ہوتی ہے وہ علت پر نظر کر کے اگر کبھی خلافِ نص کرے تو اسے نص کا مخالف نہ جاننا چاہیے اور جو کچھ ہوا حضورؐ کی زندگی میں ہوا اور آپؐ نے بھی حضرت علیؓ کو اس خلافِ نص اجتہاد پر کچھ توبیخ نہ فرمائی۔

سلف صالحین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غائب کا لفظ برلئے میں کوئی باک نہ سمجھتے تھے جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن المسیبؓ (۹۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ فوت ہوئیں تو حضورؐ اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔ آپؐ واپس آئے تو آپؐ نے اس کی قبر پر پھر سے نماز پڑھی ملا علی قاریؒ لے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:-

وللّٰوِی الِاعَادَۃ او کانت من خواصہ ولقول سعید بن المسیب ان
ام سعد ماتت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم غائب فلما قدم صلی علیہا
..... وقد مضی لذلك شهر۔

ترجمہ۔ وہی کو جنازہ دوبارہ پڑھنے کا حق حاصل ہے یا آپؐ کو یہ خصوصی حق حاصل تھا اور حضرت سعید بن المسیبؓ کی روایت بھی ہے کہ جب ام سعدؓ کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود نہ تھے غائب تھے جب آپؐ آئے تو اس کی قبر پر آئے اور اس پر پھر نماز پڑھی اور اس پر ایک ماہ گزر چکا تھا۔

لہ رداء البیہقی وقال ہومرسل صحیح وقد روی موصولاً عن ابن عباس والمشہور ہوا مرسل وہ مقبول عند ناگامانی
شرح النقای جلد ۱ طبع دیوبند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی نمازِ جنازہ پڑھتے تو دعائیں کہتے :
 اللہم اغفر لحیننا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا و
 ذکونا وانثانا۔

ترجمہ۔ اے اللہ تو بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مُردوں کو اور ان کو
 جو ہمارے پاس ہیں اور ان کو جو ہم سے غائب ہیں۔

اگر کچھ لوگ آپ سے غائب موتے تھے جن کے لیے آپ دعا کر رہے ہوتے تھے تو آپ
 بھی تو ان سے غائب ہوتے ہوں گے اگر وہ لوگ آپ سے غائب تسلیم کر لیے جائیں تو آپ کو بھی تو
 ان سے غائب تسلیم کرنا پڑھے گا۔ پھر کہاں گیا بریلویوں کا حضورؐ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا
 عقیدہ۔ ۲۔ آنحضرتؐ نے خطبہ عرفات میں بھی فرمایا تھا :-

فلیبلغ الشاہد الغائب۔

ترجمہ۔ جو یہاں ہمارے پاس حاضر ہے وہ ہماری یہ باتیں ان تک پہنچا دے
 جو ہم سے غائب ہیں۔

۳۔ آنحضرتؐ اپنے سے قریب و بعید کے فاصلوں کا برابر لحاظ رکھتے تھے نماز پڑھتے بھی یہ
 ہودرت قائم کرتے کہ بڑی عمر کے اور بنحیدہ لوگ آپ کے قریب کھڑے ہوں۔

اگر آپ کا حضورؐ و شہود ہر جگہ برابر درکیماں ہوتا تو آپ شاہد و غائب کے اس فرق کو بھی
 اپنے ہاں جگہ نہ دیتے۔ بھلا حاضر و ناظر بھی کبھی اس طرح قریب و بعید کے فاصلوں کا لحاظ کرتا ہے۔

اس قسم کی روایت آپ کو متعدد دہلیں گی بصورتِ مجموعی و مضمون تو اتنے کو پہنچا ہوا ہے۔

اب کوئی ٹنگ یہ عقیدہ اختیار کرتا ہے کہ ۲۔ آنحضرتؐ بالوجود موجود ہوتے تھے تو اس کا جواب حساب
 کے دن اس کے ذمہ ہوگا۔ ہم اپنی بساط کے مطابق اس کی وضاحت کر چکے۔

واللہ اعلم وعلیہ السلام ورحمہ

علمِ غیب

اس علم کا نام ہے جو کسی کا عطا کردہ نہ ہو
علمِ غیب کی کوئی قسم عطا فی نہیں

مقدمہ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد،

غیب کے مقابلے میں لفظ شہود ہے۔ شہود کے معنی دکھائی دینا اور غیب کے معنی دکھائی نہ دینا۔ جو جہاں ہمیں دکھائی دے رہا ہے وہ عالم شہادت ہے اور جو دکھائی نہیں دے رہا وہ عالم غیب ہے۔ یہ دکھائی دینے اور دکھائی نہ دینے کی نسبتیں ہمارے لیے ہیں اللہ کے لیے نہیں۔ یومنون بالغیب اللہ سے ڈرنے والے بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں۔

اللہ عالم الغیب والشہادہ کس نسبت سے

جب ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بندوں سے غائب ہے اور جو بندوں کے سامنے ہے وہ اسے جانتا ہے، ہم جزیرہ الفاظ بولتے ہیں تو بندوں کی نسبت سے بولتے ہیں۔ ورنہ وہ کون سی چیز ہے جو خدا کے سامنے نہیں۔ ہم اسے عالم الغیب اپنی نسبت سے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم سے غائب ہے وہ اسے بھی دیکھنے والا ہے اور شہادت تو ہے ہی۔

کشف میں غیب سے پردہ اٹھتا ہے

غیب اور شہود میں ایک پردہ ہے۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ پردہ اٹھ جاتا ہے یہ کشف ہے۔ کشف سے عالم غیب پردے میں نہیں رہتا شہادت میں آ جاتا ہے۔ کشف سے غیب کی بات جاننے والے کو اس کا علم نہیں دیا جاتا اس کا منظر دکھایا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ اسے جان لیتا ہے۔ یہ غیب جاننا پردے کے اٹھنے کے واسطے سے ہے علم دینے

جانے کی راہ سے نہیں۔ اطلاع علی الغیب اور کشف عن الغیب میں جو ہری فرق ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

عالم غیب کی کشفی جھلکیاں

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس ہوئے اور آپ نے اپنے راتوں رات بیت المقدس جانے کا واقعہ بیان کیا تو مشرکین آپ سے بیت المقدس کے خدو خال کو پھینے لگے الشرب الغزت نے بیت المقدس کا نقشہ آپ کے سامنے کر دیا اس کا پردہ اٹھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے جاتے تھے اور بتاتے جاتے تھے۔ یہ آپ کی غیب پر اطلاع نہ تھی کشف عن الغیب تھا۔

② آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تھے اور آپ کا ار سال کردہ ایک لشکر بمقام ثو کفار سے لڑ رہا تھا۔ مسلمانوں کے سالار حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ باری باری شہید ہو گئے اور اب کمان حضرت خالد بن ولیدؓ نے سنبھال لی۔

آنحضرتؐ نے کشفی طور پر اس منظر کو دیکھا اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ کو اس غیبی واقعہ کی خبر نہ دی گئی تھی۔ درمیان کے پردے اٹھا دیئے گئے تھے اور آپ نے بدوں اس کا علم دینے جانے کے۔ اس حال کو خود دیکھا۔

③ دُنیا میں حبّت اور دوزخ کی ایک جھلک

حضرت انسؓ کہتے ہیں ایک دفعہ آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا:-

لقد رأيتُ اللّٰهَ منذُ صليتُ بكمُ الصلوةَ الجنةَ والنارَ ومثلتني في

قلبة هذا الجدار

ترجمہ میں لے ابھی جب تمہیں نماز پڑھائی جنت اور دوزخ کو اس دیوار کی سمت
قبلہ میں پھیلے دیکھا ہے۔

انہ صوره لی الجنة والنار حتی رایتہما وراء الحائط۔

ترجمہ جنت اور دوزخ میرے لیے متشکل ہوئیں یہاں تک کہ میں نے
انہیں اس دیوار کے پیچھے پھیلے دیکھا۔

صحیح مسلم میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ الفاظ بھی ملتے ہیں :-

رأیت فی مقامی ہذا کل شیء وعدتم حتی لقد رأیتنی اربید
ان اخذ قطعاً من الجنة حین رأیتونی جعلت اقدم۔

ترجمہ میں نے اپنے کھڑا ہونے کی اس جگہ ہر چیز دیکھی جس کا تمہیں وعدہ دیا
گیا ہے میں نے اپنے آپ کو اس طرح دیکھا کہ میں نے جنت کے پھلوں
کے کسی خوشے کو کپڑے کا ارادہ کر رہا ہوں یہ اس وقت کی بات ہے جب
تم نے مجھے کچھ آگے بڑھتے دیکھا۔

یہ اس عالم شہادت میں عالم غیب کی ایک جھلک ہے جو آپؐ نے بارائت الہی دیکھی۔
جنت و دوزخ، ملائکہ اور عرش و کسی عالم غیب کی چیزیں ہیں اس جہاں کی نہیں۔ — دریا علم
کی مثالی صورت ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ یہ عالم غیب کی چیزیں دریا نے علم کے آئینہ میں
منقسم ہوں اور عالم شہادت کے رہنے والے انہیں یہاں دیکھ پائیں۔

⑤ زمین پر آسمانی باتوں کا سنا جانا

صرف زمین کے نہیں آپ کے لیے بعض دفعہ ملائکہ اعلیٰ کے پردے بھی اُٹھے اور آپؐ
نے فرشتوں کو آپس میں باتیں کرتے پایا اور آپؐ نے وہ باتیں یہاں بیان کیں۔ یہ غالباً خواب

کا ایک واقعہ ہے۔

ملا، اعلیٰ میں فرشتے مذاکرہ میں تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ سے پوچھا فرشتے آپس میں کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ آنحضرتؐ نے عرض کی میں نہیں جانتا، اپنے سے علم غیب کی نفی کی۔ آپ کہتے ہیں اللہ رب العزت نے اپنے بے مثل ہاتھ کو میرے دو شانوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی اور پھر میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانا۔ اللہ رب العزت نے پھر پوچھا کیا تم جانتے ہو ملا، اعلیٰ کے رہنے والے کس بات میں آپس میں تھوڑا کر رہے ہیں؟ اب میں نے ہاں میں جواب دیا اور کہا کہ وہ کفار کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کر رہے ہیں:-

هل تدري فيم يختصم الملاء الاعلى قال قلت لا قال فوضع يده
بين كتفي حتى وجدت برد ما بين ثدي فعلت ما بين
السموات والارض قال يا محمد تدري فيم يختصم الملاء الاعلى
قلت فهم في الكفارات بل

ترجمہ کیا آپ جانتے ہیں اوپر والے کس بات میں بحث کر رہے ہیں میں نے نہیں آپ نے کہا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے بائیں رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی اس سے میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا یہ اوپر والے کس بات میں بحث کر رہے ہیں میں نے کہا ہاں یہ ان امور میں باتیں کر رہے ہیں جن سے گناہ بھرتے ہیں۔

یہ عالم غیب کی کشفی جھلک تھی جو آپ نے دیکھی اور آپ کے سامنے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

عالم شہادت کی مخفی جہات

① کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص سامنے ہے اس کے دل کا فروغ بھی لیا جا رہا ہے مگر اس کے دل کی بات اس کے دل کے اندر ہی ہے۔ قرآن کریم (پ ۶ سورہ ہود رکوع ۶) میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے۔ حضرت ابراہیمؑ کو وہ عالم خواب میں نہیں عالم شہادت میں دکھائی دیئے۔ مگر ان کا فرشتہ ہونا پھر بھی حضرت ابراہیمؑ سے مخفی رہا جب تک کہ انہوں نے خود نہ کہا۔

اِنَّا ارسلنا الٰھ قوم لوط . ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

② آگ نہ تھی ذات باری کی ایک تجلی تھی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے آگ سمجھا وہ ذات باری کی ایک تجلی تھی آگ پتوں کو جھلس کر رکھ دیتی ہے لیکن اس تجلی سے درخت کے پتوں پر ناز لگی اور بڑھتی تھی موسیٰ علیہ السلام اسے جان نہ سکے جب تک کلام خود جلوہ پیر نہ ہوا۔

③ جبریل ایک عام انسان کی ادا میں

حضرت مریمؑ کے پاس حضرت جبریلؑ ایک عام انسانی شکل میں آئے لیکن ان کا فرشتہ ہونا آپ پر مخفی رہا۔ آپ اسے حیرت زدہ ہو کر دیکھتی ہیں

قالت انی اعود بالرحمن منك ان كنت نقیا . (پ ۱۸ مریم آیت ۱۸)

ترجمہ مریمؑ نے کہا میں تجھ سے خدا کی پناہ میں آتی ہوں اگر تجھے خدا کا خوف ہے۔

حضرت مریمؑ سے اُس کا فرشتہ ہونا مخفی تھا یہاں تک کہ اس نے پھر خود بتایا

اس نے کہا :-

قال انما انا رسول ربك لا هب لك غلاما زكيا. (پا مرتبہ آیت ۱۹)
ترجمہ: انہوں نے کہا: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ
بیٹے کی خبر، بخشوں۔

④ حضرت جبریلؑ ایک عام بدوی کی ادائیں

حضرت جبریلؑ جب ایک عام بدوی کی ادائیں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور
ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں سوال کیے تو انہیں کوئی نہ پہچانتا تھا کہ یہ
حضرت جبریلؑ ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:-

والذی بعث محمدًا بالحق هدی وبشیرا ما كنت اعلم به من
رجل منك وانه لجبریل علیہ السلام نزل فی صورة دحية الكلبي
ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ ہدایت اور بشارت بنا
کر بھیجا میں تم میں سے اسے کسی دوسرے سے زیادہ جانتے والا نہ تھا
یہ بے شک حضرت جبریلؑ تھے جو وحیِ کلبی کی صورت میں اترے تھے۔

حضرت مریمؑ سے فرشتہ ہونا مخفی رہا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو چیز ہم سامنے دیکھ رہے ہیں وہ اگر چند جہات سے ہمارے
سامنے ہے تو اس کی لاتعداد جہات ایسی بھی ہوں گی جو ہم سے مخفی ہوں گی۔ مرنی چیز کا کوئی پہلو
پردے میں نہ رہے یہ صرف علمِ محیط کی شان ہے اور علمِ محیط خاصہ باری تعالیٰ ہے۔

غیب وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو

ہم سمجھے کہ آئے ہیں کہ غیب کا لفظ جہاں بھی استعمال ہو وہ بندوں کی نسبت سے ہوتا ہے۔ ورنہ وہ کون سی چیز ہے جو خدا سے غائب ہو۔ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ اسی معنی میں کہتے ہیں کہ وہ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں کے سامنے ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو بندوں سے غائب ہو۔ غیب و شہود بندوں کی نسبت سے ہیں۔ اللہ رب العزت سے کوئی چیز غائب نہیں۔ اس کے اس نسبت کے اطلاق پر ہمارے پاس حدیثوں کی شہادت موجود ہے۔

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہؓ سے مروی ہے کہ غیب وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو۔

عن اناس من اصحاب النبىؐ اما الغيب فما غيب عن العباد - من امر الجنة وامر النار

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہؓ سے مروی ہے کہ غیب وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو۔ یہ جنت اور دوزخ کے امور ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ بھی فرماتے ہیں:-

(عالم الغیب) ما غاب عن العباد ويقال ما يكون (والشهادة) ما علمه العباد ويقال ما كان

ترجمہ: غیب کہتے ہیں جو بندوں سے غائب ہو اور یہ اس پر بولا جاتا ہے جو چیز انھی پر نیلی ہو اور شہادہ کہتے ہیں اسے کہتے ہیں جسے بندوں نے جان لیا ہو اور اس پر بولا جاتا ہے جو چیز ہو چکی ہو۔

② مفسر کبیر حافظ ابن جریر (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:-

عالم ما غاب عن البصار خلقه فلم يروه

ترجمہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو جاننے والا ہے جو اس کی مخلوق کی آنکھوں سے غائب ہے اور وہ اسے دیکھ نہ پائے۔

② آئیے اب اگلی صدی میں چلیں۔ ابو منصور عبد المالک بن محمد الشعالی (۴۲۹ھ) لکھتے ہیں:-

کل ما غاب عن العیون وكان محصلاً فی القلوب فهو غیب۔

ترجمہ ہر وہ چیز جو آنکھوں سے غائب ہو اور دلوں میں اس کی حقیقت کا اقرار ہو وہ غیب ہے۔

③ علامہ راجب مصنفانی (۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:-

استعمل فی کل غیب عن الحاسر یقال للشیء غیب وغائب

باعتبارہ الناس لا بالله تعالیٰ فانہ لا یغیب عنہ شیء۔

ترجمہ غیب کا لفظ ہر اس چیز کے لیے آتا ہے جو اس سے غائب ہو۔

کسی چیز کو غیب یا غائب بندوں کی نسبت سے کہا جاتا ہے خدا کی نسبت سے نہیں کیوں کہ اس سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے۔

چھٹی صدی کے جلیل القدر مفسر امام فخر الدین الرازی (۶۰۶ھ) کی شہادت بھی لیجئے:-

قول الحکمہور المفسرین ان الغیب هو الذی یكون غائباً عن الحاسة

ثم هذا ینقسم الی ما علیہ دلیل والی ما لا دلیل علیہ۔

ترجمہ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ غیب وہ ہے جو انسانی حواس سے غائب ہو پھر یہ

دو قسموں پر ہے۔ ۱۔ جس پر ظاہری دلیل دی جا سکے اور وہ ۲۰۔ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔

آئیے اب ساتویں صدی میں چلیں۔ علامہ ابوالفتح ناصر المظفری (۶۱۲ھ) لکھتے ہیں:-

الغیب ما غاب عن العیون وان كان محصلاً فی القلوب۔

ترجمہ غیب وہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہو مگر اس کی حقیقت کا اقرار دل میں موجود ہو۔

مشہور منسرقاضی بیضاوی (۷۲۸۶ھ) لکھتے ہیں:-

والمراد به الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداهۃ العقل
وهو قمان قسم لادلیل علیہ وهو المعنی بقولہ تعالیٰ وعنده مغامر الغیب
لا یعلمہا الا هو وقیم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاته والیوم الآخر
واحوالہ وهو المراد به فی الالٰیۃ۔

ترجمہ غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جسے نہ حواس پاسکیں اور نہ بلاہت عقل
سے ثابت کرتی ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جو کسی طرف سے معلوم
نہ ہو پائے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ذکر غیب کے نزاع اسی کے پاس ہیں
انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، میں وہی مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے
جس پر دلائل قائم ہیں جیسے پیدا کرنے والے کو اور اس کی صفات کو جانتا اور قیامت
اور اس کے احوال پر اطلاع پالینا۔ اس آیت (ویمون بالغیب) میں مراد
یہ غائب ہے۔

کسی اللہ کے بندے پر کچھ غیب کھل جائیں اور کچھ باقی رہیں جنہیں اس کی جس نہ پاسکے تو
بھی اس کے لیے غیب کا دائرہ باقی رہا اور اس کی عبدیت بھی قائم رہی۔ ماغاب عن العباد
کا ضابطہ اپنی جگہ قائم رہا۔ قاضی بیضاوی ایک دوسرے مقام پر نبی کے بارے میں لکھتے ہیں:-
ویموزان یطوع علی بعض الغائبات من غیر سابقۃ تعلیم و تعلم۔
ترجمہ۔ اور جائز ہے کہ نبی بغیر کسی پہلی تعلیم کے اور سیکھنے کے بعض غیبی باتوں
پر اطلاع پا جائے۔

علامہ نسفی (۷۲۸۶ھ) اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب والشہادہ کا یہ معنی بیان کرتے ہیں:-
(عالم الغیب) ما یغیب عن الناس (والشہادۃ) ما یشاہد و نہ۔

اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

وَاللّٰهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِىْ يَخْتَصُّ بِهٖ عِلْمُوْهُمَا غَيْبٌ فِىْهِمَا عَنِ الْعِبَادِ وَخَفِىْ عَلَيْهِمْ عِلْمُهٗ ۝

ترجمہ۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمان اور زمین کا غیب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بندوں سے غائب ہے اور ان سے پردے میں ہے اس کا علم اللہ ہی سے مختص ہے۔

اور بندوں کو جو کچھ دلائل و شواہد سے پتہ چلے وہ ظن سے آگے کی چیز نہیں اور اس کا نام غیب نہیں رکھا جاسکتا۔

وما يدرك بالليل لا يكون غيباً علىٰ اذنه مجرّد الظن والظن غير العلم ۝

آیہ اب آٹھویں صدی میں چلیں۔ حافظ ابن کثیر (۷، ۷۴) لکھتے ہیں :-

اما الغيب فماغاب عن العباد من امر الجنة والنار وما ذكر في القرآن ۝

ترجمہ غیب اسے کہتے ہیں جو بندوں سے غائب ہو جیسے جنت اور دوزخ کے معاملات اور وہ باتیں جو اس جہان کی، قرآن میں ذکر کی گئی ہیں۔

ان امور کو ہم یہاں نہ اپنے حواس سے پاسکتے ہیں نہ اپنی عقل سے ان کا ادراک کر سکتے ہیں۔

وقال عطاء وابن الجرباح من امن بالله فقد امن بالغيب ۝

علامہ تفتازانی (۷، ۷۹۲) لکھتے ہیں :-

وبالجملة العلم بالغيب امر تفرّد به الله تعالى لا سبيل اليه للعباد

الا باعلام منه او المہمام بطريق المعجزة او الکرامة او ارشاد الی

الا استدلال بالامارات فيما یکن فیہ ذلك ۝

ترجمہ۔ حاصل اینکه علم غیب ایسی چیز ہے جو اکیسے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے

۱۔ مدارک جلد ۲ ص ۲۲۷ ۲۔ تفسیر مدارک جلد ۲ ص ۱۳۴ ۳۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۱۳۵ ایضاً شرح عقائد ص ۱۳۲

بندوں کے لیے اس تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں مگر یہ کہ وہی اس میں سے کچھ
بتا دے۔ یہ بتانا معجزہ یا کرامت کی راہ سے ہو گا یا اس پر جہاں تک ہو سکے
علامات سے استدلال کیا جاسکے۔

اب نوین صدی میں چلیں۔ امام لغت علامہ محمد الدین فیروز آبادی (۱۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:-
الغیب کل ما غاب عنک۔^۱

ترجمہ: غیب ہر وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

اب اگلی صدی میں چلیے۔ حافظ بدر الدین العینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:-
فاذا کان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لا یعلمون فغیر جائز ان
یصح دعویٰ غیرہم من کاهن او منجم العلم وانما یعلم الانبیاء من
الغیب ما علوا بہ بوحہ من الوحی۔^۲

ترجمہ: پس جب انبیاء کرام بھی غیب نہیں جانتے تو دوسروں کا دعویٰ علم غیب
وہ کاہن ہوں یا نجومی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور انبیاء بھی غیب کی وہی
بات جانتے ہیں جو انہیں وحی کے ذریعہ اس کا کوئی انداز کیوں نہ ہو بتائی جائے
دسویں صدی کے علیل القدر مفسر خطیب شربی (۹۶۷ھ) سے بھی اسکی شہادت لیجئے:-
واللہ لا یغیرہ غیب السموات والارض وهو ما غاب عن العباد
بان لم یکن محسوسا ولم یدل علیہ محسوس۔^۳

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب۔ اس کا معنی یہ ہے
کہ یہ اور کسی کے پاس نہیں اور غیب سے مراد وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو
وہ کسی طرح تو اس میں نہ آئے اور نہ اس پر کوئی محسوس چیز دلالت کرے
(جیسے دھول انگ پر دلالت کرے تو انگ غیب نہ رہے گی)۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں :-

ای انہ تعالیٰ یعلم ما غاب عن العباد من الثواب والعقاب والاحوال
والاحوال ۛ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو چیز بندوں سے غائب ہو، اعمال کے ثواب و
عقاب اور اوقات و احوال کہ ایسا ہو نہ اکب ہو گا اور اس کے حال کیا ہوں گے
دسویں صدی کے مجدد امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) علیہ رحمۃ ربہ الباری۔

ما اظہرہ اللہ علی بعض احبائہ لومۃ علمہ وخرج ذلک عن الغیب
المطلق وصار غیباً اضافیاً ۛ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے کچھ دوستوں پر اپنے لوحہ علم سے کچھ خاصہ فرما دے یہ بات
غیب مطلق سے نکل جاتی ہے اب یہ غیب اضافی ہے۔

غیب اضافی میں بتلانے والے کا نام ساتھ چلے گا یہ نہیں کہ اس کے بغیر کہا جاسکے کہ خدا
کا یہ دوست غیب جاتا ہے اس کی بجائے یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو یہ غیب
کی بات بتائی ہے۔

اسلام کی دس صدیوں تک غیب کا یہی معنی سمجھا گیا کہ غیب وہ چیز ہے جو بندوں سے
غائب ہو۔ اس میں کسی اور معنی کی گنجائش نہیں دیکھی گئی۔ لیکن گیارہویں صدی میں شیخ عبدالکبیر عینی نے
اسے غیب کے معنی میں لیا اس پر امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۵۶۴ھ) سخت برہم ہوئے۔ اپنے فرمایا:-

فی الحقیقت مکذیب است مرتق را - غیب را معنی دیگر گفتن از شناخت
برنئے ارد کبرت کلمۃ تخرج عن افواہہم ۛ

ترجمہ: یہ حقیقت میں اللہ رب العزت کو جھٹلانا ہے غیب کے کچھ اور معنی کہ نا
قابل کربانی سے نہ بچا سکے گا۔ یہ بہت بڑی جسارت کی بات ہے جو ان لوگوں

کے منہ سے نکل رہی ہے۔

۲۔ ایسے اب آپ کو بارہویں صدی میں لے چلیں۔ علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی (۱۱۲۲ھ) کہتے ہیں کہ غیب وہی ہے جو بندوں سے غائب ہو
ما غاب عن العباد۔

علامہ اسماعیل حقی (۱۱۲۲ھ) بھی یونمون بالغیب کے تحت لکھتے ہیں۔
وہو ما غاب عن المحس والعقل۔ غیب وہ ہے جو حس اور عقل میں نہ آئے۔
تیرہویں صدی میں بھی آپ غیب کا یہی ایک معنی سنیں گے۔ شارح قاموس علامہ ترمذی الزبیدی (۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں۔

وقد تكرر في الحديث ذكر الغيب وهو كل ما غاب عن العيون سواء كان محصلاً في القلوب او غير محصل۔

ترجمہ: حدیث میں غیب کا ذکر بار بار آیا ہے وہ پردہ کی چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو دلوں میں اس کا اقرار ہو یا نہ ہو۔

تیرہویں صدی کے جلیل القدر مفسر و فقیہ قاضی شہداء اللہ بانی پتی (۱۲۲۵ھ) قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله کے تحت لکھتے ہیں۔

الغيب يعني ما غاب عن مشاعرهم ولم يقم عليه دليل عقلي۔

ترجمہ: غیب سے مراد وہ چیز ہے جو انسانوں کے حواس سے غائب ہو اور اس پر کوئی عقلی دلیل قائم نہ ہو سکے۔

اس صدی کے دوسرے جلیل القدر امام علامہ سید محمد آسی (۱۲۶۰ھ) بھی کہتے ہیں غیب وہی ہے جسے مخلوقات میں سے کوئی نہ جانے۔

بالجملة علم الغيب بلا واسطة كلاً او بعضاً منصوص بالله جل وعلا

لہذا زرقانی شرح مواہب جلد ۱، ص ۱۹۹ نے تفسیر روح البیان جلد ۱ ص ۳۶ تلح العروس جلد ۱ ص ۱۲۶ تفسیر مظہری ص ۱۲۶

لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ أَصْلًا ۖ

ترجمہ۔ غلام یہ کہ بلا واسطہ کسی غیب کی چیز کو جاننا کل ہو یا بعض یہ صرف اللہ جلّ وعلا کے ساتھ مخصوص ہے اسے مخلوقات میں سے کوئی نہیں جانتا۔

اب چودہویں صدی میں چلیں شیخ صابونی (ھ) لکھتے ہیں۔

الغیب ما غاب الحواس وکل شیء مستور فهو غیب كالجنة والنار
والحشر والمنشر قال الراغب الغیب ما لا یقع تحت الحواس ۛ

ترجمہ۔ غیب ہے حواس انسانی کی گرفت میں نہ ہو ہر بھی چیز غیب ہے جیسے جنت اور دوزخ، حشر و نشر کے حالات علامہ راغب نے کہا ہے غیب وہ چیز ہے جو حواس میں نہ آئے۔

اسلام میں غیب کے اصولی تقاضے

جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب و الشہادہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہم عالم غیب اور عالم شہادہ پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ جو کچھ ہمیں نظر آ رہا ہے اور اس کی اللہ تعالیٰ نے وحی و الہام سے اپنے بندوں پر خبر دی ہے وہ عالم غیب ہے۔ ہم اس جہاں میں رہتے ہوئے مکلف ہیں کہ اس عالم غیب پر ایمان لائیں جس کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے خبر دی ہے۔ اس اعتبار سے اسلام میں غیب کی بہت اہمیت ہے اور اسے ماننے بغیر کوئی شخص ایمان کا دعوے دار نہیں ہو سکتا۔ عالم شہادہ کو ماننا مشاہدہ ہے اور عالم غیب کو ماننا ایمان۔

ایمان اور غیب کا آپس میں ربط اور تعلق

آپ سامنے کسی چیز کو دیکھیں اسے ایمان نہیں کہتے یہ مشاہدہ ہے اسے مانیں۔ جو چیز

بندوں سے غائب ہے یہ ایمان ہے۔ اے کیوں مانیں؟ اے اس لیے مانیں کہ ان امور کی پیغمبروں نے ہمیں خبر دی ہے اور ان کو اللہ رب العزت نے وحی والہام سے اس جہاں پر اطلاع بخشی ہے۔ سو ایمان تبھی قائم ہوگا کہ کچھ حقیقتیں نظروں سے غائب رہیں اور ہم انہیں بن دیکھے۔
 عن پیغمبروں کی تصدیق سے تسلیم کریں۔ قرآن کریم میں اے ایمان کا اصل الاصول قرار دیا گیا ہے۔
 ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ۔

(پ البقرہ آیت ۲)

ترجمہ۔ وہ (بند مریب) کتاب، کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں۔ ہدایت ہے اور والوں کے لیے جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔

کیا پیغمبر ایمان سے سرفراز ہوتے ہیں؟

یہ صحیح ہے کہ پیغمبروں پر وحی آتی ہے اور انہیں بہت سی غیبی حقیقتوں پر مطلع کیا جاتا ہے اور وہ انہیں بنا پر اطلاع خداوندی بن دیکھے مانتے ہیں۔ ایمان بالغیب کی آسمانی خلعت ان پر اترتی ہے اور انہیں اپنے بارے میں خدا کے بندے ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ اور ما غاب عن العباد کو وہ اطلاع خداوندی سے تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ ان حضرات (انبیاء کرام) کا ایمان ہے اور یہ بن دیکھے ایمان ہے۔

اس میان کی دُور سے رسالت، عبدیت عباد سے بعض امور کا حُصا غائب ہونا اور ان کا ان پر ایمان لانا، یہ سب حقیقتیں آپس میں متقارب اور مرتب ہیں۔ پیغمبر اگر بندے نہ ہوں اور کچھ امور ان سے غائب نہ ہوں تو وہ ایمان بالغیب کیسے پاسکیں اور ان پر ان کا ایمان لانا کیسے ہو سکے گا۔ اور وہ نبی آدم کو اپنی نبوت و رسالت کی کیسے دعوت دے سکیں گے؟۔ جب ایمان بن دیکھے ان حقیقتوں کو مانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائیں تو اگر انبیاء ان کو بن دیکھے ماننے والا نہ سمجھا جائے اور انہیں ہر جگہ برابر حاضر و ناظر مانا جائے تو کیا یہ ان سے ایمان کی نفی نہ ہوگی۔ ایمان تو

ہے ہی بن دیکھے ماننے کا نام — اور اگر ان سے کوئی چیز بھی غائب نہ ہو تو کیا یہ ان کی عبدیت کی نفی نہ ہوگی؟ وہ ماغاب عن العباد کو ماننے والے کیسے قرار دیئے جاسکیں گے؟ —
 سو علم غیب اور حاضر و ناظر یہ وہ دو عقیدے ہیں جن سے بالآخر ان کی نسبت و رسالت اور پھر ان کے ایمان ہی کا انکار لازم آجائے گا۔ جسے تسلیم کرنے والا کوئی شخص خود مسلمان نہ رہ سکے گا۔
 مالاکھ انبیاء کرام کو مومن ماننا ہر حال میں ضروری ہے۔

بریلویوں کی ایک غلط تاویل

اس بوجھ سے نکلنے کے لیے بعض بریلوی یہ کہتے ہیں کہ بن دیکھے ایمان لانا یہ امت کی مفت ہے۔ پیغمبر سب کچھ دیکھ کر ایمان لاتے ہیں — ہم کہتے ہیں دیکھ کر ایمان لانا کوئی شے نہیں ایمان میں جس عالم غیب کو مانا جاتا ہے یہ وہی عالم غیب ہے جسے پوری امت نے پورہ سوال ماغاب عن العباد قرار دیا ہے اور اسی کو ایمان سے متعلق کیا ہے —
 و ممنون بالغیب میں اسی کا بیان ہے۔ دیکھ کر ماننا کوئی ماننا نہیں ہے یہ تو مشاہدہ ہے۔
 — حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھنا چاہا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اولعقو من — کیا تو اس پر ایمان نہیں رکھتا — ایمان کے بدیہ دیکھنے کی طلب کیا؟ حضرت ابراہیم نے عرض کیا ایمان تو ہے ہی محض طمانیت قلبی چاہتا ہوں — اس واقعہ میں اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ ایمان ہوتا ہی وہ ہے جو بن دیکھے ہو — آگے نام طمانیت ہے۔

انبیاء کو مومن ماننا ضروری ہے کے اعتقادی تقاضے

سو انبیاء کرام اگر ہر چیز کو دیکھتے ہوں یا وہ بندے نہ ہوں — یا کوئی چیز ان سے اب نہ ہو تو کسی طرح ان کا ایمان قائم نہ ہو سکے گا — بریلویوں کا یہ دعوئے کہ انبیاء کے لیے

ایمان لانے کا لفظ کہیں نہیں ملتا اور طے بھی تو ان کا ایمان لانا اور طرح کا ہوگا اور امت کا اور طرح کا — یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ایمان حقیقت میں دونوں (پیغمبر اور ان کی امت) جمع ہوں یہ ہرگز صحیح نہیں — ہم بن دیکھے ایمان لانے پر سورۃ البقرہ کی پہلی آیات پیش کر چکے ہیں اب سورۃ البقرہ کی آخری آیات بھی دیکھ لیں۔ کیا ان میں آنحضرتؐ کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے؟ اور کیا قرآن کریم نے آپؐ کو اور آپ کی امت ایک ایمان میں جمع نہیں فرمایا؟ یا قوم الیس منکھرجل رشید۔

امن الرسول بما انزل الیہ من ربه والمؤمنون كل آمن بالله
وملائکته وکتابه ورسوله۔ (پ البقرہ آیت ۲۸۵)

ترجمہ۔ یہ رسول ایمان لائے ہر اس پر جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے
’آئاری گئی‘ اور تمام مومن بھی (ایمان لائے) ہر ایک ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور
اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننا مجبور کرتا ہے کہ ہم ان کے ایمان کے بھی
قائل ہوں اور انہیں مومن مانیں اور ان کے ایمان کے قائل ہم بھی ہو سکتے ہیں کہ مانیں آپ بعض
آفاقی حقیقتیں بن دیکھے محض وحی سے ملنے ہوئے تھے اور جو امور بندوں سے غائب ہیں۔
(ما غاب عن العباد) ان پر آپ کا بھی ایمان تھا — اور آپ جس طرح اللہ کے رسول ہیں اس
طرح اللہ کے بندے بھی ہیں — یہ نہیں کہ آپ کو عبدہ ورسولہ کہتے کسی کی پشت میں تیر پیوست
ہونے لگے۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ کیا کہہ دیا۔ اس پر ہمیں افسوس ہے۔

اشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ عبدہ پہنے ہے رسولہ بعد کہ عبدہ کے درجے
سے نہ بڑھا دینا..... میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے مجھے سخت ناگواری ہوتی ہے گویا
تیر سینے سے پیٹھ کو نکل گیا۔

علم غیب اور علم محیط صرف اللہ کی شان ہے

جس طرح علم غیب بطور کلیہ کے کہ جب چاہے کسی غیب کی بات کو معلوم کر لے کسی کو حاصل نہیں، اسی طرح علم محیط بھی کسی کو نہیں دیا گیا، علم غیب کے مبادی سب اللہ کے قبضے میں ہیں، اس لیے اس نے غیب جاننے کی کنجیاں کسی کے ہاتھ میں نہیں دیں، مخلوقات میں سے کسی نے غیب کی باتوں پر اطلاع پائی تو وہ اطلاعات جزئیات کے درجے میں ہوں گی، علم غیب بطور کلیہ خاصہ باری تعالیٰ ہے، مولانا احمد رضا خاں بھی اس باب میں ہمارے ساتھ ہیں۔

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مصناف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے۔

آنحضرتؐ کی غیبی اطلاعات سب جزئیات ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے غیبی امور کی خبر دی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیبی اطلاعات گو کہ وژدوں ہوں سب جزئیات ہوں گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کہ بطور کلیہ جاننے کا نہ کبھی دعوے فرمایا اور نہ اس وقت کے مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) نے کبھی اسے اپنے اعتقاد میں بگڑ دی، بطور کلیہ آپ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ غیب کو جاننے والا صرف خدا ہے اور کوئی علم غیب نہیں رکھتا۔

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ و ما

یشعرون ایاں یبعثون۔ (پہلے النمل آیت ۶۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کو نہیں جانتا مگر ایک خدا اور

لوگ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا مگر ایک اللہ اور بندے یہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

آنحضرتؐ کا اللہ کی عطا سے بہت سے غیبی امور کی اطلاع دینا اور گاہ گاہ دیتے رہنا اس آیت کے ہرگز منافی نہیں۔ کیونکہ یہ سب اطلاعات جزئیات شمار ہوں گی۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور کلیہ غیب جاننے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا ہے اور آیت مذکورہ بالا ایک کلیہ بیان کر رہی ہے کہ زمین و آسمان کے غیب کو جاننے والا صرف اللہ رب العزت ہے اور کوئی بطور کلیہ غیب نہیں جانتا۔ غیب کی جزئیات گودہ کر دوڑوں اور اربوں ہوں سب غیب کے لواطق ہیں مبادی نہیں اور علم غیب انہیں مبدی سے جاننا ہے لواطق سے نہیں۔

دسویں صدی کے مجدد امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:-

ان للغب مبادی ولواطق ضمایمہا لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواطق فهو ما اظہرہ اللہ تعالیٰ بعض احبابہ لوحۃ علمہ وخرج بذلک عن الغیب المطلق وصار غیباً اضیافاً وذلک اذا اتورت الروح القدسیۃ وازداد نوراً ونبہتھا واشراقھا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحدیث وبتجلیۃ القلب عن مضاء الطبعة۔^۱

ترجمہ۔ غیب کا مبدی اور اس کے متعلقات علیحدہ علیحدہ دو چیزیں ہیں اس کے مبدی پر کوئی اطلاع نہیں رکھتا وہ مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل ہو اور جو اس کے لواطق ہیں یہ وہ خبریں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو اپنے نور علم سے دی ہیں۔ اب یہ غیب مطلق نہ رہا غیب اضافی ہو گیا اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب روح قدسی بچکے اور اس کی نورانیت اور روشنی عالم حدیث کی تاریکیوں سے بچ کر بڑھنے لگے اور طبیعت کے رنگ سے دل روشنی پانے لگے

آنحضرتؐ کا اپنا دعویٰ بطور کلیہ غیب جاننے کا نہ تھا

قرآن کریم میں آپؐ کا دعویٰ کہ میں غیب نہیں جانتا اس طرح مذکور ہے :-
 قل لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مستفى السوء

(پہلا اعراف ۱۸۸)

ترجمہ: آپؐ کہہ دیں اگر میں علم غیب رکھتا ہوتا تو ہر طرح کے فائدے اکٹھے کر پاتا
 اور کوئی (دنیوی) تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔

یہاں یہ تاویل بھی نہیں چل سکتی کہ یہ ذاتی علم غیب کی نفی ہے کیونکہ اس غیب نہ جاننے پر
 جو تعویذ مرتب فرمایا ہے وہ لاستکثرت من الخير وما مستفى السوء ہے اور یہ عطائی طور پر
 غیب جاننے کی بھی نفی کرتا ہے جو عطائی غیب رکھتا ہو کیا وہ ہر نقصان وہ صورتِ حال سے نہیں
 بچ سکتا؟ کیا نقصان وہ صورتِ حال سے وہی بچتا ہے جو ذاتی طور پر اسے جانتا ہو؟

ذاتی اور عطائی میں ایک انجام

ایک مثال پر غور فرمائیں کسی شخص کو ذاتی طور پر پتہ نہ تھا کہ راستے میں ڈاکو بیٹھے ہیں لیکن
 اسے بتادیا گیا کہ راستے میں ڈاکو بیٹھے ہوں گے۔ اب آپ ہی بتائیں کیا وہ اس پیش آمدہ خطرے
 سے بچنے کی کوشش نہ کرے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ مہالک سے بچنا صرف ذاتی علم پر موقوف نہیں
 مہالک کی اطلاع بھی ہو جائے تو انسان اس پیش آمدہ صورتِ حال سے بچنے کی کوری کوشش
 کرتا ہے۔ سو اس آیت میں مطلق علم غیب کی نفی ہے۔ جزئیات پر کبھی اللہ تعالیٰ اطلاع دیتا ہے۔
 آیت جس میں آپؐ نے بطور کلیہ اپنے سے علم غیب کی نفی کی ہے بطور جزئیات حاصل ہونے والی خبر
 خبروں کے منافی نہیں۔

سائنسی اکتشافات سے غیب کے پردوں کا اٹھنا

آج سائنسی اکتشافات نے بہت سی ان حقیقتوں کو جو پہلے محض بنا پر ایمان مانی جاتی تھیں۔ عام انسانی ذہن کے قریب کر دیا ہے۔ پہلے آنحضرتؐ کا بحمدِ عنصری معراج پر جاننا صرف بنا پر ایمان مانا جاتا تھا۔ آج دنیا عام انسانوں کا چاند پر جانا آنکھوں دیکھ چکی ہے۔ پہلے یاساریہ الی الجبل کی آواز محض بنا پر ایمان تسلیم کی گئی تھی۔ آج مشرق و مغرب کے لوگ ہزاروں لاکھ کی پیغام لے اور دے رہے ہیں۔ ذرے کی قوت کا راز جو آج کھلا ہے کل کے معلوم تھا۔ یہ سب اسی کائنات کی باتیں ہیں۔ طارِ اعلیٰ اس سے دور ہے۔ تاہم ان اکتشافات نے اتنا ضرور کیا ہے کہ اب عام انسانوں کی نظروں میں ان سے بہت سے پردے اُٹھ گئے ہیں اور وہ حقائق جو پہلے محض بنا پر قدرتِ خداوندی تسلیم کیے جاتے تھے۔

اب ان کی ایک جھلک ان سائنسی اکتشافات میں دیکھ جاتی ہے۔ یہ طغیہ بات ہے کہ سائنس کی گستاخِ کھلان اکتشافات کے پیچھے خدا کا ہتہ نہیں دیتی اور انبیاءِ علیہم السلام اپنے ہاتھوں پر خدا کے قدرت کے ہزاروں نمونے خدا کو دکھانے کے ہیں یہ معجزات ہیں اسلام میں معجزاتِ فطر خداوندی تسلیم کیے جاتے ہیں اور انہیں انبیاء کی صداقت کی سند سمجھا ہے۔ یہ افعال ان کا تخلیق نہیں ہوتی نہ یہ ان کی قدرت سمجھے جاتے ہیں۔

وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو

اسی کی بے تاب بھلیوں سے خطر میں ہے اس کا اشیانہ

یومنون بالغیب کی شان اسی وقت تک ہے جب تک عالم غیب موجود ہوگا اس پر ہزاروں دبیز پردے پڑے ہوں۔ جوں جوں یہ پردے اُٹھتے جائیں گے غایبات کا دائرہ مختصر ہو جائے گا اور جب بہت ہی مختصر رہ جائے گا یہ دنیا قائم رہنے کے لائق نہ رہے گی۔

غائبیت کا دائرہ دن بدن تنگ ہو رہا ہے

جب غیب کی حقیقت یہ ہے کہ وہ شہود کے مقابلہ کی چیز ہے۔ تو ظاہر ہے کہ جس طرح شخص کا شہود اپنا اپنا ہے۔ اس نسبت سے ہر ایک کا غیب بھی اپنا اپنا ہوگا۔ ہر ایک کے سامنے ایسی حقیقتیں ہوتی ہیں جو دوسروں سے پردے میں ہوتی ہیں۔ کوئی چیز کسی کا غیب ہے تو وہ دوسرے کا شہود ہے۔ اب جوں جوں علم روشن ہو رہا ہے اور سائنسی تحقیق سے غیب کے پردے اٹھتے جا رہے ہیں غائبیات کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ جس شخص کا دائرہ علم جس قدر وسیع ہوگا اسی نسبت سے اس کا دائرہ غیب چھوٹا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ اس کے لیے کوئی چیز غیب نہیں۔ اس لیے اس کا غیب و شہود ایک ہے اسے عالم الغیب الشہادہ صرف بندوں کی نسبت سے کہا جاتا ہے کہ جو چیز بندوں سے غائب ہے وہ اسے ہی جانتا ہے اور جو کچھ بندوں کے سامنے ہے وہ اسے بھی جاننے والا ہے خود اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔

انسانوں کے لیے جوں جوں علم کی وسعت زیادہ ہوگی اس کی غائبیات کا دائرہ منحصر رہتا جائے گا۔

یا غیب کے پردے کھلنے پر ایمان کا اعتبار ہو سکتا ہے

فرعون دُوبنے لگا اور اگلا جہان اس کی آنکھوں کے سامنے کھلا تو وہ کہہ اُٹھا میں اب پرا ایمان قتا ہوں۔

حتى اذا احرکه الفرق قال امنت انه لا اله الا الذی امنت به
بنو اسرائیل وانا مع المسلمین۔

(پرفیشن آیت ۹۰ ع ۹)

ترجمہ: جب اسے ڈوبنے لے آیا۔ بولایں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر ایمان لاتے ہزار اسرائیل اور میں ہوں ماننے والوں میں سے۔ یاد رکھیے ایسے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

فَلَمَّا يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْاْ اَبَاسًا سَنَةً اللّٰهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هَٰلِكَ الْكَافِرُونَ - (پکڑا المؤمن آیت ۸۵ ع ۹)

ترجمہ: تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا یہ اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں چلی آ رہی ہے اور وہاں کافر گھائے میں رہے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں:-

قبض روح اور معائنہ عذاب کے وقت ایمان لانا ایمان غرغره یا ایمان بآس یا ایمان یاس کہلاتا ہے جو اہل السنۃ والجماعہ کے نزدیک نافع نہیں۔ شیخ عبدالوہاب الشمرانی نے کتاب البیرواقیت و الجوامع میں فتوحات مکیہ سے عبارت نقل کی ہے جس میں ایمان فرعون کی بابت یہ ہی تصریح ہے..... آخر وقت میں فرعون سے لفظ امنت کہلا کر حضرت موسیٰ کی دُعا خلا یومنوا حتی یروا لعذاب الالیم کی مقبولیت کا خدا نے مشاہدہ کرا دیا۔

یومنون بالغیب کی صداکب تک سُنی جاسکتی ہے؟

جب تک بندوں کے لیے غیب کا کوئی پردہ باقی ہے وہ یومنون بالغیب کی دولت رکھتے ہیں لیکن جب کوئی پردہ باقی نہ رہے تو پھر ایمان بالغیب نہ رہ سکے گا۔ پیغمبروں کا دائرہ غیب اور انسانوں سے مختصر ہوتا ہے۔ ان کے سامنے ہزاروں وہ تحقیقیں کھلی ہوتی ہیں جو اور

انسانوں سے پردے میں ہوں۔ بایں ہمہ ان سے بھی کچھ امور ضرور مخفی ہوتے ہیں جن کے باعث ان کا ایمان بالغیب قائم رہتا ہے اور وہ اس دولت سے برابر مالا مال ہوتے ہیں۔
تفسیر ماحدی میں ہے :-

پیغمبر جو کچھ تمام دوسرے انسانوں سے داناتر و عالم تر ہوتے ہیں اور ان کا دائرہ ادراک و معرفت ساری دوسری مخلوق سے وسیع تر ہوتا ہے۔ اس لیے قدرت انہیں بے شمار ایسی مخفیات کا علم ہوتا ہے جو غیر انبیاء کے لیے تمام تر مجہول (دعائی ہوئی) ہوتی ہیں۔ لیکن اس ساری وسعت کے باوجود کہیں نہ کہیں کسی منزل پر پہنچ کر ان کے علم کی بھی انتہا ہو جاتی ہے اور دائرہ غیب ان کا بھی شروع ہو جاتا ہے۔ غیب پر ایمان لانا قرآنیت (یومنون بالغیب) میں متقین کی سب سے پہلی علامت بیان کیا گیا ہے۔ اب اگر خدا خواستہ کسی کا غیب ہے ہی نہیں تو وہ ایمان کس چیز پر لائے گا؟

انبیاء کرام تو حقیقی ہی نہیں متعین کے سردار اور پیشوا ہوتے ہیں۔ ان کا ایمان بھی اگر مغیبات و مخفیات پر نہ ہو گا تو کس کا ہو گا؟ ہاں البتہ ان کا غیب انہیں کے ظرف اور مرتبہ و بساط کے موافق ہوتا ہے۔ ماد و شما کا سا غیب ان کا نہیں۔

دین کا مغز کیے یا ایمان کی روح یہی عالم غیب کا عقیدہ ہے یعنی یہ اعتقاد کہ اس عالم مادی سے ماوراء اس کائنات حسی سے اور کچھ ایک عالم ہے ضرور۔ اور جو اس عالم کے وجود کا قائل نہیں وہ سرے سے مذہب ہی کا قائل نہیں اور سب سے بڑا غیب تو خود وجود باری ہے۔ سب سے بڑھ کر روشن و عیاں، مگر سب سے زیادہ مخفی اور نہماں۔ بڑے سے بڑے عالم و عارف کے لیے بھی اسکے مرتبہ علم و معرفت کے بعد پھر غیب کے مدد و شروع ہو جاتے ہیں۔

غیب کے پردے اٹھنے کے پیچھے قیامت کے قدموں کی آہٹ

جوں جوں غیب کے پردے اٹھ رہے ہیں اور کائنات کی خُطرت عیاں ہو رہی ہے قیامت قریب سے قریب تر ہو رہی ہے۔ جب تک قیامت میں ایمان بالغیب کی صورتیں باقی ہیں یہ دُنیا باقی رہے گی۔ جب غیب کا پُورا پردہ اٹھنے والا ہو گا جو قیامت کا سہم بھی اس طرح باتیں کرے گا۔ جیسے آج کل دیکھ لو رہتا ہے درخت بھی بولے گا کہ اس کے پیچھے یہودی چھپا ہے اور جب قیامت کا سارن بج جائے گا تو رب سے بڑا غیب بھی جسے یہاں نہ آنکھیں دیکھ سکیں نہ ہمارے حواس اس تک پہنچ سکیں شہر میں ہو گا

ایمان کا تعلق غیب سے ہے سامنے کی چیز مشاہدہ میں ہوتی ہے جب تک غائب قائم ہے لوگ یومنون بالغیب کی صف میں آسکتے ہیں جب کوئی چیز پردہ میں نہ رہے گی تو ایمان بھی قائم نہ رہ سکے گا یہ وقت دنیا کی فنا کا ہو گا یہاں بنی اور صحابہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ امن الوصول بما انزل الیہ من ربہ والْمُؤْمِنُونَ۔ (پ البقرہ ۲۸۵)

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ

الْأَمْرُ إِلَى اللَّهِ تَرْجِعُ الْأُمُورُ (پ البقرہ آیت ۲۱۰ ع ۲۵)

ترجمہ کیا وہ اس کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے اور پھر طے ہو جائے قصہ اور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام۔

یہ تب ہو گا جب دنیا کی عمر پوری ہو جائے گی اور طے ہو جائے گا سارا قصہ پہلے افراد ہی مرتے رہے ہیں لیکن وہ وقت بھی آئے گا جب دُنیا کی صف پلٹ دی جائے گی۔

عمر کی سعی مسلسل کا رگر ہوتی گئی زندگی لحظہ بہ لحظہ خنقر ہوتی گئی

سانس کے پڑنے پر یوں بختارہا سازِ حیات موت کے قدموں کی آہٹ تیز تر ہوتی گئی

ایمان کی شان اسی وقت تک ہے جب تک غیب کے پردے باقی ہیں

جب ایمان کی حقیقت ایمان بالغیب ہے تو ایمان اور غیب ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ٹھہرے۔ جب غیب کا کوئی جہان نہ رہے گا ایمان کا کوئی موضوع بھی باقی نہ رہے گا۔ سو ایمان کی شان اسی وقت تک ہے جب تک غیب کے کچھ پردے موجود ہوں۔ جنت میں اللہ کی حمد و ثنا تو باقی ہوگی لیکن ایمان کی نہ دعوت ہوگی نہ اجابت — افراد تو محدود رسالت بطور ایمان نہیں مومنین کی لذت طبعی کا سامان ہوگا۔

غیب کی خبریں علم غیب نہیں ہیں

کسی کے غیب کی بات بتانے سے غیب کا پردہ نہیں اٹھ جاتا۔ صرف اس کی خبر ملتی ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ پردہ اٹھنے پر انکار نہیں ہو سکتا اور خبر سچی بھی ملے تو کئی لوگ اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے کیونکہ حقیقت ان پر کھلی نہیں ہوتی۔ انہیں صرف اس کی خبر ملی ہوتی ہے ہمیں کتاب و سنت سے لوح و قلم کی خبر ملی ہے۔ ہمارے لیے لوح و قلم سے پردہ نہیں اٹھا۔ غیب کی چیز خود جانا یہ علم غیب ہے اور کسی کے بتانے پر جانا یہ خبر غیب ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت خاتم النبیین کو جو غیب کی باتیں بتلائیں وہ سب غیب کی خبریں رہی علم غیب نہیں اور حضورؐ نے صحابہؓ کو جو غیب کی باتیں بتلائیں ان کے لیے بھی وہ غیب کی خبریں تھیں نہ کہ یہ علم غیب ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُونَ اَقْلَامَهُمْ

ایہم لیقل مریم وما کنت لدیہم اذ یختمون۔ (پ آ ل عمران آیت ۴۴)

ترجمہ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں اور تم اس وقت وہاں نہ تھے جب وہ اپنے قلموں سے قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریم کس کی

پرورش میں رہے اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ آپس میں ٹکڑے ہو چکے تھے
مخلوق پر جب غیب کی کوئی بات کھلے تو کوئی صاحبِ علم اسے علمِ غیب نہ کہے گا اسے اس
کے سبب کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ ہر شخص یہی کہے گا کہ خدا کے بتلانے سے ایسا ہوا۔ علمِ غیب ذاتی
علم کو کہتے ہیں۔ جو بات عالمِ بالا سے لوحِ قلب پر اترے اسے علمِ غیب نہیں کہتے حضرت شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

الوجدان الصریح بحکم بان العبد عبد وان ترقی وان الرب رب وان
تنزل وان العبد قط لا یتصف بالوجوب او بالصفات اللازمة للوجوب
ولا یعلم الغیب الا ان ینطبع شیءٌ وفی لوح صدره ولیس ذلک علماً بالغیب
انما ذلک الذی یكون من ذاته والا فالانبياء والا ولیاء یعلمون
لا محالة بعض ما یغیب عن العامة۔

ترجمہ۔ وجدان صریح بتلا تاتا ہے کہ بندہ کتنی روحانی ترقی کیوں نہ کر جائے بندہ ہی
رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہو جائے وہ رب ہی
رہے گا۔ بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی مستصف
نہیں ہوتا۔ علمِ غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ
ہو۔ ورنہ انبیاء و اولیاء یقیناً ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں
کی رسائی میں نہ ہو۔

پتہ چلا کہ غیب کی بات معلوم ہونے میں اگر کوئی اس کا بتلانے والا ہو تو اسے علمِ غیب نہ
کہیں گے نہ علمِ غیب کی کوئی قسم ہے اسے خبرِ غیب کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ حضور کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

ذلک من انباء الغیب فوحیہ الیک۔ (آپ یوسف ع ۱۱)

ترجمہ۔ یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی صرف خبر غیب ہے علم غیب نہیں تو اور کون ہے جو علم غیب کا دعویٰ کرے علم غیب صرف خدا کے لیے ہے جو ہر بات کو خود جانے۔

اس تفصیل سے علم غیب کے معنی معلوم ہو گئے کہ وہ اپنے طور پر غیب کی بات کو جانتا ہے کسی مخلوق کے لیے خواہ وہ پیغمبر ہو یا کوئی فرشتہ یا کوئی جن، علم غیب کا دعویٰ بالکل غلط ہوگا علم کا لفظ جب غیب کی طرف مضاف ہو تو یہ اسی علم کے لیے آتا ہے جو اپنا ہر کسی کا عقل کردہ نہ ہو حضرت علامہ ابن عابدین الشافعیؒ لکھتے ہیں :-

ان علم الانبياء والاولياء انما هو باعلام من الله تعالى لهم و علمنا بذلك انما هو باعلامهم لنا وهذا غير علم الله تعالى الذي تفرد به وهو صفة من صفاته القدیمة الازلیة الدائمة الابدیة المنزهة عن التقییر وممات الحدوث والنقص المشاركة والانقسام بل هو علم واحد علم به جميع المعلومات كلياً تماماً وجزئياً تماماً ما كان منها وما يكون ليس بضروری ولا كسبی ولا حادث بخلاف علم سائر المخلوق. اذا تقرر ذلك فلعلم الله المذكور هو الذي يمدح به واخبر في الآيتين المذكورتين بانه لا يشاركه فيه احد فلا يعلم الغيب الا هو وما سواه ان علموا جزئيات منه فهم باعلامه واطلاعه لهم وحيث لا يطلق انهم يعلمون الغيب اذ لا صفة لهم يقتدرون بها على الاستقلال بعلمه وايضا هم ما علموا وانما علموا به

ترجمہ۔ بیشک انبیاء اور اولیاء کا علم انہیں خدا تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے اور ہمیں جو علم ہوتا ہے وہ انبیاء و اولیاء کے بتلانے سے ہوتا ہے اور یہ علم اس

۱۔ مجبورہ رسالہ ابن عابدین شافعیؒ ص ۲۳۳ ان الله سبحانه تعالى منفرد بالغيب المطلق المتعلق بجميع المعلومات وانما

يطلع رساله على بعض غيبه المتعلقة بالرسالة اطلاعا جلياً واضحاً لا شك فيه بالوحى الصريح ص ۲۳۳

علم خداوندی سے مختلف ہے جس کے ساتھ صرف ذاتِ باری تعالیٰ متصف ہے، خدا تعالیٰ کا علم اس کی ان صفاتِ قدیمہ ازلیہ دائمہ وابدیہ میں سے ایک صفت ہے جو تغیر اور علاماتِ حدوث سے منزہ ہے اور کسی کی شرکت اور نقصِ انقسام سے بھی پاک ہے وہ علم واحد ہے جس سے خدا تعالیٰ تمام معلوماتِ کلیہ و جزئیہ ماضیہ و مستقبلہ کو جانتا ہے نہ وہ بدیہی ہے نہ نظری اور نہ حادث، بخلاف تمام مخلوق کے علم کے کہ وہ بدیہی و نظری اور حادث ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو خدا تعالیٰ کا علم مذکور جس کے ساتھ وہ لائقِ ستائش ہے اور جس کی مذکور دو باتیں میں خبر دی گئی ہے ایسا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے علاوہ اگر بعض حضرات نے غیبی باتیں جانیں تو وہ خدا تعالیٰ کے بتانے اور اطلاع دینے سے جانیں۔

اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ علم غیب رکھتے ہیں کیونکہ یہ ان کی کوئی ایسی صفت نہیں جس سے وہ مستقل طور پر کسی چیز کو جان لیا کریں اور بات بھی ہے کہ انہوں نے اسے خود نہیں جانا بلکہ انہیں یہ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

علامہ شامیؒ کے اس بیان کے بعد کسی اور بیان کی وضاحت کی ضرورت نہیں رہ جاتی فقہاء کی بات آپ کے سامنے آچکی۔ اب آئیے کتب عقائد میں بھی دیکھئے۔ شرح عقائد نسفی کی مشہور شرح ابنِ راس میں ہے۔

والتحقیق ان الغیب ما غاب عن الحواس والعلم الضروري العلم الاستدلال
وقد نطق القرآن بنفی علمه عن سواه قال فی من ادعی انه یعلمه کفر ومن
صدق المدعی کفرا واما علم مجاہستہ او ضروریہ او دلیل فلیس بغیب ولا
کفر فی دعواه ولا فی تصدیقه علی المجزم فی البقینی والظن فی الظنی عند
المحققین وبهذا التحقیق اندفع الاشکال فی الامور التي یزعم انہا من

الغیب ولیست منه لکنہما مدرکۃ بالسمع والبصر والدلیل فالحمد
 اخبار الانبیاء لانہما مستفادۃ من الوحی ومن خلق العلم الضروری
 فیہم اور من انکشاف الکائن علی حواسہم۔

ترجمہ۔ اور تحقیق یہ ہے کہ غیب وہ ہے جو ہمارے حواس اور علمِ یدہی اور نظری
 سے غائب ہو۔ قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے علمِ غیب کی نفی کی ہے
 پس جو شخص دعویٰ کرے کہ وہ علمِ غیب رکھتا ہے وہ کافر ہے اور جو ایسے شخص
 کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ٹھہرے گا۔ باقی جو علمِ حواسِ خمسہ میں سے کسی
 راہ سے آئے یا بدستہ حاصل ہو یا کسی دلیل سے ملے وہ علمِ غیب شمار نہ ہوگا
 نہ محققین کے نزدیک ایسے علم کا دعویٰ کفر ٹھہرے گا نہ ایسے دعویٰ کی تصدیق
 کرنا کفر ہے۔ اس تحقیق سے ان امور سے متعلق اشکال رفع ہو گیا جن کے بارے
 میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ علمِ غیب میں سے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ علمِ غیب میں
 نہیں کیونکہ یہ سمع و بصر یا دلیل سے حاصل ہوئے۔ انہی امور میں سے اخبارِ انبیاء
 بھی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو خبریں وحی سے ملتی ہیں یا ان میں علمِ ضروری پیدا
 کر دیا جاتا ہے یا ان کے حواس پر حقائق کائنات منکشف ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے جو غیب کی خبریں ملتی ہیں وہ انہیں اللہ رب
 العزت سے ملی ہوتی ہیں۔ اس میں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقرب بندے پر
 ایک ہی دفعہ غیب کے جملہ دروازے کھول دے کہ آئندہ اسے غیب کی بات جاننے میں کسی اور ذریعہ
 علم کا احتیاج نہ رہے غیب جاننے کی ایسی استعداد اللہ تعالیٰ نے کسی میں پیدا نہیں کی نہ اپنے کسی
 مقرب کو اس کی چاہی مطلقا ہے جب کسی کو ضرورت ہوئی اس نے بطور جزئی اللہ رب العزت
 سے اس کی خبر پالی۔

علم کا لفظ مطلق ہو تو اس سے ذاتی علم مراد ہوتا ہے

علم اور خبر کا فرق آپ جان چکے علم کا لفظ جب مطلق ہو خصوصاً جب کہ وہ غیب کی طرف متصف ہو تو اس سے مراد غیب کی چیز کو از خود جانتا ہے اور یہ صرف خدا کی شان ہے کہ وہ غیب کی باتوں کو از خود جانے۔ علم غیب ہے ہی وہ جو ذاتی ہو۔ عطائی علم غیب علم کی کوئی قسم نہیں انسان کو غیب کی کسی بات کا علم ملے تو اس کا نام خبر غیب ہو جائے گا علم غیب نہ رہے گا۔

علم کا لفظ غیب کی طرف متصف ہو کر کبھی عطائی علم کے لیے نہیں آتا۔ اسے اگر علم کہا جائے گا تو غیب کے لفظ کے بغیر یہ دونوں لفظ (علم اور غیب) اکٹھے ہو کر قرآن و حدیث میں کہیں عطائی علم کے لیے نہیں آئے اور جب انہیں کبھی غیب کی بات کہا گیا تو خبر غیب کے عنوان سے مخلوق کے کسی غیب کی بات جاننے کو لسان شریعت میں کہیں علم غیب نہیں کہا گیا۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف متصف ہو تو اس سے مراد

علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے بلکہ

یہاں صریح طور پر حضور کو بتائی گئی غیب کی باتوں کو انباء الغیب (غیب کی خبریں) کہا ہے

اسے علم غیب نہیں کہا۔ پھر لفظ وحی (نوحیہ الیک) کی بھی تصریح ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علم وحی ہے نہ کہ علم غیب۔ مگر بریلویوں کا اصرار دیکھئے کہ اسے علم غیب ہی کہتے ہیں۔ ان کے صدور لافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب

کے معلوم عطا فرمائے بلکہ

مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ بے شک غیب کی خبریں کیا ہے۔ مگر اس میں آپ بھی ایک

خفیہ چال چل گئے ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ ہو۔

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم غنیہ طور پر سمجھیں بتاتے ہیں۔
 کیا وحی کا لفظ یہاں نہ لایا جاسکتا تھا۔ غنیہ طور پر کے الفاظ اختیار کرنے میں خان صاحب
 کیا ایہام دینا چاہتے ہیں۔ یہی ناکہ یہ وحی نہ مکتی اندر ہی اندر ایک محال تھا۔
 پیش نظر رہے کہ یہاں اس آیت سے پہلے بھی اور بعد بھی فرشتوں کی آمد مذکور ہے
 — جو حضرت مریم سے باتیں کر رہے تھے — سو یہ وحی کا وہ انداز نہیں جسے غنیہ کا ردوائی
 کہا جاسکے۔ بریلویوں نے اس ترجمے میں جو غنیہ چال چلی ہے اس پر ہم سوائے اسوس اور کیا
 کہہ سکتے ہیں؟

بریلویوں کی عطائی علم کو علم غیب کہنے کی ضد

بات میں ہرگز کوئی پیچیدگی نہیں۔ بریلویوں کی یہ صرف ضد ہے کہ وہ خبر غیب اور علم وحی
 پر علی الاطلاق علم غیب کا لفظ بولتے ہیں اور جب انہیں کہا جائے کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے
 تو اپنے پاس سے علم غیب کی ایک قسم عطائی علم غیب گھڑ لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ علم غیب کی کوئی قسم نہیں
 — بریلوی ایسا کیوں کرتے ہیں؟ صرف شرک کی راہ ہموار کرنے کے لیے۔

اس حقیقت سے کوئی طالب علم انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام
 کو ہزاروں اور کروڑوں غیب کی خبریں دی ہیں۔ بایں ہمہ قرآن کریم میں مخلوق سے علم غیب کی نفی کا
 عنوان مطلق ہے اور غیب کی خبروں کا اس سے استثناء معنوی ہے۔ کہیں ایسا نہیں کہ مخلوق کے
 غیب جاننے کا عنوان مطلق ہو اور ذاتی طور پر نہ جاننے کی تعقید معنوی ہو۔

سو چاہیے کہ ہر مخلوق سے وہ بڑا ہو یا چھوٹا علم غیب کی نفی کا عنوان مطلق رہے اور جو جو
 باقی اللہ تعالیٰ نے انہیں بتلائی ان اخبار غیبیہ کی تعقید معنوی رہے۔ شیخ سعدی نے اسی ادا کو
 اپنایا ہے۔

علم غیبی کس نے داند بجز پروردگار ہر کسے گوید کہ مے دائم از باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتی تا نہ گفتی جبریل جبرئیل ہم نہ گفتی تا نہ گفتی کہ دگار
ترجمہ: علم غیب اللہ پروردگار کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کہے کہ میں بھی جانتا ہوں
تم اسے باور نہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی جو خبریں بتائیں وہی
میں سے بتائیں اور حضرت جبریل بھی کچھ نہ کہتے رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ
انہیں نہ بتائے۔

لفظ علم غیب کی اس علمی تشریح کے بعد اب ہم عقیدہ علم غیب پر کچھ بحث کرتے ہیں۔ اولاً
ہم اس پر کچھ مختصر تبصرہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے غیبی خبریں پانے والے مترین بارگاہ ایزدی
خود اس باب میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔

عقیدہ علم غیب تاریخ انبیاء کی روشنی میں

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد :

مقائد تمام انبیاء کرام کے ہمیشہ ایک سے رہے ہیں۔ شرائع اور مسائل میں بے شک اختلاف ہوا۔ لیکن عقائد اور فضائل اخلاق سب کے ہمیشہ ایک سے رہے ہیں۔ — دین ایک رہا مذاہب بدلتے رہے۔ یہ اس طرح سمجھو جس طرح یہ حضرات علانی بھائی ہوں، جن کا باپ ایک ہو اور مائیں (شرائع) مختلف — دین کی مشروعیت سب میں ایک سی رہی ہے۔

آئیے اب عقیدہ علم غیب کا تاریخ انبیاء کی روشنی میں کچھ مطالعہ کریں۔ واللہ ولہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔

① — حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر علم آدم الاسماء کلہا کی عباد الہی اور فرشتے جو اپنے آپ کو عمل میں افضل سمجھتے تھے ان کے سامنے عاجز اور سرسبز ہوئے۔ اس عظیم خلعت پانے کے باوجود شیطان نے جب انہیں کہا۔
ما نمأمرکم عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملکین او تكونا من
الحالدين. وقاسمهما انی لکمالن الناصحین. فذلما بعنور.

(پہلے الاعراف آیت ۲۰ ع ۲)

ترجمہ: نہیں روکا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت کے قریب جانے سے مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے نہ ہو جاؤ یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور انہیں شیطان نے قسم دی کہ میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔ پھر اس نے آمادہ کر لیا ان دونوں کو دھوکہ سے۔

کل اسماء کا علم جاننے کے باوجود حضرت آدم کو علم نہ ہو سکا کہ یہ مجھے دھوکہ دے رہا ہے

آپ بھورکیہ غیب جاننے والے ہوتے تو اس کی باتوں میں نہ آتے۔ علم محیط علم الہی کی شان ہے۔
 (۲) — حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیہے رسول ہیں طوفان کے وقت اپنے بیٹے کو کشتی میں لینا چاہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے استدعا کی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا۔ مجھ سے ایسی باتوں کا سوال نہ کہ جن کا تمہیں علم نہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس کا علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سوال سے ناراض ہوں گے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ آپ کا علم ہر چیز کو محیط نہ تھا۔ غیب کی باتیں بس اتنی ہی جانتے تھے جتنی اللہ تعالیٰ نے بتادیں۔ ان سے زیادہ ذرہ بھر جانتا آپ کے بس میں نہ تھا۔ قرآن کریم میں ہے:-

فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ خُفِ اعْظَمُكَ ان تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ
 قَالَ رَبِّ انِّى اَعُوْذُ بِكَ اِنْ اَسْأَلُكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهِ عِلْمٌ . (پہلے ہرودایت ۴۶)
 ترجمہ۔ سو مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کہ جس کا تجھے علم نہیں میں نصیحت کرتا ہوں
 کہ تو عہد جاہلیت میں نہ رہے۔ نوح اُنے کہا۔ اے میرے رب! میں پناہ لیتا ہوں
 تیری کہ تجھ سے مانگوں جو مجھے معلوم نہ ہو۔

(۳) — حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مرتبہ نبوت و امامت سے کون واقف نہیں قرآن کریم میں ہے آسمانوں اور زمین کے ملکوت آپ پر روشن تھے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِىْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْٓتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنُ مِنَ الْمَوْقِنِيْنَ . (پہلے الانعام آیت ۷۵)

ترجمہ۔ اور ہم اسی طرح دکھاتے ہیں ابراہیم کو عجاہبات آسمانوں اور زمین کے اور اس لیے کہ وہ ہر جگہ عین الیقین والوں میں سے۔

بائیں جب فرشتے قوم لوط پر حکم عذاب لے کر جا رہے تھے اور وہ راہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ٹھہرے تو حضرت ابراہیم انہیں پہچان نہ سکے آپ نے انہیں اوپر جانا اور دل میں کہہ رہے یہاں تک کہ انہوں نے خود اپنی حقیقت کھول دی۔

نکرم و اوجس منهم خيفة ، قالوا لا تخف ، انا ارسلنا الی قوم لوط .

(پل ہود آیت ۷۰)

ترجمہ۔ ابراہیم نے انہیں نہ سچایا اور ان سے جی میں سہمے رہے۔ انہوں نے

کہا آپ ڈریں نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے ملکوت روشن کیے وہ بھی

علم غیب نہیں رکھتا نہ اسے علم محیط حاصل ہے کہ جو چیز چاہے جان لے علم غیب اور علم محیط

صرف علم الہی کی شان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے تھے

اس وقت انہیں ہرگز اس بات کا علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اسماعیل کے بدل میں جنت سے ذبح بھیج

دیں گے اور ظاہر میں یہ واقعہ بس اتنا ہی پورا ہو گا جس قدر کہ خواب میں دیکھا تھا۔ خواب میں یہ

نہیں دیکھا تھا کہ آپ بیٹے کو ذبح کر چکے ہیں۔ بس یہ دیکھا تھا کہ ذبح کر رہے ہیں۔ اگر حضرت

ابراہیم علم غیب رکھتے تھے تو پھر یہ واقعہ قربانی نہیں ڈرامہ قرار پاتا ہے۔ ڈرامہ وہ ہوتا ہے جس

کے جملہ کردار پہلے سے جانے ہوتے ہیں کہ بات کہاں ختم ہوگی۔

④ — حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے جب سیر کو جانے لگے اور والد سے حضرت یوسف

علیہ السلام کو ساتھ لینے کو کہا تو والد نے کہا۔

انی لیحزننی ان تذهبوا بہ فاخاف ان یاکلہ الذئب وانتم

عندہ خافلون۔ (پل یوسف آیت ۳)

ترجمہ مجھے یہ چیز غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ

اسے بھڑیا کھالے اور تم اس سے خائف رہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خبر نہ کیوں نہ ہو کہ اسے شیر نہ کھا جائے یا کوئی ٹھاکہ نہ پڑ

جائے۔ انہوں نے مین وہی بات کہی جو بھائیوں نے بعد میں بنائی اور باپ کو اکر کہی۔ معلوم

ہوتا ہے کہ آئندہ واقع ہونے والے عمل کی جھلک حضرت یعقوب کی لوح فرست پر اُتر رہی تھی اور اسی روحانی قوت سے آپ اس واقع ہونے والی گفتگو کو پہلے سے سُن رہے تھے۔ اس عظیم روحانی قوت اور فرست صادقہ کے باوجود آپ یہ نہ جان سکے کہ واقع میں بیٹے اسی طرح آکر کہیں گے کہ یوسف کو بھیڑ یا کھا گیا ہے اور یہ کہ یوسف واپسی پر اُن کے ساتھ نہ ہوگا۔ یہ کیوں؟ یہ اس لیے کہ آپ علم غیب نہ رکھتے تھے۔ ورنہ وہ اپنے حلتِ جگر کو کبھی ان کے ساتھ نہ بھیجتے۔ پھر بیٹوں نے آکر جو کہا وہ بھی واقع کے مطابق نہ تھا۔ آپ کی فرست صادقہ نے یہ ترکہ دیا بل ستولت لکھ انفسک امرا۔ مگر یہ پتہ پھر بھی چل نہ پایا کہ قریب کے فلاں کنویں میں یوسف پڑا ہے اور آپ ہمت کر کے کسی بیٹے کو ساتھ لے جا کر اسے کنویں سے نکال لاتے۔ یہ واقعہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام علم غیب نہ رکھتے تھے۔ ورنہ سالہا سال فراقِ فرزند میں اپنی آنکھیں سفید نہ کر لیتے۔

⑤ — حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کا نام کس نے نہیں سنا۔ آپ صاحبِ شریعت جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ آپ کا حضرت خضر علیہ السلام کے ہم سفر ہونے کا واقعہ قرآنِ کریم میں مذکور ہے۔ عاملِ تورات حضرت موسیٰ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور جو اسرار حضرت خضر پر کھلے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن سے ناواقفِ محو حیرت سراپا انتظار میں کہ کب ان اسرار سے پردہ اٹھتا ہے حضرت خضر نے انہیں پہلے سے کہہ دیا تھا۔

قال انک لن تستطیع معی صبرا. وکیف نصبر علی مالہ فقط بدہ خبرا. قال
ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا. قال فان تبععتنی فلا
تسئلنی عن شئی حتی احدث لک عنہ ذکرا. (پٹ الکہف آیت ۶۹)
ترجمہ: کہا اس نے آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیسے
صبر کریں گے جس کی خبر آپ کو نہ ہوگی۔ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اُس پر چاہے تو
آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ ہوں گا۔ اس نے

کہا اگر آپ میرے ساتھ چلے تو مجھے کسی بات کا نہ پوچھنا جب تک میں خود
تجاربے سامنے اس کا ذکر نہ کروں۔

اس میں صراحت ہے کہ اللہ کے بنی (موسیٰ) غیب نہ جانتے تھے اور ان باتوں سے
واقف نہ تھے جنہیں حضرت خضرؑ جانتے تھے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حضرت خضرؑ
علم غیب رکھتے تھے اور حضرت موسیٰؑ کو ان باتوں کا علم نہ تھا۔ حضرت موسیٰؑ کا بنی ہونا قطعی اور
یقینی ہے جب کہ حضرت خضرؑ کی نبوت میں کئی اقوال ہیں جو لوگ بنی کا ترجمہ غیب جاننے والا کرتے ہیں
کیا وہ یہاں حضرت موسیٰؑ کے بنی ہونے کا انکار کریں گے جو یقیناً نہ جانتے تھے کہ مسکین کی کشتی کیوں
ٹوڑی جا رہی ہے۔ ایک معصوم جان کیوں لی جا رہی ہے اور ایک یتیم کی دیوار کس لیے مڑت ہو
رہی ہے۔ علم غیب کی اس نفی سے اب کیا ان کی نبوت کا انکار روا ہو گا؟ یہ سوال اس لیے اٹھتا
ہے کہ بریلوی حلقوں میں بنی کے معنی غیب جاننے والے ہی کیے جاتے ہیں اور حضرت موسیٰؑ علیہ السلام
غیب نہ جانتے تھے ورنہ حضرت خضرؑ کیوں بار بار پوچھتے۔

اے تری چشم جہاں میں پر وہ طرفان اسشکار
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش
کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم
علم موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

اب حضرت خضرؑ کے علم کی سنجیدہ وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ وہ علم تو رات نہیں رکھتے
تھے علم لدنی کی کتنی دستگیریاں ان کی نظروں میں کیوں نہ ہوں یہ حقیقت ہے کہ وہ سب جزئیات ہر
بطور کلیہ غیب کی بات کو جان لینا ان کے بس میں نہیں دیا گیا تھا۔ علم غیب اور علم محیط عرف علم الہی
کی شان ہے۔ آپ نے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کو کہہ دیا تھا۔

یا موسیٰ انی علی علم من علم اللہ علمہ لا تغفلہ انت و انت علی علم من علم اللہ لا اعلم۔

ترجمہ۔ اے موسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس علم پر فائز ہوں جو اس نے مجھے دیا ہے آپ اسے نہیں جانتے اور آپ اللہ تعالیٰ کے دیئے اس علم پر فائز ہیں جسے میں نہیں جانتا۔

یہ علم مکین اور علم تشریع کے دو علیحدہ علیحدہ دائروں کی بات تھی۔ حضرت موسیٰ نے ایک قطعی کو مکتا مارا اور وہ مر گیا۔ کیا آپ کو مکتا لگاتے وقت علم تھا کہ یہ اس سے مر جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں؟ اس کا علم انہیں نہ تھا غیب کا علم نہ رکھنے کے باوجود وہ بنی تھے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ بنی کا ترجمہ غیب جاننے والا کرنے کی صورت میں کیا یہاں حضرت موسیٰ کی نبوت کا عقیدہ سالم اور محفوظ رہ سکتا ہے؟ نہیں — اور انکار نبوت موسیٰ کیا کھلا کفر نہیں ہے؟

جب حضرت موسیٰ طور سے واپسی پر اپنے بھائی حضرت ہارون پر ناراض ہوئے کہ انہوں نے کیوں قوم کو بھڑے کی عبادت کرنے دی۔ سختی سے کیوں نہیں روکا۔ تو اس کا جو جواب حضرت ہارون کے پاس تھا کیا اس کا حضرت موسیٰ کو پہلے سے علم تھا؟ نہیں جیسا کہ اس کے بعد کی روایت سے ظاہر ہوا۔ حتیٰ کہ علم غیب اور علم محیط صرف علم الہی کی شان ہے اور کوئی مخلوق جھٹھا ہو یا بڑا کسی کو بطور کلیہ علم غیب نہیں دیا گیا کہ جب چاہے غیب کی بات معلوم کر لیا کرے۔ اگر آپ نے یہ جانتے ہوئے قطعی کو مکتا مارا تھا تو کیا یہ قتل عمدہ نہیں؟ اور کیا وہ قطعی واقعی واجب القتل تھا؟ — ان باتوں پر پہلے غور کر لیں اور پھر بنی کا ترجمہ غیب جاننے والا کیا کریں۔

④ — حضرت داؤد علیہ السلام وہ بنی ہیں جنہیں زبور دی گئی۔ آپ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ کئی شخص دیوار چھاند کر ان کے پاس آکھڑے ہوئے داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت و شوکت کے یہ ماجرا دیکھ کر گھبرا اٹھے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو بے وقت آنے کی ہمت کیسے ہوتی؟ دریاؤں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی آدمی دیوار چھاند نے کی کیا سبیل کی ہوگی۔ خدا جانے ویسے غیر معمولی طور پر کس نیت سے آئے ہیں۔

آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں اور ہم سے خوف نہ کھائیے۔ ہم دو فریق اپنے ایک
گھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

هل ائتک نبوء الخصم اذا تسودوا المحراب. اذ دخلوا علی داود ففزع
منهم قالوا لا تخف خصمن بغی بعضنا علی بعض فاحکم بیننا بالحق
ولا تشطط واهذا الی سواء الصراط. (پ م آیت ۶۱)

ترجمہ۔ اور کیا تم کو پہنچی خبر دعوئے والوں کی جب وہ دیوار کو دکرائے عبادت خانہ
میں جب گھس آئے داؤد کے پاس تو وہ ان سے گھبرایا۔ وہ بولے مت گھبرا
ہم دو گھگڑتے ہیں زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر۔ سو فیصلہ کر دے ہم پر
انصاف کا اور دُور نہ ڈال بات کو اور بتلا دے ہم کو سیدھی راہ۔

حضرت داؤد علیہ السلام اگر آنے والوں کو جان نہ سکے، تو کیا وہ بنی تھے یا نہیں۔
بنی کے معنی غیب جاننے والا کیے جائیں تو قرآن پڑھنے والا یہاں سوال کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ
پھر حضرت داؤد نے کیوں نہ پہچانا کہ یہ خلاف عام وضع آنے والے اور دیوار پھانڈنے والے
انسان ہیں یا فرشتے۔ وہ کیوں گھبراٹھے اور ان آنے والوں کو کیوں کہنا پڑا کہ آپ ڈریں
نہیں۔

④۔ حضرت سلیمان علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں جن کا جنت پر بھی قبضہ تھا۔ ایک دفعہ دربار میں
انہوں نے ہد ہ کو غیب پایا۔ وہ حیران تھے کہ ہد ہ انہیں نظر کیوں نہیں آ رہا یا وہ واقعی وہاں
ہے ہی نہیں۔ پھر ہد ہ نے اگر آپ کو ملک سببا کی خبر دی اور صاف کہا کہ میں وہ خبر لایا ہوں
جو آپ کو پہلے نہیں ملی۔ سوال یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام غیب نہ جاننے کی وجہ سے بنی یہ ہے
یا نہ۔ نہ انہیں پتہ چل سکا کہ ہد ہ کہاں ہے اور نہ انہوں نے ہد ہ کو کہا کہ میں ملک سببا کے
حالات تجھ سے پہلے جانتا ہوں تو کیوں کہہ رہا ہے کہ میں آپ کے پاس وہ خبر لایا ہوں جو اب تک
آپ نہیں جان پائے۔

قرآن کریم میں ہے۔

و تفقد الطیر فقال مالی لا اری المدھد ام کان من الغائبین
فمکت غیر بعید فقال احطت بما لم تحط به فجئتک من سبأ
بندبا یعتین۔ (پہلا النمل آیت ۲۲)

ترجمہ۔ اور آپ نے پرندوں کی خبر لی تو کہا مجھے کیا ہوا کہ ہم نہ نظر نہیں آ رہا یا وہ
واقفی آیا ہی نہیں سو زیادہ دیر نہ گزری کہ وہ آیا اور اس نے کہا میں
لایا ہوں ایک ایسی چیز کی خبر کہ آپ کو اس کی خبر نہ تھی اور میں ملک سب سے ایک
یقینی خبر لے کر آپ کے پاس ہوں۔

حضرت سلیمان نے ہر ہک کی تردید نہیں کی کہ تو کس طرح کہتا ہے کہ مجھے ملک سب کا حال
معلوم نہیں مجھے تو معلوم ہے آپ نے ایسا نہیں کہا بلکہ اس پر اور ذمہ داری ڈالی کہ میرا یہ خطا ان تک
لے جاؤ پھر دیکھتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔

قال سنظروا صدقت ام کنت من الکاذبین۔ اذھب بکبجی هذا
فالقدھ المدھ ثم قول عنھم فانظروا ماذا یرجعون۔ (پہلا النمل آیت ۲۸)
ترجمہ۔ حضرت سلیمان نے کہا اب ہم دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹوں
میں سے ہے میرا یہ فرمان لے جا اور اسے ان پر ڈال دے۔ پھر اسے الگ
ہٹ کر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

⑧ — حضرت یونس علیہ السلام نے غیر میں خدا کے نام کی آواز لگائی قوم نہ مانی۔ حضرت
یونس نالامن ہو کر ان سے بھل گئے اور کہہ گئے کہ تم پر اب مذاب اترے گا۔ قوم نے جب مذاب
کے آثار دیکھے تو حق قبول کر لیا اور توبہ کر لی۔ مگر حضرت یونس وہاں نہ تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا نکلنے کا فیصلہ وہی خداوند ہی سے نہیں اپنے اجتہاد پر تھا۔ وہ کشتی
میں سوار ہوئے مگر نہ جانا کہ کشتی میں ہی ان پر آواز مائش آجائے گی کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ اور

ایک آدمی کو بھانا ضروری ہو گیا ورنہ سب ڈوبتے — کس کو اتارا مہائے۔ یہ قرعہ حضرت یونس کے نام بھلا ڈوبتے لوگ پھیلیں کا لقمہ جفتے ہیں۔ مگر یہاں پھلی اپنے اندر حفاظت خانہ لے کر حاضر محی یہ گو حضرت یونس کے لیے قید خانہ تھا۔ مگر اس کے بغیر بچنے کی بھی تو اور کوئی راہ نہ تھی۔

اگر حضرت یونس علیہ السلام علم غیب جانتے ہوتے تو کبھی اس کشتی میں بیٹھنے یا بلا ہوا تو خداوندی اپنی بستی سے نکلتے۔ یہ واقعہ تبارک ہا ہے کہ بنی کا ترجمہ غیب جاننے والا ہونا نہیں۔ بنی بس اتنا ہی غیب جانتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ بتائے۔ اللہ رب العزت نے غیب دانی کی کھیاں کسی کو نہیں بچرائیں کہ جب چاہیں اور جہاں معلوم کر لیا کریں علم غیب اور علم محیط صرف علم الہی کی شان ہے۔

وَالنَّوْنُ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا وَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ

إِنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا

لَهُ وَخَلَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُتَمَنِّينَ ﴿۸﴾ (سورۃ الانبیاء آیت ۸)

ترجمہ۔ اور ذوالنور (پھلی) والے پیغمبر کو یاد کرو جب چلا غصے میں بھرا گمان کیا اس نے ہم اس پر سختی نہ کریں گے پھر وہ اندھیروں میں پکارا کہ اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پاک ہے تیری ذات بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔ اس پر ہم نے اس کی پکار سُن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم اسی

طرح ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔

① — حضرت زکریا علیہ السلام نے بیت المقدس میں حضرت مریم کی کفالت کی تھی ان کے

پاس خلاف موسم جنت کے میوے آتے تھے۔ حضرت زکریا نے انہیں دیکھ کر اللہ رب العزت سے برٹھاپے میں جوانی کا پھل مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ حضرت زکریا اب حیرت میں تھے — عرض کی اے اللہ! مجھے کوئی نشان دے تا سمجھ پاؤں کہ بیوی اب امید سے ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نشان یہ ہے کہ آپ مثنو اترتین دن رتیں لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔

پُوراؤں گا اور تو یہاں سے (دُنیا سے) بقیض روح ملتے ہیں میں تجھے روح و بدن سے پُورا
 نوں گا۔ وہ اس طرح ہو گا کہ تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تجھے کافروں سے پاک رکھوں
 گا ان کے ہاتھ تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔ یہ حالات بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام علم غیب
 نہ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ قدم قدم پر انہیں سہارا دے رہے تھے۔

اذ قال الله يا عيسى الخ متوفيك ورافعك الى ومطهرك من الذين
 كفروا۔ (پ آل عمران آیت ۵۵ ع ۶)

ترجمہ جب کہ اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے پُورا لوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا
 لوں گا اور تجھے کافروں کے ہاتھوں سے پاک رکھوں گا۔

حضرت علامہ شعبی (۱۰۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت جبریل
 سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ یہ سُنتے لرز گئے اور کہا جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے
 والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ یعنی اس وقت کے نہ جاننے میں تو اور میں برابر ہیں اس خاص
 وقت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔

فانتفض باجنحته وقال ما المسؤل عنما باعلمون المسائل

ترجمہ حضرت جبریل نے اپنے بازو جھٹکے اور کہا میں اسے تم سے زیادہ نہیں جانتا۔

قرآن کریم کی ان کس شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ علم غیب صرف علم الہی کی شان ہے۔ انبیاء
 پر غیب اتنے ہی کھلے جتنے اللہ رب العزت نے کھولے۔ بطور کلید غیب جان لینے کی صفت رب العزت

لہ متوفیک کے معنی عام استعمال کے مطابق میت کے ہوتے میں مگر رب ینظر افعک کے ساتھ آئے تو اس
 کے معنی پورا لینے کے ہوں گے قرآن و حدیث اور استعمال عرب میں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ قوفی جب دفع
 کے ساتھ آئے تو اس کے معنی موت کے ہوں جنہوں نے اسے یہاں بھی موت کے معنی میں سمجھا۔ پھر انہیں
 ترتیب وقوع بدلنا پڑی کہ رفع پہلے ہو گا اور وفات بعد میں آئے گی۔

لہ رواہ اکمیدی فی النوادر عینی علی البخاری جلد ۱ ص ۱۹۱ فتح الباری جلد ۱ ص ۱۱۱ درمنثور جلد ۳ ص ۱۵

نے کسی کو نہیں دی۔ اگر کسی برگزیدہ ہستی کو اس نے ہزاروں لاکھوں منیبات پر بھی مطلع کیا تو یہ سب غیب کی خبریں تھیں جزئیات تھیں غیب کی چابیاں اس نے کسی کے ہاتھ میں نہ دیں کہ جب چاہے وہ غیب کی بات معلوم کر لیا کرے۔

حقیقہ علم غیب تاریخ انبیاء کی روشنی میں کھل کر آپ کے سامنے آچکا ہے اس کا اجتماعی مظاہرہ حشر کے دن ہوگا۔ جب پہلے پچھلے سب پیغمبر ایک جگہ جمع ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھیں گے کہ ان کی بات کہاں تک مافی گئی۔

حشر کے دن انبیاء کا نفی علم غیب کا اجتماعی اقرار

یوم یجمع اللہ الرسل ماذا اجتمع قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔

(پک المائدہ آیت ۱۰۹ ع ۱۵)

ترجمہ۔ جس دن اللہ سب پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر کہے گا تمہیں کیا جواب ملا کہاں تک تمہاری بات مافی گئی) سب کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں غیبوں کا جاننے والا ہونا تیری ہی شان ہے۔

ہر پیغمبر کو اپنے دعوت کے کام اور اس کے انجام کے بارے میں کچھ نہ کچھ تو معلوم ہوگا۔ مگر ان امور کا بھی تفصیلی علم انہیں نہ ہوگا پھر یہ کہ ان کی بات پھر دنیا میں کہاں کہاں تک پھیلی اور ان کے ماننے والوں پر کیا کیا حالات گزریں گے۔ ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کی انہیں ہرگز تفصیلی خبر نہ ہوگی۔ علم و تجربہ کی ان جزئیات کو اللہ کے حضور پیش کرنا وہ خلاف ادب الہی سمجھیں گے۔ بس ایک ہی بات اس دن ان کی زبان پر ہوگی کہ اے اللہ ہم علم غیب نہیں رکھتے کہ ہم پوری بات کہہ سکیں جو کچھ بندوں سے غائب ہے اس سب کو جاننے والا تو ہی ہے۔

اب نبی کا ترجمہ اگر غیب جاننے والے کے کیے جائیں تو کیا یہ انبیاء کرام حشر کے دن (معاذ اللہ)

تجھوت بولیں گے کہ یا اللہ ہم علم غیب نہیں رکھتے علم غیب بے شک تیری ہی شان ہے۔ تو ہی

عالم الغیب والشفادہ ہے جو غیب کی بات کو بھی جانے اور کھلی بات کو بھی — یہاں عطائی غیب کی بھی تاویل نہیں چل سکتی۔ کیونکہ عطائی علم بھی تو جاننے ہی کا نام ہے۔

حضرت خاتم النبیینؑ کو لایعنی علوم سے بالا رکھا گیا

آئیے اب قرآن کریم کی روشنی میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ وسلم کے بارے میں معلوم کریں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں جو شان نبوت کے لائق نہ تھیں اور ان کا جاننا انسان کو کوئی عزت اور شرف نہیں بخش تا کیا اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو وہ علم بھی عطا کیے تھے؟ — اور اگر کوئی علم سفلی تو نہیں مگر اس کا تحمل آپ کے لیے نہایت گراں اور بو بھل ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اس سے حضورؐ کو گرامبار کیا تھا؟ مسئلہ زیر بحث کو جاننے کے لیے ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری۔ علم غیب کی رٹ لگانا آسان ہے مگر حقائق دین تک رسانی ان رٹ لگانے والوں کے نصیب ہی نہیں۔

کیا کوئی ایسے علوم بھی ہیں جو رسالت کے لائق نہیں

اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگی ہے جو نفع نہ دے۔ اس سے پتہ چلا کہ واقعی کچھ ایسے علوم ہیں جو اس حضرتؐ کی شان اور آپ کے مزاج کے مطابق نہ تھے۔ جنت زید بن قثم کہتے ہیں حضورؐ یہ دعا کرتے تھے۔

اللہم اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یُخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَتَّقُہُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا یَسْتَجَابُ لَہَا۔

ترجمہ۔ اے اللہ! میں اس علم سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو نفع نہ دے اور اس دل سے بچنا چاہتا ہوں جس میں خشوع نہ ہو اور اس جان سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبولیت نہ پائے۔

آپ نے صابہؓ کو بھی ایسے موم سے بچنے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت ہابزؓ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَلُوا اللَّهَ عِلْمًا نَافِعًا وَتَعَوُّذًا بِاللَّهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ بَلَّ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ سے وہ علم مانگو جو تمہیں نفع دے اور اس علم سے اللہ کی پناہ میں آؤ جو تمہیں نفع نہ پہنچائے۔

آپؐ نے ایک جگہ لوگوں کا جھگٹنا دیکھا۔ پوچھا کون ہے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا ملامہ ہے ایک عالم انساب بیان کر رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔

عِلْمٌ لَا يَنْفَعُ وَجَهَالَةٌ لَا تَضُرُّ بَلَّ

ترجمہ۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو ہر تو اس کا فائدہ نہیں نہ ہو تو اس کا کوئی ضرر نہیں۔

علم نجوم مذموم ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔

مَنْ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السَّحَرِ زَادَ مَا زَادَ بَلَّ

ترجمہ جس نے علم نجوم کچھ بھی سیکھا اس نے جادو کے ایک پہلو کا اقتباس کیا اب جتنا وہ اور زیادہ کرتا جائے۔

رہا سحر کا علم سیکھنا اسے جہور علمائے اسلام حرام بتلاتے ہیں۔ سورہ کسی طرح پیغمبر کی شان کے لائق نہیں ہو سکتا کہ وہ جادو جانتا ہو۔

عیلی اللہ رحمۃ اللہ علیہ علامہ خطابی (ص ۳۸۸) لکھتے ہیں۔

علم النجوم المذموم عند ما يدل عليه اهل التنجيم من علم الكواكب والحوادث التي لم تقع كمجئ الامطار وتفسير الاسعار واما ما يعلم به اوقات الصلوة ووجه القبلة فغير داخل فيما نهى عنه بَلَّ

لے سنن ابن ماجہ ص ۲۴۲ لے کنز العمال جلد ۵ ص ۲۵۵ لے سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ابن ماجہ ص ۲۱۴

لے معالم السنن جلد ۵ ص ۲۴۲

ترجمہ: علم نجوم جس سے منع کیا گیا ہے جس سے نجومی لوگ خبر دیتے ہیں ہونے والے واقعات اور حادثات جو ابھی واقع نہ ہوئے ہوں جیسے بارشوں کا آنا اور زلزلوں کا بدلنا۔ البتہ اتنا علم ستارگان جس سے نماز کے اوقات اور جہات قبلہ جانی جا سکیں وہ اس منہ کی حد و دیں داخل نہیں۔

دنیوی امور میں آپ کا علم اگر دوسرے عام انسانوں کے برابر ہو یا آپ ان کے علوم کے کسی خاص شعبہ کو نہ جانیں تو اس سے آپ کی شان میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ یہ اس لیے نہیں کہ آنحضرت کی شان میں کوئی کمی ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیوی علوم آپ کی زندگی کا موضوع نہیں ہیں نہ آپ کی شان کے لائق ہیں۔

علامہ خطابی (۳۸۸ھ) کے بعد امام غزالی (۵۰۵ھ) کی شہادت لیجئے۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ بعض علم مذموم ہیں پھر فیصلہ کیجئے کہ انہیں حضور کی طرف نسبت کرنے میں حضور کی عزت ہے یا کہ کبرِ شان۔ حضرت امام غزالی لکھتے ہیں :-

واما المذموم منه فعلم السحر والطمسات وعلم الشعبذة والتلبیسة۔
ترجمہ: جو علم مذموم ہیں ان میں جادو و طلسم شعبہ بازی اور دھوکہ و فریب سب داخل ہیں۔

امام غزالی (۵۰۵ھ) کے بعد قاضی عیاض مالکی (۵۴۴ھ) کی شہادت قبلہ کیجئے :-
فاما ما تعلق منها باموال الدنيا فلا يشترط في حق الانبياء العصمة من عدم معرفة الانبياء ببعضها او اعتقادها على خلاف ما هي عليه ولا لاوصم عليهم فيه اذ هم متعلقة بالآخرة وابنائها و امر الشريعة وقوانينها واموال الدنيا تضادها بخلاف غيرهم من امر الدنيا۔
ترجمہ: وہ علوم جن کا صرف دنیا سے تعلق ہے تو ان میں نبیوں کے لیے معصوم ہونا

شرط نہیں کہ انبیاء ان میں سے بعض کو بالکل نہ جانتے ہوں یا بعض امور کو خلاف واقع اعتقاد کیے ہوئے ہوں اور اس سے ان پر کوئی الزام نہیں آتا ان کی ساری ہمت آخرت اور اس کے حالات سے متعلق ہوتی ہے اور وہ شریعت اور اس کے قوانین میں ہی منہمک رہتے ہیں اور دنیا کے امور اس کے برعکس ہیں بخلاف دوسرے لوگوں کے جو انہیں بہتر جانتے ہیں۔ اور آگے یہ بھی لکھا ہے۔

ولیس فی هذا كله نقصه ولا محطه وانما هي امور اعتيادية
يعرفها من جوبه وجعلها همه ومشغل نفسه بها والنبی مشغول القلب
بمعرفة الربوبية ملآن الجوانح بعلوم الشريعة۔

ترجمہ: اور ان تمام باتوں میں کوئی نقص اور گراؤٹ کی بات نہیں امور عادی ہیں جنہیں وہی جانتا ہے جس نے ان پر تجربہ کیا ہو اور اس پر توجہ لگائی ہو اور اپنے آپ کو اس میں مشغول کیا ہو اور نبی کا قلب تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مشغول ہوتا ہے اور اس کا سینہ علوم شریعت سے بھر پور ہوتا ہے۔

قاضی عیاض کے بعد اب امام نووی (۷۰۶ھ) کی رائے بھی ملاحظہ ہو۔

قالوا و رأیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امور المعاش وظنہ کعیرہ فلا یمنع وقوع مثل هذا ولا نقص فی ذلک وسببه تعلق بالآخرة ومعارفها۔
ترجمہ: علماء نے کہا ہے کہ آپ کی دنیوی امور کے بارے میں رائے اور گمان دوسری چیزوں کی طرح نہیں۔ ان میں ایسے حالات اور نتائج کا پیدا ہو جانا کوئی امر متوقع نہیں اور اس سے مقام نبوت پر کوئی حرف بھی نہیں آتا اور اس کا سبب آپ کا تعلق بالآخرہ اور دنیا کی حقیقتوں کو پہچانا ہے۔

آئیے اب آٹھویں صدی میں چلیں۔ علامہ ابن خلدون (۸۰۸ھ) رقمطراز ہیں :-
ان الانبياء وعليهم الصلوة والسلام ابعد الناس عن الصنائع وانهم
لا يتعرفون للاخبار عن الغيب الا ان يكون من الله فكيف يدعون
استنباطه بالصناعة ويشيرون بذلك لتابعيهم من الحق به

ترجمہ۔ انبیاء کرام اپنی فطرت میں دوسرے لوگوں کی نسبت صنعتوں سے بہت دور
رہتے ہیں۔ اخبار غیبیہ سے تعرض نہیں کرتے (ان میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے،
مگر یہ کہ کوئی جبرائیلؑ رب العزت کی طرف سے ہو پس کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان
صنعتوں سے استنباط کرنے لگیں اور اپنے حق ماننے والے ساتھیوں کو بھی
ان کی طرف متوجہ کر دیں۔

فجعلت الشريعة باب السحر والطسمات والشعوذة باباً واحداً لما
فيها من الضرر وخصته بالخطر والتحريم به

ترجمہ۔ پس شریعت نے جادو و طلسم اور شعبہ بازی کو ایک ہی باب ٹھہرایا ہے
کیونکہ اس میں نقصان ہے اور شریعت اسے ممنوع و خطرہ اور حرام ٹھہراتی ہے۔

آگے نویں صدی میں چلیں۔ حافظ ابن ہمام (۸۶۱ھ) کی کتاب مسائرہ اور اس کی شرح مملوہ
لابن ابی شریف المقدسی (۹۰۵ھ) میں ہے :-

فهم فيه كغيرهم من البشر في جواز السهو والغلط هذا الذي عليه أكثر
العلماء خلافاً للجماعة المتصوفة وطائفة من المتكلمين حيث منعوا
السهو والغبان والغلطات والفترات جملة في حق النبي صلى الله عليه
وسلم ويجوز كونهم أي الانبياء غير عاقلين بلغات كل من
بعث إليهم اللغة قومهم وجميع مصالح امور الدنيا ومفاسدها وجميع الحرف
والصنائع به

۱۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۵۰۳ ایضاً ص ۵۰۳ المسائرہ مع المسائرہ جلد ۲ ص ۱۸

ترجمہ انبیاء علیہم السلام جواز سہوا اور وقوع غلط (جو دنیوی چیزوں میں ہو) میں عام دوسرے انسانوں کی طرح ہیں۔ یہ اکثر علماء کا فیصلہ ہے لیکن کچھ متصرف قسم کے لوگ اور متشککین اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ وہ پیغمبر پر سہو و نسیان اور کسی بات میں بے توجہی اور سستی کو ممنوع قرار دیتے ہیں..... اور یہ جانتے ہیں کہ پیغمبر جن جن کی طرف مبعوث ہوئے ان میں اپنی قوم کے سوا دوسروں کی زبانیں نہ جانتے ہوں۔ اسی طرح ضروری نہیں کہ جملہ دنیوی امور کے مصالح اور مفاسد اور تمام پیشے اور فنون انہیں معلوم ہوں۔

مانظ ابن نجیم (۹۶۹ھ) کی شہادت

بعض علم ہیں جن کا سیکھنا فرض میں ہے اور بعض کا سیکھنا فرض کفایہ اور بعض کا سیکھنا مستحب ہے اور وہ بھی ہیں جن کا سیکھنا حرام ہے۔

وحراما ما هو علم الفلسفة والشعبۃ والتنجید والرمل وعلم الطبیین
والسحر۔^۱

اب دسویں صدی کے مجدد حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ)

بحرم فعل السحر بالاجماع واما تعلیمہ وتعلیمہ ففیہ ثلاثۃ اقوال

الاول المصحح الذی قطع بہ الجمهور انہما حرمان۔^۲

ترجمہ: جادو کا عمل بالاجماع حرام ہے اس کے سیکھنے اور سکھانے کے بارے

میں تین قول ہیں۔ ان میں پہلا قول اور صحیح بات جو جمهور کا صحیح فیصلہ ہے یہ

ہے کہ دونوں حرام ہیں۔

آپ ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:-

ای فلیس لی اطلاع علی المغیبات وانما ذلک قلته بحسب الظن الشہودی
اذ ذلک الی مسبب الاسباب وفي الحديث دلالة علی انه علیہ السلام
ماکان یلتفت الا الی الامور الاخریة۔^۱

ترجمہ مجھے تمام مغیبات پر اطلاع نہیں وہ بات میں نے صرف ظن شہودی سے
کہی مگر بات مسبب الاسباب تک پہنچتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری توجہ صرف امور اخروی کی طرف رکھتے تھے۔

گیارہویں صدی کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۴ھ) بھی لکھتے ہیں:-
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالغافلے نبود بامثال ایس امور دنیویہ و متعلق نبود
غرض دے بادل از بہت عدم تعلق سعادت دنیا و آخرت بادل و استہتمام
وے نبود مگر بہ بیان امور متعلق بدیں۔^۲

ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے دنیوی امور کی طرف توجہ نہ مٹی۔
اور آپ کی کوئی غرض ان سے متعلق نہ ہوتی تھی سعادت دنیا و آخرت کا اس
سے کوئی جوڑ نہیں اور آپ کی فکر صرف اپنی امور کو بتوانا ہوتا تھا جو کہ دین
سے متعلق ہوں۔

شمارع شفا حضرت علامہ شہاب الدین انخلاجی (۱۰۶۹ھ)

واذا امرتک بغی من رای ان یکن دایا فی امور الدنیا المعوفۃ فانما انما
بشر مثلكم قد اری دایا والامور بخلافہ فی امور الدنیا فلا یجب اتباعہ۔^۳

ترجمہ اور جب میں تمہیں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں اور وہ رائے خالص دنیوی امور
کے متعلق ہو تو انسان ہوں جیسے تم میں ایک بات اپنی رائے سے کہتا ہوں اور دنیوی
چہو سے بات اس کے خلاف ہو تو میری بات اس بات کی پیروی تمہارے ذمہ نہیں۔

بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ)

ومن سيرهم ان لا يستغلوا بما لا يتعلق به مذهب النفس وسياسة الامة
كبيان اسباب حوادث الجو من المطر والكوف والهالة و عجائب
النبات والحيوان ومقادير سير الشمس والقمر واسباب الحوادث
اليوميه وقصص الانبياء والملوك والبلدان ونحوها۔

ترجمہ۔ اور انبیاء کی سیرت یہ ہے کہ ان امور میں مشغول نہ ہوں جن کا تعلق تہذیب
اخلاق اور سیاست امت سے نہیں جیسے فضا کے حادثات کے اسباب کو
بیان کرنا جن کے تحت بارش سورج گرہن ہلہ اور نبات و حیوان کے عجیب طبعاً
اور سورج اور چاند کا چلنا اور دن رات کے حادثات کا واقع ہونا۔
اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ۔

واما علم النجوم فانه لا يفسر جملة۔

ترجمہ۔ رہا علم نجوم تو یہ وہ علم ہے جس کا نہ جاننا کوئی ضرر نہیں دیتا۔

علامہ اسماعیل حتی (۱۱۴۷ھ) کی شہادت

وما يتوقف هي عليه من احوال الاخرة التي من جملتها قيام الساعة والبعث
وعن ذلك من الامور الغيبية التي بياها من وظائف الرسالة واما ما لا
يتعلق بها على احد الوجود من الغيوب التي من جملتها وقت قيام الساعة
فلا يظهر عليه احد ابدا۔

ترجمہ۔ اور نبوت جن احوال آخرت کے بیان پر موقوف ہے ان میں سے ایک
قیامت کا واقع ہونا اور مرنے کے بعد اٹھنا بھی ہے اور ان جیسے اور امور غیبیہ
جن کا بیان وظائف رسالت میں سے ہے لیکن غیب کی جو چیز کسی طرح نبوت سے

مشق نہیں جن میں سے ایک وقت قیام قیامت ہے (کہ وہ گھڑی کب واقع ہوگی)
وہ اللہ تعالیٰ کسی پر اظہار نہیں فرماتا یعنی قیامت کس وقت واقع ہوگی اس کا کوئی
تعلق نبوت و رسالت سے نہیں۔

اب تیرہویں صدی میں چلئے۔ علامہ محمود آلوسی (۱۲۴۰ھ) لکھتے ہیں :-
وقد عُدَّ عدم علمه صلى الله عليه وسلم بامر الدنيا كما لا في منصبه
إلا الدنيا بأسرها لا شئ عند ربه

ترجمہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی باتوں کو پوری طرح نہ جانتا آپ کے
منصب کا کمال سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے رب کے ہاں یہ پوری دنیا لاشیء ہے۔

اس میں کمال کی کوئی جھلک ہے اگر یہ پہلو کسی بھی کمال کا حامل ہوتا تو نبوت کو ضرور اس پر مطلع کیا جاتا
پس نبی کو ان علوم سے کوئی دلچسپی نہیں تو ان کے آپ کو نہ جیسے جانے میں آپ کی کوئی تخفیف نہیں۔
اب چودہویں صدی میں چلئے۔ مولانا احمد رضا خاں علم سمیاء (علم فخر بنوری) کے بارے میں فرماتے ہیں :-
منہایت ناپاک علم ہے۔

جب یہ ناپاک علم ہے تو یہ حضرت خاتم النبیین کی شان کے کیسے لائق ہو سکتا ہے۔ اقوام رسالت
اسی میں ہے کہ آپ کو ان علوم سے بالارکھیں۔

اسلام کی یہ چودہ سو سال کی شہادت ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے کہ وہ علوم جو منصب
نبوت کے مبادی اور احکام سے تعلق نہ رکھتے ہوں ان کا پیغمبر کو علم نہ ہونا ان کے منصب نبوت میں کبھی
کوئی نقص اور عیب نہیں سمجھا گیا اور جو علوم اپنی ذات میں ناپاک ہوں پیغمبر کو ان کا علم دیا جانا ان کی
شان کے خلاف ہے کتنے علوم سفلی ہیں جو کالے علم کی فروغ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک پیغمبروں کو ان
سے محفوظ رکھا ہے۔ انبیاء کرام میں ان علوم زدلیہ کا اثبات ان کی شان میں نقص پیدا کرتا ہے سو ان کا
ان میں اثبات ہرگز نہ ہو کہ ان نفوس قدسیہ کی تعظیم نہیں ہے۔

وہ علوم جو آنحضرتؐ کو نہ دیئے گئے

قرآن کریم نے ان علوم کا ذکر کیا ہے جو آپؐ کو نہ دیئے گئے تھے۔ وہ علوم جو آپؐ کو نہ دیئے گئے دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو آنحضرتؐ کی شان کے لائق نہ تھے۔ دوسرے وہ جن کا تحمل آپؐ کے لیے گراں تھا اور وہ نبوت کے مبادی اور احکام میں سے بھی نہ تھے۔ پہلی قسم میں علم شعر آتا ہے اور پہلے پیغمبروں کی تفصیل وار کہانیاں بھی اس قبیل سے ہیں۔ اور دوسری قسم میں وقت قیامت کا علم ہے یہ اللہ رب العزت نے خاص اپنے پاس رکھا ہے یہ زمین و آسمان پر بھاری ہے۔

① آنحضرتؐ کو علم شعر نہیں دیا گیا

قرآن کریم میں ہے:-

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ.

(سُورَةُ الشُّعَرَاءِ آیت ۶۹)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپؐ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ یہ آپؐ کی شان کے لائق ہے وہ تو ایک نصیحت اور روشنی کا کتاب ہے

علم الہی میں ملے تھا کہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور پیرو مہتدون ہوں گے۔ غَاوُونَ نہ ہوں گے۔ آپؐ کو علم شعر اس لیے نہ دیا گیا کہ شعروشاعری کرنے والوں کو غَاوُونَ کے سوا کوئی پیرو نہیں ملے۔ کوئی خوش قسمت ہوں گے جو طوالت سے بچے ہوں گے جہنم کے صحابہؓ کو مہتدون رکھنا چاہتا تھا۔ شاعروں کو پیرو کیسے ملتے ہیں اس میں عام قاعدہ وہی ہے۔ قرآن کریم میں دیکھئے :-

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ. أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَجْهٍ يَمِيمُونَ. وَانَّهُمْ يَقُولُونَ

مَا لَا يَفْعَلُونَ. إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ. (سُورَةُ الشُّعَرَاءِ ۱۱)

ترجمہ۔ اور شاعروں کے پیچھے تو بیکے لوگ ہی لگتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر
وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جس پر خود عمل نہیں کرتے۔
حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شہادت :-

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضورؐ کے سامنے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں پیش کیا :-
اشهد انک رسول اللہ ما علمک الشعر وما یبغی لک ۔

ترجمہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس نے آپ کو علم شعر نہیں
دیا اور نہ یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔

آنحضرتؐ کو شعر سے اس قدر دوری تھی کہ اسے کبھی برداشت نہ کرتے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ
روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر پر جا رہے تھے عرج آیا تو
وہاں کوئی شاعر تھا اس نے شعر پڑھے۔ حضورؐ نے فرمایا پکڑو اس شیطان کو صحیح مسلم میں ہے :-

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا الشيطان لان يمتليء جوف
رجل تبعاً خيراً له من ان يمتليء شعراً ۔

ترجمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پکڑو اس شیطان کو کسی شخص کے پیٹ
میں قیج بھری رہے یہ بہتر ہے اس سے کہ اس میں شعر حملے ہوں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر یہ اہیت پڑھی :-
الشعراء يتبعهم الغادون ۔ شاعروں کی پیروی بیکے لوگ ہی کرتے ہیں ۔
حافظ ابن کثیر (۴، ۵، ۶) لکھتے ہیں :-

ولهذا ورد انه صلى الله عليه وسلم كان لا يحفظ بيتاً على وزن
منتظم بل ان اشده زحفة اوله يثمه ۔

لہ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۱۰۱ الدر المنثور جلد ۱ ص ۱۰۱ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۰۱ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۰۱
لہ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۸

ترجمہ حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شعر اس کے وزن منظم پر یاد نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اگر پڑھتے تو زحاف کرتے یا پورا نہ پڑھتے تھے۔
مولانا احمد رضا خاں کی شہادت :-

بلکہ شعر کوئی حضور کو عطا نہ ہوا اور اس پر بھی اللہ رب العزت نے دفع وہم فرمایا کہ یہ کوئی خوبی نہ تھی جو ہم نے ان کو نہ دی بلکہ

نظریہ ضرورت کے تحت شعر کہنے کی اجازت

نظریہ ضرورت کے تحت آپؐ نے حضرت حسانؓ کو شعر کہنے کا کہا: مگر آپؐ نے خود شعر نہ کہا نہ کبھی آپؐ کی زبان پر آیا۔ بطور رجز کوئی موزوں کلام آپؐ کی زبان پر جاری ہو گیا تو محققین اسے شعر نہیں کہتے۔

② آنحضرتؐ کو بعض داستانیں نہ بتلائی گئیں

عربوں کو پُرانے واقعات اور داستانیں یاد رکھنے اور سنالے کا بڑا ملکہ حاصل تھا۔ نسب نامے وہ بڑی ترتیب سے پڑھتے تھے۔ آنحضرتؐ داستان گوئی سے طبعاً دور تھے پچھلے انبیاء میں سے صرف کچھ ناموں کا آپؐ کو پتہ دیا گیا اور ان کے واقعات بھی صرف اسی قدر آپؐ کو بتائے گئے جو منصب نبوت کے مبادی اور لواحق سے کسی پہلو سے متعلق ہوں تفصیلاً ان کی کہانیاں پر آپؐ پر مکمل نہ کی گئیں۔ یہ داستان گوئی آپؐ کی رفعت شان کے خلاف تھی۔

ولقد ارسلنا رسلنا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم

نقصص عليك۔ (پک المومن آیت ۷۷، ع ۸)

ترجمہ اور بے شک ہم نے آپؐ سے پہلے کتنے رسول بھیجے ان میں ہیں وہ جن کا

حال ہم نے آپ سے ذکر کیا اور وہ بھی جن کا حال ہم نے آپ کو نہیں بتلایا۔
یہ ایت مکتی ہے۔ آپ جب مدینہ آئے تو پھر یہی بات کہی گئی۔
ورسلاً قد قصصناهم علیک من قبل ورسلاً لم نقصمہم علیک۔

(پہلے النساء آیت ۴۱۴ ع ۲۳)

ترجمہ۔ اور رسول جن کا ذکر ہم پہلے آپ سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں کو جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا۔

آپ کو اجازت یہ تو بتایا گیا کہ کل انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب ہوئے ہیں۔ لیکن
ضروری نہیں کہ ان سب کے نام آپ کو یاد ہوں۔ جن کے نام قرآن کریم میں آئے ہیں ان کے واقعات
بھی پوری تفصیل سے آپ پر نہیں کھولے گئے۔ ایسا کیوں؟ — یہ اس لیے ان داستانوں
اور قصوں کی تفصیل منصب نبوت کے نہ مبادی میں سے ہے نہ لواحق میں سے — اور انبیاء کلام
کو وہی علوم دیئے جاتے ہیں جو منصب نبوت کے لائق ہوں۔ دوسرے دینی علوم میں تو پیغمبری
عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ان باتوں کو کوئی غیر پیغمبر کسی پیغمبر سے زیادہ مان لے
تبع اور ذوالقرنین کے نام قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ بنی اور رسول
تھے یا کچھ اور تھے — ایسا کیوں؟ یہ اس لیے کہ واقعہ ماضیہ کو اس تفصیل سے جاننا منصب نبوت
سے متعلق نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں اس حضرت نے فرمایا۔

ما ادری تبع نبیاً کان ام لا وما ادری ذوالقرنین (انبیاء کان ام لا)۔

ترجمہ میں نہیں جانتا کہ تبع بنی تھے یا نہیں اور میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین
بنی تھے یا نہیں۔

عقائد کی درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے۔

ظاہر الکتاب وہو ان بعض الانبیاء لم یدکر للنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ قرآن کریم میں نمایاں طور پر ہے کہ بعض انبیاء کرام کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا گیا۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (۱۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:-

یعنی حضورؐ کے پیغمبروں کا احوال کہا اور بعضوں کا نام ہی کہا اور قصہ نہ کہا اور بعضوں کا احوال اور نام کچھ ذکر نہیں کیا گیا۔
علامہ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:-

ومنہم من لم تہرب عن قصصہم واخبارہم۔

ترجمہ اور ان انبیاء میں ایسے بھی ہیں جن کے واقعات اور حالات ہم نے تم کو نہیں بتائے علم حلیب تو ایک طرف رہا یہاں بعض اخبار غیبیہ کی بھی نفی کی ہے کہ وہ خبریں آپ کو نہیں پہنچیں۔

③ امور لا اعلیٰ اور علم قضا و قدر

ماکان لی من علو بالملأ الا علی اذ یختصمون۔ (پہلے ص آیت ۶۹ ع ۵)

ترجمہ آپ کہہ دیں مجھے اوپر کی مجلس کی کوئی خبر نہیں جب وہ آپس میں ٹکڑا کر رہے ہیں مجھ کو تو یہی حکم دیا گیا ہے اور کچھ نہیں کہ میں تو ڈرے والا ہوں۔

لا اعلیٰ (اوپر کی مجلس) لانکہ مقررین وغیرہم کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدبیر الہیہ اور تصرفات کو نینظہور پذیر ہوتی ہیں یعنی لا اعلیٰ میں نظام عالم کے قواعد بقا کے متعلق جو تدبیریں اور بحثیں اور قیل وقال ہوتی ہے مجھے اس کی کیا خبر مگر جو تم سے بیان کرتا اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرما دیا وہ بیان کر دیئے جو کچھ کہتا ہوں اسی کی وحی و اعلام سے کہتا ہوں مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آئینے خوفناک

مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور
قیامت کب قائم ہوگی نہ انداز کے لیے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع
کسی کو دی گئی بلے

علم روح اور عالم امر

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم۔

(پ کا الدخان آیت ۳)

ترجمہ بے شک ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں اتارا ہے جس میں حکم فیصلے
بانٹ دیئے جاتے ہیں۔

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتہم من العلم الا
قلیلاً۔ (پ کا بنی اسرائیل آیت ص ۱۰)

ترجمہ آپ سے پوچھتے ہیں روح کے بارے میں۔ آپ ان سے کہہ دیں روح عالم
امر کی چیز ہے اور تم بہت کم علم دیئے گئے ہو۔

یَنزِلُ الْمَلَائِکَۃُ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ (پ کا النحل ع ۱)

ترجمہ۔ وہ فرشتوں کو روح کے ساتھ اپنے امر سے اتارتا ہے ان بندوں پر جن
پر وہ چاہے۔

اَلَا لَہٗ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ فَتَبَادُلُ اِنَّہٗ اَحْسَنُ الْخَالِقِینَ۔ (پ کا الاعراف ع ۷)

ترجمہ۔ جان لو! خلق اور امر دونوں خدا کے حکم میں ہیں برکت والا ہے وہ جو بہترین خلقت دینے والا ہے
تفصلاً و قدر کے محکمانہ اور اٹل فیصلے اس مبارک رات میں فرشتوں کے حوالے کر
دیئے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکنیکیات میں کام کرنے والے ہیں۔ انہیں صرف

ایک سال کے احکام ملتے ہیں۔ اس سے پہلے انہیں کوئی علم نہیں ہوتا کہ آئندہ سال کے لیے تقصاد قدر کیا ہے — روح کیا ہے جو ہر ہے یا عرض۔ مادی ہے یا مجرد۔ بسیط ہے یا مرکب۔ اس قسم کے فاضل اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں۔ انبیاء کے فرائض تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔ بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر آج تک خود مادہ کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے۔ روح مادہ سے کہیں زیادہ لطیف و نفی ہے اس کی اصل باہمیت اور کنہ تک پہنچنے کی پھر کیا امید کی جاسکتی ہے (قالہ العلامة العثماني) یہ چیزیں اپنی جگہ حقائق ہیں لیکن یہ منصب نبوت کے ذمہ داری سے متعلق ہیں نہ لواحق سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی حکمت کے پردے ڈال رکھے ہیں۔ اگر کسی کے لیے کوئی پردے اٹھے بھی تو یہ ایک جھلک اور بجلی کی جھلک ہے جسے کسی درجے میں علم قطعی نہیں کہا جاسکتا۔

اسلام کے ائمہ کبار نے ان تمام حقائق و غوامض کو اللہ رب العزت کے اسرار کہا ہے جن پر وہ کسی فرشتے اور پیغمبر کو مطلع نہیں کرتا رہا۔ کبھی کبھار کسی کے لیے ان سے کوئی پردہ اٹھتا تو اس سے علم و ادراک کی کوئی راہ نہیں نکلتی۔

امام طحاوی (۲۲۱ھ)

واصل القدر سر الله في خلقه لم يطلع على ذلك ملك مقرب ولا نبي مرسل.

ترجمہ: تقصاد قدر مخلوق کے بارے میں وہ راز الہی ہے جس پر اس نے کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی۔

امام نووی (۶۷۲ھ)

وقد طوع الله تعالى علم القدر عن العالم فلم يعلمه نبي مرسل

ولا ملك مقرب.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے قضا و قدر کے فیصلے پوری دنیا سے مخفی رکھے ہیں کسی نبی مرسل اور کسی مقرب فرشتے نے انہیں نہیں جانا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۸۵۲ھ) حضرت جنید بغدادی (۲۹۸۶ھ) سے نقل کرتے ہیں۔
الروح استأثر الله بعلمه فلم يطلع عليه أحد من خلقه۔

ترجمہ۔ علم روح اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ہی رکھا ہے اس پر اس نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا۔

شیخ قاسم بن قطلوبغا (۷۸۷۸ھ) حضرت عبداللہ بن بریدہ (۲۰۵ھ) سے نقل کرتے ہیں۔
ان الله لم يطلع على الروح ملكاً مقرباً ولا نبياً مرسلًا۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت کسی پر مطلع نہیں کی نہ کسی فرشتے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

ضابطہ یہی ہے کہ قضا و قدر اور روح و امر کے جملہ مظاہر بڑے بڑے فرشتے اور نبی مرسل سے پردہ میں ہیں لیکن ان میں سے کبھی پردہ اٹھتا بھی ہے اور وہ بجلی کی سی ایک چمک ہے جس میں دیکھا تو جاسکتا ہے لیکن اس میں مریات کا اعلا نہیں ہو سکتا۔ اس سے جو کچھ معلوم ہوگا وہ ظنی درجے میں ہوگا۔ اور یہ چمک اور جھلک کرامات میں سے ہوتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں۔

قد ينكشف على بعض الاولياء في بعض الاحيان اللوح المحفوظ فينظرون فيه القضاء المبهم والمعلق وقد يكون بمطالعة عالم المثال في المنام او المعاملة۔

ترجمہ۔ بعض اوقات بعض اولیاء اللہ پر لوح محفوظ کھل جاتی ہے اور وہ اس میں قضا و قدر مبہم پر یا معلق اسے دیکھ پاتے ہیں۔ اور کبھی خواب میں عالم مثال کے

مطالعہ سے انہیں اس پر اطلاع مل جاتی ہے اور بات کھل جاتی ہے۔
 ان صورتوں میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ ظنی درجے میں ہوتا ہے اور ان معلومات اور چمک
 و جھمک میں کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جس کا تعلق نبوت کی ذمہ داریوں سے ہو اس لیے یہ پردے زیادہ
 اولیاء کے لیے اٹھتے ہیں اور ان کا حاصل علم ظنی سے آگے نہیں بڑھتا۔ ان تک رسائی نوری علم سے
 بھی ہوتی ہے اور کالے علم سے بھی — یہ صرف علم نبوت کی شان ہے کہ وہ قطعی بھی ہوتا ہے اور
 اس سے کئی شاخیں آگے بھڑکتی ہیں۔ اولیاء کے لیے یہ پردے مشقت اور جہد سے اٹھتے ہیں۔

اما بالجوہ والریاضۃ ومخالفة النفس فحیث تذتکشف المحجب عن بعض
 المغیبات فی بعض الاحیان او عن الصور المثالیة فی ذلک حیث انما فی
 من العلم بالشہادۃ ولیس من الغیب فی شئ ۱۰

ترجمہ۔ بھوک ریاضت اور مخالفت نفس سے ان پر بعض اوقات بعض غیبی امور کے
 پردے اٹھ جاتے ہیں یا مثالی صورتیں ان کے سامنے کھلتی ہیں سو اس صورت
 میں وہ انہیں کھلا دیکھتے ہیں اور کسی چیز کو سامنے سے دیکھتا ہے اور اس میں
 غیب کی بات نہیں پائی جاتی۔

کالے علم سے یہ پردے کیسے اٹھتے ہیں؟ اس کے لیے مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدون
 المغربی (۸۰۸ھ) کی شہادت لیں۔

ونفوس الکھنۃ لہا خاصیۃ الاطلاع علی المغیبات بقوی شیطانیۃ ۱۱
 ترجمہ۔ اور کابین لوگوں کو ان شیطانی قوتوں سے بعض غیبی امور پر اطلاع ہو جاتی ہے
 علامہ قاریؒ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل پر اس کی جھمک اُتارے
 تو یہ غیب اضافی ہو جاتا ہے۔ اس وقت اسے اطلاع علی الغیبات تو کہہ سکتے ہیں علم غیب نہیں۔

خرج بذلك عن الغيب المطلق وصار غيباً اضافياً وذلك اذا تنورت
الروح القدسية وازداد نورانيتها واشراقها.... ويطلع على المغيبات^{لہ}
ترجمہ: یہ صورت اب غیب مطلق سے نکل گئی اب یہ غیب اضافی ہے جب
روح قدسیہ چمک اُٹھے اور اس کی نورانیت اور اشراق بڑھے تو اس حال
میں وہ بعض امور غیبیہ پر اطلاع پالیتے ہیں۔

ریاضت اور عبادت میں فرق

آفاقی غیوب پر اطلاع پانے کے لیے لوح قلب کا تقفیہ اور دل کا طبیعت کے زنگ سے
تخلیہ کیا جاتا ہے یہ حالات یکسوئی اختیار کرنے اور ریاضت سے میسر آتے ہیں۔ انبیاء کرام ان اغراض
سے بہت بالا ہوتے ہیں۔ ان کے علوم منصب نبوت کے مبادی اور لواحق سے آگے چلتے ہیں عبادت
میں اللہ کی رضا اور اس کے قرب کے سوا ان کی کوئی اور منزل نہیں ہوتی۔ ریاضت کچھ ان اغراض
کے لیے بھی ہوتی ہے۔ جن کے لیے مسلمان درویش اور ہندو جوگی یکساں یکسوئی اختیار کرتے ہیں۔
چلنے کاٹتے ہیں اور مخالفت نفس کی آزمائش سے گزرتے ہیں — انبیاء کرام کی طرف ان اغراض کا
وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ نہ نبوت کے سلسلے میں یہ کھیل کھیے جاسکتے ہیں بلکہ محمودؑ کو سچ لکھتے ہیں :-

وكنذا يقال في علم بعض المرتاضين من المسلمين والكفرة الجوكية
فان كل ما يحصل لهم من ذلك فاما هو بطريق الفيض ومراتبه واحواله
لا تخصي والتامل له قد يكون فطرياً وقد يكون كسبياً وطرق اكتسابه
متشعبة لا تكاد تستقصى^{لہ}۔

ترجمہ: اور ایسا ہی بعض ریاضت (مشق) کرنے والے مسلمانوں اور ہندو جوگیوں
کا معاملہ ہے انہیں غیبی امور پر جو اطلاع ملتی ہے وہ توجہ باندھنے کے طریق

سے ہوتا ہے اور اس کے احوال اور مراتب بے شمار ہیں۔ اس کے لیے اہلیت کبھی فطری (پیدائشی) ہوتی ہے اور کتاب کے آگے کسی شاغف میں قریب ہے کہ وہ شمار نہ کی جاسکیں۔

یہ صحیح ہے کہ اس غیب اضافی پر اطلاع پانے کے لیے ریاضت اور عتقوں کی ایک راہ ہے لیکن یہ بات کسی وقت بھی نہ بدلنی چاہیئے کہ وحی کے بغیر جو غیب کے پردے ہیں۔ ان سے کوئی قطعی بات حاصل نہیں ہوتی۔ نہ اس میں تقرب الہی کا کوئی دخل ہوتا ہے۔ یہ ایک مشق اور ریاضت ہے جو بھی کسے خدا تعالیٰ نے اس کے دروازے ہر کسی پر بند نہیں کیئے۔ وہ چلے نشین درویش ہو یا ہندو ہوگی یا راسب پادری یا کوئی شیعہ باز متصرف۔ جسے لوگ صوفی کے نام سے جانتے ہوں۔ وحی کے بغیر جو غیب کی باتیں کسی پر کھلیں ان سے کوئی نظام مرتب نہیں ہوتا۔ نہ ان میں سے کسی کو کمال کی راہ ملتی ہے۔ یہ علم ظنی خدا کے حضور کوئی درجہ نہیں رکھتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جن علوم سے حضرت خاتم النبیین کو نوازا۔ انہیں اپنا فضل فرمایا اور اس کی شان بہت اونچی ہے۔ یہاں ما کے عموم میں طلسمات سحر اور شعبہ بازی کو داخل کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (پہ انسا رایت ۱۱۳)

ترجمہ اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو آپ پہلے نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت عظیم رہا۔

سو انبیاء کرام کبھی قضا و قدر کی تختیاں نہیں پڑھتے نہ روح و امر کے جلو میں اُلجھتے ہیں۔ روح کی بات وہ یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ الروح من امر دینی اور عالم امر کا اتنا پتہ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ الا للہ الخلق والاعمال۔

قضا و قدر پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان سے لایسدا القضاء الا الذعاکا سبق بھی ملتا ہے۔ اطلاع علی الغیب اور اضافی غیب جاننے کو وہ علم غیب نہیں سمجھتے ان کا برد فوری ہی اعلان ہوتا ہے کہ علم غیب صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے۔

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون

ایمان یبعثون۔ (پٹ اہنل ۶۵)

اللہ رب العزت نے چلہ نشین جو گیوں اور راسب پادریوں کے ان روجی کھیلوں اور ریاضت کے مختلف جلوں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے بالا اور پاک رکھا کہ یہ علوم حضرت کی شان کے ہرگز لائق نہ تھے۔ قضا و قدر کے بارے میں عقیدہ اسلام وہی ہے جو ہم حضرت امام محمدؐ کی حوالے پہلے لکھ آئے ہیں۔

مسئلہ علم غیب

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ امام عبد

علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کو بھی غیب پر قبضہ نہیں دیا نہ غیب کی چابیاں کسی کے ہاتھ دیں کہ جب چاہے غیب کی بات معلوم کر لیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی عنوانوں سے انبیاء و مرسلین سے علم غیب کی نفی کی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات گرامی سے بارہ علم غیب کی نفی فرمائی۔ صحابہ کرام اور اہل بیت المؤمنین کا بھی آپ کے بارے میں یہی یہ تھا کہ آپ بطور کلیہ علم غیب نہیں رکھتے۔ نہ بذات خود آپ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں کہ کوئی چیز آپ سے غائب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لاکھوں کروڑوں غیبی خبریں دیں مگر کسی نے ان سے آپ کے علم غیب کا عقیدہ قائم نہ کیا۔ سب اہل اسلام اسی عقیدہ پر رہے کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ ان میں سے کچھ علم پیغمبروں کو عطا ہوا تو وہ اخبار غیبیہ ہیں نہ کہ علم غیب۔ فافهم ولا تکن من القاصرین۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ

مسئلہ علم غیب قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم میں آپ اور مجیدہ مخلوقات سے علم غیب کی نفی کئی عنوانوں سے کی گئی ہے ہم مسئلہ پر بحث مختلف عنوانوں سے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

① اختصا ص علم تاریخ بذات باری تعالیٰ

الم یاتکم نبوا الذین من قبلکم قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدہم

لا یعلمہم الا اللہ۔ (پہلا ابراہیم آیت ۶۷)

ترجمہ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر ان لوگوں کی جو پہلے ہوئے تم سے قوم نوح کی عادی اور ثمود کی۔ اور جو لوگ ان کے بعد گئے کسی کو ان کی خبر نہیں مگر ایک اللہ کو۔ صدیوں پہلی تاریخ کا ذرہ ذرہ کس کے آگے روشن ہے اور کائنات کا علم محیط کس کے پاس ہے۔ ایک اللہ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔

وما كنت بجانب الغربي اذ قضينا الى موسى الامر وما كنت من
الشاهدين ولكننا انشأنا قرونًا فتناول عليهم العمر وما كنت
ثاويًا في اهل مدين تتلوا عليهم اياتنا ولكننا كنا مرسلين وما كنت
بجانب الطور اذ نادينا۔ (پہلے القصص آیت ۴۵ ع ۵)

ترجمہ۔ اور تو نہ تھا غرب کی جانب جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا اور تو نہ تھا دیکھنے والوں میں۔ لیکن ہم نے پیدا کیں کئی جماعتیں پھر ان پر طویل مدت گزری اور تو نہ رہتا تھا اہل مدين میں کہ سناتان کو ہماری آیتیں لیکن ہم رسول بھیجتے رہے ہیں اور تو نہ تھا طور کے کنارے جب ہم نے آواز دی لیکن یہ انعام ہے تیرے رب کا۔

یعنی قرآن قرون متداولہ میں ان معاملات پر نہ تھا اور آپ تک ان کی خبر نہ پہنچی تھی۔ وما اعلم جنود ربك الا هو وما هي الا ذكوى للبشر۔ (پہلے المدثر ع ۱)
ترجمہ۔ اور نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر و ماہی الا ذکوی للبشر۔ (پہلے المدثر ع ۱)
سمجھاتا ہے بنی نوع انسان کو۔

اس سے معلوم ہوا اللہ کے بے شمار شکر وں کی تعداد صرف اسی کو معلوم ہے تاریخ کے یہ دبیز پردے کسی مخلوق کے لیے اٹھے ہوئے نہیں اور کوئی شخص دنیا کے کسی حصے کا علم محیط تفصیلی نہیں رکھتا۔

② کن کٹھن منزلوں سے گزرنا ہو گا یہ اسی کے علم میں ہے

قل ما كنت بدعا من الرسل وما ادرى ما يفعل بي ولا بكم ان اتبع
الاما يوحى الحى وما انا الا نذير مبين. (پاۓ الاحقاف آیت ۹)
ترجمہ آپ کہہ دیں میں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور مجھے معلوم نہیں کیا ہوتا ہے
میرے ساتھ اور کیا گزرنا ہے تمہارے ساتھ میں تو وہی کچھ کرتا ہوں جو
مجھے حکم آتا ہے اور میرا کام یہی ہے ڈرنا نہ کھول کر۔

یعنی مجھ پر اس دنیا میں لوگوں کے ہاتھوں کیا گزرے گی اور تم پر کیا حالات پیش آئیں گے
یہ میں نہیں جانتا ان حالات زمانہ کو پہلے سے جانتا یہ میرا کام نہیں ہے اور نہ رسول اس قسم کے کاموں
کے لیے آتے ہیں۔ یہ باتیں جو واقع ہوئی ہیں واقع ہو کر رہیں گی۔

③ آنحضرتؐ کو تسلی دینا اور انجام کار کامیابی کی بشارت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو انجام کار بہتر ہونے کی خوشخبری دی اور تسلی دی کہ انجام کار آپ
اپنے مشن میں کامیاب ہوں گے اور آپ کے دشمن آپ کے رحم و کرم پر رہ جائیں گے۔ اللہ رب العزت
نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آکر رہیں گے۔ یہ اس قسم کی تسلی اس لیے دی جا
رہی ہے کہ آپ علم غیب نہ رکھتے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ مستقبل کیا ہونے والا ہے
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔

فستبصرون وبصرون بآيهم المفتون. (پاۓ القلم آیت ۶)
ترجمہ ہوئے قریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ تھا۔
ما ودع ربك وما قلى ولا اخذ خيرا لك من الاولى ولسوف يعطيك
ربك فترضى. (پاۓ الضحیٰ آیت ۳)

ترجمہ: تجھے تمہارے رب نے چھوڑا نہیں اور نہ تجھ سے ناراض ہوا اور بے شک تمہارے لیے پچھلی زندگی پہلی زندگی سے بہتر ہوگی اور اللہ تعالیٰ وہ کچھ دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

یہ انداز بیان بتا رہا ہے کہ آپ کو آئندہ حالات پر اطلاع نہ ملے گی۔ یہ اعلام الہی ہے کہ آپ پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ حالات بہتر فرمادیں گے علم غیب رکھنے والے کو اس طرح تسلی نہیں دی جاتی نہ اگلے حالات اسے اس طرح بتا کے جاتے ہیں۔

④ ہدایت کس کے نصیب میں اسے وہی جانتا ہے

آنحضرتؐ آخری وقت تک کو شاں رہے کہ ابوطالب ایمان لے آئیں یہ بات صرف علم الہی میں ملتی کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب نہ رکھنے کے باعث ان کے ایمان میں کو شاں رہے۔ سو یہ صرف اللہ کے علم میں ہے کہ ہدایت کس کے نصیب میں ہے۔ یہ آپ سے علم غیب کی کھلی نفی ہے۔

انک لا تمہدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء۔ (آپ انقص آیت ۵۶)

ترجمہ: بے شک یہ نہیں کہ تم اپنی طرف سے جسے چاہو ہدایت دے دو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

آپ غیب جانتے ہوتے تو کبھی ابوطالب کے مسلمان ہونے کی تمنا آپ کے دل میں پیدا نہ ہوتی۔

⑤ مخفیاتِ صدور کو صرف وہی جانتا ہے

مخفیاتِ صدور و مخبلہ مغیبات ہیں جو دوسروں سے مخفی اور اپنوں سے مخفی ہوتی ہیں۔ سینوں کھلی اور چھپی باتیں اور زمین و آسمان کے کھلے اور دھبے امور سب اسی کے علم میں ہیں کوئی دوسرا

انہیں جان نہیں پاتا۔ قرآن کریم میں ہے:-

① **وَانْ رَبُّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ. وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ**
لَهُ الْمَحْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ. (پہا القصص آیت ۲۹)

ترجمہ۔ اور تیرا پروردگار جانتا ہے جو چھپاتے ہیں سینے ان کے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ جاننے والا ہے اور وہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں دنیا اور آخرت میں بس حمد اسی کی ہے۔

② **وَانْ رَبُّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَيُخْفُونَ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ**
وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ. (پہا النمل آیت ۷۵)

ترجمہ۔ اور بیشک تیرا پروردگار جانتا ہے جو چھپاتے ہیں سینے اُن کے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اور نہیں کوئی چیز پوشیدہ آسمانوں میں اور زمین میں مگر وہ کتابِ مبین میں موجود ہے۔

⑥ مخفیات ارض و سما کو صرف وہی جانتا ہے

① **إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمُ بِذَاتِ الصُّدُورِ.**

(پہا الفاطر آیت ۲۸)

ترجمہ بتحقیق اللہ ہے جاننے والا آسمانوں اور زمین کے غیب کا بے شک وہی ہے جاننے والا سینوں کی باتوں کا۔

② **لَيَعْلَمُ مَا يُلْقِي فِي الْأَرْضِ وَمَا يُخْرِجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرَجُ**
فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ. (پہا الباق آیت ۲)

ترجمہ۔ وہ جانتا ہے جو کچھ داخل ہوتا ہے زمین میں اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں اُڑتا ہے اور وہی ہے ہر جان بخش کرنے والا۔

③ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ
 اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(پ: الحجرات آیت ۱۸)

ترجمہ: اور اللہ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۱۶) بے شک اللہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے غیب کو اور وہ تمہارے سب عملوں کو دیکھنے والا ہے۔

زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اس کا علم محیط تفسیلی صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے۔ ان آیات کا موضوع اللہ رب العزت کا تعارف ہے۔ یہ آیات اللہ رب العزت کا پتہ دے رہی ہیں اور اس کی شان بیان کر رہی ہیں۔ اگر یہ صفات رشتہ من کسی اور میں بھی ہوں تو مضمون اپنے موضوع پر نہیں رہتا۔

④ آسمانوں اور زمین کے غیب صرف اسی کے آگے کھلے ہیں

① لَهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ابْصِرْ لَهُ وَاسْمِعْ۔ (پ: الکہف آیت ۲۶)

ترجمہ: واسطے اسی کے ہے علم غیب آسمان کا اور زمین کا۔ کیا خوب دیکھنے والا ہے اے اور کیا خوب سننے والا ہے اے۔ (ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی)

② وَاللّٰهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هٰى

اقْرَب۔ (پ: النحل آیت ۷۷، ع ۱۱)

ترجمہ: اور واسطے اللہ کے ہے علم غیب آسمانوں کا اور زمین کا اور نہیں حال قیامت کا مگر مانند بھینکے ہلک کے یا وہ اس سے زیادہ قریب ہے۔

③ وَاللّٰهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْیٰہِیْنَ جَمْعُ الْاَمْرِ كُلِّهِ فَاَعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ

عَلَيْهِ وَمَا دُلَّکُمْ بِفَاٰخِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (پ: ہود آیت ۱۲۳)

ترجمہ، اور واسطے اللہ کے ہیں پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور علم ان کا اسی کی طرف پھیرا جاتا ہے کام سارا پس عبادت کر اسی کی اور توکل کر اسی پر اور نہیں پروردگار تیرے خبر اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔

ان تینوں آیات میں طرف مقدم ہے جو صحر کا فائدہ دیتا ہے یعنی آسمانوں اور زمین کا علم غیب بس اسی کے واسطے ہے اور کسی کے لیے یہ ثابت نہیں اور جو وہ کسی کو کسی غیب کی خبر دے تو یہ خبر غیب ہے علم غیب نہیں علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے اور یہ صرف اسی کی شان ہے۔

⑧ علم غیب کا اطلاق صرف اللہ رب العزت کے لیے

علم غیب قلیل ہو یا کثیر اس کے جاننے والے کو عالم الغیب کہنے سے زبان مانع نہیں طب کا علم کسی کے پاس قلیل ہو کثیر اسے عالم طب کہہ سکتے ہیں تو جس کے پاس کچھ بھی علم غیب ہو اسے عالم الغیب کہنے سے نفی ہرگز مانع نہیں آتی — اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی بھی غیب کی خبریں رکھنے والے کو وہ قلیل ہوں یا کثیر کہیں عالم الغیب نہیں کہا گیا؟ — یہ اس لیے کہ انجاء غیبیہ کا جاننا اور بات ہے اور علم غیب اور بات ہے مخلوقات کے لیے خبر غیب کی راہ تو کھلی ہے لیکن علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ اس لیے عالم الغیب کا اطلاق قرآن کریم میں صرف اللہ رب العزت کے لیے ہے اس کے سوا کسی اور کے لیے نہیں، وہی ایک ہے جو ہر اس بات کو جو انسانوں سے غائب ہو یا انسانوں کے سامنے کھلی ہو بطور کلیہ کے جاتا ہے اور غیب کے مبادی اس سے غائب نہیں۔

جب عالم الغیب صرف وہی ہے تو علم غیب بھی صرف وہی رکھتا ہے اگر آنحضرت کے لیے یا کسی اور بزرگ اور ولی کے لیے علم غیب کا دعویٰ کیا جاتے تو اس پر عالم الغیب کے اطلاق کو کسی طرح نہ رد کا جاسکے گا۔ حالانکہ قرآن کریم میں یہ اطلاق صرف اللہ رب العزت کے لیے ہوا ہے۔

عالم الغیب لا یعزب عنه مثقال ذرۃ فی السموات والارض ولا اصغر من

ذلك ولا اكبر الا فی ككب مبین. (پہلے السبا آیت ۳)

ترجمہ۔ عالم الغیب ہے نہیں پرشیدہ اس سے برابر ایک مثقال کے کوئی ایک چیز
بیچ آسمان کے اور نہ بیچ زمین کے۔ اور نہ چھڑا اس سے اور نہ بڑا مگر وہ ہے
کتاب مبین میں۔

عالم الغیب والشہادۃ. (پہلے الانعام آیت ۴۲)

تردون الی عالم الغیب والشہادۃ. (پہلے التوبہ آیت ۱۰۴، ۱۰۵)

عالم الغیب والشہادۃ الکبر المتعال. (پہلے الرعد آیت ۹)

عالم الغیب والشہادۃ فتعالی عما یشرکون. (پہلے المؤمن آیت ۹۲)

عالم الغیب والشہادۃ العزیز الرحیم. (پہلے الحجۃ آیت ۶)

ان اللہ عالم غیب السموات والارض نہ علیم بذات الصدور (پہلے فاطر آیت ۳۸)

قل اللہم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ. (پہلے الزمر آیت ۴۶)

هو الذی لا الہ الا هو عالم الغیب والشہادۃ هو الرحمن الرحیم. (پہلے انشراح آیت ۲۲)

ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ. (پہلے الحجۃ آیت ۸)

عالم الغیب فلا ینظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول فانہ

یسئلک من بین یدیه ومن خلفہ رعد الیعلم ان قد ابلاغوا رسالات

ربہم واحاط بما لدہم وما احصی کل شیء معددا. (پہلے النجم آیت ۲۶)

عالم الغیب والشہادۃ. (پہلے التغابن آیت ۱۸)

عالم الغیب کے ان اطلاقات کے مقابل ہیں ایک مقام بھی ایسا نہیں ملتا جہاں کسی پیغمبر اور
ملی کے لیے عالم الغیب کا نظارہ استعمال ہوا ہے۔ علم غیب کی اگر کوئی قسم عطائی ہوتی تو اس قسم کے
اعتبار سے کہیں تو یہیں مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق ملتا۔ اُمید ہے قرآن پاک کی ان شہادتوں کے بعد

اس سلسلہ میں کوئی تردد نہیں رہتا۔ حق یہ ہے کہ علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں ہے۔
 بریلویوں نے عطائی علم غیب کی تاویل گھڑ کر اپنے عوام کو بڑا سخت مغالطہ دے رکھا ہے
 اگر عوام جان لیں کہ علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں تو بریلویت ایک لمحہ کے لیے باقی نہ رہ سکے گی۔
 اور یہ ریت پر بنا عمل و طرام سے زمین پر آ رہے گا۔

اہل السنۃ والجماعہ جب بھی قرآن کریم کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں کہ علم غیب صرف اللہ
 رب العزت کی صفت ہے تو بریلوی جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اس سے مراد ذاتی طور پر غیب جانا ہے
 اور وہ نہیں جانتے کہ علم غیب ہوتا ہی ذاتی ہے۔ اس کی کوئی قسم عطائی نہیں۔ ذاتی علم چونکہ صرف
 اللہ تعالیٰ کا ہے اس لیے علم غیب بھی صرف اسی کی صفت ہے۔

⑨ حضورؐ کو اپنے علم غیب کی نفی کرنے کا حکم

① قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول انی

ملک دان اتبع الا ما یوحی الیّ۔ (پہلا الانعام آیت ۵۰ ص ۵)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں نہیں کہتا میں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ
 میں علم غیب رکھتا ہوں اور نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو وہی کچھ
 کہہ رہا ہوں جو مجھے حکم دیا جا رہا ہے۔

② ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول انی ملک

ولا اقول للذین تنزحدی اعینکم لن یؤتیہم اللہ خیراً۔ اللہ اعلمہ

بما انفسہم۔ (پہلا ہرود آیت ۳۱)

ترجمہ۔ اور نہیں کہتا ہوں میں تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہیں
 جانتا میں غیب کو اور نہ کہتا ہوں میں فرشتہ ہوں اور نہ میں انہیں جنہیں تمہاری آنکھیں
 حیرت سمجھتی ہیں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کوئی بھلائی نہ دے گا اور خوب جانتا ہے

جو کچھ ان کے جی میں ہے۔

اب کیا یہاں یہ معنی کیئے جائیں گے کہ میں ذاتی طور پر اللہ کے خزانوں کا مالک نہیں، میں ذاتی طور پر علم غیب نہیں رکھتا، اور میں ذاتی طور پر فرشتہ نہیں ہوں؟ العباد باللہ اللہ تعالیٰ نے جس پیرایہ میں آپ سے علم غیب کی نفی کرائی ہے اسی پیرائے میں آپ سے فرشتہ ہونے کا انکار کر دیا ہے۔ سو جس طرح آپ نہ ذاتی طور پر فرشتہ ہیں نہ خدا کے بنانے سے اسی طرح نہ آپ خود غیب جانتے ہیں نہ اللہ کے بنانے سے۔ عطاء الہی سے بھی آپ کو غیب دانئی کی چابیاں نہیں دی گئیں کہ جب چاہیں چابی لگالیں اور غیب کی بات معلوم کر لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں کا علم دے وہ سب جزئیات ہوں گی۔ علم غیب ایک کلیہ ہے جس سے غیب کی بات خود معلوم ہوتی ہے مخلوقات میں بطور کلیہ غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ نہ اللہ تعالیٰ نے بطور کلیہ کسی کو غیب دانئی دی ہے۔ آپ نے جس طرح اپنے فرشتہ ہونے کی نفی کی ہے اسی پیرائے میں اپنے سے علم غیب کی نفی کی ہے۔

⑩ زمین و آسمان کی کل مخلوق سے علم غیب کی نفی کا اعلان

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون

ایمان یبعثون۔ (رپ النمل آیت ۵۶)

ترجمہ۔ کہہ نہیں جانتا کوئی بیچ آسمانوں کے اور زمین کے غیب کو مگر اللہ اور نہیں جانتے کہ وہ کس وقت اٹھائے جائیں گے۔

یہ جو دوسرا جملہ ہے کہ یہ نہیں جانتے کہ کب اُٹھائے جائیں گے کیا یہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ خود جاننے سے یا کسی کے بتانے سے جو صورت بھی ہوں کہ علم نہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔ اس میں جس طرح علم ذاتی کی نفی ہے عطائی کی بھی نفی ہے۔ سو پہلے جملے میں بھی علم غیب مطلق کی نفی ہے کہ جسے علم غیب کہتے ہیں وہ اللہ رب العزت کی صفت ہے۔ اس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

مولانا احمد رضا خاں کا دعویٰ کہ یہ آیت محکم نہیں

قرآن کریم میں دو طرح کی آیات ہیں۔ ۱. محکمات اور ۲. متشابہات — محکمات وہ آیات ہیں جو اپنے معنوں میں نہایت واضح اور پختہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہیں ہوتا متشابہات وہ ہیں جن میں دو یا زیادہ معانی کے محتمل الفاظ اشتباہ پیدا کریں۔ اسلام کی چودہ صدیوں میں کسی معروف عالم نے اس آیت کو متشابہات میں سے نہیں لکھا۔ بلکہ بڑے بڑے علماء اثبات عقیدہ میں اس سے استدلال کرتے آئے ہیں۔ اگر یہ آیت متشابہات میں سے ہوتی تو اہل حق اس سے کبھی استدلال نہ کرتے متشابہات سے استدلال وہی کرتے ہیں جو فتنہ چاہتے ہوں۔ اور اہل حق میں سے نہ ہوں قرآن کریم میں سے ہے۔

واما الذين فقهوا بمعذرتهم فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و
ابتغاء تان بيله. (پ آل عمران آیت ۷۰)

ترجمہ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں اس میں متشابہات کی گمراہی چاہنے کے لیے اور اس کی حقیقت جاننے کے لیے
مولانا احمد رضا خاں تسلیم کرتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا اپنے ظاہر کے اعتبار سے الگ محکم کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت محکمات میں سے نہیں ہے۔
مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

اسی طرح لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کو اپنے ظاہر پر رکھا
جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ کسی طرح کا علم غیب کس کو نہیں سوائے رب عزوجل
کے..... سو یہ آیت اپنے عموم ظاہری پر محکم نہیں ہو سکتی بلکہ

معلوم نہیں مولانا احمد رضا خاں یہ الفاظ کسی طرح کا علم غیب کہاں سے لے آئے ہیں۔ جب

علم غیب کی کوئی دوسری قسم ہی نہیں ہے تو مولانا یہ الفاظ کسی طرح کا علم غیب یہاں کہاں سے لے آئے ہیں۔ اہل استتہ والجماعت کے نزدیک یہ آیت محکمات میں سے ہے اور انہوں نے کتب عقائد میں اس سے استدلال کیا ہے اور اس پر فتوے دیا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا قائل وہ اس آیت کا معارض ہے اور حکماً کافر ہے حافظ ابن ہمام (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:-

ذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 یعلم الغیب لمعارضۃ قوله تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض
 الغیب الا اللہ کذا فی المسائره۔

ترجمہ: حنفیہ نے تفریح سے اسے کافر کہا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے یہ اس لیے کہ یہ عقیدہ معارض ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے کہ آسمانوں اور زمین میں ایک اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ یہ بات مسائرہ میں ہے۔

پھر علامہ علی قاری نے بھی شرح فقہ اکبر میں اسے نقل کیا ہے:-

ثم اعلما ان الانبياء عليهم الصلوٰۃ والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء
 الا ما اعلمهم الله تعالى احياناً وذكر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر
 باعتقاد ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قوله تعالیٰ
 قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسائره۔

مولانا احمد رضا خاں کی پریشانی کی وجہ

انبیاء کرام نے جو صمد ہا غیوب کی خبریں دی ہیں پڑھے لکھے لوگ انہیں اخبار غیبیہ کہتے ہیں، علم غیب نہیں کہتے۔ مولانا احمد رضا خاں کی یہ غلطی ہے کہ وہ انہیں اخبار غیبیہ نہیں علم غیب سمجھ رہے ہیں

لے شرح فقہ اکبر ص ۲۳۵ مصری

اور ان کے ذہن کے مطابق ان کا علم غیب میں سے ہونا آیت متذکرہ بالا سے ٹکڑا رہا ہے۔ اگر مولانا شروع سے مخلوق کے علم پر علم غیب کا لفظ نہ بولتے تو انہیں ان کا عقیدہ آیت متذکرہ سے ٹکڑا محسوس نہ ہوتا۔ افسوس کہ مولانا نے یہ نہ سوچا کہ اگر یہ نفی علم غیب کی آیت حکم نہ ہوتی تو پھر علمائے سلف میں سے کسی نے تو اس آیت کو متشابہات میں داخل کیا ہوتا۔ مولانا احمد رضا خاں کے پورے الفاظ ملاحظہ ہوں :-

اسی طرح لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ کسی طرح کا علم غیب کسی کو نہیں سوائے رب عزوجل کے۔ حالانکہ انبیاء کرام نے صد ہا علم غیب (انجائیں) جنت و نار و ملائکہ و جن حساب ثواب عذاب عقاب میزان صراط اعراف کے متعلق بیان فرمائے تو محاذ الشکر کذب الہی لازم آیا تو معلوم ہوا کہ یہ آیت اپنے عموم پر ظاہر نہیں..... یہ آیت اپنے عموم ظاہری پر محکم نہیں ہو سکتی بلکہ

مولانا کو انجائیں پر صد ہا علم غیب کا اطلاق کر کے کچھ ہوش کی انگٹھائی لینی چاہیے تھی مگر افسوس ہے کہ وہ یونہی کذب الہی ثابت کرنے کے درپے ہو گئے کذب الہی محال ہے۔ کلام الہی اس امر سے بالا ہے کہ اس میں جھوٹ کا کوئی شائبہ نہیں۔

⑪ غیب کی سب کچیاں اسی کے پاس ہیں۔

وعنده مفاتح الغیب لا یعلمہا الا هو و یعلم ما فی البی و البحر و ما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا تحبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین۔ (پ الانعام آیت ۵۹ ع،)

ترجمہ۔ اور اسی کے پاس ہیں کچیاں غیب کی انہیں کوئی نہیں جانتا مگر وہی ایک۔

اور جانتا ہے جو کچھ ہے خشکی میں اور جو کچھ ہے سمندر میں اور نہیں گنا کوئی
پتہ مگر وہ اسے جانتا ہے اور نہیں کوئی دانہ بیج اندھیروں کے۔ اور نہ
کوئی چیز مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں ہے۔

⑫ واللہ غیب السموات والارض والیہ یرجع الامر کلہ۔ (پہرہ آیت ۱۳۳)

ترجمہ۔ اور اللہ ہی کے پاس ہے آسمانوں اور زمین کا غیب اور اسی کی طرف
لوٹنا ہے ہر کام کا۔

یہ جو کہا اللہ ہی کے پاس ہے اسے صبر کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اور کوئی آسمانوں
اور زمین کے غیب کو نہیں جانتا اللہ (اللہ ہی کے پاس ہے) پہلے آیا ہے۔ طرف مقدم ہو تو وہ
صبر کا فائدہ دیتا ہے۔ اگر یوں ہوتا غیب السموات والارض للہ تو پھر بات اس طرح نہ رہتی اس
آیت شریفہ میں اللہ (طرف) مقدم ہے سو یہ خاص علم اسی کے لیے ہے۔

آنحضرت کا اپنی ذات گرامی سے علم غیب کی نفی کرنا

① اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی روایت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمات آتے اور آپ سے دونوں فریق اپنی اپنی بات کہتے۔ اندر کی بات یا انہیں معلوم ہوتی یا اللہ رب العزت کو۔ آپ کے سامنے اگر کوئی شخص اپنی بات زیادہ بنا سنا کر رکھے اور دوسرا اپنی بات زیادہ واضح نہ کر سکے اور آپ پہلے کے حق میں فیصلہ دے دیں اسے سچا سمجھیں تو وہ شخص یہ نہ سمجھے کہ میں اب اس کا حقدار ہو گیا ہوں اس طرح وہ جو کچھ لے کر جا رہا ہے وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فمن قضیت له بحق مسلم فامناهی قطعة من النار فلیاخذها
او یرکبھا۔

ترجمہ: سو اس صورت میں کسی کو میں کسی دوسرے مسلمان کا حق دے دوں تو یہ اس کے لیے آگ کا ٹکڑا ہے اب وہ اسے لے لے یا پھوڑ دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ کسی طرح کی کوتاہی نہ سمجھی جائے گی کہ آپ نے اندر کی بات کو کیوں نہ پالیا علم غیب صرف اللہ کی شان ہے۔ جب تک وہ کسی بات کی خود خبر نہ دے آپ خود اسے کیے جان لیں گے۔ حضرت امام شافعی اس حدیث پر لکھتے ہیں۔

ولی السرائر اللہ عز وجل فالحلل والحرام علی ما یعلمہ اللہ تبارک وتعالیٰ
والحکم علی ظاہر الاعراض ذلک السرائر او خالفھا۔

لے صحیح بخاری جلد ۲، ص ۱۶۷ مسلم جلد ۲، ص ۴۴ سنن ترمذی جلد ۲، ص ۲۶۱ معجم جلد ۲، ص ۲۸۶ سنن کبریٰ ص ۱۳۳

لے کتاب الام جلد ۲، ص ۳

ترجمہ۔ اندر کی باتوں کو جاننے والا اللہ عز و جل ہی ہے سو کسی کا حق ملایا حرام
ہونا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ عدالت کا فیصلہ ظاہری امور پر ہوتا
ہے وہ حقیقت الامر کے مطابق اُترے یا اُلٹ ہو۔

اُلٹ ہونے کی صورت میں ناجائز لینے والا اللہ رب العزت کے ہاں پچڑا ہلکے گا کہ
اس نے چالاکی سے دوسرے کا حق کیوں ڈبایا۔ وہ وہاں یہ نہ کہہ سکے گا کہ اے اللہ تیرے پیغمبر
نے میرے حق میں فیصلہ دیا تھا کیونکہ امور باطن کو جاننا آپ کی ذمہ داری نہ تھی اور نہ آپ غیب
جاننے تھے۔

بریلویوں کا ایک جواب

ہم خفی ہیں شافعی نہیں۔ ہم اس حدیث کی شافعی شرح کیوں قبول کریں۔
الجواب: عقائد میں سب امام ایک ہیں۔ ان کے اختلافات مسائل اور فروعات میں ہیں عقائد
میں نہیں اس پہلو سے ہم حضرت امام شافعی کو اپنا امام ہی سمجھتے ہیں۔ تاہم لیجئے ہم خفی شرح
بھی پیش کئے دیتے ہیں۔ علامہ عینی (۷۸۵ھ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ان لغظوں میں
واضح کرتے ہیں:-

ولا ادري ما انتا لمون فيه عندى وتختصمون فيه لى وانما اقتصى
بينكم على ظاهر ما تقولون بل

ترجمہ۔ اور میں نہیں جانتا تو مقدمہ تم لے کر میرے پاس آئے ہو اور اس میں
میرے سامنے جھگڑ رہے ہو میں تو تمہاری باتوں کے ظاہر پر تمہیں فیصلہ
دے رہا ہوں۔

یعنی میرا یہ فیصلہ اگر تم نے چالاکی سے لے لیا ہے تو یہ تمہیں آخرت میں اللہ کی پکڑ سے

نہ سچا کہے گا۔ اس کے بعد حضرت علامہ عینی لکھتے ہیں :-

فَاذْكَانَ الْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَا يَعْلَمُونَ ذَلِكَ فَخَيْرٌ جَائِزٌ اَنْ يَصْحَ
دَعْوَى غَيْرِهِمْ مِنْ كَاهِنٍ اَوْ مُنْجِمٍ الْعِلْمُ وَاِنَّمَا يَعْلَمُ الْاَنْبِيَاءُ مِنَ الْغَيْبِ
مَا اَعْلَمُوْا بِهِ مِنْ وَجْهِهِ مِنَ الْوَحْيِ ۚ

ترجمہ۔ سو جب انبیاء کرام علیہم السلام غیب نہیں جانتے تو کسی کا بن یا بخومی
کا اسے جاننے کا دعویٰ کس طرح درست ہو سکتا ہے انبیاء کرام غیب کی صرف
وہی باتیں جانتے ہیں جو انہیں وحی کے کسی انداز میں بتلائی جائیں۔

علمائے شافعیہ نے بھی علمائے حنفیہ کی شرح کو اسی طرح تسلیم کیا ہے۔ علامہ قسطلانی (۵۹۲۳)
صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں :-

اِنَّ رَبَّهٗ لِلرَّءِىٰ عَلٰى مَنْ زَعَمَ اَنْ كَانَ رَسُوْلًا يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَيُطْلِعُ عَلٰى
الْبَوَاطِنِ وَلَا يُخْفِىْ عَلَيْهِ الْمَخْلُوْمَ ۚ

ترجمہ۔ اس بات کو ان لوگوں کے رد میں بیان کیا گیا ہے جو سمجھتے ہیں کہ جو رسول
ہو ضروری ہے کہ وہ علم غیب رکھتا ہو بواطن پر وہ مطلع ہو۔ اور کسی کا مظلوم ہونا
اس سے مخفی نہ رہ سکے۔

نویں امدد سویر صدی ہجری کی یہ شہادتیں آپ کے سامنے ہیں۔ آٹھویں صدی کے
علامہ طیبی نے بھی یہی بات کہی تھی حضرت شیخ عبدالغنی المجددی الدہلوی (۱۱۹۵ھ) انجاء الحجابہ شرح
سنن ابن ماجہ میں علامہ حسین بن عبداللہ الطیبی (۴۲۴ھ) سے نقل کرتے ہیں :-

اَنْ وَضَعَ الْبَشَرِیُّ یَقْتَضِیْ اَنْ لَا یَدْرُلُ مِنْ الْاُمُوْر الْاَظْہَرِهَا وَعَصَمَتْہٗ اَمَّا
هُوَ مِنَ الذُّخُوْبِ ۚ

ترجمہ۔ ہر بشر کو وضع بشری مقتضی ہے کہ آپ ظاہر امور کو یہی جانتے ہوں اور

آپ کا معصوم ہونا گناہوں کے بارے میں ہے (نہ جاننے کے بارے میں نہیں) یعنی خلاف حقیقت فیصلہ دینا گناہ نہیں ہے۔ فیصلے ظاہر امور پر دیئے جاتے ہیں بوطین امور کہ جاننا پیغمبر کے منصب میں سے نہیں ہے۔

ساتویں حدی کے علامہ نوروی (۶۶۶ھ) اس حدیث کی شرح میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمات کی اس بحث میں اپنی بشریت کو پیش کیوں فرمایا۔ لکھتے ہیں :-

معناه التنبيه على حالة البشرية وان البشر لا يعلمون من الغيب و
بواطن الامور شيئاً الا ان يصلحهم الله على شيء من ذلك .

ترجمہ۔ اس حدیث کا معنی آپ کا اپنی حالت بشریہ پر متنبہ کرنا ہے اور یہ کہ انسان غیب اور باطنی باتوں کو نہیں جانتے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی چیز پر مطلع فرمادے۔

یہ صحیح ہے کہ انبیاء دوسرے انسانوں سے اس باب میں ممتاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کبھی غیبوں پر مطلع کر دیتے ہیں لیکن یہ کسی کسی بات میں ہوتا ہے بطور کلیہ غیب کی چابی ان کے ہاتھ میں نہیں دی جاتی۔ علامہ ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) لکھتے ہیں :-

كان يفتقر مع الغيب في اطلاعه على ما يطلعه الله من الغيوب
الباطنة وذلك في امور مخصوصة لا في الاحكام العامة .

ترجمہ۔ آنحضرت دوسروں سے اس میں ممتاز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غیب باطنی پر مطلع بھی تو کرتے رہے لیکن ایسا امور مخصوصہ میں ہوا احکام عامہ میں نہیں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ میں بھی تو انسان ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۷ھ) بھی لکھتے ہیں کہ یہاں کل غیب جاننے کی نفی ہے جزئیات پر مطلع ہونا اس کے منافی نہیں۔

اِثْبَاهُ رَدِّ اَعْلٰی مِنْ نَعْمِ اَنْ مِنْ كَانَ رَسْلًا فَانَّهُ يَعْلَمُ كُلَّ غَيْبٍ ۛ
ترجمہ۔ اس کو اس شخص کے رد میں بیان کیلئے ہے جو سمجھے کہ جو رسول ہو ضروری ہے
کہ وہ غیب جانتا ہو۔

دسویں صدی کے مجدد امام ملا علی قاری (۱۰۱۳ھ) لکھتے ہیں۔
انما انا بشر۔ ای فلیس اطلاع علی المغیبات ۛ

ترجمہ۔ میں بشر ہوں۔ مجھے غیبی امور پر اطلاع نہیں ہے۔

یہ ہم نے ساتویں آٹھویں نویں اور دسویں صدی کی شہادت آپ کے سامنے پیش کر
دی ہے۔ ان محدثین نے اس حدیث کے وہی معنی سمجھے ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں کہ اس سے
آنحضرتؐ کا مقصد اپنی ذاتِ گرامی سے علم غیب کی نفی کرنا ہے۔ گیارہویں صدی کے شیخ عبدالحق محدث
دہلوی (۱۰۵۲ھ) بھی اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۱۴۷ میں اسی کے موافق چلے ہیں۔ علامہ شہاب الدین انصاری
(۱۰۶۹ھ) نے بھی شرح شفا جلد ۴ ص ۲۶۱ میں یہی بات کہی ہے کہ حضورؐ کا انما انا بشر کہنے کا مطلب
یہ تھا کہ لا اعلیٰ الغیب میں غیب نہیں جانتا۔

بارہویں صدی میں آپؐ یہی بات شیخ احمد قاجون (۱۱۳۰ھ) سے سنیں گے۔ یہی صدائے
بازگشت آپؐ کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) سے سنائی دے گی۔ تیرہویں صدی میں
قاضی شہار اللہ صاحب (۱۲۲۵ھ) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) اور علامہ محمود
آلوسی صاحب روح المعانی (۱۲۷۰ھ) اور نواب قطب الدین خاں صاحب منظر ہر حق (۱۲۷۹ھ)
نے بھی یہی بات کہی ہے۔ آئیے اب ہم آپؐ کو چودہویں صدی میں لے چلیں۔

شیخ محمد حبیب اللہ اشعیتلی کے نامور شاگرد محمد فواد عبد الباقی مؤلف اللؤلؤ والمرجان
فیما اتفق علیہ الشیخان میں حضرت ام سلمہؓ کی اس حدیث پر لکھتے ہیں:-

اِثْبَاهُ لِرَدِّ اَعْلٰی مِنْ زَعْمِ اَنْ مِنْ كَانَ رَسْلًا فَعَلَّمَ غَيْبًا فَيُطْلَعُ عَلَى الْبَوَاطِنِ

ولا يخفى عليه المعلوم ونحو ذلك فإشاراً إلى أن الوضع البشري يقتضي له
 أن لا يدرك من الأمور الأجوابها..... طوأ عليه ما طوأ على سائر
 البشر فاقضى له بذلك الذبح سمعته منه قطعة من النار
 طائفة من النار من قضيت له بظاهر مخالف الباطن فهو حرام
 فلا يأخذن ما قضيت له لانه يأخذ ما يؤول به إلى قطعه من النار
 ترجمہ: آپ کا یہ جواب ان لوگوں کے رد میں ہے جو سمجھتے ہیں کہ جو رسول ہو وہ
 علم غیب رکھتا ہے اور پیچھے امور پر مطلع ہوتا ہے اور اس سے مظلوم غنی نہیں
 رہ سکتا۔ اس پر آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وضع بشری تعاضد کرتی
 ہے کہ کچھ شیا کے صرف ظاہر احکام کو دیکھتا ہے اور اس پر وہ سب حالات
 آتے ہیں جو کسی انسان پر طاری ہوتے ہیں..... سو میں فیصلہ کر دوں اس کے
 مطابق جو میں نے اس سے سنا ہوا ایک قطعاً گ کا ہے۔ یعنی میں جس کے حق
 میں ظاہر کے مطابق جو حقیقت کے خلاف ہو فیصلہ کر دوں تو وہ چیز اس کے لیے
 حرام ہی رہے گی سوائے ہرگز وہ چیز نہ یعنی چاہیے جس کا میں نے اس کے لیے
 فیصلہ کیا ہو کیونکہ اس صورت عمل میں وہ اس چیز کو لے رہا ہے جو انجام کار
 اس کے لیے جہنم کا ایک حصہ بنے گی۔

② ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات

① — غزوہ بنی المصطلق میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہار جو آپ نے اپنی بڑی بہن حضرت
 اسماءؓ سے مستعار لیا تھا گم ہو گیا۔ آنحضرتؐ بھی اسے تلاش کرتے رہے اور صحابہؓ بھی اسے تلاش
 کرتے رہے مگر وہ ملا نہیں حضورؐ نے حضرت اسید بن حذیرؓ کو چند ساتھیوں کے ساتھ اسے تلاش

کے لئے کے لیے اِدھر اُدھر بھیجا مگر ہار نہ ملا جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے چلنے کا عزم کر لیا۔ وہ اونٹ جس پر حضرت عائشہؓ کا ہودھ تھا جب وہ اٹھا تو اس کے نیچے سے وہ ہار ملا۔

یہ حدیث صحیح بخاری جلد ۸ ص ۴۸ جلد دوم ص ۶۶۳ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۲ مسند ابی حواءہ جلد ۱ ص ۲ سنن نسائی جلد ۱ ص ۲ اور موطا امام مالک ص ۱۹ میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں:-
خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض اسفاره حتى اذا كنا بالبقيع اوبذات الجيش انقطع عقد لي فاقام رسول الله صلى الله عليه وسلم على القاسه واقام الناس معه وليسوا على ماء فاتي الناس الى ابى بكر الصديق فقالوا الاترى ما منعت عائشة اقامت برسول الله صلى الله عليه وسلم والناس وليسوا على ماء وليس معهم ماء..... فبعضنا البعير الذي كنت عليه فاصبنا العقد فتمت به

ترجمہ ہم حضور اکرمؐ کے ساتھ کسی سفر میں نکلے جب ہم کسی میدان یا کسی لشکر کے پڑاو میں تھے کہ کہیں میرا ہار گر گیا۔ آنحضرتؐ اس کی تلاش میں ٹھہرے رہے اور آپ کے ساتھ لوگ بھی ٹھہر گئے۔ وہاں پانی نہ تھا لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور کہا کیا آپ کو معلوم نہیں حضرت عائشہؓ نے کہا کیا ہے (ہار گم کر دیا ہے) حضورؐ اور لوگوں کو ٹھہرا رکھا ہے اور وہ پانی پر ٹھہرے ہوئے نہیں اور ان کے پاس ذخیرہ کردہ پانی بھی نہیں ہے..... سو ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں تھی سو ہم نے ہار کو اس کے نیچے گر پالیا۔

(۲) — حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خندق سے واپس ہوئے تو آپ نے غسل فرمایا آپ کے پاس حضرت عیمرؓ آئے اور کہا ہم نے تو ابھی ہتھیار نہیں

رکھے آپ نے رکھ دیئے ہیں؟ ادھر چلئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ ہر حضرت جبریلؑ نے بنو قریظہ کی طرف چلنے کو کہا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر نکلے حضرت ام المؤمنین بیان کرتی ہیں۔

لما رجع النبی من الخندق ودفع السلاح وغسل اناه جبریل فقال

قد وضعت السلاح واللہ ما وضعناه اخرج الیہم قال فالی ابن؟ قال

ھنہما واسار الی بنی قریظۃ فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم

ترجمہ جب نبی کریمؐ غزوہ خندق سے لوٹے اور آپ نے ہتھیار رکھ دیئے اور آپ

نے غسل فرمایا تو آپ کے پاس جبریلؑ حاضر ہوئے اور کہا آپ نے تو ہتھیار رکھ

دیئے ہیں لیکن بخدا ہم نے نہیں رکھے آپ ادھر نکلیں حضورؐ نے کہا کہ ہر جبریلؑ

نے کہا ادھر اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ ادھر نکلے۔

② — حضرت عائشہؓ کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آنحضرتؐ غیب نہیں جانتے مرفوق بن اجدعؓ

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

من حدثك انه يعلم ما في غد فقد كذب ثم قرأت وما تدری

نفس ما ذا تكسب غدا ومن حدثك انه كتم فقد كذب ثم قرأت یا ایھا

الرسول بلغ ما النزل الیک من ربك ۛ

ترجمہ جو تمہارے پاس یہ بیان کرے کہ آنحضرتؐ جانتے تھے کہ کل کیا ہوگا۔ تو

اس نے جھوٹ بولا۔ پھر آپ نے قرآن کریم کا یہ حصہ پڑھا کہ کوئی جی نہیں جانتا کہ

وہ کل کیا کرے گا، آپ نے کہا جو شخص تیرے سامنے بیان کرے کہ حضورؐ نے

دین کی کوئی بات چھپائی تو اس نے بھی بہت بڑا جھوٹ بولا۔ پھر آپ نے قرآن

کریم کا یہ حصہ پڑھا۔ اے رسول! آپ پہنچا دیں جو آپ پر آپ کے رب کی طرف

سے اتارا گیا۔

④ — عن عائشةؓ قالت خرج النبي صلى الله عليه وسلم من عندي وهو قريب العين

طيب النفس فرجع الي وهو حزين فقلت له فقال اني دخلت الكعبة

ووددت اني لم اكن فعلت به

ترجمہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں ایک دفعہ حضورؐ میرے پاس سے گئے اور آپ بہت

مطمئن اور خوش خوش تھے جب اُسے تو غمگین تھے میں نے اس کا سبب پوچھا

آپ نے فرمایا میں کعبہ میں داخل ہوا تھا اور میں چاہتا تھا کہ ایسا نہ کرتا۔

یہ حدیث سنن ابی داؤد میں بھی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں :-

واواستقبلت من امری ما استبدت ما دخلتها انى اخاف ان

اكون شققت على امتىؐ

ترجمہ۔ اس بات کو مجھے پہلے سے معلوم ہوتا جواب ہوا تو میں کعبہ میں داخل نہ ہوتا

مجھے اندیشہ ہوا کہ میں نے اپنی امت پر ایک مشقت ڈالی ہے۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کے جاننے کا دعویٰ نہ تھا

وردنہ آپ اس طرح کھل کر نہ کہتے کہ جو بات اب مجھ پر گھٹی ہے یہ پہلے مجھے معلوم نہ تھی جس کو علم غیب

عطا ہو چکا ہو وہ کبھی نہیں کہتا کہ یہ بات مجھے پہلے معلوم نہ تھی۔

⑤ — عن عائشةؓ انها قالت واعد رسول الله صلى الله عليه وسلم جبرئيل عليه

السلام في ساعة ياتيه فيها فجاءت تلك الساعة ولم يات به وفي يده عصا

فالقام من يده وقال ما يخلف الله وعده ولا رسله ثم التفت فاذا جرو

كلب تحت سرير فقال يا عائشة متى دخل هذا الكلب ههنا فقالت والله

ما دريت فامس به فاخرج جبرئيل عليه السلام فقال رسول الله صلى الله

عليه وسلم واعدتني فجلست لك فلم تات فقال منعني الكلب الذي كان في

بیتک انا لاندخل بیتا فیه کلب ولا صورة۔^۱

ترجمہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں حضرت جبریل حضورؐ سے وعدہ کر کے گئے کہ وہ آپ کے پاس فلاں وقت آئیں گے۔ وہ گھڑی آپہنچی اور آپ نہ آئے۔ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے اسے پھینک دیا اور کہا اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے کبھی بد عہد ہی نہیں کرتے۔ یہ کیا ہوا؟ پھر آپ نے توجہ کی کیا دیکھتے ہیں کہ پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا ہے۔ آپ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ کب آیا تھا حضرت عائشہؓ نے کہا سجدہ میں نہیں جانتی آپ نے حکم دیا اور وہ نکالا گیا پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے حضورؐ نے انہیں کہا۔ آپ نے مجھ سے آنے کا وعدہ کیا تھا میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا آپ نہ آئے۔ انہوں نے کہا مجھے اس کتے نے روکا ہوا تھا جو آپ کے گھر میں تھا۔ ہم اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا یا کوئی تصویر ہو۔

مولانا احمد رضا خان نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:-
حدیث صحیح ہے کہ جبریلؑ کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن انتظار رہا مگر وعدہ میں دیر ہوئی اور جبریلؑ حاضر نہ ہوئے۔ سرکارؐ باہر تشریف لائے بلاخلاف فرمایا کہ جبریلؑ علیہ السلام در دولت پر حاضر ہیں فرمایا کیوں؟ عرض کیا رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو اندر تشریف لائے۔ سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا۔ پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا نکلا اسے نکالا تو حاضر ہوئے۔^۲

اس سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب نہ رکھتے تھے ورنہ آپ کو کتا تلاش کرنے کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑتی۔ حضرت عائشہؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علم غیب حاصل نہیں

ورنہ وہ حضورؐ سے کہتیں آپ نے مجھے کیوں نہ بتایا تھا کتنا کہاں چھپا ہے اور مجھے اسے تلاش کرنے کی زحمت گزارا نہ کئی پڑتی۔

سہ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی شیری

③ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں مجھے حضرت میمونہؓ نے بتایا کہ ایک روز حضرت پریشان خاطر تھے۔ آپ نے پوچھا حضورؐ میں نے آپ کو کبھی اس طرح پریشان حال نہیں دیکھا۔ آپ نے کہا جبریل نے اس شب آنے کا وعدہ کیا تھا اور وہ نہیں آئے۔ آپ سارا دن اسی طرح رہے پھر آپ کو یاد آیا کہ کتے کا پلا عمر دخیم کے نیچے ہے۔ آپ نے اسے نکالنے کا حکم دیا اور اپنے دست مبارک سے اس جگہ پر پانی پھڑکا۔ پھر جب شام ہوئی حضرت جبریل تشریف لائے۔ حضرت میمونہؓ کہتی ہیں:-

ثم وقع في فئسه جروكلب تحت فسطاط لنا فامر به فاخرج ثم اخذ
بيده ماء فنضع مكانه فلما امسى بقيه جبريل عليه السلام بل
ترجمہ پھر آپ کو یاد آیا کہ آپ کے عمر دخیم کے نیچے کتے کا پلا موجود ہے آپ
نے اس کے نکالنے کا حکم دیا اور اپنے ہاتھ سے اس جگہ پر پانی پھڑکا۔ پھر جب
شام ہوئی حضرت جبریل حاضر ہوئے۔

یہ دوسرا واقعہ ہے اس میں کتے کو تلاش نہ کرنا پڑا لیکن دھیان نہ رہا تھا کہ عمر دخیم کے نیچے موجود ہے۔ تاہم حضرت جبریل کے وعدہ کے مطابق نہ آنے پر آپ پریشان رہے۔ آپ کو علم غیب ہوتا تو سارا دن اس پریشانی میں نہ رہتے کہ جبریل وعدہ کے مطابق کیوں حاضر نہ ہوئے اتنا وقت گزرنے کے بعد بت کہیں یاد آیا کہ عمر دخیم کے نیچے کتا موجود ہے۔

۴۷) ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حبیبہؓ کا واقعہ

حضرت صفیہؓ یہود کے سردار حبیبی کی بیٹی تھیں۔ فتح خیبر پر بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جو عورتیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں ان میں یہ بھی تھیں۔ ۲۔ حضرت نے باندیوں کو تقسیم کیا تو یہ حضرت وحیدہؓ کی حصہ میں آئیں۔ ایک دوسرے صحابی نے جو انہیں جانتا تھا حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ اپنے قبائل کی سیدہ ہے۔ اے آپ کے ہاں ہونا چاہیے۔ آپ نے تحقیق حال کی۔ حضرت وحیدہؓ کو بلایا اور کہا ان قیدی عورتوں سے اور کسی کا انتخاب کر لو اور اے اپنے ہاں رکھا۔ پھر کیا ہوا اے حضرت انسؓ کی زبان سے سنئے۔ آپ کہتے ہیں:-

فجاء رجل الى بنى الله صلى الله عليه وسلم فقال يا بنى الله اعطيت حجة صفية بنت حبيب حتى سبده قريظة والنضير ما تصلح الا لك^۱
ترجمہ: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے حضرت وحیدہؓ کو صفیہؓ جو قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں دے دی ہیں وہ اپنے مقام کے لحاظ سے آپ کے لائق تھیں۔

فاعتقها رسول الله صلى الله عليه وسلم وتزوجها..... حتى اذا كان بالطريق حمز بن عبد المطلب فاهدته فقال له من الليل فاصبح النبي عروساً فقال من كان عنده شيء فليجيء به قال وبسط نطعاً..... فكانت وليمة رسول الله صلى الله عليه وسلم^۲

ترجمہ: ۱۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کیا اور پھر اس سے نکاح کیا۔ آپ واپسی کے رستہ میں تھے کہ ام سلیم نے حضرت صفیہؓ کو دلہن بنایا اور حضرت کی خدمت میں بھیج دیا۔ صبح کو آپ اس سے شادی شدہ تھے۔ آپ نے چڑے کا ایک دسترخوان

بچھا دیا اور فرمایا جس کے پاس کھانے کے لیے جو کچھ ہو لے آؤ۔ صحابہ کرام بہت سی اشیاء لے آئے یہ آنحضرتؐ کا ولیمہ تھا۔

اب حضرت صفینہ بنت حنی ام المومنین بن عقیل تھیں۔ آپ کا پہلے حضرت وحیہؓ کو دیا جانا مناسب نہ تھا۔ حضرت وحیہؓ کو صحابی جلیل تھے مگر ایک سپاہی تھے اور یہ اپنے قبیلہ کی سردار تھیں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی عزت نفس کا پورا خیال رکھتے اور اسی احساس سے آپ نے حضرت صفینہؓ سے نکاح کیا۔

اگر آپ علم غیب رکھتے ہوتے تو پہلے انہیں حضرت وحیہؓ کے شملک میں نہ دیتے اور شروع سے جانے ہوتے کہ کون کس کس کے مناسب ہے۔ پھر جب اس صحابی نے آپ کو اس طرف توجہ دلائی تو آپ مزید تحقیق نہ فرماتے۔

ترتیب واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ نہ آنحضرتؐ کا دعوئے تھا کہ آپ غیب جانتے ہیں اور نہ صحابہؓ سمجھتے تھے کہ آپ ہر بات پہلے سے جانتے ہیں ورنہ وہ حضورؐ کی خدمت میں آکر اپنا مشورہ پیش نہ کرتے اور نہ حضورؐ اسے قبول کرتے بلکہ فرماتے کہ کیا میں پہلے سے ان تمام باتوں کو نہیں جانتا۔

⑤ ام المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کا واقعہ

حضرت زینبؓ کا نکاح آنحضرتؐ سے سنہ ہجری میں ہوا۔ دعوت ولیمہ پر جو صحابہؓ آئے وہ کھانا کھانے کے بعد بھی وہیں بیٹھے رہے آپ اٹھ گئے تاکہ یہ حضرات بھی اپنے اپنے کاموں کے لیے اٹھ جائیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ حضورؐ واپس لوٹے تو دیکھا کہ وہ پرستور بیٹھے ہیں ابھی واپس نہیں ہوئے آنحضرتؐ پھر چلے گئے صحابہؓ کو محسوس ہوا کہ ان کی یہ طویل مجلس حضورؐ کو ناگوار گزری ہے اور پھر وہ اٹھ دیئے۔

آنحضرتؐ کو اگر علم غیب ہوتا تو وہ جا کر نہ لوٹتے اور جانتے ہوتے کہ ابھی وہ اٹھ کر نہیں

گئے ہیں۔ آپ کو یہ گمان کیوں ہوا کہ وہ چلے گئے ہوں گے، اس لیے کہ آپ علم غیب نہ رکھتے تھے۔ اور آپ کو حقیقت حال کا پتہ نہ تھا نہ آپ پر اس کے لیے کوئی وحی غنی آئی تھی۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں۔

بقي رهنط عنهم عند النبي فاطالوا الملك فقام النبي فخرج وخرجت معه
لكي يخرجوا فمشى النبي ومشيت حتى جاء عتبة حجرة عائشة ثم ظن انهم
خرجوا فرجع ورجعت معه حتى اذا دخل على زينب فاذا هم جلوس لم
يقوموا فرجع النبي ورجعت معه حتى اذا بلغ عتبة حجرة عائشة وظن
انهم خرجوا فرجع ورجعت معه فاذا هم قد خرجوا

ترجمہ ان میں سے کچھ لوگ آنحضرتؐ کے پاس لو گئے اور وہ دیر تک ٹھہرے۔ آنحضرتؐ اٹھے اور چلے گئے۔ آپ کے ساتھ چلا تا کہ وہ چلے جائیں۔ آنحضرتؐ چلے اور میں بھی چلا۔ یہاں تک کہ آپ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے دروازہ تک آئے۔ آپ نے گمان کیا کہ اب وہ مکمل گئے ہوں گے سو آپ ٹوٹے اور میں بھی آپ کے ساتھ ٹوٹا۔ جب آپ حضرت زینبؓ کے دروازہ پر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بیٹھے ہیں ابھی نہیں اٹھے۔ پھر حضورؐ ٹوٹے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا۔ جب آپ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے دروازہ تک آئے اور گمان کیا کہ اب تو وہ چلے گئے ہوں گے تو وہ واپس ٹوٹے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا۔ اب جا چکے ہوئے تھے۔

آپ دودھ اس گمان سے واپس ہوئے کہ وہ جا چکے ہوں گے۔ پہلا گمان درست نہ پڑا اور دوسرا درست پڑا۔ اگر آپ علم غیب جانتے ہوتے تو گمان میں کیوں پڑتے اور وہ گمان پھر خلاف واقع کیوں اُترتا۔ سو حق یہی ہے کہ آپ کا غیب جاننے کا دعویٰ ہرگز نہ تھا۔

امہات المؤمنینؓ کی ان شہادتوں اور واقعات کے بعد ہم صحابہ کرامؓ سے اس کی شہادتیں پیش کرتے ہیں کہ ان کا اس مسئلہ میں عقیدہ کیا۔ صحابہؓ کے سامنے آنحضرتؐ کبھی کسی انتظامی معاملہ میں جہتلاً سے بھی کام لیتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے برعکس ہدایت آجاتی اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اس قسم کے واقعات شہادت دیتے ہیں کہ نہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ علم غیب کا امتحان آپ کے صحابہ آپ کے بارے میں علم غیب
رکھنے کے قابل تھے۔

نفی علم غیب پر صحابہ کی روایات

صحابہ میں ہم سب سے پہلے حضرت عمرؓ کی شہادت پیش کرتے ہیں۔
غزوہ بدر میں مشرکین کے رستہ سردار تہ تیغ ہوئے اور شتر قیدی بنائے گئے۔ ان قیدیوں
کے بارے میں آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رائے تھی کہ انہیں فدیہ لے کر
چھوڑ دیا جائے مگر حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ انہیں قتل کیا جائے۔ آنحضرتؐ نے اجتہاداً حضرت ابو بکرؓ
کی رائے اختیار کی اور ان قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

مَا كَانَ لِلْبَنِيِّ اَنْ يَكُونَ لَهُ اَسْرٰى حَتّٰى يَشْخَنَ فِى الْاَرْضِ تَرْوِىءُ وَنْ عَرَضُ

الدُّنْيَا ذَالِهُ اللّٰهِ يَرْوِىءُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ۔ لَوْلَا كِتَابُ مِّنَ اللّٰهِ

سَبَقَ لِمُسْكَرٍ فِیْمَا اخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (پہ انفال آیت ۶۸ ع ۹)

ترجمہ: بنی کو نہ چاہیے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک کہ زمین پر (کفر)
کا خون نہ گرے تم چاہتے ہو دنیا کی عزت اور اللہ کے ہاں چاہیے آخرت
اور اللہ نور اور حکمت والا ہے اگر نہ ہوتی یہ بات کہ کچھ چکا اللہ پہلے سے تو تم
کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب۔

اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ان ظالموں کا قتل تھا اور یہ رائے حضرت عمرؓ کی تھی۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ اجتہاداً کیا تھا اور اس وقت تک یہ نص اُتری نہ تھی۔ سو آپ
کے اس فیصلے کو خلاف نص نہیں کہا جاسکتا۔ چنانچہ آپ اپنے اسی فیصلہ پر قائم رہے اور ان قیدیوں
کے قتل کا حکم صادر نہ فرمایا۔ اجتہاد اور نص میں اختلاف زمان ہو تو تعارض نہیں رہتا۔ قصار قاضی

پہلے سے نافذ سمجھی جاتی ہے شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون (۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں :-

لعمینقل من اخذ الغداء الى القتل بل استقر عليه۔

ترجمہ جب فدیہ کے فیصلے سے قتل کی طرف نہ لوٹے بلکہ اس پر قائم رہے۔

اس فیصلے کے اگلے دن حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے آپ کو اور حضرت ابو بکرؓ کو روتے پایا حضرت عمرؓ کہتے ہیں :-

فلما كان في الغد جئت فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابو بكر

قاعدين و هما يبكيان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابكي

لذي عرض علي اصحابك من اخذهم الغداء لقد عرض علي عذابهم

ادنى من هذه الشجرة قريبة من نبي الله صلى الله عليه وسلم فانزل

الله عز وجل ما كان لنبي ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض۔

ترجمہ جب صبح ہوئی تو میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ دونوں بیٹھے

روہے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا میں اس پر رورہا ہوں کہ تیرے ساتھیوں پر ان کے

فدیہ لینے کے باعث کیا مصیبت سامنے آئی ان پر عذاب اترتا مجھے اس درخت

کے جو آپ کے قریب تھا سے بھی زیادہ قریب دکھائی دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے

آیت اتاری کہ نبی کو نہ چاہیئے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک کہ زمین پر ان

کی خون ریزی نہ کرے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو اخذ فدیہ کا مشورہ دیتے ہوتے اس

بات کا علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس رائے کو پسند نہ فرمائے گا اور اس پر قرآن کریم کی آیات اتریں گی؟

حتیٰ کہ ہمیں اپنی اس رائے پر رونا بھی آجائے گا؟ ہرگز نہیں آپ جانتے ہو جھٹے اللہ تعالیٰ کی

ناپسندیدگی پر کبھی رضا مند نہ ہو سکتے تھے۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ بطور کلیہ علم غیب نہ رکھتے تھے۔ جنگ بدر سے ایک دن پہلے آپ نے جن عنادید قریش کی لاشوں کے زمین پر ہونے کی خبر دی تھی وہ خبریں جزئیات تھیں، اللہ تعالیٰ کسی پر غیب کی لاکھوں جزئیات کیوں نہ کھولے بطور کلیہ اس نے غیب جاننے کی جابی کسی کے ہاتھ میں نہیں دی۔

منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا فیصلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمادیا تھا کہ آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں میں ان کو بخشوں گا نہیں۔ حضورؐ نے اس پر منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا فیصلہ نہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے جب آپ کی خدمت میں بار بار عرض کی آپ نے فرمایا مجھے جب مغفرت مانگنے کا اختیار دیا گیا ہے تو میں نے ایک پہلو چن لیا مجھے روکا تو نہیں گیا ہے۔

استغفرلہم اولا تستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مئة فلن یغفر

اللہ لہم۔ (پہا التوبہ آیت ۸۰ ع ۱۰)

ترجمہ: آپ ان کے لیے مغفرت مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ان کے لیے ستر دفعہ

بھی استغفار کریں اللہ تعالیٰ انہیں بخشے گا نہیں۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں:-

فلما اکثرت علیہ قال انی خیرت فاخترت لواء علمانی ان زدت

علی سبعین ینغفرلہ لزدت علیہا۔

ترجمہ: پھر میں نے جب بار بار کہا تو آپ نے فرمایا مجھے اس میں منع تو نہیں کیا اختیار دیا گیا ہے

میں اپنی پسند اختیار کر لی ہے اگر مجھے علم ہو کہ اگر میں اس زیادہ دفعہ استغفار کروں اور اللہ تعالیٰ

اسے بخش دیں گے تو میں اس عدد (ستر دفعہ) پر اور زیادہ کرتا۔

پھر آپ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اس پر یہ آیات اُتریں ۶۰ سمانی فیصلہ
حضرت عمرؓ کی عرضداشت کے مطابق تھا:-

ولا تفصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ (پناب التوبہ آیت ۴۴)
ترجمہ۔ اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں جب وہ مرے اور نہ کبھی اس کی
قبر پر (دعائے استغفار کے لیے) کھڑے ہوں۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے علم تھا کہ ابھی اللہ تعالیٰ مجھے
اس سے روک دیں گے اور اس پر قرآن کی آیات اُتریں گی اور فیصلہ حضرت عمرؓ کے حق میں ہوگا۔
حضرت عمرؓ خود اس پر شرمندہ تھے کہ میری وجہ سے آنحضرتؐ کی بات پیچھے کیوں رہی حضورؐ نے
جب عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے اور آپ نہ چاہتے
تھے کہ حضورؐ کی بات پیچھے رہے۔

اس سے پتہ چلا کہ نہ یہ آنحضرتؐ کا دعویٰ تھا کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ صحابہؓ ہی یہ
اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ غیب جانتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا حکم وحی پاکر اپنے سابق موقف سے رجوع
کرنا اس کی واضح دلیل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم فی کل باب۔

حضرت قتادہؓ کے خلاف فیصلہ اور پھر ان کے حق میں وحی

حضرت قتادہؓ کے چچا رفاعہ کے گھر بنو ابیرق کے بشیر نامی ایک شخص نے چوری کی حضرت
قتادہؓ نے اپنا کیس حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ چور نے اپنی جرب نہ بانی سے اپنے حق میں فیصلہ
کر لیا۔ یہاں تک کہ حضورؓ نے حضرت قتادہؓ کو جھڑکا اور فرمایا کہ تم نے بنیر کسی گواہ کے ایک گھر پر
ایک الزام لگایا۔

اس پر حضرت قتادہؓ بہت غمگین ہوئے اور کہا:-
ترجمہ۔ میں کاش اپنے اس معاملہ کی حضورؐ کو خبر ہی نہ کرتا۔

مہر آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی اور حضورؐ کو حقیقتِ حال پر مطلع کیا گیا اور آپؐ کو استغفار کرنے کا حکم ہوا۔

اَنَا اَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَاسِمِينَ خَصِيْمًا۔ وَاسْتَغْفِرَ اللَّهُ أَنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيْمًا۔ (پہ انعام ص ۱۴)
ترجمہ۔ بیشک ہم نے آپؐ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ آپؐ لوگوں میں اللہ کی رہنمائی سے فیصلہ کریں اور آپؐ خیانت کرنے والوں کے حامی نہ ہوں اللہ تعالیٰ سے استغفار مانگیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔
اس سے پتہ چلا کہ آنحضرتؐ نہ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے کہ دیکھ پاتے کہ چور شیر ہے قنادہ کا الزام بے جا نہیں اور نہ حضرت قنادہؓ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضورؐ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ورنہ یہ نہ کہتے کہ کاش میں اس معاملہ کی خبر ہی نہ کرتا۔

آپؐ کا طلبِ اخبار سے اپنی ذاتِ گرامی سے علمِ غیب کی نفی کرنا

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات صحابہ کرامؓ سے صورتِ حال دریافت فرماتے اور بعض اوقات انہیں کسی صورتِ واقعہ کی خبر دینے پر تنبیہ فرماتے۔ اس قسم کے واقعات عام پیش آتے جس سے صحابہؓ میں اس یقین کو راہِ طبعی کہ آپؐ علمِ غیب نہیں رکھتے نہ ہر جگہ بذاتِ اقدس حاضر و ناظر ہیں ان میں سے چند واقعات یہاں پیش کیے دیتے ہیں۔

① — حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جہری نماز (منسوبِ عشاء یا فجر) پڑھا رہے تھے کہ کسی شخص نے آپؐ کے پیچھے قرآن کا کوئی حصہ پڑھا۔ آپؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے صحابہؓ سے پوچھا :-

هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ أَنْفَاقًا رَجُلٌ نَعْمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لِي أَيْ قَوْلَ مَالِي أَنْزَعَ الْقُرْآنَ۔

ترجمہ کیا تم میں سے کوئی میرے ساتھ ابھی قرآن پڑھ رہا تھا؟ ایک شخص نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں کہہ رہا تھا قرآن میں میرے ساتھ کھینچا تائی کیوں تو رہی ہے حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں آپ کے اس اشارہ پر صحابہؓ امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے رُک گئے جب وہ قرآن کو سُن پاتے۔

فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِيمَا جُهِرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَاةِ
حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ ۝

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی طور پر محسوس کر لیا کہ میرے پیچھے کوئی سورہ فاتحہ پڑھ رہا ہے لیکن آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا اور بات اسی طرح نکلی جو حضورؐ کا وجدان کہہ رہا تھا اور آپ اس پر گرائی محسوس کر رہے تھے۔

اس سے جہاں یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ امام کے پیچھے کوئی حصہ قرآن نہ پڑھنا چاہیے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ آنحضرتؐ بعض اوقات صحابہؓ سے صدمتِ حال دریافت فرماتے جس سے صحابہؓ کے اس یقین کو قوت ملتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب نہ جانتے تھے گو آپ اس روحانی رفعت پر تھے کہ مقتدی کا پیچھے آہستہ سے قرآن پڑھنا بھی آپ کے قرآن پڑھنے میں مغل ہوتا تھا۔

② — حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں ایک سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ دن مفتقود پایا تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ وہ فوت ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ بتلایا۔

اَفْلَاكُنْتُمْ اَذَنْتُمْوَنِي قَالَ فَكَانَتْهُمْ صَغُرًا اَمْرًا فَقَالَ دَلُونِي عَلَى قَبْرِهَا
فَصَلَّ عَلَيْهِا ۝

ترجمہ کیا آپس میں نے کیوں نہ بتلایا آپ نے اس لیے کہا کہ گویا انہوں نے اس مردود کا معاملہ معمولی سمجھا تھا آپ نے پھر کہا کہ مجھے اس کی قبر کی طرف رہنمائی کرو آپ نے پھر اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

جب آپ نے اس کی قبر پر چانا چاہا تو صحابہؓ سے اس کی قبر کا پتہ پوچھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا ہر واقعہ اور چیز کے بارے میں غیب جاننے کا دعویٰ ہرگز نہ تھا۔

اگر یہ وہی عودت ہے جس کے بیمار ہونے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع تھی اور حضورؐ اس کی عیادت کو بھی گئے تھے اور فرمایا تھا کہ جب یہ مر جائے تو مجھے بتلانا۔ تو پھر صحابہ کرامؓ کا آپؐ کو نہ بتلانا کہ حضورؐ کو رات کے وقت اٹھنے کی تکلیف نہ ہو یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔ اور اجتہاد بھی کیسا جس سے ایک نص پر عمل چھوڑ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر صحابہؓ پر کسی ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔ سنن نسائی میں ہے۔

فَقَالَ إِذَا مَاتَ فَأَذِّنِي خَمَاتٍ لَيْلًا خَدَفْنَاهَا وَلَمْ يَعْلَمُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ سَأَلَ عَنْهَا فَقَالُوا كَرِهْنَا أَنْ نَقُطِّلَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَاتَّقِ قَبْرَ هَذَا فَصَلِّ عَلَيْهَا وَكَبِّرْ رُبْعًا ۞

ترجمہ: آپؐ نے فرمایا کہ جب یہ مر جائے تو مجھے اطلاع دینا وہ رات کو فوت ہوئیں اور انہوں نے اس کی آپؐ کو اطلاع نہ دی جب صبح ہوئی تو آپؐ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا صحابہؓ نے عرض کی ہم نے آپؐ کو جگانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ آپؐ پھر اس کی قبر پر آئے اور وہاں آپؐ نے چار تکبیروں سے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

آپؐ کا یہ طرز عمل صرف حسن معاشرت اور تہذیب اخلاق کے لیے نہیں تھا۔ سیاسی امور اور توجہ اسلام کی نگہداشت کے لیے بھی۔ آپؐ اسی فکر سے کام کرتے اور صحابہؓ کو مختلف مقامات پر مامور کرتے کہ وہ صورت حال معلوم کر کے حضورؐ کو اس کی خبریں دیا کریں۔ آنحضرتؐ کو غیبی اُممہ میں خبروں کی طلب رہتی تھی۔ تاکہ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے آپؐ اپنے سامعین کو تیار کر سکیں۔

(۳) — حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں جنگ احزاب کے موقع پر موسم سردی کا تھا اور کڑی سردی پڑ رہی تھی۔ آپؐ دشمن کی پوزیشن معلوم کرنا چاہتے تھے۔ آپؐ کی خواہش تھی کہ کوئی شخص بہت کدے

اور دشمن کے حالات سے آپ کو باخبر کرے۔ جب کوئی سرحد پر جانے کے لیے تیار نہ ہوا تو آپ نے حضرت حذیفہؓ سے کہا۔

قربا حذیفہ فانتا بمجنبر القوم فلعلم اجد بدا اذا دعانی باسعی ان اقم
قال اذهب فانتی بمجنبر القوم ولا تذرهم علیٰ

ترجمہ۔ حذیفہ! انھو اور ہمیں ان کی خبر لا کر دو۔ آپ نے چونکہ میرا نام لے کر فرمایا تھا مجھے اٹھنے سے چارہ نہ رہا۔ آپ نے پھر کہا جاؤ اور ان لوگوں کے حالات مجھے لا کر دو اور انہیں اپنے خلاف اٹھانا نہیں۔

اس کڑی سردی میں حضرت حذیفہؓ کا سرحد پر جانا اور دشمن کے حالات کی خبر لانا بتانا ہے کہ ان کا عقیدہ یہ ہرگز نہ تھا کہ حضورؐ بطور کلیہ کے علم غیب رکھتے ہیں۔ ورنہ وہ عرض کر دیتے کہ آپ ہر بات جانتے ہیں۔ آپ کو علم غیب حاصل ہوا ہوا ہے۔ اس وقت وہاں کسی آدمی کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ معلوم ہوا صحابہؓ ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھتے تھے کہ آپ بطور ضابطہ غیب جانتے تھے۔ یہ تاویل نہ کی جائے کہ آپ امت کو آدابِ جہاد سکھلا رہے تھے۔ یہ اس لیے کہ محض اس ضرورت کے لیے رسالت کے بارے میں کسی بدعتیہ کی کو راہ نہیں دی جاسکتی آپ نے پہلے تو فرمایا۔ فانتا بمجنبر القوم لیکن جب حضرت حذیفہؓ اُٹھے تو فرمایا۔ فانتی بمجنبر القوم یہاں آپ نے خاص اپنے لیے غیبی خبر کی طلب ظاہر فرمائی ہے۔

⑤ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سُنّا کہ ابوہریرہؓ مارا گیا ہے تو فوراً کسی کو بھیجا کہ وہ آکر حضورؐ کو صورتِ حال بتلائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ اسے مغزہ کے دو بیڑوں نے مارا ہے۔ یہ دونوں پھر حضورؐ کے پاس لائے گئے۔ تو آپ نے پھر ان سے خود بھی دریافت فرمایا کہ دونوں میں سے کس نے اسے مارا؟ دونوں کی تلواریں خون آلود تھیں۔ معلوم ہوتا ہے آخری بار اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کیا ہو گا کچھ رقی باقی ہوگی اور آپ نے اس کا سترن

سے جُدا کر دیا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرم بدر من ینظر ما فعل ابوجہل فانطلق

ابن مسعودؓ فوجده قد ضربہ ابنا عفراء۔

ترجمہ نبی کریمؐ نے بدر کے دن کہا کہ ابوجہل نے کیا کیا سر ابن مسعودؓ کو آپ نے دیکھا کہ عفراء کے بیٹوں نے اسے بگڑا رکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چاہا کہ خود موقع پر جائیں اور خود دیکھیں اس لشکر کے دشمن پر کیا گزری۔ اگر آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ خود دیکھنے کی خواہش کس لیے کرتے۔

ابوداؤد الطیالسی (۴۲۴) روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آپؐ کو قتل ابی جہل کی خبر دی۔ آپؐ نے پھر انہیں قسم دے کر پوچھا۔ انہوں نے کہا: بخدا وہ مارا گیا ہے پھر آپ ان کے ساتھ موقع پر گئے۔

فانطلق بنا فارینا ففعلہ فنظر الیہ فقال هذا کان فرعون هذه الامة۔

ترجمہ: جو حضورؐ ہمارے ساتھ گئے ہم نے آپؐ کو وہ دکھایا آپؐ آئے اسے دیکھا اور فرمایا کہ یہ اس امت کا فرعون تھا۔

⑤ — حضرت رافعؓ بیان کرتے ہیں:-

صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فغطست فقلت الحمد لله حمدًا كثيرًا

مبارکًا فیه مبارکًا علیہ کما یحب ربنا ویرضی۔ فلما صلی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم انصرف فقال من المتکلم فی الصلوة فلم یکلم احد

ثم قالہما الثانية من المتکلم فی الصلوة فقال رفاعہ بن رافع من عفراء

انا یا رسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد ابتدرہا بضعه

ونلتون ملکًا الیہم یصعد بہا۔

ترجمہ میں نے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی مجھے چھینک آئی میں نے پڑھا
 الحمد للہ حمد اکثرا..... الخ جب حضورؐ نے نماز پڑھ لی آپ ایک طرف
 ہوئے اور پوچھا نماز میں یہ اپنی بات کرنے والا کون تھا؟ کسی نے آپؐ سے
 ہاں نہ کی۔ آپؐ نے پھر دوسری مرتبہ پوچھا۔ اس پر زناہ بن عفرانؓ نے کہا یا رسول اللہ
 میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا چپتیس فرشتے نمازیوں کی طرف سبقت کر رہے تھے کہ
 کون اس کلمے کو اور پڑھے

لاادری کے الفاظ سے اپنے سے علم غیب کی نفی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر لاادری (میں یہ بات نہیں جانتا) کہہ کر اپنی ذات
 گرامی سے علم غیب کی نفی کی۔ علم صفت ذات صرف اللہ رب العزت کی ہے۔ دوسرے بس اتنا ہی جانیں
 بقناہ بتادے۔ اس کے سوا لاادری کا وسیع میدان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لاادری
 کہنا متواتر منقول ہے۔ ایک موقع پر نہیں کئی مواقع پر آپؐ نے یہ الفاظ کہے یہاں تک کہ امت میں
 یہ اصل بن گئی کہ جب کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ معلوم نہ ہو تو عالم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو لاادری
 کہے مشہور عالم حدیث امام حاکم (۴۰۵ھ) ایک ایسی حدیث پر لکھتے ہیں:-
 هذا الحديث اصل في قول العالم لاادری۔

پھر اس راہ پر تمام بڑے بڑے صحابہؓ اور ائمہ دین چلے اور لاادری کہنا اپنے بندہ ہونے
 کا شرف رہا۔ کبھی ایسا نہ کہنا گویا خدائی کا دعویٰ ہے۔ کیوں علم صرف اسی کی صفت ذات ہے ہم
 لا استدرک جلد امین

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس مثالیں پیش کئے دیتے ہیں:-

① — سہ ماہ میں جنگ حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہوازن اور بنو ثقیف کو شکست دی اور جو غنائم ہاتھ لگے وہ مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے اور ان کے لوگ قیدی بنا لیے گئے۔ بنو ہوازن کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے ہوئے تھے اور اس کی ابھی مسلمانوں کو خبر نہ ہوئی تھی ورنہ ان کے اموال غنیمت میں نہ لیے جاتے اور وہ سب قیدی نہ بنا لیے جاتے۔ جب آپ مال غنیمت تقسیم کر چکے تو وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے گزارش کی۔ قصار قاضی نافذ ہر چکی تھی اس لیے آپ نے اپنا فیصلہ واپس نہ لیا اب یہ مسئلہ حقوق العباد میں آچکا تھا۔ اس لیے آپ نے اسے مسلمانوں کے سپرد کر دیا اور ان سے سفارش کی کہ اپنا اپنا حق چھوڑ دیں اور بطیب خاطر اپنے قیدیوں کو رہا کر دیں اور جو خوشی سے ایسا کرنے کو تیار نہ ہوں انہیں ہم معاوضہ دینے کو تیار ہیں۔ بنو ہاشم کے حصے میں جو قیدی آئے تھے آپ نے خود انہیں رہا کر دیا۔ پھر دوسرے لوگوں نے بھی باوازا بلند ان کے اپنے اپنے حصے کے قیدی رہا کر دیئے۔ مجمع عام میں پتہ نہ چلتا تھا کہ کون کون اعلان کر رہا ہے اور آپ بیک وقت سب کی آوازیں بھی پہچان نہ رہے تھے۔ آپ حقوق العباد میں اتنے محتاط تھے کہ نہ چاہتے تھے کہ کسی کا حق اس سے بلاطیب خاطر بلا معاوضہ لیا جائے۔

حضرت مسور بن مخرمہؓ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

إِنِّي لَا أُدْرِي مِنْ أَذْنٍ مَنَعَكَ عَنْ لَمْ يَأْذِنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا صِرْفًا وَكَرِهًا
أَمْرُكُمْ فَرُجِعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ صِرْفًا وَهُمْ بِلَهٍ

ترجمہ میں نہیں جان رہا کہ کون اجازت دے رہا ہے اور کئی نہیں، آپ لوگ واپس جائیں یہاں تک کہ تمہارے بڑے تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں پھر سب لوگ چلے گئے اور ان سے ان کے چودھریوں نے بات کی۔

آپ نے ان لوگوں کے بتلانے پر پھر ہوازی کے قیدی چھوڑے۔ اس سے پتہ چلا کہ مجمع عام کی مشترکہ آوازوں میں آپ کا یہ پہچاننا کہ کون اجازت دے رہا ہے اور کون نہیں بجا لات ممکن نہ تھا آپ نے جب لا ادری کہا تو آپ بھوٹ نہ کہہ رہے تھے واقعی آپ نہ جان رہے تھے نہ پہچان رہے تھے۔ آپ اگر غیب جانتے تو یہاں کبھی لا ادری کہہ کر اعلان نہ فرماتے کہ مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ کون اذن دے رہا ہے اور کون اس طرح رکھ کرنے پر راضی نہیں۔

② — حضرت مدلیفہؓ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا:

انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقصدوا بالذین من بعدی واسألانی ابی بککرمؓ ترجمہ میں نہیں جانتا کتنا عرصہ تم میں رہوں سو تم میرے بعد ان دو کی پیروی کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔

③ — حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کہتے ہیں میں نے یوم النحر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر بٹھی کرتے دیکھا اور آپ کہہ رہے تھے:

لتأخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا اجمع بعد حقی ہذہ۔

ترجمہ تم اپنے مناسک حج سیکھ لو کیونکہ مجھے معلوم نہیں شاید میں اس حج کے بعد اور حج نہ کر سکوں۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

لعلی لا اراکم بعد عامی ہذا۔

ترجمہ ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اپنے اس سال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔

آنحضرتؐ تو یہ فرما رہے ہیں کہ بعد وفات میں تمہیں نہ دیکھ پاؤں گا اور بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ اب تک ہر ایک کو دیکھ رہے ہیں۔ آنحضرتؐ کی اس سے کھلی تکذیب ابد کیا ہوگی جس کے یہ بریلوی

طہ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۷ مسند احمد جلد ۵ ص ۲۸۵ طہ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۹۱ لعلی لا اراکم بعد عامہم ہذا۔

رواہ احمد جلد ۲ ص ۳۳۲ طہ مشکوٰۃ ص ۲۳ من الترمذی جلد ۱ ص ۱۸

ترکب ہیں اور آپ کو بعد وفات ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔

(۴) — حضرت ابو سعید الخدریؓ (م ۷۷ھ) کہتے ہیں کہ ایک اعرابی حضورؐ کے پاس ایک گدہ (غضب) لے کر آیا کہ آپ اسے کھائیں، آپ نے فرمایا :-

یا اعرابی ان الله عز وجل لعن او غضب على سبط من بني اسرائيل فسخطهم
دواباً يدبون في الارض فلا ادرى لعل هذا امنها فاستاكلها ولا انهي عنها.
ترجمہ اے اعرابی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک قبیلے پر لعنت کی اور ان اپنے غضب کا اظہار
فرمایا اور انہیں زمین پر چلنے والے جانور بنا دیا مجھے علم نہیں کہ شاید یہ گدہ ان میں سے ہو میں
اسے کھاتا نہیں اور نہ (دوسروں کو) اس سے روکتا ہوں۔

(۵) — حضرت خالد بن الولیدؓ (م ۲۱ھ) ایک دفعہ حضورؐ کے ساتھ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ
کے ہاں گئے اور وہاں آپ کے پاس ایک بھٹی ہوئی گدہ لائی گئی، آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا
عورتوں میں سے کسی نے کہا حضورؐ کو بتا دو یہ کیا ہے؟
اخبروا رسول الله بما يريه ان ياكل به.

ترجمہ تم اپنی محفلت کو اس سے خبر کرو کہ آپ کیا کھانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔
حضورؐ کو بتلایا یہ گدہ ہے، اس پر آپ نے اس سے ہاتھ اٹھالیا اسے نہ کھایا۔
فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم يد به.

یہ واقعہ حضرت ابو سعید الخدریؓ والا نہیں حضرت خالد بن الولیدؓ کی روایت میں ایک دوسرے
طریق سے مروی ہے کہ یہ گدہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی بہن خنیدہ بنت الحارث نجد سے لائی
تھیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۵۱)

۲۔ حضرت علیؓ علیہ السلام کا لادری کہنا حضرت خالد بن الولیدؓ کے نزدیک لاداعلم کے معنی
میں ہے۔ حضرت خالد بن الولیدؓ کہتے ہیں :-

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يأكل شيئا حتى يعلم ما هو له
ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز نہ کھاتے جب تک معلوم نہ فرمالیں وہ
کیا ہے۔

⑦ — حضرت ثابت بن یزید انصاریؓ ایک اور ایسا واقعہ نقل کرتے ہیں جس میں آنحضرتؐ
نے لاادری کے الفاظ استعمال فرمائے۔ آپ کہتے ہیں میں حضورؐ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ انہوں
نے رستے میں ایک گاو پکڑی۔ اسے بھونا اور حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ ایک چٹری سے
اس کی انگلیاں گلنے لگے اور فرمایا :-

ان آتمة من بني اسرائيل مُسخت دوابا في الارض والى لا ادراى
ای الدواب ہی تہ

ترجمہ: بنو اسرائیل کا ایک گروہ زمین پر چلنے والے جانوروں کی صورت میں مسخ ہوا
تھا اور میں نہیں جانتا کہ وہ کون سے جانور تھے۔

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا :-
لا ادري لعله من القرون التي مُسخت تہ

ترجمہ میں نہیں جانتا ہو سکتا ہے کہ وہ ان اقوام میں سے ہو جن کی صورتیں مسخ ہوئیں۔

⑧ — حضرت جبر بن مسلمؓ کہتے ہیں ایک شخص نے حضورؐ سے پوچھا۔ ای البلاد شتر کون سی جگہیں
مرکز خیر ہیں (زیادہ بُری ہیں) آپؐ نے فرمایا میں نہیں جانتا جب تک کہ پوچھ نہ لوں۔ حضرت امام احمدؒ
روایت کرتے ہیں :-

لا ادري حتى اسأل، فسأل جبريل عن ذلك فقال لا ادري حتى اسأل

فاطلق ثم جاء فقال اني سألت ربي عن ذلك فقال شتر البلاد الاسواق تہ

۱۔ سنن نسائی جلد ۲ ص ۱۹ ۲۔ سنن نسائی جلد ۲ ص ۱۹ ۳۔ سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۹ ۴۔ مسند احمد جلد ۲ ص ۲۲

۵۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۵ ۶۔ کنز العمال جلد ۲ ص ۱۵ ۷۔ مسند امام احمد جلد ۲ ص ۱۵

ترجمہ۔ آپ نے کہا میں نہیں جانتا یہاں تک کہ پوچھ نہ لوں۔ پھر آپ نے اس کے بارے میں حضرت جبریل سے پوچھا۔ انہوں نے بھی کہا میں بغیر پوچھے بتا نہیں سکتا آپ گئے اور جب پھر آئے تو بتایا میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ زمین پر سب سے بُری جگہیں بازار ہیں۔

صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ پوچھنے والا اہل کتاب کا عالم تھا اور ایک سوال یہ بھی تھا کہ زمین میں بہترین مٹھوٹے کون سے ہیں۔ اس کا جواب اللہ رب العزت سے یہ ملا کہ وہ مسجدیں ہیں۔ (دیکھیے مشکوٰۃ ص ۱۷)

یہ حدیث مستند حکام میں بھی ہے اور ابن عبدالبر نے بھی اسے جامع بیان العلم میں نقل کیا ہے۔ خطیب بغدادی بھی اسے کتاب الفیہ والمتفقہ میں روایت کرتے ہیں۔ اس میں حضرت جبریلؑ نے بھی ان الفاظ سے اپنے سے علم غیب کی نفی کی ہے۔

هذا الحديث اصل في قول العالم لا ادري۔

ترجمہ۔ یہ حدیث عالم کے لیے بنیاد فراہم کرتی ہے کہ وہ جب کوئی بات نہ جانے تو لا ادری کہا کرے کہ میں یہ بات نہیں جانتا۔

⑧ — حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ کہتے ہیں ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بے چینی سے گزاری زیادہ جاگتے رہے۔ آپ سے عرض کی گئی جنوڑا لیا کیوں رہا۔ آپ نے فرمایا۔

الی وجدت عمرة ساقطة فاكلمتها ثم تذكرت ثم اكلان عندنا من

بتمر الصدقة فلا ادري أمن ذلك كانت العمرة او من تمر اهل

فذلك اسهون۔

ترجمہ میں نے ایک کھجور گرے ہوئی پانی اور میں نے (اُٹھا کر) کھالی پھر مجھے یاد آیا کہ ہمارے ہاں کچھ صدقے کی کھجوریں بھی رکھی تھیں میں نہیں جانتا

ہو سکتا ہے یہ کھجور ان میں سے ہو یا میرے گھر کی کھجوروں میں سے پھر اس بات نے مجھے رات جگائے رکھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ بھی روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:-
انی لا اقلب الی اہلی فاجد القرة ساخطہ علی فراشی فارفعها لا کلہما
ثم اخشی ان تكون صدقة فالقیہما۔

ترجمہ میں جب گھبراتا ہوں تو کبھی اپنے بستر پر گری کھجور پاتا ہوں اسے اٹھاتا ہوں کہ کھالوں پھر ہی مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو سو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔

کہیں رستے میں گری کھجور ملتی تو آپ اسے بھی اس اندیشہ سے نہ لیتے کہ کہیں صدقہ کی نہ ہو ورنہ آپ رزق کا اتنا ادب کرتے کہ مجال ہے اس طرح ضائع ہو حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں:-
مرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بقرۃ فی الطريق فقال لولا انی اخاف ان تكون
من الصدقة لا کلتہما۔

ترجمہ آنحضرتؐ رستے میں پڑی ایک کھجور کے پاس سے گزے آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہو کہ یہ کھجور صدقہ کی ہوگی تو میں اُسے کھا لیتا۔

⑨ — حضرت ابوسعید الخدریؓ کی ایک اور روایت لیجئے۔ آپ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا:-

الناس یصعقون یوم القیمة فاکون اول من یفیق فاذا انا بموسى اخذ
بقائمة من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقة الطور
ترجمہ سب لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے پھر میں پہلا ہوں گا
جسے افاق ہو گا میں کیا دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک پائے

۱۔ صحیح بخاری جلد ۸ ص ۲۸۸ کنز العمال جلد ۲ ص ۲۸۵ ۲۔ صحیح بخاری جلد ۸ ص ۲۸۸ صحیح مسلم جلد ۴ ص ۳۲۴ مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۲۲۴ کنز العمال جلد ۲ ص ۲۲۴ ۳۔ صحیح بخاری جلد ۸ ص ۲۸۸ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۲

کو تھامے کھڑے ہیں میں نہ جانوں گا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا ان کی
کوہ طور کی بے ہوشی اس کی جگہ شمار کئی گئی۔

— (۱۰)

ما ادری تتبع نبیا کان ام لا وما ادری ذوالقرنین نبیا کان ام لا۔
ترجمہ میں نہیں جانتا کہ حضرت تبع نبی تھے یا نہ اور میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین
نبی تھے یا نہ؟

علم غیب نہ ہونے پر جو خطرات پیش آتے۔

آنحضرتؐ نے اپنے سے علم غیب کی نفی اس عنوان سے بھی کی کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اس
قسم کے صدمات مجھے پیش نہ آتے۔ ہر موقعہ پر میں فائدہ پالیا کرتا۔

قل لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسمى السوء۔

(پ ۱ الاعراف ۱۸۸)

اب ہم اس سلسلہ کے چند واقعات عرض کرتے ہیں۔

① شتر صحابہ موت کی آغوش میں بھیج دیئے

آنحضرتؐ کو ہجرت کیسے تقریباً تین سال گزرے تھے کہ مشرکین مکہ نے ایک سازش کے تحت مسلمانوں
کے پیرایہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ نفری امداد چاہی۔ آپ نے مدینہ منورہ کے
شتر صحابہ انہیں دیئے۔ جب صحابہ کا یہ جم غفیر بزمعونہ پر پہنچا تو ان مشرکین نے ایک صحابی کے سوا سب
قتل کر دیئے۔ اتنے بڑے پیرایہ پر مسلمانوں کا قتل عام اور وہ بھی ایک دھوکے تحت آنحضرتؐ پر
بہ صورت حال کیا گزری ہوگی یہ آپ خود سوچیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر علم غیب رکھتے تو کیا یہ

نہ جانتے ہوئے کہ یہ مشرکین کس نسبت سے مجھ سے یہ افزائی قوت مانگ رہے ہیں۔ اور جہاں یہ سازش ہو رہی تھی اگر آپ وہاں حاضر و ناظر ہوتے تو کیا آپ دیدہ و دانستہ ان ستر صحابہؓ کو اسی طرح موت کی آغوش میں بھیجتے۔

② نوصحابہؓ کی مہم موت کی آغوش میں

سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوصحابہؓ کو دشمن کی خبریں لانے کے لیے جاسوسی پر بھیجا۔ یہ مقام بدہ پر پہنچے تو دشمنوں نے (بنو لیان نے) انہیں آلیا۔ آٹھ ہی وقت تہ تیغ کر دیئے اور سالار قافلہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کو مکہ لے جا کر سولی دی۔ حضرت نمیبؓ کی شہادت بھی اسی موقع پر پیش آئی۔

③ صحابہؓ زہر کھا کر موت کی آغوش میں

یہودی جنگ میں پسپا ہوئے تو ایک یہودی عورت نے دھوکے سے آپؐ کو وہ گوشت کھلا دیا جس میں اس نے زہر ملا یا ہوا تھا۔ حضورؐ نے چند لقمے کھائے ہوں گے کہ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہو گئی کہ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے کہا کھانے سے ہاتھ کھینچ لو جو صحابہؓ بے فکری سے کھا رہے تھے وہ اس سے وفات پا گئے۔ حضرت بشر بن برآبرؓ نے معرہؓ بھی اسی سانحہ میں شہید ہوئے۔

توفي اصحابه الذين اكلوا من المشاة۔

ترجمہ: آپؐ کے وہ صحابہؓ فوت ہو گئے جنہوں نے اس (زہر والی بھجری) کا گوشت کھایا۔ اس وقت تو حضورؐ زہر کے اثر سے پچھلے۔ اللہ تعالیٰ کا آپؐ سے وعدہ تھا کہ وہ آپؐ کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔ لیکن جب آپؐ فراموش نبرد ادا فرما چکے اور سفر آخرت قریب آیا تو آپؐ

نے پھر اس زہر کے اثر کو محسوس کیا۔

⑤ ایک غلام کے بدلے دو غلام دینے پڑے

اسلام میں غلام اپنے کاموں میں آزاد نہیں۔ حج اور ہجرت جیسی نیکی پر بھی وہ بدول آقا کی رضا کے عمل نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہجرت کی بیعت کی۔ حضورؐ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غلام ہے۔ جب اس کا مالک آیا اور مصدقہ حال معلوم ہوئی تو آپؐ نے اسے دو غلام دے کر وہ غلام اپنے ذمہ لے لیا۔

علم بوقت قیامت اور اس کی گرانباری

يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَوْئِدُهَا قُلْ أَمَّا عَلَيْهَا عِنْدِي لَا يُحِيطُ بِهَا
لَوْ كُنَّا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ الْبَغْثَةُ يَسْئَلُونَكَ
كَأَنَّا كُفِّتْ عَنْهَا قُلْ أَمَّا عَلَيْهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

(پہلے الاعراف آیت ۲۳)

ترجمہ۔ پوچھتے ہیں تجھ سے قیامت کے بارے میں کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت؟ آپ کہہ دیں اس کا علم تو میرے ہی رب کے پاس ہے۔ وہی کھولے گا اسے اس کے وقت پر۔ وہ گھڑی بھاری ہے آسمانوں اور زمین میں جب تم پر آئے گی تو اچانک آئے گی تجھ سے پوچھتے ہیں گویا تو اس کی تلاش میں ہے آپ کہہ دیں اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔
حضرت شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں۔

کل دنیا کی موت کو کون بتا سکتا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں سنہ میں آئے گی اس کی تعیین کا علم سبجہ خدا نے غلام الغیوب کسی کے پاس نہیں۔ وہ ہی قیامت

معین و مقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کر دے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت
 تھا آسمان و زمین پر وہ بڑا بھاری واقعہ ہو گا۔ اور علم بھی بہت بھاری ہے جو
 خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں گوارا اس واقعہ کی املاات بہت سی نشانیں انبیاء علیہم
 السلام خصوصاً ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں تاہم
 ان سب علامات کے ظہور کے بعد بھی جب قیامت کا وقوع ہو گا تو بالکل بے خبری
 میں اچانک اور دفعۃً ہو گا جیسا کہ بخاری وغیرہ کی احادیث میں تفصیلاً مذکور
 ہے۔ ان لوگوں کے طرز سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا آپ کی نسبت یوں
 سمجھتے ہیں کہ آپ بھی اس مسئلہ کی تحقیق و تفتیش اور کھوج لگانے میں مشغول
 رہے ہیں اور تلاش کے بعد اس کے علم تک رسائی حاصل کر چکے ہیں۔ حالانکہ
 یہ علم حق تعالیٰ شائد کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس چیز کے پیچھے
 نہیں پڑا کرتے جس سے خدا نے اپنی مصلحت کی بنا پر روک دیا ہو نہ ان کے اختیار
 میں ہے کہ جو چاہیں کوشش کر کے ضروری معلوم کر لیا کریں۔ ان کا منصب یہ
 ہے کہ جن بے شمار علوم و کمالات کا خدا کی طرف سے اضافہ ہو نہایت شکر
 گزاری اور قدر شناسی کے ساتھ قبول کرتے رہیں۔ مگر ان باتوں کو اکثر عوام
 کا لانا عام کیا سمجھیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:-

علم اس کا زمین و آسمان والوں کو مشکل اور بھاری ہے نہ آدے گی تم کو
 قیامت مگر ناگہاں۔

② پھر دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:-

يَسْأَلُ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ

الساعة تكون قريبا. (پا الاصاب آیت ۶۲ ع ۸)

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کے بارے میں آپ کہہ دیں اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے اور آپ کیا جانیں شاید وہ گھڑی پاس ہی ہو۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

شاید یہ بھی منافقوں نے ہٹ کھنڈا بچڑا ہو گا کہ جس چیز کا دُنیا میں کسی کے پاس جواب نہیں وہ وہی سوال بار بار کریں اس پر یہاں ذکر کر دیا۔
پھر فرمایا گیا:-

(۲)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْنِمَا. فِيمَ آتَتْ مِنْ ذِكْرَاهَا. الْخَبِيرُ

مَنْتَهَاهَا. (پا الانازعات آیت ۴۲)

ترجمہ: پوچھتے ہیں تجھ سے قیامت کے بارے میں کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت؟ تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے۔ تیرے رب ہی کی طرف ہے پہنچ اس کی۔
حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

پوچھتے پوچھتے اسی تک پہنچنا ہے پیچھے سب بے خبر ہیں۔

یعنی اس کا وقت ٹھیک متین کر کے بتانا آپ کا کام نہیں۔ کتنے ہی سوال و جواب کرو آخر کار اس کا علم خدا ہی پر حوالہ کرنا ہے۔ (شیخ الاسلام)

(۳) پھر ارشاد ہوا:-

ان الله عنده علم الساعة. (پا لقمان آیت ۳۴)

ترجمہ: بیشک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کی گھڑی کا علم..... الایۃ

یعنی قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم خدا ہی کے پاس ہے نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے۔

قرآن کریم کی ان چار تین شہادتوں پر ہم یہ بات قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وقت قیامت کا علم اپنے پاس ہی رکھا ہے۔ اس بات کا علم اتنا بھاری ہے کہ زمین و آسمان اسے اٹھا نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا بوجھ کسی پیغمبر اور فرشتے پر ڈالا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جو چیز انتہائی گراں ہو سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس سے حفاظت فرمائی۔

قیامت واقع ہوگی یہ بات ماکان و مایکون میں سے ہے کائنات کا یہ جہاد بڑی تیزی سے چل رہا ہے کسی کو معلوم نہیں کب اس کا لنگر ڈال دیا جائے اور اس کا چلنا اچانک رک جائے۔ جب قیامت کی گھڑی کا علم کسی کے پاس نہیں تو بات اعتقادات میں سے ہے کہ ماکان و مایکون پر کسی کا علم محیط نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تو دیا گیا کہ قیامت واقع ہوگی۔ آپ کو اس کی بہت سی علامات بھی بتلائی گئیں اور آپ نے ان اخبار غیبیہ پر کوئی غفلت نہیں کیا۔ ساری آگے بتلا دیں۔

وما هو علم الغیب بضنین۔ (پٹ، انکویر ۲۴)

ترجمہ۔ اور وہ غیب کی باتوں پر غفلت نہیں۔

تاہم اس خاص گھڑی کا وقت آپ کو نہیں بتلایا گیا نہ اس کا بوجھ آپ کی شان کے لائق تھا اگر آپ کو اس کا علم دیا جاتا تو اسے بھی آگے بتلا دیتے اور پھر صحابہؓ بھی اس گھڑی کو جانے ہوتے۔

اگر آپ کو اس کا علم ملتا تو ظاہر ہے کہ بذریعہ وحی ملتا۔ از خود آپ اسے جان لیں یہ تو اہل بدعت بھی نہیں کہتے۔ اب ظاہر ہے کہ آپ ان روئے قرآن اس بات کے مکلف ہیں کہ آپ کو جو کچھ بذریعہ وحی ملے اسے آگے پہنچائیں۔ آپ اگر ایسا نہ کریں تو آپ کو بتلایا گیا کہ اس صورت میں آپ منصب رسالت کی ذمہ داری ادا نہ کرنے والے ٹھہریں گے اور ایسا ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔
یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔

(پٹ، المائدہ آیت ۶۷، ع ۱۰)

ترجمہ۔ اے رسول! آپ پہنچا دیں جو آپ کی طرف اتارا گیا ہے اور اگر آپ نے
ایسا نہ کیا (اے آگے نہ پہنچایا، تو آپ نے نہ پہنچائی اس کی رسالت (لوگوں
سے ڈرنے کی بات نہیں) اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے بچائے رکھیں گے۔

سوال اگر آپ کو وقت قیامت کا علم دہی کیا گیا ہوتا تو آپ یقیناً اے آگے صحابہ کو پہنچا دیتے
ہرگز غفل سے کام نہ لیتے اور پھر صحابہ سے تابعین کرام اور ائمہ مجتہدین اس وقت خاص کو جانے ہوئے
ہوتے — اور جو دہویں صدی کے اور علماء تک نہ سہی مولانا احمد رضا خاں تک تو اس کا علم ضرور
پہنچا ہوتا اور پھر بریلوی علماء تو ضرور جانے ہوئے ہوتے کہ قیامت آئے گی اور انہوں نے اس
کی تاریخ اور اس کا سن ضرور جان لیا ہوتا۔

بریلوی عوام کا یہ کہنا کہ ہمارے علماء جانتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی مگر وہ اس لیے
نہیں بتاتے کہ دیوبندوں کو پتہ چل جائے گا یہ بات اتنی کمزور ہے کہ ہم اس کا جواب دینے کی
ضرورت نہیں سمجھتے اور پھر وہ علماء تو ضرور بتا دیتے جو بریلویت چھوڑ کر اہل سنت والجماعہ علماء
دیوبند، میں آئے ہیں سورہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے قیامت کی اس
گھڑی کا پتہ ہے وہ جھوٹ بولتا ہے اور قرآن کریم کی اس خبر کی کہ وقت قیامت کا علم صرف اللہ
رب العزت کے پاس ہی ہے تکذیب کرتا ہے وہ ہرگز مسلمان نہیں اور قرآن کریم سے جاہل ہے
وہ شخص جو اسے مسلمان سمجھتا ہے۔

قرآن کریم کی جن شہادتوں سے ہم اس یقین پر پہنچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کی گھڑی کا
علم کسی کو علم نہیں دیا۔ وہ سب آیات کی سورتوں کی نہیں سورۃ الاحزاب بالاتفاق مدنی سورت ہے اور
اس میں مرتبہ طور پر حضور کو کہا گیا ہے۔

وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریباً۔ (آپ الاحزاب ۶۳)

ترجمہ۔ اور آپ کیا جانیں ہو سکتا ہے کہ قیامت کی گھڑی قریب آپہنچی ہو۔

وما ادراك اور وما يدريك میں فرق

قرآن کریم میں اس بات کے بیان کے لیے کہ آپ کیا جانیں دو طرح کے محاورے آتے ہیں۔ وما ادراك اور وما يدريك اور دونوں میں فرق ہے — لیلة القدر کے بارے میں فرمایا۔

انا انزلناه فی لیلة القدر وما ادراك مالیلة القدر۔

اور قیامت کی گھڑی کے بارے میں فرمایا۔

قل انما عملها عند الله وما يدريك لعل الساعة تكون قریبا۔ (آپ احزاب ۶۲)

ما ادراك میں اس علم کی نفی ہوتی ہے جس کا علم آگے جا کر ہو سکے جیسا کہ مرتبہ لیلة القدر بعد میں آپ کو بتلادیا گیا۔

لیلة القدر خبیث من الف شہس۔

مگر وما يدريك میں آئندہ کے لیے بھی اس بات کی نفی ہو جاتی ہے۔ ادری ماضی کا صیغہ ہے اور یدری مضارع کا۔

صحیح بخاری میں حضرت سفیان بن عیینہ سے منقول ہے۔

ماکان فی القرآن وما ادراك فقد اعلیٰ وما قال وما يدريك فانتہ

لہ یعلیٰ

ترجمہ تو کہن کریم میں جہاں وما ادراك کے الفاظ ہیں سو اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دیا

اور جہاں دعا یدريك فرمایا تو یہ دعہ چیز ہے جس کا علم اللہ نے آپ کو بعد میں بھی نہ دیا۔

بریلویوں کا عذر لنگ

بریلوی علماء اس کے جواب میں کہا کرتے ہیں قرآن کریم کا عام قاعدہ تو یہی ہے لیکن قیامت

لہ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۶۰

کا وقوع عام حالات میں سے نہیں۔ اس لیے علمِ وقتِ قیامت کو اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ کرنا بڑے گامِ عالمیہ میں سے کسی نے قیامت کی گھڑی کو اس قاعدہ کے تحت نہیں رکھا۔ ہم جواب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) کا حوالہ پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ بعد کے کسی مقتدر عالم نے اس کی تردید نہیں کی۔

فکل ما فی القرآن وما ادراک فقد اعلمہ اللہ آیاہ وما فیہ وما یدرک
فلم یدرہ ولم یطلعہ علیہ کقولہ عزوجل وما یدرک لعل الساعۃ
تکون قریبا وما تبیین لہ وقتہا۔^{۱۵}

ترجمہ: قرآنِ کریم میں جہاں بھی وما ادراک کے الفاظ ہیں سو اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعد میں دے دیا اور جہاں اس میں وما یدرک کے الفاظ ہیں سو اسے آپ نے نہیں جانا اور نہ اللہ نے آپ کو اس پر مطلع فرمایا جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ آپ کیا جانیں ہر کتنا ہے کہ قیامت قریب ہو اور آپ پر اس کا وقت نہ کھلا تھا۔

اب پھر اس مضمون کی طرف نوٹیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وقتِ قیامت کی گھڑی بتائی ہوتی تو کیا آپ اس وجہ الہی کو آگے نہ پہنچاتے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم نہ دے رکھا تھا: بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالہ اور کیا آنحضرتؐ غیبی اُمور پر اطلاع پا کر اسے آگے بتانے میں معاذ اللہ تجھل تھے؟ قرآنِ کریم نے کیا آپ سے اس مزاج کی نفی نہیں کی؟ کیا دما ہو علی الغیب بضنین آپ کی شان میں نہیں آیا؟

علمِ وقتِ قیامت نہ دیتے جانے پر قرآن کی پانچویں شہادت

ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیہا لتجزی کل نفس بما تسعی۔ (پہلے آیت ۱۵)
ترجمہ: قیامت بے شک آنے والی ہے میں غفی رکھنا چاہتا ہوں اسے تا ہر شخص

بدلہ پائے اُس کا جو اس نے کیا۔
 یعنی اس کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں حتیٰ کہ اگر خود اپنے سے
 چھپانا مخفی ہوتا تو اپنے سے بھی مخفی رکھتا۔ لیکن یہ ممکن ہی نہیں۔
 وفيه من المبالغة قاله شيخ الاسلام۔

علم قیامت نہ دیئے جانے پر قرآن کی تھپی شہادت

اليه يرد علم الساعة وما تخرج من ثورات من اكمامها وما تحمل
 من انثى ولا تضع الا بعلمه۔ (پہلے حم سجدہ آیت ۲۷)

ترجمہ۔ اسی کی طرف حوالہ ہے قیامت کے علم کا۔ نہیں نکلتا کوئی میرہ اپنے غلاف
 سے مگر یہ کہ وہ اسی کے علم میں ہے۔

یعنی اسی کو خبر ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ بڑے سے بڑا بنی اور فرشتہ بھی اس کے
 وقت کی تعیین نہیں کر سکتا۔ جس سے دریافت کرو گے یہ ہی کہہ گا کہ جس سے پوچھا جا رہا ہے
 وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

علم وقت قیامت نہ دیئے جانے پر قرآن کی ساتویں شہادت

قل ان ادری اقرب ما توعدون ام يجعل له ربي امداً۔

(پہلے الانبیاء آیت ۱۰۹، پہلے المؤمن آیت ۲۵)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں میں نہیں جانتا کہ نزدیک ہے جس چیز سے تمہیں ڈرایا جا رہا ہے
 ہے وہ قریب ہے یا کر دے گا میرا رب اسے مدت کے بعد۔

یعنی اس کا علم مجھے نہیں دیا گیا کہ وعدہ جلد آنے والا ہے یا ایک مدت کے بعد۔ کیوں کہ
 قیامت کا وقت معین کر کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتایا۔ یہ ان غیوب میں سے جو اللہ رب العزت

کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس موضوع پر قرآن کی آٹھویں شہادت

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ . قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ . (پہلی یونس آیت ۴۸، پہلی الملک آیت ۲۶)
ترجمہ: اور کہتے ہیں کب یہ وعدہ پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ آپ کہہ دیں اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میرا کام تو یہی ڈرنا دینا ہے کھول کر۔
یعنی وقت کی تعیین میں نہیں کر سکتا۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے جو چیز یقیناً آنے والی ہے اس سے آگاہ کر دینا اور خوفناک مستقبل سے ڈرانا میرا فرض ہے اور وہ میں ادا کر چکا۔

اس موضوع پر قرآن کی نویں شہادت

وَاجْعَلْ مِثْقَلَهُ فِي يَوْمٍ ثَمَّ يَنْتَقِمُ تَمَتُّدُونَ . (پہلی الانعام آیت ۲)
ترجمہ: اور ایک وقت مقرر ہے اس کے نزدیک پھر بھی تم شک کرتے ہو۔
یہ وقت اس کے ہاں مقرر ہے وہی جب چاہے گا اسے کھولے گا۔ اس وقت خاص کی کسی کو خبر نہیں۔

اس موضوع پر قرآن کی دسویں شہادت

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ
بَلْ إِذَا رَأَوْا سُحُومًا مِّنَ السَّمَاءِ سَوَّاهُ قُلْ هِيَ سَحَابٌ مِّمَّنْ يُصَوِّرُ السَّحَابَ كَمَا يَشَاءُ أَلَمْ يَعْلَمِ مَنْ فِي السَّمَاءِ بِمَا يَشَاءُ . (پہلی النمل آیت ۶۵)
ترجمہ: آپ کہہ دیں خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی مگر اللہ اور ان کو خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ تھک کر

رہ گیا ہے ان کا علم آخرت کے بارے میں۔

آیت کے پہلے حصے میں اس کا بیان ہے کہ کل مغیبات کا علم بجز خدا تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں اور دوسرے حصے میں اس علم میں سے خاص علم وقت قیامت کی تخصیص فرمائی یعنی قیامت کب آئے گی؟ جس کے بعد مردے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس کی خبر کسی کو نہیں۔

یہ آیت اپنے مضمون میں نہایت واضح اور محکم ہیں۔ محکم ہونے کا نشان یہ ہے کہ اس سے متسلکین اسلام نے عقائد اسلام کے ثابت کرنے کے لیے متک کیا ہے متشابہات سے اثبات عقیدہ میں استدلال کرنا جائز نہیں۔ سو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت محکم ہے۔ علامہ ابن ہمام السکندیؒ اور محدث کبیر ملا علی قاریؒ نے اس آیت سے متک کر کے اس شخص کی تکفیر کی ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرتؐ غیب جانتے تھے۔

ثم اعلم ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لم يعلموا المغيبات الا ما اعلمهم الله تعالى احيانا..... وذكر الحنفية تصرحاً بالتكفير باعتقاد ان النبي عليه الصلوة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من في السموات والارض الا الله كذا في المسائر ١

ترجمہ۔ پھر جان لو پیغمبران پر درود و سلام ہوں غیب کی باتوں کو نہیں جانتے مگر وہی کچھ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو مختلف اوقات میں بتا دیا.... فقہاء حنفیہ نے بڑی صراحت سے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی پاک علم غیب رکھتے تھے کیونکہ یہ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے کہ آپؐ فرمادیں کہ جو کوئی مجھ سے آسمانوں میں اور زمین میں وہ غیب کو نہیں جانتا مگر ایک اللہ حافظ ابن ہمام نے مسائرہ میں ایسا ہی کہا ہے

قرآن کریم کی ان دس آیات قطعہ سے امت مسلمہ نے پورے تسلسل سے یہی سمجھا ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے وقت قیامت کا علم صرف اپنے پاس رکھا ہے کسی پیغمبر اور کسی فرشتے کو اس پر مطلع نہیں کیا۔

جلیل القدر مفسرین (صحابہ کرامؓ) نے قرآن کریم سے یہی عقیدہ اخذ کیا ہے۔

① حضرت عبداللہ بن مسعود (ؓ) کہتے ہیں:-

اوتی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم علم کل شیء موسوی هذه الحسن

ترجمہ: تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم دیا گیا سوائے ان پانچ چیزوں کے۔ ۱۔ قیامت کا وقت اور چار اور باتیں۔

ان چار کا علم بطور کلیہ صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے کوئی کوئی بات جو کسی کو معلوم ہوئی وہ جزئیات میں۔ بطور کلیہ ان چار غیب کی کنجیل کسی کے ہاتھ نہیں دی گئیں۔

② حضرت علی المرتضیٰ (ؓ) (۴۰ھ)

كان النبي صلى الله عليه وسلم يسأل عن الساعة فانزلت فيم انت من ذكراها۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عام پوچھا جاتا تھا کہ قیامت کب آئے گی۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ فیم انت من ذكراها الی ربك منتہاھا۔ (پٹ النازعات ۴۴)

③ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (ؓ) (۵۷ھ)

لعریزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يسأل عن الساعة حتى انزل

عليه فيما انت من ذكراها۔ الی ربك منتہاھا۔

ترجمہ: آنحضرتؐ سے برابر پوچھا جاتا رہا کہ قیامت کب واقع ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر آیت مذکورہ بالا نازل فرمایا کہ اس کا علم آخر کار اس کی طرف لڑتا ہے۔

④ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۶۸ھ)

لما سأل الناس محمداً عن الساعة سألوه سوال قوم كانهم يرون ان
محمداً صلى الله عليه وسلم حفي عنها فاحس الى انما علمها عنده يستأثر
بعلمها فلم يطلع عليها ملكاً ولا ن سولاً^١

ترجمہ جب لوگوں نے آنحضرتؐ سے قیامت کے بارے میں پوچھا تو یہ اس طرح پوچھا گویا وہ
سمجھتے تھے کہ آپ اس کا علم کیسے کب واقع ہوگی چھپائے ہوئے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی
کی کہ اس کا علم صرف اسی کے پاس ہے صرف اللہ ہی کو ہے اس پر اس نے کسی فرشتے اور کسی رسول
کو مطلع نہیں کیا۔ آنحضرتؐ کثرت سے قیامت کا ذکر فرماتے یہاں تک کہ آپ پر یہ اہیت اُتری
فیما انت من ذکرہا کہ آپ کہاں تک اس کا ذکر کریں گے۔

⑤ حضرت طارق بن شہابؓ (۸۲ ھ)

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثّر ذكر الساعة حتى نزلت فيه
انت من ذكرها الى ربك منتهاها فكف عنها^٢
ترجمہ حضور قیامت کا ذکر کثرت سے کرتے یہ اہیت اُتری تو آپ اس کے ذکر سے رک گئے۔

⑥ حضرت ریح بن خراشؓ (۱۰۰ ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا :-

۱۔ ان من العلم ما لا يعلمه الا عز وجل الخمس ان الله عنده علم الساعة^٣

ترجمہ ایسے بھی علم ہیں جنہیں ایک اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ علم وقت قیامت
اور دوسری اور چار چیزوں کا علم (بطور کلیہ)

۲۔ اب دوسری صدی کی ایک اور شہادت لیجئے۔ میلان قدس البی سدی کبیر (۱۲۷ ھ)

فرماتے ہیں :-

ليس من اهل السموات والارض احد الا وقد اخفى الله عنه
علم الساعة^٤

۱۔ تفسیر ابن جریر جلد ۸ ص ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱

ترجمہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت واقع ہونے کی کھڑی اس سے مخفی رکھی ہے۔

جلیل القدر مفسر حضرت قتادہ بن دعامہ (۱۱۷ھ) فرماتے ہیں :-

ولعمری لقد اخفاها الله من الملكة المقربین ومن الانبیاء المرسلین۔ ۱

ترجمہ مجھے زندگی کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کچھ فرشتوں اور انبیاء و مرسلین سب سے مخفی رکھا ہے۔

حضرت مجاہدؒ اور حضرت ضحاکؒ (۱۰۲ھ)

حضرت مجاہد سے صحیح یوں ہے کہ قولہ کانک حنفی عنہا یعنی تونے اُڑ کر قیامت کو اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا ہے یہاں تک کہ اس کا وقت تجھے معلوم ہے حالانکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا..... اور مہم نے بعض علمائے تابعین سے اور ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ کانک حنفی عنہا ای کانک عالم بہا گویا تو وقت مقررہ قیامت کو جانتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مخلوق پر مخفی رکھا ہے اس کو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ ۲

دوسری صدی کے آخر میں حضرت امام شافعیؒ (۲۰۴ھ) کا دور عروج تھا آپ نے قرآن کریم کی آیات احکام پر جو کچھ لکھا اسے امام بیہقیؒ نے احکام القرآن للامام الشافعی کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس میں ہے امام شافعیؒ نے فرمایا :-

وانه حجب عن نبیه صلی اللہ علیہ وسلم علم الساعة۔ ۳

ترجمہ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وقت قیامت کر پڑے میں رکھا ہے۔

۱۔ تفسیر ابن جریر جلد ۱ ص ۹۵ ابن کثیر جلد ۲ ص ۱۲ ۲۔ مواہب الرحمن جلد ۹ ص ۱۹ ۳۔ احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۲

حضرت امام شافعیؒ اپنے رسالہ اصول فقہ میں لکھتے ہیں:-

لَمَّا نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْأَلٍ عَنِ السَّاعَةِ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ
فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَى رَبِّكَ مَتْنَهَا فَأَنْتَهَى قَالَ الشَّافِعِيُّ وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ
وَجَلَّ قُلْ لَا يَعْلَمُ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَقَالَ تَعَالَى
إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ

ترجمہ۔ آنحضرتؐ سے یہ سوال برابر پوچھا جاتا رہا کہ قیامت کب واقع ہوگی۔ اس
پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپؐ کو کیا کام اس گھڑی کے ذکر سے
اس کے علم کی انتہا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ
فرما چکا آپؐ کہہ دیں کہ آسمان اور زمین میں کوئی غیب کو نہیں جانتا مگر ایک
اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت واقع ہونے کی گھڑی
بس اسی کو معلوم ہے۔

تیسری صدی کے مبیل القدر امام حضرت امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) کی ایک روایت میں بھی بس
وَأَنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَعْلَمْهُ إِلَّا اللَّهُ ۖ

ترجمہ۔ ایسے بھی علوم ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تیسری صدی کے آخر میں حافظ ابن جریر طبریؒ (۴۱۰ھ)

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ فَلَا يَدْرِي أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ تَقْوِمَ السَّاعَةِ إِلَّا سَنَةُ ادْفِنِي فِي شَهْرِ أَوَّلِ اذْهَبَ ۖ

أَنَا عِلْمُ السَّاعَةِ عِنْدَ اللَّهِ لَا يَعْلَمُ وَقْتُ قِيَامِهَا غَيْرُهُ ۖ (پ ۳۵)

فَلَا يَعْلَمُ قِيَامَهَا حَتَّى تَقُومَ مَلَكَ مُقَرَّبٍ وَلَا نَبِيٌّ مَرْسَلٌ ۖ (پ ۳۶)

پھر تھقی صدی کے حافظ ابو جعفر طحاویؒ (۳۲۱ھ)

وَأَصْلُ الْقَدْرِ سِرُّ اللَّهِ فِي خَلْفَةِ لَا يَطْلُعُ عَلَى ذَلِكَ مَلَكَ مُقَرَّبٍ وَلَا نَبِيٌّ مَرْسَلٌ ۖ

لہ رسالہ الامام شافعیؒ ص ۱۷۹ الادب المفرد ص ۱۵۹ حاشیہ تنزیہ طبریؒ ص ۱۷۹ عقیدہ طحاویؒ ص

ترجمہ۔ قدر کی اہل اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے بارے میں ایک راز ہے پھر اس پر کوئی
مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی مطلع نہیں ہو پاتا۔

پانچویں صدی کے آخر میں محی السنہ امام بغویؒ (۵۱۶ھ) سے کون آشنا نہیں۔

وَيْسُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ إِي
أَيُّ شَيْءٍ يَعْلَمُكَ أَمْرُ السَّاعَةِ وَمَتَى تَكُونُ قِيَامُهَا إِي أَنْتَ لَا تَعْرِفُهُ ۖ

ترجمہ۔ لوگ! آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں سوائے اس کے
نہیں کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے اور آپ کیا جانیں آپ کو اس گھڑی کا علم کوئی بتائے
اور یہ گھڑی کب واقع ہوگی یہ آپ نہیں پہچانتے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) لکھتے ہیں:-

کہنے لگا قیامت کے متعلق بیان کرو (کہ کب واقع ہوگی) حضورؐ نے فرمایا جس سے قیامت کے
متعلق سوال کیا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ قیامت کو نہیں جانتا۔ ۱

سائل کون تھا؟ کیا اس جگہ کے وقت حضورؐ سے پہچانتے تھے؟ حضرت شیخ لکھتے ہیں حضورؐ نے فرمایا:-
وہ جبریل تھے تم کو تمہارے دینی امور سکھائے آئے تھے اس سے پہلے جب کبھی کسی

شکل میں آئے میں نے ان کو پہچان لیا مگر اس شکل میں انہیں نہیں پہچانا۔ ۲

چھٹی صدی کے جلیل القدر امام حضرت امام فخر الدین رازیؒ (۶۰۶ھ)

وَأَعْلَمُ أَنَّهٗ نَقَّالِي بَيْنَ فِي الْقُرْآنِ أَنَّهُ لَا يُطْلَعُ أَحَدًا مِّنَ الْخَلْقِ عَلَى
وَقْتِهِ الْمَعِينِ ۖ

ترجمہ۔ اور آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کھول کر بیان کر دیا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں سے کسی کو قیامت کے وقت معین پر مطلع

نہ کرے گا۔

قل انما علمها عند الله لا يتبين لكَر فان الله اخفاها للحكمة۔ ۱۰

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں اس کا علم صرف اللہ کے ہاں ہی ہے وہ نہیں کہیں نہ بتائے گا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت مخفی کر رکھا ہے۔

آئیے اب آپ کو ساتویں صدی میں لے چلیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما المسئول عنهم بما علم من السائل جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا) اس پر امام نوویؒ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:-

فيه انه ينبغي للعالم والمفتي وغيرهما اذا سئل عن ما لا يعلم ان يقول لا اعلم وان ذلك لا ينقصه۔ ۱۱

ترجمہ۔ اس حدیث میں اس کی تعلیم ہے کہ عالم اور مفتی اور ان کے سوا جو بھی ہو جب اسے وہ بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو صاف کہے کہ میں نہیں جانتا اور اس سے اس کا درجہ کم نہیں ہوتا۔

وقد طوى الله تعالى علم القدر عن العالم فلم يعلم بنى مرسل ولا ملك مقرب۔ ۱۲

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے علم قدر کو پورے عالم سے لپیٹ رکھا ہے (محفوظ کر رکھا ہے) اسے نہ کوئی بنی مرسل جانے اور نہ کوئی فرشتہ مقرب (اس کا علم صرف اسی کے پاس ہے) بعیل القدر مفسر قاضی بیضاویؒ (۶۸۲ھ) لکھتے ہیں:-

استأثر به لم يطلع عليه ملكاً مقرباً ولا نبيّاً مرسلًا۔ ۱۳

ترجمہ۔ اس نے اس علم کو اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو اس پر اطلاع نہیں بخشی۔

ساتویں صدی کے اواخر میں علامہ نسفیؒ (۷۰۰ھ) ہوئے ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیتے لکھتے ہیں:-

ای لا ادری منی یکون یوم القیمة لان الله تعالی لم یطلعنی علیہ
ترجمہ میں نہیں جانتا کہ قیامت کب واقع ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر
مطلع نہیں فرمایا۔

آٹھویں صدی کے جلیل القدر مفسر علامہ علی بن محمد الخازنؒ (۴۰۰ھ) رقمطراز ہیں:-
انما قال كذلك اشعاراً بالتعمیم تعریضاً للسامعین ان کل سائل
ومسئول فهو كذلك۔

ترجمہ۔ آپ نے اس طرح تعمیم بتانے کے لیے ارشاد فرمایا سامعین کو تعریضاً بتلایا
کہ اس کا ہر پوچھنے والا اور ہر پوچھا جانے والا اس سوال میں اسی طرح ہیں۔
حافظ ابن کثیرؒ (۷۴۰ھ) آیت لا املک لنفسی ضرراً ولا نفعاً الا ما شاء اللہ کے
تحت لکھتے ہیں:-

ای لا اقول لکم الا ما علمنی ولا اقدر علی شئ مما استأثر به الا ان
یطلعنی اللہ علیہ فان اعبدہ ورسوله الیکم وقد احبب نیکم
بمجئی الساعة وانما کائناتہ ولم یطلعنی علی وقتہا۔

ترجمہ میں نہیں وہی بتلاتا ہوں جو میرے رب نے مجھے بتلایا اور میں کوئی ایسی قدرت
نہیں رکھتا جس سے کسی چیز کو اپنے لیے خاص کر لوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے کسی بات
پر مطلع کرے میں اس کا بندہ ہوں اور اس کا تمہاری طرف رسول ہوں میں نے
تمہیں قیامت کے آنے کی خبر دی ہے اور وہ آکر رہے گی اور اس کے واقع
ہونے کے وقت سے اس نے مجھے اطلاع نہیں دی۔

يقول الله تعالى مخبر الرسول صلوات الله وسلامه عليه انه لا علم له بالساعة وان سألہ الناس عن ذلك وارشدہ ان يرد علمها الى الله عز وجل كما قال تعالى في سورة الاعراف وهي مكيّة وهذه مدنية فاستقر الحال في رد علمها الى الذم يقيمها لكن اخبرہ انها قريبة بقوله وما يدريك لعل الساعة تكون قريبا. ۱

ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کو قیامت کی گھڑی کا بالکل علم نہیں اگرچہ لوگ آپ سے اس کے بارے میں پوچھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ آپ اس کا علم اللہ کے سپرد کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں فرمایا تھا اور وہ مکی سورت ہے اور یہ مدنی سورت آپ اب تک اسی حال میں رہے کہ اس کا علم اسی کی طرف لوٹائیں جو اسے قائم کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ ہو سکتا ہے کہ وہ بہت قریب ہو۔ اپنے اس قول میں۔ وما يدريك لعل الساعة تكون قريبا۔ (پہلا الاحزاب ۶۳)

آئیے اب نویں صدی میں جلیں حضرت علامہ عینی (۸۵۵ھ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب مالمسئول عنہا با علم من السائل کی شرح میں لکھتے ہیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچانا نہ تھا کہ یہ سائل دراصل حضرت تیریل ہیں۔

لا نهما متساويان في نفى العلم به وان كل سائل ومسئول فهو كذلك.

ترجمہ۔ سائل اور مسئل دونوں اس گھڑی کو نہ جانتے ہیں برابر ہیں اور آئندہ بھی جو پوچھے اور جس سے پوچھا جائے وہ اس گھڑی کو جاننے میں برابر رہیں گے۔

یعنی اس گھڑی کا علم صرف ایک کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں اور یہ نفی اس گھڑی کے واقع ہونے تک رہے گی۔

مافظ ابن حجر مستقلاً فی ۸۵۲) بھی لکھتے ہیں :-

فان المراد ايضا التساوى في عدم الحكم به.

ترجمہ: یہ مراد بھی ہے کہ مسائل اور مسائل اس کے نہ جاننے میں دونوں برابر ہیں۔

علامہ جلال الدین محلی (۸۶۲ھ) تفسیر جلالین میں

ای لیس عندک علمہا حتی تذکرہا۔ الی ربک منتہا ای منتہی علمہا

لا یعلمہا غیرہ۔

ترجمہ یعنی آپ کو اس کا علم نہیں کہ آپ اسے یاد کریں آپ کے پروردگار کی طرف اس کی انتہا ہے یعنی اس کے علم کی پہنچ اسی کی طرف ہے اس کے سوال سے کوئی نہیں جانتا۔

فیم انت من ذکرہا کے تحت لکھتے ہیں :-

(یثبتک ای اہل مکہ عن الساعة... انما علمہا حتی تكون عند ربی لا یحیلہا)

یظہرہا (لوقتها) الام بمعنی فی (الاھو)۔

ترجمہ: آپ کے کہے کہ قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں... اس کا علم کہ یہ کب واقع ہوگی میرے رب کے پاس ہے اور وہ اسے ظاہر نہ کرے گا مگر اپنے وقت پر ہی۔ لام بمعنی فی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) اس صدی کے آخری آخری جلیل القدر مفسر ہیں آپ جلالین میں

(یثبتک ای کفار مکہ عن الساعة ایان مرسہا) متی وقوعہا و قیامہا (ذیمہ

انت من ذکرہا) لیس عندک علمہا حتی تذکرہا (الی ربک منتہا) منتہی

علمہا لا یعلمہ غیرہ۔

ترجمہ: کفار مکہ آپ پر چھتے ہیں قیامت کب واقع ہوگی آپ کے پاس اس کا علم کہاں کہ

آپ اسے بتائیں یہ شریعہ رب کو ہی معلوم ہے اسے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ پہلے بھی کہتے ہیں

(قل انما علمہا عند اللہ وما یدریک بعلمک ہما ای انت لا تعلمہا)۔

دوسری صدی کے علماء اعلام میں ہم یہاں علامہ قسطلانی (۹۱۳ھ) خطیب شریعتی (۹۷۷ھ) علامہ

ابو السعود (۹۸۲ھ) اور امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ)

ولا یعلم متى تقوم الساعة الا الله فلم يعلم ذلك بنی مرسل ولا ملك مقرب۔

ترجمہ۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کی گھڑی کب ہوگی مگر ایک اللہ کوئی بنی مرسل ہو یا
ملک مقرب کسی نے اس گھڑی کو نہیں جانا۔

الى ربك منتبهها اي منتبهى علمها لم يؤت احد من خلقه كقوله تعالى
انما علمها عند ربى وقوله تعالى ان الله عنده علم الساعة۔

ترجمہ۔ جو پروردگار کی طرف ہے اس کی انتہائی اس کے علم کی پہنچ اللہ تعالیٰ نے اس کا علم اپنی
مخوف میں سے کسی کو نہیں دیا جیسا کہ ارشاد ہے انما علمها عند ربى سوائے اس کے نہیں کہ اس کا
علم اللہ کے ہاں ہی ہے اور ان الله عنده علم الساعة (پاکستان)

آیت یسلك الناس عن الساعة

قل انما علمها عند الله وما يدريك اى اعم شئ يعلمك ابو الساعة
متى يكون قيامها اى انت لا تعرفه۔

ترجمہ۔ لوگ پوچھتے ہیں آپ سے قیامت کی گھڑی کا (عرب ۶۲) آپ کہہ دیں اس کا
علم اللہ کے ہاں ہی ہے اور آپ کیا جانیں کون سی چیز آپ کو قیامت کا پتہ دے سکے
کب واقع ہوگی یعنی آپ اسے نہیں جانتے۔

علامہ ابو السعود (۹۸۲ھ) لکھتے ہیں:-

(قل انما علمها عند الله) لا یطلع علیہ ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسللاً (وما یدریک) خطاب بتبقل

له صلى الله عليه وسلم اى لا یعلمك به شئ اصلاً۔

معنی کہ نہ اللہ تعالیٰ خاصۃً نہ تعالیٰ قد استأثر به بحیث لم یخبر به احد من ملک مقرب ان بنی مرسل۔

دوسری صدی کے اخیر میں بلیل اندر محدث اور مفسر فقہیہ اور مکمل امام ملا علی قاری (۱۰۱۳-۱۰۲۸ھ) گزرے ہیں۔ آپ دوسری صدی کے مجدد شمار کیے جاتے ہیں۔ پہلے وہ حدیث سامنے رکھیں۔ جس کی شرح میں ہم ملا علی قاری کا عقیدہ قارئین کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔ حضرت بار بار کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پہلے سنا آپ فرما رہے تھے:-

تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ وَأَنَا أَعْلَمُهَا عِنْدَ اللَّهِ ﷻ

ترجمہ تم مجھ سے پوچھتے ہو قیامت کی گھڑی کب ہوگی اور اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے امام ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:-

هَمَزَةُ الْإِنْكَارِ مَقْدَرَةُ أَيْ تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ وَأَنَا أَعْلَمُهَا أَيْ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ﷻ

ترجمہ اور کیا تم پوچھتے ہو مجھ سے قیامت کب واقع ہوگی اس کا علم تو اللہ کے ہاں ہی ہے اس کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کے آخر میں حیات تک اللہ تعالیٰ نے قیامت قیامت کے وقت کی کسی کو اطلاع نہ دی تھی اور حدیث ما المسئول عنہا با علم من السائل کے تحت لکھتے ہیں:-

وَقَدْ جَاهَزَ بِالْكَذِبِ بَعْضُ مَنْ يَدْعِي فِي زَمَانِنَا الْعِلْمَ وَهُوَ مُتَشَبِعٌ بِمَا لَمْ يَعْطِ إِنْ رَسُلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ قِيلَ لَهُ فَقَدْ قَالَ فِي حَدِيثٍ جَبْرِيلُ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ فَخَرَفَهُ عَنْ مَوْضِعِهِ وَقَالَ مَعْنَاهُ إِنْ أَدَانَتْ نَفْسُهَا وَهَذَا مِنْ أَعْظَمِ الْجَهْلِ وَاقْبَحِ التَّحْرِيفِ وَالنَّبِيُّ أَعْلَمُ بِاللَّهِ مِنْ أَنْ يَقُولَ لِمَنْ كَانَ يَنْظُرُهُ أَهْرَابًا إِنْ أَدَانَتْ نَفْسُ السَّاعَةِ إِلَّا أَنْ يَقُولَ هَذَا الْجَاهِلُ إِنَّهُ كَانَ يَعْرِفُ إِنَّهُ جَبْرِيلُ

فروسل اللہ علیہ السلام هو الصادق فی قوله والذی نفسی بیدہ ما جاءنی
فی صوة الا قد عرفته فیہ ہذہ الصورۃ بل

ترجمہ بعض لوگوں نے جو ہمارے دور میں علم کے مدعی ہیں اور وہ بغیر کچھ پائے سیر ہوئے
بیٹھے ہیں کتنا کھلا جھوٹ گھڑا ہے کہ اس حضرت یہ جانتے تھے کہ قیامت کب قائم ہوگی
انہیں کہا گیا کہ حدیث جبریل میں اس حضرت نے خود فرما دیا ما المسئول عنہما بلعلم من
السائل تو اس نے اس کی تحریف کر دی اور کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اور تو
دونوں جانتے ہیں (کوئی دوسرا زیادہ جاننے والا نہیں دونوں اس کا برابر علم رکھتے
ہیں) یہ ان کی ایک بڑی جہالت ہے اور ایک بڑی قبیح تحریف ہے اور نبی پاکؐ
اس سے زیادہ خدا کو پہچاننے والے ہیں کہ آپ جیسے ایک عام امرائی سمجھتے ہیں
اسے فرمائیں کہ میں اور تو دونوں جانتے ہیں۔ ہاں جاہل یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ
جانتے تھے کہ وہ سائل جبریل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ اپنے
اس قول میں سچے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے
جبریل جب بھی میرے پاس آئے میں نے انہیں پہچان لیا مگر اس دفعہ میں
انہیں پہچان نہ پایا۔

گیارہویں صدی کے محدثین میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) سے کون واقف نہیں
بہ حدیث ما المسئول عنہما بلعلم من السائل کی شرح میں لکھتے ہیں :-

یعنی فیسم من وانا تراذ تو بدال یعنی من و تو ہر دو برابریم در نادانستن آن بلکہ ہر
سائل و مسئل ہمیں حال دارد کہ اس را بحیر خداوند تعالیٰ کے نماذ و وعے بیج
کس را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع ندادہ۔

ترجمہ۔ یعنی میں اسے تم سے زیادہ جاننے والا نہیں ہوں میں اور تو اس کے نہ

جاننے میں برابر ہیں بلکہ ہر سائل و مسئلہ اس میں برابر ہوگا اس خاص وقت کو بجز اللہ تعالیٰ کے اور اس نے فرشتوں اور پیغمبروں میں سے کسی کو اس وقت کی اطلاع نہیں دی۔

پھر مکہ کی عربی شرح متفتح اللغات میں لکھتے ہیں :-

ما المسئول عنها باعلم من السائل ای ہما سوا فی عدم العلم بوقت قیامہا۔

ترجمہ جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی گھڑی کا علم نہ رکھنے میں وہ دونوں برابر تھے۔

پھر حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کی روایت تسألونی عن الساعة تحت لکھتے ہیں :-

گفت جابر شنیدم آنحضرتؐ را پیش از رحلت خود یک ماہ تسألونی عن الساعة

مے پرسید مرا از وقت قیام قیامت وانما علمہا عند اللہ ونیت علم بہ

تعیین وقت اس مگر نزد خداوند عز و جل یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ

میں پرسید اس خود معلوم من نیست و اس را بجز خداوند تعالیٰ کسی نہ اندے۔

ترجمہ جنت جابرؓ کہتے ہیں میں نے حضورؐ کو اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے یہ فرماتے سنا

تم مجھ سے قیامت کی گھڑی کا پوچھتے ہو؟ اس کا علم تو اللہ کے ہاں ہی ہے اس گھڑی

کا معین وقت اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

تم مجھ سے قیامت کبریٰ کے وقوع کا وقت پوچھتے ہو وہ مجھے خود معلوم نہیں اور اسے

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس گھڑی کے علم کا بوجھ آخر وقت تک حضورؐ پر نہ ڈالا گیا تھا

یہ علم اس قدر بھاری ہے کہ آسمان وزمین اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

بارہویں صدی کے علماء میں ہم شیخ احمد ملا جیون (۱۳۰ھ) مجدد مائتہ ووازدہم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۶۶ھ) اور الزامائے شیخ اسماعیل حتی (۱۳۴۶ھ) صاحب روح البیان کو پیش کرتے ہیں ان میں سے کسی کا عقیدہ یہ نہ تھا کہ وقت قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو دیا ہے یا کوئی فرشتہ اور پیغمبر اس پر مطلع ہے۔

تاجیون قاضی بیضاویؒ کی ایک عبارت پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-
فَعْلَمَ مِنْ كَلَامِهِ هَذَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَطْلُعُ الْأَوْلِيَاءَ عَلَى بَعْضِ مَا يَشَاءُ مِنَ الْغُيُوبِ الْخَفِيَّةِ ۞

ترجمہ۔ ان کی اس بات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ولیوں کو غیبِ خفیہ میں سے بعض امور پر اطلاع دیتے ہیں۔

پھر لفظ بعض مایشاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

قَدْ بَعَلِمَ بَعْضُهُ لِيَخْرُجَ مِثْلَ عِلْمِ السَّاعَةِ ۞

ترجمہ۔ یہاں بعض چیزوں کے علم کی قید اس لیے ہے کہ قیامت کی گھڑی کا علم اس سے نکل جائے۔

حاصل یہ کہ قیامت کب واقع ہوگی اس کا علم اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں دیتے نہ اس نے کسی کو دیا ہے نہ کسی فرشتے کو نہ کسی پیغمبر کو اور باقی چار چیزوں میں سے کسی کی جب بھی کسی نے اطلاع پائی وہ جزئیات کے درجے میں تھی بطور کلیہ ان چار کا علم بھی صرف اسی کے پاس ہے اس نے ان کی چاہی کسی کو نہیں دی کہ جب چاہے بغیر اطلاع خداوندی خود جان لے کہ بارش کب ہوگی کہاں کہاں ہوگی اور کتنی ہوگی یا کل دنیا کی حاملہ عورتوں کے پیٹ میں نیک بخت بچہ ہے یا بدبخت۔ وہ مؤمن ہوگا یا کافر۔ یا یہ کہ کوئی شخص کل کیا کرے گا۔ ایسے کل کا احاطہ کون کر سکتا ہے اور یہ کہ کسی نے کس زمین پر نماز ہے۔ کہاں اسے موت آئے گی۔ ان سب باتوں کا علم بطور کلیہ صرف

الشرب العزت کے پاس ہے۔ ان میں سے بعض جزئیات کی خبر اگر کسی کو کراۓ دے دیں تو یہ سب جزئیات ہوں گی گو وہ لاکھوں کیوں نہ ہوں۔

ملا جیونؒ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ قیامت کی گھڑی کا علم اللہ تعالیٰ نے عطائی طور پر بھی کسی کو نہیں دیا۔ یہی عقیدہ اور نگ زیب عالمگیر کا تھا۔ یہ ملا جیون کون ہیں؟ جن کی کتاب نور الانوار اہنت کے مدرس میں پڑھائی جاتی ہے۔

اسماعیل حقی آفندیؒ (۱۱۳۷ھ)

مولانا اسماعیل حقی ایک ترکی بزرگ ہیں بعض باتیں بڑے پتے کی کہہ گئے۔ قیامت کا علم کس جہت سے تعلق رکھتا ہے اور کس جہت سے نہیں۔ اس پر آپ نے بحث کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں پر کس قسم کے غیب کھوتا ہے؟ وہ جن کا تعلق رسالت کے ساتھ ہو وہ رسالت کے مبادی میں سے ہوں یا اس کے ارکان و احکام سے۔ لیکن ہوں وہ غیوب متعلق بالرسالۃ۔ اسی ضمن میں احوال آخرت میں جن پر پیغمبر عوام کو متوجہ کرتے ہیں۔ اس بحث میں مولانا اسماعیل حقی لکھتے ہیں:-

احوال الآخرة التي من جملتها قيام الساعة والبعث وغير ذلك من الامور الغيبية التي بيانها من وظائف الرسالة واما ما لا يتعلق بها على احد الوجهين من الغيوب التي من جملتها وقت قيام الساعة فلا يظهر عليه احد ابداً

ترجمہ: آخرت کے احوال جن قیامت کا واقع ہونا اور قبروں سے اٹھنا بھی ہے اور ان جیسے اور امور غیبیہ ان کا بیان وظائف رسالت میں سے ہے لیکن وہ غیوب جو کسی پہلو سے بھی رسالت کی ذمہ داریوں میں نہیں جیسا کہ اس خاص گھڑی کا علم کہ قیامت کب واقع ہوگی سوائے اللہ تعالیٰ اس پر کسی کو قبضہ نہیں دیتے (انہیں کوئی جان نہیں سکتا)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۶۹ھ)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کرامتہ بیان کیا کہ ان کی بیوی جو خار بھری بیٹی تھی اس کی جسنگی اور ایسا ہی ہوا۔ یہ حصول ظن ہے جو مادیقین پر پورا ہوتا ہے اسے علم قطعی نہیں کہا جاسکتا۔
حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں :-

فیه حصول الظن بمثل ذلک وانما الممتنع العلم فلا یخالفہ قولہ تعالیٰ
ان اللہ عنده علم الساعة وینزل الغیت ویعلم ما فی الارحام بلہ

ترجمہ: آپ نے جو بات کہی اس سے ایسی باتوں کا ظن حاصل ہوا جو ممتنع ہے وہ
ایسی بات کا علم ہے جو حضرت ابوبکرؓ کا ایسی خبر دینا قرآن پاک سے نہیں نکلتا جس
میں ہے کہ قیامت کب واقع ہوگی اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔
حضرت ابوبکرؓ نے اس کے لیے اراہا کا لفظ اختیار کیا تھا اور اس کے معنی گمان کے ہیں۔
ای اظن ان ما فی بطنہا انثی۔ ۱

ثم لیعلم انه یجب ان ینفی عنهم صفات الواجب جل مجده من العلم
بالغیب والقدرة علی خلق العالم الی غیر ذلک و لیس ذلک بنقص و
ثبت اتصاف الانبیاء علیہم السلام بالجمع والظلمة والحاجات و
امثالہا و لیس ذلک بنقص۔ ۲

ترجمہ: چہرہ جانا جائے کہ ان حضرات سے صفات واجب جل مجده کی نفی کرنی ضروری ہے
جیسے علم غیب اور تخلیق عالم پر قدرت وغیرہ اور یہ نفی کرنا ان کے حق میں ہرگز کوئی
عیب نہیں اور انبیاء کرام کا جھوک و پیاس اور اس قسم کی دوسری ضرورتوں سے
موصوف ہونا یہ بشریت کی رد سے ثابت ہے اور یہ ان کے حق میں ہرگز کوئی
عیب نہیں۔

اب آئیے آپ کو تیرہویں صدی میں لے چلیں۔ اس دور کے علماء اعلام میں قاضی شہار الفہر صاحب پانی پتیؒ (۱۲۲۵ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (۱۲۳۹ھ) حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) علامہ محمود آلوسی مصری (۱۲۷۰ھ) اور حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ (۱۳۰۴ھ) انما علمہا عند ربی۔ استأثر بعلمہا لایعلمہا الاہو لم یطلع علیہ ملکاً

مقرباً ولا نبیاًؑ

ترجمہ۔ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اس کا علم خاص اپنے لیے رکھا ہے اسے اس کے سرا اور کوئی نہیں جانتا اس نے اس کی اطلاع کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی کو نہیں دی۔

المراد بالعلم العلم القطعی والعلم الحاصل للاولیاء بالالہام وغیرہ
ظنی لیس بقطعیؑ

ترجمہ۔ یہاں علم سے علم قطعی مراد ہے اور ان چیزوں کا جو علم الہام وغیرہ سے اولیاء کو ملتا ہے وہ ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں ہوتا۔

یسئلک الناس عن الساعة ای عن وقت قیامہا۔۔۔ قل یا محمد انما علمہا عند اللہ لم یطلع اللہ احداً من الانبیاء والملئکة وما یدرک وای شیء یعلمک وقت قیامہا اذالم یطلع اللہ علیہ احداً من خلقہؑ

ترجمہ۔ لوگ آپ سے قیامت کا پوچھتے ہیں کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کہہ دیں اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اس پر اس نے اپنے پیغمبروں اور فرشتوں میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی اور آپ نہیں جانتے کون سی چیز آپ کو اس کا وقت بتا سکے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس پر مطلع نہیں کیا۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (۱۲۳۰ھ)

تو جانتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم اس کا کہ قیامت کب واقع ہو
گی، نہیں ہے۔

خبر قیامت کے آنے کی خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور سوائے خدا تعالیٰ کے
کسی کو خبر نہیں جو کب آوے گی..... تو ہرگز نہیں جانتا اس کے آنے
کا وقت۔

علامہ محمود آلوسی (د ۱۲۷۰ھ)

وانه يجوز ان يطلع الله تعالى بعض اصفيائه على احدى هذه الخس و
يرزقه عز وجل العلم بذل الخ الجملة وعلمها الخاص به جل
وعلى ما كان على وجه الاحاطة والشمول لاحوال كل منها وتفصيله
على الوجه الاتم.

ترجمہ: ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض مقبولوں کو ان پانچ
مغیبات میں سے کسی پر اطلاع بخشنے اور اللہ تعالیٰ اسے اس
کا فی الجملہ علم دے دے۔

ان پانچ چیزوں کا جو علم اللہ تعالیٰ سے خاص ہے وہ ان کا علم
محیط تفصیلی ہے۔

آئیے اب آپ کو چودھویں صدی میں لے چلیں مفسر جلیل محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:-

قل لهم يا محمد لا يعلم الوقت الذي يحصل قيام القيامة فيه الا الله سبحانه
ثم أكد ذلك بقوله لا يعلمها وقتها الا هو اي لا يكشف امرها ولا يظهر للناس
الا الرب سبحانه بالذات فهو العالم بوقتها... لا يعلم الا الله لانها من الامور
الغيبية التي استأثر بها علام الغيوب.

موضع القرآن ص ۱۹۷ ایضاً ص ۴۴۷ روح المعانی جلد ۲۱ ص ۴۸۷ ص ۴۸۷

ترجمہ: اے محمد! آپ کہہ دیں کہ جس گھڑی قیامت قائم ہوگی اس کو اللہ سبحانہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی اور تاکید فرمائی لا یجلیہا لوقتها الا ھو کہ اس سے پردہ نہ اٹھائے گا اور اسے لوگوں پر نہ ظاہر کرے گا، مگر بالذات رب تعالیٰ ہی سو وہی اس کا وقت جانتا ہے۔۔۔۔۔ اے کوئی نہیں جانتا مگر اللہ ہی۔ کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جن کا علم ذاتِ علام الغیوب نے اپنے پاس ہی رکھا ہے۔

کل ذلک غیب من الغیب لم یجد شاعنه القرآن و لیس وراء القرآن فی
ھذا الباب الا اساطیر لا تستند الحبر ھان۔

ترجمہ: یہ ہر چیز غیب کی ہے نہ یہ ہمیں قرآن نے بتلائی اور قرآن کے بعد اس موضوع پر سوائے چند کہانیوں کے اور کچھ نہیں جس کی دلیل کسی سند تک نہیں پہنچتی۔

ان الساعة غیب من الغیب الذی استأثر اللہ بعلمہ فلم یطلع
علیہ احدًا من خلقہ و لکن المشرکین یسألون الرسول فیہا۔۔۔۔۔
والرسول صلی اللہ علیہ وسلم بشر لا مدعی علم الغیب ما مودان یکل الغیب
الی صاحبه وان یدلہم انما من الخصائص الالوہیۃ و انہ بشر لا
یدعی شیاء خارج بشریۃ و لا یتدعی حدودہا انما یدلہ ربہ و
یوحی اللہ ما یشاء۔

ترجمہ: قیامت کی گھڑی غیبوں کا غیب ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ہی رکھا ہے اس پر اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی تاہم مشرکین اس بارے میں رسول پاکؐ سے پوچھتے ضرور رہے اور رسول پاکؐ انسان تھے،

علم غیب کا دعویٰ نہ رکھتے تھے۔ آپ اس پر مامور رہے کہ علم غیب کی نسبت ہمیشہ اللہ ہی کی طرف کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ علم غیب جاننا خصالِ الوہیت میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور آپ بشریت سے باہر کسی چیز کے مدعی نہیں اور نہ آپ اس کی کسی حد کے مدعی تھے آپ کا اس کا علم آپ کے رب سے ہی ملتا تھا اور اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کسی کو دیتے ہیں۔

چودھویں صدی کے بزرگوں میں خاتقاہ گوڑہ کے مورث اعلیٰ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب (۱۲۵۶ھ) سے کون واقف نہیں۔ قادیانیوں اور بریلویوں کا دعویٰ تھا کہ دنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے۔ مرزا غلام احمد نے حضورؐ تک دنیا کی یہ عمر بتلائی :-

خدا نے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے ۴۳۹ برس ابتداءً دنیا سے آنحضرت کے روز وفات تک قمری حساب سے ہے بلکہ بریلویوں کے منفی احمد یار گجراتی بھی کہتے ہیں :-

دنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے یہ بروایت صحیحہ ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے بلکہ

پیر مہر علی شاہ صاحب قادیانیوں اور بریلویوں دونوں کے خلاف تھے۔ آپ اس سات ہزار سال والی روایت کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے مترشح خلاف قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے :-

قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجِيبُهُمَا لَوْ قَتَلَاهُمَا (پ الاعراف ع ۲۳)

ترجمہ۔ اے پیغمبر آپ کہہ دیں قیامت کے وقت کا علم تو میرے رب کے پاس ہی ہے وہی اسے کھولے گا اس کے وقت پر۔

حدیث صحیح میں ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا قیامت کب واقع ہوگی تو آپ نے فرمایا:-
ما المسؤول عنها باعلم من السائل۔

پیر مہر علی شاہ صاحب اس آیت اور حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے قادیانیوں اور
بریلویوں کی تردید میں لکھتے ہیں:-

اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آ سکتی ہیں کہتا
ہوں یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے۔ لا
یجلیہا وقتہا الا ہو کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم روقت قیامت کے علم سے لاعلمی بیان فرمائی ہے بل
مفتی احمد یار خاں نے یہ جو لکھا ہے:-

دُنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے بر روایت صحیحہ ثابت ہے۔ (جبار الحق ص) یہ بالکل
فط اور بے بنیاد ہے۔ کسی روایت صحیحہ میں دُنیا کی عمر سات ہزار سال نہیں بتائی گئی۔ یہ روایت
بالکل موضوع ہے جسے مفتی صاحب صحیح قرار دے رہے ہیں علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
نے اسے موضوع لکھا ہے اور مجد د مائتہ دہم ملا علی قاریؒ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:-
هذا البین الکذب بل

ترجمہ۔ یہ روایت دکہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے، بڑا کھلا جھوٹ ہے۔

چودہویں صدی کے اس عظیم گواہ کے بعد ہم اپنے اس موقف کے حق میں اور کئی گواہی
کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

ہم نے اس موضوع پر کہ اللہ رب العزت نے قیامت کے وقت کی گرہ کسی پر نہیں کھولی
چودہ سو سال کا علمی سرمایہ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ہم نے اس عقیدہ کے بیان پر قرآن کریم
کی دس آیتیں جو اپنے موضوع پر قطعی الدلالتہ ہیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں عتقاد قطعی دلائل

سے ثابت کیے جاتے ہیں خبر واحد یا کسی قول سے نہیں۔ یہ صرف اللہ اور رسول کی بات ہے جس سے دین ثابت ہوتا ہے بطنیات کا اس باب میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ہم عقیدہ علم غیب تاریخ انبیاء کی روشنی میں بھی دس شہادتوں سے پیش کرتے ہیں۔ یہ دس پیغمبروں کے واقعات واضح طور پر بتاتے ہیں کہ نبی کے معنی غیب جاننے والے کے نہیں ورنہ قرآن کریم کی کتنی کھلی آیات سے معارضہ لازم آئے گا۔ پھر خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ہم نے چار عنوان آپ کے سامنے پیش کیے ہیں کہ جو معلوم آپ کی شان کے لائق نہ تھے جیسے علم شعر یا علم قصص یا بطریق ریاضت پردوں کا اٹھانا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بلند و بالا رکھا اور وقت قیامت کا علم بھی آپ کو نہ دیا گیا کہ یہ علم زمین و آسمان پر بھاری تھا اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گرانباری کا مستحق نہ کرنا چاہتے تھے۔ نیز اس کا منصب رسالت سے کوئی تعلق نہیں۔

عدم علم بوقت قیامت پر قرآن کریم سے دس قطعی شہادتیں ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جن میں سے ایک کا انکار ایک مستقل وجہ کفر ہے۔

ان دلائل و ثبوتات سے علم غیب کا مسئلہ کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ بطور کلیہ اللہ رب العزت نے غیب کی چابیاں کسی کے ہاتھ میں نہیں دیں اور وقت قیامت کا علم قطعاً قرآن کی روشنی میں صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ ہرگز مسلمان نہیں وہ کفر کا مرتکب ہے۔

علم بوقت قیامت کے مدعی کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی نہیں علامہ زجاجؒ (۳۱۱ھ) نے بھی یہی بات کہی ہے۔

من ادعیٰ انہ یعلم شیءاً من ہذہ الخمس فقد کفر بالقرآن العظیم

حضرت علامہ علی بن محمد الخازن (۴۱، ۴۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں :-

هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفى فمن ادعى انه يعلم شيئا من هذه فقد كفر بالقران لانه خالفه

ترجمہ :- یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جنہیں نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی چنا ہوا نبی جو شخص یہ دعوے کرے کہ وہ ان میں سے کسی کو جانتا ہے اس نے قرآن کا انکار کیا کیونکہ اس نے قرآن کے اس بیان کو نہیں مانا۔

یہ اس لیے کہ جس طرح یوم آخرت پر ایمان لانا دین کا تقاضا ہے اور اس کا انکار کفر ہے یہ بھی قرآن کریم کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وقت قیامت کا علم کسی کے پاس نہیں اور اس کا ماننا دین میں سے ہے حضرت علامہ عینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں :-

قلت الاعتقاد بوجودها وبعدم العلم بوقتها بفير الله تعالى من الدين ايضا

ترجمہ :- میں کہتا ہوں قیامت آنے پر اعتقاد رکھنا اور یہ جانتا کہ ایک اللہ کے سوا کوئی اس گھڑی کو نہیں جانتا جب یہ واقع ہوگی، یہ دونوں باتیں ضروریات دین میں سے ہیں۔

شرح صحیح بخاری حضرت علامہ مستطانی (۹۲۳ھ) بھی لکھتے ہیں :-

يدخل فيه اعتقاد وجود الساعة وعدم العلم بوقتها لغير الله تعالى لانها من الدين

ترجمہ :- میں قیامت واقع ہونے کا اعتقاد رکھنا داخل ہے اور یہ گھڑی کب واقع ہوگی اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ بھی اس میں داخل ہے یہ دونوں باتیں دین کی ہیں۔

قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اس پر نبوی شہادت

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک اجنبی مسافر حضورؐ کی خدمت میں آیا جیسے ہم میں سے کوئی نہ پہچانتا تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان و اسلام کے متعلق سوالات کیے۔ پھر اس نے الاحسان کے بارے میں سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب دیتے رہے۔ پھر اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی۔ آپ نے سر مبارک نیچے ڈال دیا۔ پھر اس نے سوال دہرایا۔ آپ سر اٹھایا اور فرمایا:۔

ما المسئول عنها با علم من السائل۔

ترجمہ جس سے قیامت کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے وہ (اس کے وقت کو)

پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا

یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں کی زندگی کے آخری دور کا ہے اور حضرت عمرؓ کے اس بیان کے صحابہؓ میں اور بھی کئی گواہ ہیں۔ دس گواہوں کے نام ہم یہاں لکھے دیتے ہیں۔

- ① حضرت عمر بن الخطابؓ (۲۴ھ) ② حضرت جریر بن عبداللہ الجلیؓ (۵۱ھ)
- ③ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (۵۲ھ) ④ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۴۴ھ)
- ⑤ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۶۸ھ) ⑥ حضرت ابو ہریرہؓ (۵۴ھ)
- ⑦ حضرت ابو ذر غفاریؓ (۲۲ھ) ⑧ حضرت عبدالرحمن بن غنمؓ (۴۸ھ)
- ⑨ حضرت ابو عامر الاشعریؓ (۵ھ) ⑩ حضرت انس بن مالکؓ (۹۱ھ)

ما المسئول عنها با علم من السائل کے اور موارد

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ ان میں آپ دیکھیں کہ ان میں سلف

لے صحیح بخاری عبد اللہ بن مسعودؓ نے روایت کی ہے۔

کے پیروکار ہیں اور اپنا دین و مذہب خود بنانے والے کرہاں ہیں۔ جو لوگ نیا دین گھڑیں۔ وہ اہل سنت نہیں ہو سکتے انہیں اہل سنت سمجھنا گناہ ہے۔

① حضرت جبریلؑ کی موقع پر پہچان ہو گئی تھی یا نہ؟

حضرت عمرؓ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ کے جانے کے بعد فرمایا۔
فوالذی نفسي بیده ماشئبہ علی منذانا فی قبل مرقی ہذہ وما
حس فتہ حتی ولی۔ ۱

ترجمہ: قسم اُن ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جبریلؑ جیسے میرے پاس آئے ہیں اس
ایک دفعہ کے سوا کبھی مجھ پر اس کا آنا مشتبہ نہیں رہا اس دفعہ میں نے انہیں نہیں پہچانا
یہاں تک کہ اب چلے گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں ہم حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک
شخص آکر پوچھا قیامت کب آئے گی آپ نے سر جھکا لیا اور خاموشی اختیار کی۔ اس نے پھر پوچھا
آپ نے پھر خاموشی اختیار کی پھر سر اٹھایا اور فرمایا۔

والذی بعث محمدًا بالحق ہدی وبشیرًا ما کنت باعلم بہ من
رجل منکم وانہ لجبیل علیہ السلام نزل فی صوۃ حذیۃ الکلبی ۲
ترجمہ: اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ ہادی اور بشیر بنا کر بھیجا میں
تم میں سے کسی سے زیادہ اسے جاننے والا نہ تھا۔ نہ میں جانتا تھا کہ یہ وہی جبریل
ہے جو وحیہ کلبی کی صورت میں آیا کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۶ھ) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ لفظ بھی نقل کیے ہیں۔

۱۔ سنن دارقطنی جلد ۱ ص ۲۸۲ و اسنادہ صحیح۔ فتح الباری جلد ۱ ص ۱۱۵ مینی جلد ۱ ص ۳۳۲ سنن نسائی جلد ۲ ص ۲۲۲

عمدة القاری جلد ۲ ص ۲۲۲

کہ آپ نے فرمایا :-

والذی نفس محمد بیدہ ملجاء فی قط الاوانا اعرفہ الا ان
تکون هذه المزة بلہ

ترجمہ قسم ہے اُن بات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے جبریل بھی میرے پاس نہ آئے مگر یہ کہ
میں انہیں پہنچاؤں تا رہا مگر اس دفعہ ایسا نہیں ہوا (میں انہیں جان نہ سکا)
حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا :-

واللہ ما اتانی فی صورة الاوانا اعرفہ فیہا الا هذه الصورة.

ترجمہ۔ مجھ جبریل جب بھی کسی صورت میں میرے پاس آئے میں انہیں پہنچاؤں تا رہا
مگر صرف اس دفعہ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے اور حضرت عبدالرحمن بن غنمؓ سے بھی اسی قسم کی روایات کثیر العمل
جلد ۱۹ اور صفحہ ۱۱ میں مروی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ کب چلا کہ سائل حضرت جبریلؑ تھے؟ تین رات یا دن گزرنے
کے بعد۔ حضرت علامہ مینیؒ فرماتے ہیں صحیح ابی عوانہ میں ہے کہ تین رات گزرنے کے بعد۔ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ وہ سائل تو حضرت جبریلؑ تھے۔ آپ نے کہا۔

سبحان اللہ هذا جب یل جاء ليعلم الناس دينهم

ترجمہ سبحان اللہ یہ تو جبریلؑ تھے آپ اس لیے آئے کہ لوگوں کو اُن کے دین کی تعلیم ہو جائے۔
دسویں صدی کے مجدد حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں :-

فرسول اللہ علیہ السلام هو الصادق فی قوله والذی نفسی بیدہ ملجاء فی
فی صورة الاقد عرفته غیر هذه الصورة

ترجمہ۔ سو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس قول میں سچے ہیں کہ بخدا جبریل جب بھی میرے پاس آتے رہے میں انہیں پہچانتا رہا ماسوائے اس دفعہ کے۔

⑦ جبریل کی یہ آمد رسالت کے کس دور میں واقع ہوئی؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور کا ہے وہ سائل کے آنے کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:-

ان رجلاً فی آخر عمر النبیؐ جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔^۱

ترجمہ۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی عمر کے آخری دور میں آیا۔

ما فدا ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:-

انما جلد بعد انزال جمیع الاحکام لتقریر امور الدین الذی بلغها متفرقة فی مجلس واحد لتنضبط۔^۲

ترجمہ۔ جبریل اس وقت آئے جب آپ پر دین کے تمام احکام اتر چکے تھے تاکہ وہ وہ امور دین جو آپ کو متفرق طور پر پہنچتے رہے اب ایک مجلس میں انضباط میں آجائیں۔

غزاکھیفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی لکھتے ہیں:-

ولما تم امر الارشاد واقترب اجله بعث اللہ فی صورة رجل یراه الناس

فمنزل النبیؐ عن الایمان والاسلام والاحسان والساعة۔^۳

۱۔ رواہ ابن مندہ و اسنادہ صحیح علی شرط مسلم و راجع لہ الفتح جلد ۱ ص ۲۹۲ والحمدہ جلد ۱ ص ۲۹۲

۲۔ فتح الباری جلد ۱ ص ۲۹۲ بحوالہ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۲۹۲

ترجمہ جب (دین کا) اندر شاد اپنی انتہا کو پہنچا اور آپ کی وفات کی گھڑی قریب آگئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو ایک عالم آدمی کی صورت میں آپ کے بھیجا اس نے آپ سے ۱۰ ایمان ۲۰ اسلام ۳۰ احسان اور ۴۰ قیامت کے بارے میں سوالات کیے۔

یہ بات اس لیے ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ اہل بدعت اسے دورِ اول کا واقعہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو وقت قیامت کا علم اس کے بعد کسی وقت دیا گیا ہے۔

⑤ سائل اور مسئلہ میں برابری علم میں یا نفی علم میں؟

سائل (حضرت جبریل) نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ قیامت کب واقع ہوگی تو اس وقت آپ جانتے نہ تھے کہ یہ جبریل ہیں آپ یہی سمجھ رہے تھے کہ میں ایک عام بدوی کو جواب دے رہا ہوں۔ سر یہاں ادنیٰ احتمال بھی نہیں کہ آپ اپنے جواب مالمسئول عنہما باعلم من السائل میں تساوی فی العلم کا اشارہ کر رہے ہوں کہ قیامت کب واقع ہوگی یہ ہم دونوں کو معلوم ہے۔ (استغفر اللہ) آپ سائل کو بغیر جانے ایسی بات کیے کہ سکتے تھے پھر کسی بات کے بارے میں تساوی کی بات یہ تو ہر ماحول میں ملتی ہے۔ لیکن وجود علم میں تساوی کا دعویٰ بہت کم سننے میں آتا ہے کسی موضوع کو جاننے والے کوئی دو عالم ایسے ملیں گے جن میں تساوی فی العلم کا دعویٰ لاء پاسکے کسی چیز کے بارے میں نفی علم میں تساوی پانے والے آپ کو ہر ماحول میں ہزاروں ملیں گے۔ اہل سنت محدثین نے یہاں حضور کے جواب کہ اسے مسئلہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ میں تساوی فی علم میں مراد لی ہے نہ یہ کہ میں بھی جانتا ہوں اور تو بھی جانتا ہے۔ (معاذ اللہ)

علامہ ندویؒ (۱۹۶۶ء) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:-

ينبغي للعالم والمفتي وغيرهما اذا سئل عن ما لا يعلم ان يقول لا اعلم
وان ذلك لا ينقصه بله

ترجمہ۔ ہر عالم اور مفتی کو چاہیے کہ جب اس سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جائے جسے وہ نہ جانتا ہو تو صاف کہے میں نہیں جانتا یہ کہنا اس کی شان میں کوئی کمی نہ کرے گا۔

حافظ ابن کثیرؒ (۷۴۴ھ) کہتے ہیں وقت قیامت کو کوئی نہیں جانتا۔ نہ کوئی نبی اور نہ کوئی فرشتہ سو اس جملہ کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ میں اور تو دونوں جانتے ہیں قیامت کب واقع ہوگی۔ آپ لکھتے ہیں:-

فعلم وقت الساعة لا يعلمه نبی مرسل ولا ملك مقرب.... فلا يدري احد من الناس حق تقوم الساعة في اي سنة او في اي شهر او ليل او نهار
ترجمہ۔ سو قیامت کی گھڑی کا وقت اسے کوئی نہیں جانتا نہ کوئی نبی مرسل اور نہ کوئی ملک مقرب سو کوئی شخص نہیں جانتا کیا قیامت کب واقع ہوگی کس سال کس مہینے میں اور رات کو یا دن کو۔

اب نویں صدی ہجری میں علی بن علامہ عینی (۷۸۵ھ) صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:-
لانهم متساويان في نفى العلم به ان كل سائل ومسئول فهو كذلك
ترجمہ۔ سائل اور مسئول دونوں اس گھڑی کا علم نہ رکھنے میں برابر ہیں اور آئندہ بھی اس بارے میں ہر سائل اور مسئول اسے نہ جاننے میں برابر رہیں گے۔

اب دسویں صدی میں علی بن علامہ قسطلانی (۷۹۳ھ) لکھتے ہیں:-

والمراد نفى علم وقتها لان علم مجيئها مقطوع به فهو علم مشترك
وهذا وان اشعر بالتساوي في العلم الا ان المراد التساوي في نفى العلم بان الله استأثر بعلم وقتها مجيئها.
ترجمہ۔ اس سے مراد اس وقت کے جاننے کی نفی ہے کیوں کہ اس کے

واقع ہونے کا وقت طے شدہ ہے اور وہ قطعی ہے۔ پس اتنا علم
مشتراک ہے اور یہ اگرچہ دونوں میں برابری کو مشعر ہے مگر مراد نہ جاننے
میں برابری ہے کیونکہ اس گھڑی کے واقع ہونے کا علم اللہ تعالیٰ نے
اپنے پاس ہی رکھا ہے۔

حضرت ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) بھی اسی صدی کے محدث ہیں۔ آپ لکھتے ہیں :-
انھما مستویان فی العلم بہ غیر مراد فانھما مستویان فی نفی العلم بہ
ترجمہ یہاں یہ مراد نہیں کہ دونوں اسے جاننے میں برابر ہیں مائل اور مسئلہ کی تساوی
یہاں نہ جاننے میں ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہاں ثبوت علم میں برابری ہے۔ آپ ان کی تردید میں لکھتے ہیں :-
هذا من اعظم الجہل واقعہ التحریف والنہی اعلم باللہ من ان يقول
من كان يظنه اعرايا انا وانت فلنم الساعة ۛ

ترجمہ یہ بہت بڑی جہالت اور بہت بُری تحریف ہے۔ نبی پاکؐ اس سطح کلام سے
کہ جسے آپ ایک ہڈو سمجھ رہے ہوں اسے کہیں کہ میں اور تو دونوں جاننے میں کہ
قیامت کب واقع ہوگی زیادہ اللہ کو جاننے والے ہیں۔

آئیے اب ہم آپ کو گیارہویں صدی میں لے چلیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ)
لکھتے ہیں :-

یعنی نیمت من وانا ترا از تو بدای یعنی من و تو ہر دو برابریم در نادانستن
آں بلکہ ہر مائل مسئلہ ہمیں محال وارو کہ آں را جز خداوند تعالیٰ کسے نداند و
وے تعالیٰ چکیں را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع ندادہ ۛ

ترجمہ میں تم سے زیادہ اسے جاننے والا نہیں میں اور تو اسے نہ جاننے میں

برابر ہیں بلکہ قیامت کا وقت معلوم کرنے میں ہر سائل اور رسول کا یہی حال ہو گا اسے
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنے فرشتوں اور رسولوں
میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی۔
آپ لمعات التفتیح میں بھی لکھتے ہیں :-

(ما المسئول عنها با علم من السائل) ای ہا سوا فی عدم العلم بوقت قیامہا
..... لو قدر العلم بہا لکان جبریل اعلیٰ لکونہ فی ملکوت الاعلیٰ ناظرًا
فی اللوح المحفوظ موکولًا الیہ اجماع العلوم الحیۃ الانبیاء صلوات اللہ
علیہم اجمعین۔

ترجمہ: وقوع قیامت کا وقت نہ جاننے میں دونوں برابر ہیں۔ اگر اس کا جانا
کسی ایک کے لیے مقدر ہوتا تو وہ جبریل تھے جو ملکوت الاعلیٰ میں رہتے ہیں اور جو
محفوظ پران کی نظر پڑتی ہے اور انبیاء کرام پر معلوم اتارنے میں وحی انہی کے پُر
ہے اللہ تعالیٰ کا ان سب پر سلام ہو۔

نواب قطب الدین خاں شاگرد حضرت شاہ محمد اسحق محدث دہلوی بھی حدیث کے الفاظ
ما المسئول عنها با علم من السائل کا یہ ترجمہ کرتے ہیں :-

نہیں وہ شخص کہ پوچھا گیا قیامت سے، زیادہ جاننے والا پوچھنے والے سے
یعنی میں اور تو برابر ہیں نہ جاننے میں تھے
تقریباً اس کے وقت کا سوائے عالم الغیب کے اور کوئی نہیں جانتا تھے

④ اپنی ذات گرامی سے علم بوقت قیامت کی نفی کے اور پیرائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات گرامی سے علم بوقت قیامت کی نفی صرف

ماالمستول عنها باعلم من السائل سے نہیں کی۔ بلکہ آپ نے اس بات کے اظہار کے لیے اور کئی پرلے بھی اختیار فرمائے۔ ہم چند روایات یہاں بھی پیش کیے دیتے ہیں۔

① — حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ (م ۷۰ھ) کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے فرماتے سنا۔

تسألونی عن الساعة وانما علمها عند الله ۛ

ترجمہ تم مجھ سے قیامت کا پوچھتے ہو اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہی ہے۔

محدث شہیر ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

تسألونی عن الساعة وانما علمها عند الله ای لا یعلمها الا هو ۛ

ترجمہ تم مجھ سے قیامت کا پوچھتے ہو اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہی ہے

یعنی اس کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔

شیخ عبدالحی محمد دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) بھی لکھتے ہیں۔

نیت علم بہ تعیین وقت آل مگر نزد خداوند عزوجل یعنی از وقت وقوع قیامت

کبریٰ سے پرسید اس نزد معلوم من نیت و آل راجز خداوند تعالیٰ نماند ۛ

ترجمہ اس معین گھڑی کا علم صرف اسی کے پاس ہے تم قیامت کبریٰ کی گھڑی

کا مجھ سے پوچھتے ہو وہ تو مجھے بھی معلوم نہیں اسے خدا کے سوا اور کوئی

نہیں جانتا۔

② — حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (م ۵۲ھ) کہتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا

تھا کہ کسی نے آپ سے سوال پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا۔

لا یعلمها الا الله ولا یعلمها الوقتها الا هو ۛ

ۛ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۲ مسند امام احمد جلد ۲ ص ۳۳۶ مشکوٰۃ ص ۲۸۵ مرقاۃ جلد ۵ ص ۲۲۲ اشعۃ اللمعات

جلد ۲ ص ۳۴۵ خیر الطریق کما فی الدر المنثور جلد ۲ ص ۱۵

ترجمہ اسے ایک انٹرکے سو کوئی نہیں جانتا اور اسے اپنے وقت پر صرف وہی ظاہر کرے گا۔
اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کیا
اس وقت وقوع قیامت کو صرف وہی جانتا ہے۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْئِيهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجِيبُهَا
إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (پہلے الاعراف ص ۲۳)

ترجمہ پوچھتے ہیں تجھ سے قیامت کے بارے میں کہ کب ہے اس کے قائم ہونے
کا وقت؟ آپ کہہ دیں اس کا علم تیرے رب کے پاس ہی ہے وہی کھولے گا
اسے اس کے وقت پر وہ گھڑی بھاری ہے آسمانوں اور زمین پر۔

③ — حضرت حذیفہؓ (۲۵ھ) بھی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کیا قیامت کب آئے گا؟ اس پر آپ نے فرمایا:-

علمہا عند ربی لا یجلیہا لوقتہا الا هو ولكن اخبرکم بمشاریطہا۔
ترجمہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہی ہے وہی کھولے گا اسے اس کے
وقت پر لیکن میں تمہیں کچھ اس کی نشانیاں بتلاتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت میں صریح طور پر وقت قیامت اور علامات
قیامت میں فرق کیا ہے مگر بریلوی علماء کو دیکھو کس سینہ زوری سے دنیا کی عمر طے کرتے ہیں۔

دُنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے یہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے (روح البیان)
جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قیامت کا علم ہے بلکہ

ان حضرات کے قیاس کی پرواز ملاحظہ ہو۔

حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے من و عن واقعات بیان کر دیئے اب کیسے
ممکن ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہ ہو بلکہ

مستند مختار كل

مقدمہ مسئلہ مختارِ کل

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :

اختیار کا لفظ ہم روز بولتے ہیں۔ ہم جب کوئی پیشہ اختیار کرتے ہیں تو یہاں لفظ اختیار چناؤ کے معنی میں بولا جاتا ہے کہ ہم نے اسے پسند کر لیا۔ اس صورت میں مختار کے معنی ہیں چنا ہوا۔ اور یہ اسم مفعول ہے۔ مختارِ کل سے مراد پوری کائنات میں اعلیٰ و ادنیٰ۔ چنا ہوا اور پسندیدہ لیا جاتا ہے اور جب ہم کسی مقدمہ میں کسی کو مختار کرتے ہیں تو یہاں لفظ اختیارات کے معنی میں لیا جاتا ہے اور اس کے معنی اختیار رکھنے والا کے ہوتے ہیں۔ اس صورت میں مختارِ کل کے معنی ہوں گے کل اختیارات رکھنے والا۔ بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اب اپنے سارے اختیارات حضور کے سپرد کر دیئے ہیں۔

اہل بدعت نے اسلام کے جن قطعی عقائد کو تاویل و الحاد کا نشانہ بنایا ہے ان میں مسئلہ مختارِ کل بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس کے سہارے انہوں نے اللہ رب العزت کے تکوینی اختیارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض کر رکھے ہیں۔ اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور خدا کی طرف سے تمام اختیارات پائے ہوئے تھے۔

الہی اختیارات کی سپرداری

دنیا میں حکمران بعض اوقات اپنے اختیارات اپنے نائبین کو سپرد کرتے ہیں۔ بادشاہ ہو یا وزیر اعظم۔ صدر ہو یا گورنر۔ پرنسپل ہو یا سٹیڈ ماسٹر ان حضرات پر کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ انہیں اپنے اختیارات اپنے نائبین کے سپرد کرنے پڑتے ہیں لیکن

وہ ایسا کب کرتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

① کبھی بیمار پڑ جائیں۔ باوجود اس اعلیٰ منصب کے کہ بادشاہ ہو یا صدر آخر ہے تو انسان ہی۔ اور انسان کبھی بیمار بھی ہو جاتا ہے اس حالت میں پھر وہ اپنا کام نہ کر سکے گا۔ سو اس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ عارضی طور پر کسی کو اپنے اختیارات دے اور پھر وہ اس کام کو چلائے۔

② انسان کبھی تھک بھی جاتا ہے جب کام کی کثرت ہو۔ اور اس کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ وہ اپنے تمام کام خود نبٹا سکے۔ ان حالات میں ایسے افسروں کو معاون کی ضرورت ہوتی ہے۔

③ سربراہ کبھی چھٹی پر جانے تو بھی اسے کسی کو قائم مقام بنانا ہوتا ہے۔ انسان کو خواہ وہ بادشاہ اور صدر ہی کیوں نہ ہو۔ کبھی تفریح کے طور پر بھی باہر نکلنا ہوتا ہے اس صورت میں وہ اپنے حکومتی اختیارات کسی کے سپرد کرتا ہے اور پھر وہ اس کا نظام چلاتا ہے۔

④ ایسے لوگ جب سرے پر آئیں تو بھی انہیں کسی کو ولی عہد مقرر کرنا پڑتا ہے۔ موت کی تلوار ہر کسی کے اوپر لٹک رہی ہے اس لیے سلطنتیں کبھی ولی عہد سے خالی نہیں ہوتیں۔

⑤ سخت پر بیٹھے ہوتے یا کر سبی عدالت پر بیٹھے ہوئے اگر انہیں کسی بات کا پتہ نہ چلے اور وہ کسی کو تفتیش حال کے لیے بھیجیں تو بھی انہیں ان کو کچھ اختیارات دینے پڑتے ہیں سو اس صورت میں بھی انہیں نائبین کی ضرورت ہوتی ہے۔

⑥ سربراہ لوگ کبھی کسی کو ازراہ اعزاز بھی اپنے ساتھ شریک کر لیتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو اپنے ساتھ شریک کر لیا اور کبھی کسی کو ازراہ محبت بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا جاتا ہے جیسے شہنشاہ جہانگیر نے ملکہ نور جہاں کو

اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس صورت میں بھی انہیں کچھ اختیارات دینے پڑتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان تمام مجبور یوں سے پاک ہے۔

۱. وہ کبھی بیمار نہیں ہوتا۔
۲. وہ کبھی تھکتا نہیں۔
۳. کبھی تھپی پر نہیں جاتا۔
۴. اس پر موت کی تلوار نہیں لگتی کہ اسے کسی کو ولی عہد بنانا پڑ رہا ہے۔
۵. اسے معلومات حاصل کرنے کے لیے کسی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔
۶. وہ کسی کو اپنے ساتھ شریک نہیں کرتا۔ یہ اس کی غیرت کا مسئلہ ہے اور اس سے بڑا غیرت والا کوئی نہیں۔ شرک کو معاف نہ کرنے کا اس نے اعلان کر رکھا ہے۔

حکم دینے اور اختیار دینے میں فرق

کسی کو کسی کام کا حکم دینا اور کسی کو کسی ضرورت کے لیے اپنے اختیارات سپرد کر دینا دونوں میں فرق ہے۔ بعض کام ایسے ہیں جو خدا کی شان کے لائق نہیں وہ فرشتوں کو ان کے کرنے کا حکم دیتا ہے جیسے اس نے ملک الموت کو روحیں قبض کرنے پر لگا رکھا ہے فرشتے اس کے حکم سے سربراہانِ اطاعت نہیں کرتے۔

(لَیَعْمَلُنَّ اللّٰهُ مَا اَمَرُہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ (۲۸) التحریم)

ترجمہ۔ اللہ نے جو انہیں حکم دیا وہ اس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کہتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے۔

یہ تفویض اختیارات نہیں انہیں حکم دینا ہے۔ ملک الموت اس میں ہرگز صاحب اختیار نہیں کہ کسی کی روح قبض کرے یا اسے زندہ چھوڑ دے۔ خدا کے نظام تکوین میں کوئی دوسرا صاحب اختیار نہیں نہ کوئی انسان نہ کوئی فرشتہ۔

انسانی کاموں اور آسمانی کاموں میں فرق

انسان اس دنیا میں قوانین و ضوابط اور اپنے اختیار سے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی بدی کی راہیں اس پر کھول رکھی ہیں اور ان میں چلنے کی اسے با اختیار خود توفیق دے رکھی ہے۔ انسان یہاں اپنے اختیار سے اپنے کام کرتا ہے خدا کے نہیں فرشتے خدا کا کام کرتے ہیں تو اپنے اختیار سے نہیں خدا نے اپنے اختیارات اپنی کسی مخلوق کو نہیں دیئے یہاں دنیا کا نظام ہم اپنے اختیار سے چلا رہے ہیں لیکن اس پر بھی خدا کے تکوینی نظام کی گرفت ہے۔ انتظامی امور اور تکوینی امور میں بڑا فرق ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام اسباب اور تدریج کے بغیر چلتا ہے۔ کُن سے آنا بڑا جہان بنا دیا اس کی تکوین ہے۔ یہاں کے انتظامی امور اس نے اسباب سے وابستہ کیے ہیں اور ان میں تدریج چلتی ہے۔

② زمین میں درخت تدریجاً بڑے ہوتے ہیں اور انہیں پانی دیا جاتا ہے جنت کے درخت تدریجاً بڑے نہیں ہوتے نہ ان پر خزاں آتی ہے اور نہ وہ کبھی سوکھتے ہیں ان پر انتظامی نہیں آسمانی حکم چلتا ہے۔

③ نظام تکوینی میں فرشتے مامور ہیں اور زمین کے کاموں میں انسان حکماً مامور اور تکویناً مختار ہے کہ اچھے یا بُرے کام با اختیار خود عمل میں لائے۔

④ تکوینی کارکردگی پر جزا سزا نہیں۔ زمین کے انتظامی امور اگر آسمانی ہدایت کے مطابق چلائے جائیں تو ان پر جزا ہے۔ شرائع کی خلاف ورزی کی جائے تو اس پر سزا ہے۔

⑤ خدا کے تکوینی نظام میں آخرت کا کوئی علیحدہ کمپ نہیں لیکن اس اپنی انتظامی دنیا کے مقابل آخرت دار القرار ہے۔

یہاں زمین پر کسی کو اختیار ملے جسے وہ صحیح استعمال کرے یا غلط یہ اور بات ہے لیکن خدا کے کوئی نظام میں کسی کو کوئی اختیار نہیں ملتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ اس کے کوئی نظام میں اسے کسی کا احتیاج ہو۔ زمین پر جو خدا کا حکم اترتا ہے اس کے مابین اس میں کسی تبدیلی کے مجاز نہیں پیغمبروں کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خدا کی حلال کردہ کسی چیز کو حرام کر دیں یا اس کی حرام کردہ کسی چیز کو حلال کر دیں۔

الہی اختیارات کبھی کسی کے سپرد نہیں ہوتے

اللہ تعالیٰ اپنے اختیارات انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی سپرداری میں دے یہ گمراہ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ سب سے پہلے اثنا عشری شیعوں نے عقیدہ تفویض گھڑا ملا محمد بن یعقوب الکلینی (۳۲۸ھ) نے اصول کافی میں یہ باب باندھا۔

باب التفویض الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی الائمة علیہم

السلام فی امر الدین۔ (اصول کافی جلد ص)

ترجمہ۔ کاموں کو دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور (بارہ) ائمہ کے سپرد کرنے کا باب۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ عقیدہ تفویض تسلیم کرنا دینی طور پر ضروری ہے۔ یہ ہمارا دین ہے کہ اب مخلوق کے سارے کام بارہ اماموں کے سپرد ہیں وہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں کچھ نہ دیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے بھی پھر یہی شیعوں کا عقیدہ اپنایا۔ البتہ انہوں نے بارہ اماموں کی بجائے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو یہ اختیارات تفویض کیے ہیں۔ احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

۵۔ احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن کن حاصل ہے یا غوثؑ

بریلویوں کا استدلال اس آیت سے ہے۔ مَا آتَاكَ الرَّسُولُ فَخُذْهُ وَمَا
نَهَاكَ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ اس آیت کا اس مسئلے سے کوئی تعلق نہیں یہ علم سے متعلق
ہے حضرت جس بات کو جائز فرمادیں اسے عمل میں لے آؤ اور جس چیز سے روکیں
اس سے رک جاؤ۔ اب اس آیت میں سارے نظام خلق کو لانا قرآن کریم کی ایک کھلی
تحریف ہے۔

شرح اصول کافی علامہ خلیل قزوینی نے سوچا کہ جب سارا امر خلق حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہو گیا ہے تو کیا خدا بھٹی پر چلا گیا ہے۔ اس نے سوچا کہ کوئی
شخص اس عقیدہ فاسدہ کو قبول نہ کرے گا۔ اس نے امر خلق میں ایک قید لگا دی
کہ خدا نے سارے کام آپ کے سپرد نہیں کیے بعض کیے ہیں اس توجیہ کے بغیر
لوگوں کے خلق میں شرک کی یہ زہر کی گولی نہ اتاری جاسکتی تھی۔
ملا خلیل قزوینی لکھتا ہے:-

بدرستی کہ اللہ عزوجل داگداشت بسوی نبی خود صلی اللہ علیہ وسلم بعض
کار مخلوقین خود۔ ۱۰

وہ کون سے کام ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوئے اسے بریلویا
سے سنیں۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خنزیر اور مردار تو خود حرام کیے مگر
کتے اور بے خود حرام نہیں کیے۔ یہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حرام
کروائے ہیں۔ دیکھئے کس طرح حضورؐ اور اللہ تعالیٰ کے مابین تقسیم کار تجویز ہو رہی
ہے۔ بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار لکھتے ہیں:-

سور کے تمام اجزاء حرام ہیں گوشت، مغز، گردہ وغیرہ رب فرماتا ہے
 اِنَّہ رَجَسٌ اور جس یعنی پلید چیز حرام ہی ہوتی ہے لیکن رب کی مرضی
 یہ تھی کہ سور کا گوشت میں حرام کر دوں اور اس کے باقی اجزاء میرے
 حبیب حرام فرمائیں جیسے اس نے صرف سور کو حرام کیا۔ باقی کتا بلا
 وغیرہ اس کے حبیب نے۔

بات اثنا عشری شیعوں کی ہو رہی تھی پہلے انہوں نے عقیدہ تفویض مانا۔ پھر
 ان سے اسے بریلویوں نے لباً شیعہ کا عقیدہ ہے کہ پہلے ذات واجب وحدہ لا شریک
 لہ کی شان رکھتی تھی۔ پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت علی کو پیدا کر لیا۔
 اور پھر سب چیزیں پیدا کیں۔ حضور اور ائمہ کرام خدا کے کائنات پیدا کرنے کو دیکھتے رہے
 اس کی ایک ایک تخلیق پر وہ حاضر و ناظر رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تابعداری
 باقی مخلوقات پر لازم کر دی اور منسلک فرمایا کہ اب سب کائنات ان کی ماتحتی میں چلے گی
 یہ بارہ امام جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں۔
 ملا محمد بن یعقوب الکلینی لکھتا ہے:-

ان الله تبارك وتعالى لم يزل متفرذاً بوحده انيته ثم خلق محمداً
 وعلياً وفاطمة فمكثوا الف دهر ثم خلق جميع الاشياء فاشهدهم
 خلقها واجبرهم طاعتهم عليها وفوض اليهم فهم
 يحلون ما يشاءون ويمرمون ما يشاءون

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ازل سے اپنی وحدانیت میں ایک رہا یہاں تک کہ
 اس نے حضرت محمد اور علی اور فاطمہ کو پیدا کیا اور ان پر سبزار دُور
 گزرے پھر اللہ تعالیٰ نے باقی تمام چیزیں پیدا کیں اور ان کی پیدائش

پران تینوں کو گواہ کیا اور ان پر ان کے حکم سے چلنا جاری فرمایا اور ان کے سب امور ان تین کے سپرد کر دیئے اب وہ جسے چاہیں حلال کریں اور جسے چاہیں حرام کریں۔

شیعوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ (۱۴۸ھ) سے جو مذہب چلایا ہے وہ حضرت امام کا اصل مذہب نہیں۔ یہ انہوں نے ان کے نام سے گھڑ لیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق کا اصل مذہب وہ ہے جو حضرت امام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) نے آپ سے آگے روایت کیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل فوض اللہ الامس الى عبادہ۔

ترجمہ اے اللہ کے رسول کے فرزند! کیا اللہ تعالیٰ نے عالم امر کی کوئی چیز اپنے بندوں کے بھی سپرد کی ہے؟ اس پر حضرت امام نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ اجل من ان يفوض الربوبية الى عبادہ۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ اس سے بالافات ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں میں سے کسی کے سپرد کرے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسئلہ تفویض (اختیارات کا ملنا) اہل سنت کا مسئلہ ہرگز نہ تھا یہ یہودیوں کے سانکی آواز تھی جو شیعوں کے ہاں سنی گئی معلوم نہیں یہودیوں نے یہ شیعوں کی چھاپ اپنے اوپر کیوں ڈھال لی ہے۔

یہودی عقیدے کے مطابق سورج طلوع ہونے سے پہلے حضرت شیخ عبدالقادر جیلونی سے اذن لیتا ہے حضرت اجازت دیتے ہیں تو وہ طلوع کرتا ہے مولانا احمد رضا

خاں کہتے ہیں، حضرت شیخ نے فرمایا :-

آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ مجھ پر سلام نہ کرے بلکہ
سورج کا طلوع و غروب تکوینی امور میں سے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ
بریلوی عقیدے کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر ہی ساری دنیا کا نظام چلا رہے ہیں
اللہ تعالیٰ نے ساری تدبیر کائنات آپ کے ہاتھوں میں دے رکھی ہے، مولانا احمد رضا
خاں فرماتے ہیں :-

ذی تصرف بھی ماذون بھی مختار بھی
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادرؒ

اس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو تدبیر کائنات میں مختار کل مانا گیا ہے کیا
یہ قرآن کے اس اعلان کے خلاف نہیں جس میں صریح طور پر اللہ تعالیٰ کو تدبیر کائنات
کرنے والا بیان کیا گیا ہے :-

يَدْبِرُ الْأُمُورَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يُعْجِلُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ مَّعْدُودٍ
الْفَسْفَسَةُ مِمَّا قَدْ وُودَ - (پہلے السجدہ ۵)

ترجمہ۔ وہ خدا ہے جو کام کی تدبیر کرتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اس کی
طرف رجوع کرے گا یہ سارا نظام اس دن جس کی مقدار متعین ہے
حساب کے ہزار سالوں کے برابر ہوگی۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں اس دنیا میں بھی وہی تدبیر کائنات فرماتا ہے
اور آخرت میں بھی یہ جملہ کار و بار اسی کی طرف رجوع کرے گا، تکوین تو اپنے درجہ میں
رہی بریلویوں کے ہاں تو تقدیر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔
مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں :-

حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لیے چاہیں اس کی زندگی
 ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہوا جس
 کے لیے چاہیں بعد موت بھی توبہ کا دروازہ بھی کھول دیں اور اس کو
 زندہ فرما کر مسلمان کر دیں۔

بریلویوں کے لیے لمحہ فکریہ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب پر توبہ کا دروازہ بند کیا تھا کہ وہ اسلام
 نہ لائے اور کیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور سے کہا تھا :-
 انک لا تمیدی من احببت۔ (پہا القصص ۵۶)

کہ آپ جسے چاہیں ہدایت پر نہیں لاسکتے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں ہدایت
 دیتے ہیں۔

پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی لکھتے ہیں :-

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف
 دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں
 کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ
 والسلام اپنے چچا کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لادیں
 اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو
 کلی اختیار نہیں (وہ مختار کل نہیں) تو دلی کو کس طرح ہو یہ تب ہو کہ
 نعوذ باللہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے
 کر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ اسلام ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (۵۶۱ھ) خود تو یہ فرمائیں کہ تفویض کا عقیدہ شیعوں کے ایک فرقے کا ہے اور بریلوی ہیں کہ خود حضرت شیخ کے بارے میں تفویض پر اعتقاد جمائے بیٹھے ہیں، مولانا احمد رضا خاں کا یہ شعر پھر پڑھیے۔

سہ ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں :-

المفوضة هم العالمون ان الله فوض تدبير الخلق الى الاممة
وان الله اقدر النبي صلى الله عليه وسلم على خلق العالم وتدبيره
فرقة مفوضه اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ تدبیر کائنات ائمہ کے سپرد
کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بنی پاک کو یہ قدرت دے رکھی ہے
کہ جہاں پیدا بھی کریں اور اسے چلائیں بھی۔

بریلویوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی دونوں
کو تمکین اور تدبیر کائنات میں مختار کل بنا رکھا ہے پھر شرعی امور میں بھی ان کا عقیدہ
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لیے چاہیں نماز معاف کر دیں اور جس کے لیے
چاہیں روزے معاف کر دیں۔ جب دین میں اتحاد کی راہیں ہی تلاش کتنی ہیں تو
پھر کون کسی کو روک سکتا ہے۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ نے مولانا احمد رضا
خاں کے بارے میں فرمایا: اَللّٰہُ نَزَّہَ لَہُ سَجَّحَ لَیَّا تَہَا۔

کچھ مختصر سی بے ہنگام جماعت ہاں میں ہاں ملانے والی اور ہم کو مجدد ماننے والی
سردست موجود ہے اہل علم کے تسلیم نہ کرنے سے قادیانیوں کا کیا بگڑا ایک
جامل جماعت کے جہل کو خدا سلامت رکھے تو اپنے لیے بھی سب کچھ ہولے گا بلکہ

بریلویوں کا عقیدہ مختارِ کل

الحمد لله وسلاماً على عباده الذين اصطفى اما بعد :

اس دور میں اہل بدعت نے اسلام کے جن قطعی عقائد پر زندہ و الحاد کی مشقیں کی ہیں ان میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا خدا نے اپنے کسی بندے کو اپنے خدائی اختیار دیئے ہیں ؟ یاد رکھیے اسلام میں خدا کی بادشاہی مسلسل اور غیر متزلزل ہے کسی وقت اس نے اپنے آپ کو تدبیر کائنات سے فارغ نہیں کیا۔ اس کی قدرت لازوال ہے اور کسی بڑے سے بڑے انسان سے بھی ممکن نہیں کہ وہ کائنات کے چلنے کا سٹیزنگ اپنے ہاتھ میں لے سکے۔

آنحضرتؐ کو مختارِ کل قرار دینے سے پہلے ان دس امور پر غور کر لیجئے

① کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی کسی بات کو چھپالیں اور آگے نہ پہنچائیں — کیا کوئی سنی العقیدہ حضورؐ کے لیے تقیہ جائز کرنے کی غلطی کر سکتا ہے ؟ قرآن کریم کی روشنی میں اس کا جواب لیجئے :-

اللہ تعالیٰ نے تبلیغ رسالت آپ پر فرض ٹھہرائی اور فرمایا کہ اگر آپ اسے آگے نہ پہنچائیں تو آپ نے رسالت کی ذمہ داری ادا نہ کی — لوگوں سے ڈر کر بات کا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حفاظت کا وعدہ دیتے ہیں :-

يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته - والله يعصمك من الناس .

ترجمہ۔ اے رسول! آپ آگے پہنچادیں جو آپ کی طرف اتارا گیا ہے
 آپ کے رب کی طرف سے۔ آپ نے اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے
 اس کا پیغام آگے نہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے اپنی
 حفاظت میں رکھیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو تبلیغ رسالت چھوڑنے کا اختیار نہ تھا۔ تبلیغ اگر
 آپ پر فرض تھی تو آپ کو مختار کل کیسے مانا جاسکتا ہے۔ مختار کل تو وہ ہوتا ہے کہ وہ
 یہ کام کرے یا نہ۔ اس کے ذمہ کوئی بات نہیں آتی اور نہ کوئی بات اس پر لازم
 ٹھہرتی ہے۔

⑤ کیا آپ کو فرض نماز چھوڑنے کا اختیار تھا؟ یا نماز آپ پر فرض تھی؟ پھر
 نماز آپ پر بقید وقت فرض تھی یا جب چاہیں پڑھ لیں۔ اگر آپ پر نماز بقید وقت
 فرض تھی تو آپ مختار کل کیسے ٹھہرے؟ مختار کل تو تبھی ہو سکتے ہیں کہ چاہے پڑھیں
 چاہے نہ پڑھیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ أَنْفَاءِ
 اللَّيْلِ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ۔ (پ ظہ ۱۳۰)

ترجمہ۔ اور آپ نماز پڑھیں اپنے رب کی حمد کرتے سورج طلوع
 ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے (فجر اور عصر
 کی نمازیں) اور رات کی گھڑیوں میں (مغرب اور عشاء کی نمازیں)
 اور دوپہر کی نماز (نماز ظہر)

اور یہ بھی فرمایا۔

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً۔ (پ النساء ۱۰۳)

ترجمہ۔ بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

پھر اگر نماز آپ پر فرض نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب لیا جائے گا۔

یا ایہا المزمِّل۔ قمر اللیل الا قلیلاً نصفہ او انقص منه قلیلاً

اوزد علیہ ورتل القرآن ترتیلاً۔ (رپ المنزل)

ترجمہ۔ اے کملی میں لپٹنے والے۔ رات کا قیام کریں۔ آدھی رات یا

اس سے کچھ کم یا اس پر کچھ زیادہ اور کھول کھول کر پڑھیں قرآن

کو صاف۔

اس میں جہاں آپ کو اختیار دیا گیا اس کا بھی ذکر ہے اور جہاں آپ پر قیام اللیل

فرض کیا گیا اس کا بھی ذکر ہے اگر اس کے بھی چھوڑنے کا اختیار تھا تو پھر نصف سے کچھ کم کرنے یا نصف پر کچھ زیادہ کرنے کا اختیار دینے کے کیا معنی رہ جاتے ہیں۔

پھر اگر نماز آپ پر فرض نہ تھی آپ مختار کل تھے تو بیجا نہ نماز میں کیا آپ متنفل

ہوتے تھے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقرر ہوئے تھے۔ پھر یہ مسئلہ

بھی زیر بحث آئے گا کہ کیا مقرر کی نماز متنفل کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے؟

③ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں کسی تبدیلی کا اختیار تھا؟ آپ سے کہا

گیا تھا کہ اگر آپ کوئی اور قرآن لائیں یا اس میں کچھ تبدیلی کر دیں تو ہم آپ کو پیغمبران

لین گے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں قرآن کریم میں کسی تبدیلی کا اختیار نہیں

رکھتا۔ اگر آپ کو اس کا اختیار نہ تھا تو آپ مختار کل کیسے مانے جاسکتے ہیں۔

ایت بقران غیر ہذا اوبد لہ قل ما یكون لی ان ابد لہ من تلواء

نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی۔ (رپ یونس ۱۵)

ترجمہ۔ اے اکوئی قرآن اس کے سوا یا اس کو کچھ بدل دے۔ آپ کہہ

کہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو بدل دوں میں تو اسی بات کے پیچھے چلتا ہوں جس کا مجھے حکم ہے۔

⑤ مختار کے مقابل کون کون سے الفاظ ہیں۔ ۱۔ مامور۔ ۲۔ مکلف اور ۳۔ مسئول وغیرہ۔ مامور وہ ہے جو کسی دوسرے کے امر کے تحت چلے۔ مکلف وہ ہے جو کسی ضابطے کا پابند ٹھہرایا گیا ہو۔ مسئول وہ ہے جس سے اس کی ذمہ داریوں کا سوال کیا جاسکے صحافی حلقے میں ایک مدیر مسئول ہوتا ہے جو حکومت کے سامنے اپنی ذمہ داریوں کا جوابدہ ہوتا ہے۔ یہ مسئولیت بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ خود مختار کسی کے آگے جوابدہ نہیں ہوتا یہ صرف خدا کی شان ہے کہ وہ کسی کے سامنے مسئول نہیں۔

لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ (پاک الانبیاء ۲۳)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں کسی کا مسئول نہیں یہ سب لوگ اس کے مسئول ہیں۔

دنیا میں جو پیغمبر بھی آئے اپنی ذمہ داری پوری کرنے پر لگے حضور ختمی مرتبتؐ بھی اللہ کے پیغمبر تھے اور آپؐ پر بھی رسالت کی ذمہ داریاں تھیں۔ اب جس طرح امتوں سے پوچھا جائے گا کہ تم ہمارے احکام بجالائے یا نہ۔ ان پیغمبروں سے بھی پوچھا جائے گا کہ تمہاری بات کہاں تک مافی گئی۔ اب آپؐ ہی غور کریں جس پر یہ ذمہ داریاں عائد ہوں ہوں وہ مختار کل کیسے ہو سکتا ہے۔

فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین۔ (پاک الاعراف ۶)

ترجمہ۔ پس البتہ ہم ان لوگوں سے جن کی طرف رسالت گئی ضرور پوچھیں گے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

اب آپؐ ہی بتائیں کیا اس آیت میں تمام پیغمبروں کے مسئول ہونے کا بیان انہیں؟ اگر پیغمبر بھی مسئول ٹھہرے تو پھر کیا مختار کل کا عقیدہ قائم رہا؟ پھر اللہ تعالیٰ

نے یہ بھی فرمایا :-

يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انك

انت علام الغيوب . (رک المائدہ ۱۰۹)

ترجمہ جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو اور پوچھے گا تم کو
تو م کی طرف سے کیا جواب ملا دمتمہاری بات کہاں تک مانی گئی وہ
کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں تو ہی علم غیب رکھنے والا ہے۔

خود مختار خود کسی کے آگے جواب دہ نہیں ہوتا؟ اگر نہیں تو پھر یہ تمام پیغمبروں
سے پوچھ گچھ کیا ہو رہی ہے؟

⑤ ۲ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مجلس سے مساکین صحابہ کو اٹھا دینے کا رتا کہ
رؤسائے کہ اپنی شان کے مطابق آپ کی مجلس میں جگہ پاسکیں اختیار تھا یا آپ انہیں
اپنے ساتھ لگائے رکھنے کے مامور تھے؟ اگر آپ کو یہ اختیار نہ تھا تو آپ مختار کل
کیسے ہوئے؟ اور اگر اختیار تھا تو پھر اس حکم الہی کا مامور کون ہوگا؟

ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه

ما عليك من حسابهم من شيء وما من حسابك عليهم من شيء

فتطردهم فتكون من الظالمين . (رک الانعام ۵۲)

ترجمہ۔ اور دور نہ کرو (اپنے سے) ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے
رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا کی طلب میں۔ پھر تم اگر انہیں دور
کرو تو یہ ایک ظلم ہوگا۔

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون

وجهه ولا تعد عينك عنهم تريد زينة الحياة الدنيا ولا تطعن

اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتق هواه وكان امره فرطاً . (رک الکہف ۲۸)

ترجمہ۔ اور اپنے آپ کو آپ انہیں لوگوں کے ساتھ لگانے میں جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں وہ چاہتے ہیں اسی کا چہرہ۔ اور تیری آنکھیں ان سے اٹھنے نہ پائیں کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت چاہے اور تو اس کا کہنا مت مان جس کا قلب ہم لے اپنے سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے درپے ہو اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ جانے والا رہا۔

⑥ صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عمارت بن ہشام نے عہد جاہلیت میں حضور کو بہت تکالیف دی تھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بددعا کرنے کا اختیار تھا یا نہیں۔ اگر نہ تھا کہ ہو سکتا ہے وہ آگے جا کر مسلمان ہو جائیں تو آپ مختارِ کل نہیں رہتے اور اگر اختیار تھا تو اس آیت کا مطلب کیا ہو گا کچھ غور کیجئے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ۔ (پچھلے آل عمران ع ۱۳ آیت ۱۲۸)

ترجمہ۔ یہ بات آپ کے ہاتھ (اختیار) میں نہیں ہے انہیں وہ توبہ کی توفیق دے یا اس ظلم پر انہیں سزا دے (یہ اس کے ہاتھ میں ہے)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ آپ ہر بات میں مختار نہ تھے ایسے امور بھی تھے جن سے آپ کو صریحاً روکا گیا۔

اثنا عشری شیعوں کے ہاں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ آپ کے بعد خلیفہ حضرت علیؓ ہوں اس پر اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا کہ حکم مقرر کرنا آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ آپ کو اس بات کا کوئی اختیار نہیں

یعنی میرا فیصلہ یہ ہے کہ علیؑ آپ کے خلیفہ بلا فصل نہ ہوں گے۔ پھر آپ ہی بتائیں
اختیار کس کا چلا اور بات کس کی پوری ہوئی؟۔ پھر آپ مختار کل کیسے ٹھہر سکتے
ہیں۔

⑥ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا عام اختیار تھا
یا نہیں آپ اس میں مامور تھے یا مختار؟

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ (پک الانعام ۶۸)
ترجمہ: سو آپ یاد آنے کے بعد ہر گز ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھا کریں۔
جس کسی کو حکم کا پابند کیا جائے وہ مامور ہوتا ہے یا مختار؟۔ اگر یہ محض اپنی
مرضی کی بات ہے تو پھر کیا اسے حکم کہا جاسکتا ہے

⑧ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابوطالب کو مسلمان بنانے کا اختیار تھا
یا نہیں؟ آپ نے اپنے اس چچا کی وفات کے وقت جس اخلاص اور محبت سے
اسے اسلام کی دعوت دی اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی بڑی خواہش تھی کہ کسی
طرح ابوطالب آپ پر ایمان لے آئیں۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے البتہل
اور عبداللہ بن امیہ کی ملامت کے ڈر سے کلمہ نہ پڑھا۔ اب بتائیے کہ آپ مختار کل تھے
یا یہاں اللہ کا حکم چلتا تھا۔

انک لا تھدی من احببت ولكن الله يھدی من یشاء وھو اعلم

بالمھتدین۔ (نپ القصص ع ۲۶ بیت ۵۶)

ترجمہ: بے شک آپ ہدایت نہیں کر سکتے جس کو چاہیں بلکہ وہ اللہ
ہے جو ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے اور ہدایت پانے والوں کا
علم اسی کو ہے۔

⑨ پھر اگر ابوطالب ایمان نہ لائے تو کیا آپ کو ان کے لیے اللہ کے حضور

دعاے مغفرت کی بھی اجازت تھی یا نہیں؟ اگر نہیں تو آپ مختار کل کیسے ٹھہرے اور
اگر تھی تو آپ نے حضرت ابوطالب کو جنت میں کیوں نہ بھیج دیا؟
ماکان للنبی والذین آمنوا ان یتستغفروا للمشرکین ولو کانوا
اولی قربی من بعد ما تبین لہما انہما اصحاب الجحیم۔

(پہلے التوبہ ع ۱۴)

ترجمہ: بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان لانے والوں کو حق نہیں پہنچتا
کہ وہ مشرکوں کے لیے دعا بخشش کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ
ہوں جب کہ انہیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

پھر دعا کا لفظ خود بھی تو بتاتا ہے کہ فیصلہ دعا کرنے والے کے ہاتھ میں نہیں
ہے۔ مختار کل وہ جس کی بات چلے اور سر بات چلے۔

⑩ اللہ رب العزت نے جن چیزوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے کسی کو اپنے لیے حرام کرنے کا اختیار تھا یا
نہیں؟ اگر نہیں تو آپ مختار کل کیسے ٹھہرے اور اگر تھا تو مندرجہ ذیل حکم الہی کس
طرح رد کیا جاسکے گا۔

یا ایہا النبئی لم تحرم ما احلی اللہ لک۔ (پہلے التحریم آیت ۱)

ترجمہ: اے نبی آپ اپنے اوپر کیوں حرام کیے دیتے ہو وہ چیز جو
اللہ نے تمہارے لیے حلال ٹھہرائی؟

اس سے پتہ چلا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں میں کسی کے حرام
ٹھہرانے کا اختیار نہیں تھا۔ سوا ب عقیدہ مختار کل کہاں رہا۔ مختار کل تو وہی ہوتا
ہے جس کی بات چلے اور وہ جو چاہے کر سکے۔

حضور کو حلت و حرمت کا اختیار سونپنے کی بریلوی تجویز

جاہل بریلویوں نے یہ عقیدہ بنا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں سے صرف خنزیر اور مردار کو حرام کیا ہے کتے اور بٹے تو اس نے حرام نہیں کیے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام ٹھہرایا ہے۔ سو اگر حضور کو اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امور کو حرام کرنے کا حق نہ ہوتا تو آپ کتے اور بٹے کو کیوں حرام ٹھہرتے؟ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کا صرف گوشت حرام کیا۔ خنزیر کے گردے حضور نے حرام فرمائے۔

مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں :-

سور کے تمام اجزاء حرام ہیں گوشت مغز گردہ وغیرہ رب فرماتا ہے
انہ رجس اور رجس یعنی پلید چیز حرام ہی ہوتی ہے لیکن رب کی مرضی
کی مرضی یہ تھی کہ سور کا گوشت میں حرام کروں اور اس کے باقی اجزاء
میرے حبیب حرام فرمائیں جیسے اس نے صرف سور کو حرام کیا باقی
کتابا وغیرہ اس کے حبیب نے بلے

تحریم و تحلیل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے باہم کوئی تقسیم نہیں ہے
جن چیزوں کے حرام ہونے کو آپ نے بیان کیا ان کی حرمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ہی آپ کو بتائی گئی گو وہ وحی خفی سے کیوں نہ ہو۔ دین کے بارے میں آپ نے بابت
کہی وہ وحی سے کہی۔ وہ وحی علی (مذکور فی القرآن) ہو یا خفی۔

قرآن کریم میں ہے :-

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحی یوحی. (آپ انجم)

حضور کوئی حکم شریعت اپنی طرف سے نہیں دے سکتے۔ شارع حقیقی صرف

اللہ رب العزت ہے۔ حضور کو صرف اس معنی میں شارع کہا جاتا ہے کہ آپ اس قانون الہی کی زبان ہیں جس چیز کو آپ حرام فرمادیں وہ حرام ہے گو وہ قرآن کریم میں مذکور نہ ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی خفی سے اس کی حرمت بتائی ہو یہی مطلب اس حدیث کا ہے:-
ان ما حرم رسول اللہ کیا حرم اللہ رواہ ابن ماجہ ۱۰

ترجمہ۔ جو چیز اللہ کے رسول نے حرام بیان فرمائی وہ اسی طرح حرام ہے جیسے اللہ نے اس کی حرمت خود بیان کی ہو۔

۲ حضرت نے اس سے پہلے خود بیان فرمادیا:-

إلا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ رواہ ابوداؤد ۱۱

ترجمہ۔ بنو مجھے قرآن کریم بھی دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ (حکم میں) اس جیسا کچھ اور بھی۔

وہ دوسری چیز کیا ہے؟ جو حکم میں قرآن کریم کی طرح واجب العمل ہے وہ حضور کی حدیث ہے (جسے آپ اللہ تعالیٰ سے بصورت وحی خفی روایت کریں) تحلیل و تحریم میں مبدع حکم صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے اور اس میں ائمہ میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حافظ بدرالدین العینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:-

ان التحلیل والتحریم من عند اللہ لامدخل لبشریہ ۱۲

ترجمہ۔ بے شک کسی چیز کو حلال کرنا اور کسی چیز کو حرام کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کسی بشر کو نہیں۔

محقق ابن ہمام الابسکندری (۸۶۱ھ) بھی لکھتے ہیں:-

الحاکم لاختلاف فی انہ رب العالمین ۱۳

ترجمہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حاکم شرع حقیقتہً اللہ رب العالمین ہی ہے۔ علامہ شکاری (۹۷۶ھ) لکھتے ہیں :-

وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّ الشَّارِعَ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْلُغٌ
عَنِ اللَّهِ أَحْكَامَهُ فِيمَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَنْطِقُ قِطْعًا عَنْ هُوَى نَفْسِهِ
ترجمہ ہم جانتے ہیں کہ شارع اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی ذیل نہیں اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے احکام پہنچانے والے تھے جیسا کہ اللہ نے چاہا آپ اپنی
خواہش نفس سے کبھی کام نہ فرماتے تھے۔

اس پتہ چلا کہ آپ نے دین کی جو بات بھی اپنی طرف سے کہی وہ اللہ تعالیٰ کی نیابت میں کہی۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں :-

حَاكِمُ بَشَرَاتٍ وَأَحْكَامِ خَدَاتَالَى اسْتَوْحَمَ وَكَمَّ قَدِيمَ اسْتِ انْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
رَسَانِدَهُ اَهْنِ احْكَامِ اَنْدَبِ

ترجمہ بشرائع اور احکام کا حکم کرنے والا صرف خدا تعالیٰ ہے اور اس کا حکم قدیم ہے
انبیاء کرام صرف ان احکام کے پہنچانے والے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں :-

اِنَّ التَّحْلِيلَ وَالتَّحْرِيمَ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى وَامَانِسِبَةِ التَّحْلِيلِ
وَالتَّحْرِيمِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَفَى اَنْ قَوْلَهُ اِمَارَةٌ قِطْعِيَّةٌ
لِلتَّحْلِيلِ وَاللَّهُ وَمُتَحَرِّمُهُ

ترجمہ کسی چیز کو حلال کرنا اور کسی چیز کو حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے بنی
صلی اللہ علیہ وسلم کی تحلیل اور تحریم کی نسبت بایں منی ہے کہ آپ کا کہنا اللہ تعالیٰ
کی تحریم و تحلیل کی قطعی دلیل ہے۔

② حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں :-

مذہب صحیح اس است کہ امر تشریع مفوض بہ پیغمبر نئے باشد زیرا کہ منصب پیغمبری منصب رسالت و ایچی گزیت نہ نیابت خدا و شرکت در خانہ خدائی.... بس از طرف خود اختیار ندارد بل

ترجمہ صحیح مذہب یہ ہے کہ شریعت کے امور پیغمبر کو تفویض نہیں ہوئے منصب پیغمبری منصب رسالت اور سفارت ہے خدا کی نیابت نہیں نہ یہ اس کے کاموں میں شرکت ہے.... پیغمبر اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

یہ دس غوط طلب امور ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب ان دس احادیث پر بھی کچھ غور کر لیں۔ ان پر ایمان رکھنے والا شخص کیا کسی پہلو سے بھی حضور خاتم النبیینؐ کو مختار کل مان سکتا ہے؟ یہ صرف اللہ رب العزت کی شان ہے جو ہر چیز کا مالک ہے وہ جو چاہے کرے کلی اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت تھے۔ بچوں کے لیے نہایت شفیع تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا۔ اس نے کہا ہم تو اپنے بچوں سے پیار نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا :-

اذا ملک لك ان نزع الله من قلبك الرحمة۔

ترجمہ میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے نرمی نکال دی ہے۔

یعنی دل میں سختی اور نرمی پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔ اگر اللہ رب العزت نے تیرے دل میں نرمی نہیں رکھی تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس نہ کہہ سکنے کے لیے آپ نے جو الفاظ

استعمال فرماتے وہ ہیں اد املک لك جن کا لفظی ترجمہ یہ ہے کیا میں تیرے لیے کس چیز کا مالک ہوں؟ میرے اختیار میں نہیں کہ تیرے دل میں بچوں کے لیے شفقت ڈال دوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہی خلاف فیصلہ کر رکھا ہو۔

② صحابہ کرامؓ ایک دفعہ جہاد کے لیے نکلے لیکن مال غنیمت نہ پاسکے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں سے ان کی بے کسی کا اندازہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی :-

اللهم لا تکلمهم الی فاضع عنهم ولا تکلمهم الی انفسهم

فیعجزوا عنها ولا تکلمهم الی الناس فیستاثروا علیہم۔

ترجمہ۔ اے اللہ! انہیں میرے سپرد نہ کرنا کہ میں ان کی ضرورت پوری کرنے میں کمزور رہ جاؤں نہ انہیں خود ان کے سپرد نہ کرنا یہ خود اپنی ضرورتیں پوری نہ کر سکیں گے انہیں دوسرے لوگوں کے بھی سپرد نہ کرنا کہ وہ اپنا پیٹ بھریں اور ان کو چھوڑ جائیں۔

اس حدیث سے پتہ چلا آپ ہرگز ان کے نفع و ضرر کے مالک نہ تھے ورنہ اپنی کمزوری کا اظہار نہ فرماتے۔ ہر کمزوری اور ضرورت سے بالا عرف اللہ رب العزت کی ذات ہے اور یہ بشری کمزوری رسالت کے حق میں کوئی عیب نہیں ہے۔

③ تعدد اذواج میں انسان اس کا مکلف ہے کہ سب بیویوں سے یکساں سلوک کرے محبت اور میلان طبع وہ امور میں جن پر انسان کا اپنا بس نہیں چلتا اس پہلو سے اگر کسی بیوی کی طرف زیادہ میلان ہو لیکن ضابطے میں کوئی فرق واقع نہ ہو

تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب ازواج مطہرات میں
برابری کرتے۔ پھر اگر کسی قصور کا گمان ہوتا تو اللہ رب العزت کے حضور عرض کرتے :-

اللہم هذه قسمی فیما املك فلا تلمتی فیما تملك ولا املك به

ترجمہ: اے اللہ! یہ میرا برابر کا معاملہ ان امور میں ہے جو میرے بس
میں ہیں مجھ پر ان امور میں مواخذہ نہ کرنا جن کا تو مالک ہے اور مجھے
ان کا اختیار نہیں۔

اگر آپ مختار کل ہوتے تو کیوں کر کوئی ایسا دائرہ تجویز کرتے جس میں آپ
اپنے اختیار کی اس طرح نفی کرتے فیما تملك ولا املك۔

⑤ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ شفاعت اور شفاعش کون کرتا ہے؟ فیصلہ جس
کے اختیار میں نہ ہو۔ اگر عقیدہ شفاعت رکھا جائے تو عقیدہ محمد کل قائم نہیں رہ سکتا
اور عقیدہ آپ کے مختار کل ہونے کا ہو تو شفاعت کا انکار لازم آتا ہے۔

اور یہ شفاعت بھی اذن الہی سے ہوگی۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بلا اذن سفارش بھی
نہ کر سکیں گے۔ آپ کہیں گے اے اللہ! مجھے ان سب کے بارے میں شفاعت
کی اجازت دے جو لا الہ الا اللہ کہنے والے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے
فرمایا: اس پر اللہ تعالیٰ مجھے کہیں گے۔

ليس ذلک لك ولكن وعزتی وجلالی وکبریائی وعظمتی لخبرین
منہما من قال لا الہ الا اللہ متفق علیہ

ترجمہ: یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے مجھے اپنے عز و جل کی قسم۔ اور
اپنی بڑائی اور عظمت کی قسم۔ میں جہنم سے ان سب کو نکال لوں گا۔

جو میری وحدانیت کا اقرار کرتے تھے۔ لا الہ الا اللہ کہتے رہے۔

دسویں صدی کے مجدد امام ملا علی قاری لیس ذلک لک (یہ کام آپ کا نہیں) کے تحت لکھتے ہیں:-

قال ای اللہ تعالیٰ لیس ذلک لک ای لیس ہذا لک وانما افعل
ذلک تعظیماً لاسمی و اجلاً لتوحیدی قال شارح من علمائنا
المحققین المعنی لیس اخراج من قال لا الہ الا اللہ من الذلک
ای الیک یعنی مفوضاً الیک وان کان لک فیہم مکان الشفاعۃ
اولسنا نفعل ذلک لاجلک هل لانا احتقاء بانا نفعلہ کرمًا
وتفضیلاً۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا یہ آپ کے لیے نہیں اس کا مطلب یہ ہے
کہ ان کو آگ سے نکالنا آپ کے لیے نہیں میں ایسا کروں گا اپنے نام
کی عظمت کے لیے اور اپنی وحدانیت کے اجمال کے طور پر مجارے
علماء متحققین میں ایک شارح کہتے ہیں ان گنہگاروں کو آگ سے نکالنا
آپ کی سپرداری میں نہیں نہ یہ کام آپ کو تفویض کیا گیا ہے اگرچہ
آپ کو ان کے بارے میں سفارش کرنے کا حق ہے ہم انہیں
آگ سے آپ کے لیے نہیں نکال رہے بلکہ اس لیے کہ ہم اپنے
کرم و فضل سے اس کا حق رکھتے ہیں۔

⑤ ربیع بن کعب اسلمیؓ کہتے ہیں میں رات آنحضرتؐ کے پاس ہوتا تھا وضو وغیرہ

کا پانی پیش کرتا اور آپ کی خدمت بجالاتا۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا جناب کی جنت میں مرافت چاہتا ہوں۔ آپ نے کہا کچھ اور بھی میں نے کہا یہی مانگتا ہوں۔ آپ نے پھر کیا فرمایا :-

قال فاعنی علی نفسك بکثرة السجود

ترجمہ: آپ نے فرمایا تو اپنے بارے میں میری سجدوں کی کثرت سے مدد کر۔ یعنی میں جب تیرے لیے الشرب العزت سے یہ مقام مانگوں تو تیرے سجدوں کی کثرت سے میری دعا شرف قبولیت پالے۔

اس سے پتہ چلا کہ آپ غمناک نہ تھے ورنہ کہہ دیتے ”میں نے یہ مقام تجھے دیا“ اس کی بجائے آپ نے فرمایا تو اس میں میری مدد کر سجدوں کی کثرت سے۔ مجھ سے یہ تیرا سوال کرنا کافی نہیں دینے والا خدا ہے تو سجدوں کا وسیلہ ساتھ لائے تو یہ میری دعا قبولیت پالے گی۔

طراعی قاریؒ فاعنی علی نفسك کے تحت لکھتے ہیں :-

ای کن لی عوناً فی اصلاح نفسك لما تطلب بکثرة السجود فی الدنیا حتی ترافقنی فی العقبی قال ابن الملک وفیہ اشارۃ الی ان هذه المرتبة العالیة لا تحصل بمجرد السجود بل بہ مع دعائہ علیہ السلام لہ ایاہا من اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: تو اپنی اصلاح میں اپنا مطلوب پانے میں میرے لیے مدد ہو جا۔ دنیا میں کثرت سجد کی محنت سے یہاں تک کہ آخرت میں تو میرا ساتھی ہو سکے ابن ملک کہتے ہیں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ بلند مقام صرف سجدوں سے ملنے کا نہیں بلکہ ان کے ساتھ آپ کی دعا

بھی ہوگی اللہ کے حضور۔

اس سے واضح ہوا کہ آنحضرتؐ بھی ربیعہ کے لیے یہ مرتبہ عالیہ خدا سے مانگیں گے خود انہیں یہ مرتبہ دینے کی پوزیشن میں نہ ہوں گے۔ دعا اور شفاعت کا یہ عقیدہ آپ کے مختار کل ہونے کی کھلی نفی کرتا ہے۔

امام احمد کی روایت میں حضرت ربیعہ کی استدعا جن الفاظ میں ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضورؐ سے اللہ کے ہاں سفارش کرنے کی گزارش کر رہے تھے نہ کہ آپ سے کہہ رہے تھے کہ مجھے جنت میں اپنے ساتھ رکھیں۔

یا رسول اسأل ان تشفع لی الی ربک فیعتقنی من النار ۛ

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ آپ اپنے رب کے حضور میری شفاعت فرمائیں تاکہ وہ مجھے آگ سے آزاد کرے۔

اب آپ ہی غور کریں ایسی استدعا کرنے والا کیا آپ کے بارے میں مختار کل ہونے کا عقیدہ رکھ سکتا ہے۔

⑤ حضرت ابو سعید الخدریؓ کہتے ہیں کچھ انصار حضورؐ کی خدمت میں سوال کے لیے حاضر ہوئے حضورؐ نے انہیں مال دیا۔ انہوں نے پھر آپ سے سوال کیا آپ نے اور دیا یہاں تک کہ حضورؐ کے پاس جو مال جمع تھا سب لگ گیا۔

ان انا سامن الانصار سألو رسول الله صلى الله عليه وسلم

فاعطاهم حتى نفذ ما عنده فقال ما يكون عندي من خير

فلن ادخره عنكم ومن يستعف يعفه الله ومن يستغن يغنه

الله ومن يتصبر يصبره الله ۛ

ترجمہ: کچھ انصار آپ کی خدمت میں آئے اور آپ کے سے کچھ مانگا آپ نے انہیں کچھ مال دیا۔ یہاں تک کہ جو آپ کے پاس تھا سب ختم ہو گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: میرے پاس جو کچھ بھی ہوگا میں تم سے دوں گا۔ انہیں اور جو مانگنے سے بچے اللہ تعالیٰ اسے سچا نصیب فرمائیں گے اور جو استغفار چاہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیں گے اور جو صبر سے کام لے اللہ تعالیٰ اسے صابریں میں لے آئیں گے۔

④ ایک سائل آپ کی خدمت میں کچھ مانگنے آیا۔ اس وقت آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اس کے سوال پر آپ نے فرمایا: لا اجد ما اعطیک (میرے پاس کچھ نہیں جو میں تجھے دوں)، وہ کچھ گبڑا اور کہا: میرے لیے آپ کے پاس کچھ نہیں ہے؟ اوروں کو تو خلی نہیں بھیجتے۔ آپ کہنے لگے:۔
یفضب علی ان لا اجد ما اعطیہ۔

ترجمہ: یہ مجھ پر بڑی غصہ ہو رہا ہے کہ میرے پاس اسے دینے کے لیے کیوں کچھ نہیں ہے۔

ایک سوال

۲ حضرت فرماتے ہیں: اعطیت مفاتح خزائن الارض جب آپ زمین کے تمام خزانوں کے مالک تھے تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں: لا اجد ما اعطیہ — میرے پاس کچھ نہیں جو اسے دوں؟

جواب: ۲ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صیغہ تسکلم دو طرح کا ہے۔

۱. کبھی تو اس سے آپ کی اپنی ذات مراد ہوتی ہے اور کبھی
 ۲. آپ بشمول امت وہ بات کہتے ہیں مثلاً
- آپ نے فرمایا: اعطیت جوامع الکلمہ اس میں آپ کی ذات مراد ہے لیکن آپ نے جب فرمایا:-

احلت لی الفنائم

میرے لیے غنیمتیں حلال ٹھہرائی گئیں۔

جعلت لی الارض مسجدًا وطہورًا۔

پوری زمین میرے لیے مسجد کے لائق کی گئی۔

تو اس میں پوری امت آپ کے ساتھ ہے۔ اسی طرح جب آپ نے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں تو اس سے مراد یہ تھی کہ آپ کی امت ان خزانوں کی مالک ہوگی اور دنیا کی شوکت انہی کے پاس ہوگی۔ امام نووی (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:-

معناه الاخبار بان امته تملك خزائن الارض وقد وقع ذلك له

ترجمہ: اس حدیث سے مراد یہ خبر ہے کہ آپ کی امت زمین کے خزانوں کی مالک بنے گی اور ایسا ہو کر رہا۔

بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا:-

واعطانی الکثرین الاحمر والابيض وان امتی سیبلغ ما زدی لی منها۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے سونا اور چاندی دونوں خزانے مجھے دیئے

اور بٹے تک میری امت زمین میں وہاں تک پہنچے گی جو جو میرے لیے لپیٹ دی گئی۔

سواپ کے اس صیغہ متکلم میں اور لا اجد ما اعطیہ کے صیغہ متکلم میں ایک اصولی فرق ہے لہذا ہر دو میں کوئی تقاض نہیں۔

آپ کے اس پیرایہ بیان کی نظیر قرآن پاک میں بھی ہے جنگ تبوک میں آپ کے چند صحابہؓ اس لیے شریک نہ ہو سکے کہ آپ کے پاس انہیں دینے کے لیے سواری نہ تھی۔ آپ نے انہیں کہا

لا اجد ما احمکم علیہ۔ (پہا التوبہ ۹۲ ع ۴)

ترجمہ: میرے پاس سواری نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کر سکوں۔

⑧ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں اس شخصؓ نے ایک خطبہ میں مال غنیمت میں چوری کی بہت اہمیت بیان فرمائی اور فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے مختلف لوگ طرح طرح کے چوری کیے اموال کندھوں پر اٹھائے حاضر ہوں گے اور میرے سامنے فریاد کریں گے کہ ہمیں بچالیں میں کہوں گا:-

ترجمہ: میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں نے جو خدا کی بات تھی تم تک پہنچا دی تھی۔

ان صحیح احادیث کا ماننے والا اور ان بیانات میں حضورؐ کو سچا جاننے والا کیا کبھی آپ کے مختار کل ہونے کا عقیدہ رکھ سکتا ہے؟

⑨ آپ نے ایک دفعہ اپنے چچا حضرت عباسؓ، اپنی چھوٹی چچی حضرت صفیہؓ اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کر کے کہا:-

یا عباس ابن عبد المطلب لا اغنی عنک من اللہ شیئاً یا صفیہ عمہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اغنی عنک من اللہ شیئاً یا فاطمہ
 سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئاً۔
 ترجمہ۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں اللہ کے ہاں تیرا ذمہ دار نہ ہو
 سکوں گا اے رسولِ برحق کی بھوپھی صفیہ! میں اللہ کے ہاں تیرا ذمہ دار
 نہ ہو سکوں گا اے میری بیٹی فاطمہ! مجھ سے میرا مال جو تو چاہے مجھ
 سے مانگ لے اللہ کے ہاں میں تیرا ذمہ دار نہ ہو سکوں گا۔

⑩ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سوار تھے آپ نے نہیں فرمایا۔
 اعلم ان الامة لو اجتمعت ان ينفعلوا بشئ لم ينفعلوا الا بشئ
 قد كتبته الله لك۔
 ترجمہ۔ جان لو اگر سب لوگ جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نفع پہنچائیں نہیں
 پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہو۔
 امام ملا علی قاری (م ۱۰۱۷ھ) فرماتے ہیں کہ۔
 یہاں لوگوں میں انبیاء اولیاء سب داخل ہیں وہ تمہیں کوئی نفع نہیں
 پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے تمہارے نام لکھ دیا ہو۔

ایک بریلوی عذر اور اس کا جواب

ایک بریلوی مولوی صاحب نے کہا۔ عیسائیوں کے سامنے ہمارا یہ کہنا کہ حضورؐ

مختارِ کل نہ تھے مناسب نہیں ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ کو خداوندِ یسوع مسیح اور تمام قدرتوں کا مالک کہیں اور ہم کہیں ہمارے حضرت کو تکوین میں کچھ بھی خدائی اختیارات نہ تھے تو کیا اس میں حضورؐ کی بے ادبی نہیں؟

اجواب :

جہاں ہم حضورؐ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ مختارِ کل نہ تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ آپ بھی مختارِ کل نہ تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے تھے اور یہی آپ کا بلند مقام عبدیت تھا۔ اللہ رب العزت کے حضور آپ کی ایک صلا ملاحظہ فرمائیں :-

اللہم! اصبح لا املك لنفسی ما ارجو ولا استطيع عنها دفع ما
اكره واصبح الخیر بید غیرک واصبحت مرتمناً بما
كسبت فلا فقیر افتد منی فلا تجعل مصیبتی فی دینی ولا
تجعل الدنیا اکبر منی ولا تسلط علی من لا یرحمنی بلہ

ترجمہ: اے اللہ! میں اس طرح پر ہوں کہ اپنے لیے جو چاہوں اس کی
مقدرت نہیں رکھتا اور نہ اپنے آپ سے اس مصرت کو دور کر سکتا
ہوں جسے نہ چاہوں اور بھلائی میرے غیر کے ہاتھ میں چلی آئی اور میں
اپنے کاموں میں گرفتار رہا۔ مجھ سے زیادہ تیرا کوئی محتاج نہیں میری
کوئی مصیبت میرے دین میں نہ آئے اور نہ دنیا کو میری سب سے
بڑی فکر بنانا اور مجھ پر انہیں غلبہ دینا جو مجھ پر رحم نہ کھائیں۔

حضرت عیسیٰ کی یہ فریاد ان کی شان میں کسی کمی کی مظہر نہیں بلکہ یہ ان کے کمالِ عبودیت کا ایک دلآویز نقشہ ہے۔

عقیدہ مختارِ کل کی بریلوی وسعت

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :

بریلویوں کے ہاں عقیدہ مختارِ کل کی وسعت کہاں تک ہے۔ ان کے ہاں یہ تکوینی امور اور شرعی امور دونوں کو شامل ہے۔ تکوینی امور میں یہ یہاں تک آگے گئے ہیں کہ حضورؐ کو کن ممکن کے سارے اختیارات کا مالک سمجھتے ہیں۔ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تقدیر کے سارے فیصلے حضورؐ ہی کرتے ہیں چاروں سمتوں میں ان کا عقیدہ مختارِ کل وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ بے اولاد کو اولاد دینا — بے روزگار کو روزگار دینا — محتاج کو رزق دینا — بیمار کو شفا دینا — نرمیزہ اولاد کے طالب کو لڑکا دینا — کسی کو لمبی اور کسی کو چھوٹی عمر دینا — زمین کا سکون اور زلزلہ — آفتاب و مانتاب کا طلوع و غروب — بادش برسانا اور کھیتوں کو آگانا ان سب کاموں پر حضورؐ مختارِ کل اور اللہ کی قدرتوں کے مظہر ہیں۔

شرعی امور بھی سب آپ کے اختیار میں ہیں۔ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ ان کے عقیدے میں آپ جسے چاہیں نمازیں معاف کر دیں اور جسے چاہیں روزے معاف کر دیں۔ خدا تعالیٰ کوئی حکم دیں اس میں آپ جس کو چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔ المحض حرام و حلال پر بس آپ کا قبضہ ہے جسے چاہیں اور جس کے لیے چاہیں کسی چیز کو حرام کر دیں اور جسے چاہیں اور جس کے لیے چاہیں اسے حلال کر دیں۔ (استغفر اللہ)

یہاں تک کہ اپنے سارے اختیارات تکوینی امور سے متعلق ہوں یا شرعی امور سے متعلق جس کو دینا چاہیں دے دیں اور جہاں چاہیں احد و احمد کے فاصلے ختم کر کے ختم کی تاریخ رکھ دیں۔

بانی مذہب مولانا احمد رضا خاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختارِ کل قرار دیتے

ہوئے کہتے ہیں :-

حضور ہر قسم کی حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ دنیا اور آخرت کی مرادیں
حضور کے اختیار میں ہیں بلکہ

پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو مختار کل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں :-

۱۔ احد سے احمد اور احمد سے کچھ کو

کن اور سب کن ممکن حاصل ہے یا غوثؒ

مولانا محمد عمر اچھر دی احمد اور احمد کا فاصلہ اس طرح ختم کرتے ہیں :-

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے کیونکہ حضرات

صحابہ کرامؓ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت

کی تھی تو احد اور احمد میں کیا فرق رہا۔

رسولوں کا وجود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی احد ہے۔ اس عقیدے کو بریلوی گُفرا سمجھتے

ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :-

رسولوں کو غیر اللہ کہنے والوں کے واسطے فتوے کفر اس طرح ارشاد

فرمایا۔ کیونکہ کافر اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان ایک

غیریت کا قائل ہے۔

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ بریلویوں اور اہل سنت والجماعت میں اس مسئلے

میں اختلاف کی خلیج وسیع ہو چکی ہے۔ سو اس پر کتاب و سنت کی روشنی میں مستقل طور پر بحث

کرنے کی ضرورت ہے۔ اب ہم اس موضوع پر بریلویوں کے دلائل کا ایک مختصر جائزہ لیتے

ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی صحیح تہنیم بھی کراتے ہیں اس سے اہل سنت والجماعت کی اپنی بات

کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔

تشریحی امور اور تکوینی امور

تشریحی امور کا تعلق قانون اور عمل سے ہے شرائع مختلف پیغمبروں کے وقت مختلف رہی ہیں احکام کی یہ تبدیلی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن کن کہہ کر جہاں بنانا صرف اللہ کی شان تکوین ہے۔

تکوینی امور میں حضورؐ کو مختار کل قرار دینے کے بریلوی دلائل

① وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔ (آپ اکشرع) ترجمہ، اور جو چیز تمہیں رسول پاک دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے مک جاؤ۔

بریلوی استدلال

رسول ہی دینے والے ہیں اور وہی روکنے والے ہیں تمہیں جو کچھ مل رہا ہے حضورؐ سے ہی مل رہا ہے وہ دنیوی دولت ہو یا دینی — تمہارا رزق زندگی اور تندرستی اور اولاد سب آپ کے ہاتھ میں ہے جو دیں لے لو۔
الجواب :

یہاں اتاکم میں دنیا بمقابلہ نہاکم (منع کرنا) ہے نہی کا تعلق امور شرعیہ سے ہوتا ہے سو یہاں اتاکم بمعنی امر نکم (جس چیز کا تمہیں امر کر دوں) ہے سو اس کا تکوینی امور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ بخاری نے خود اس مضمون کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔
ما نهيتكم عنه فاحذروه وما امرتكم به فافعلوا ما استطعتم۔

ترجمہ جس چیز سے میں نے تمہیں روکا ہے اس سے بچو اور جس چیز کا میں نے
تمہیں امر کیا ہے اس پر اپنی استطاعت تک عمل کرو۔
ایک اور موقع پر فرمایا :-

فاذا امرتكم بشيء فخذوه منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن
شيء فانهتوا۔

ترجمہ۔ سو جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے اپنے ذمہ لو
اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم ترک جاؤ۔

(۲) ما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون

لهم الخيرة من امورهم۔ (آل احزاب ۳۶ ع ۲)

ترجمہ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور
اس کے رسول کوئی فیصلہ کریں تو انہیں اپنی طرف سے اس سے بچنے
کا کوئی اختیار ہے۔

بریلوی استدلال

قضاء قدر کے فیصلے اللہ اور رسول دونوں کرتے ہیں۔

اجواب :

رسول خدا کے فیصلے کو بیان کرنے والے ہیں خود فیصلہ کرنے والے نہیں

ان قضاء رسول اللہ هو قضاءه لان قضاء الرسول بامر الله ووحیه

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحی یوحی۔

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو۔ کیونکہ رسول کا فیصلہ اللہ کے امر اور اس کی وحی کے بغیر نہیں ہوتا اور آپ کبھی خواہش نفس سے نہیں بولتے یہ وحی خداوندی ہے جو آپ کی طرف آرہی ہے۔

(۳) وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ۔ (پٹ التوبہ ۵۹ ع ۷)

ترجمہ۔ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اس پر جو دیا ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اور کہہ دے کافی ہے ہم کو اللہ وہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول ہم کو تو اللہ ہی پائیے

بریلوی استدلال

دینے والے اللہ اور اس کے رسول دونوں ہیں اور آئندہ بھی جو ملے گا وہ بھی اللہ اور اس کا رسول ہی دیں گے لہ
اجواب :

یہاں صدقات اور غنیمت کے اموال کی تقسیم مراد ہے ظاہر ہے کہ اس میں اللہ کے رسول جو فیصلہ فرمائیں وہ الہی فیصلے کے مطابق ہی تو ہوگا مومن کا کام اس پر راضی ہونا ہے۔ اس آیت میں رزق کی تکوینی تقسیم ہرگز مراد نہیں ہے۔

(۴) وَمَا نَقَمُوا إِذِ انْ أَعْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ (پٹ التوبہ ۶۴)

ترجمہ اور یہ سب کچھ اس کا بدلہ تھا کہ دولت مند کو دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے سو اگر تو بہ کر لیں تو بھلا ہے ان کے حق میں۔

بریلوی استدلال

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے رسول بھی محتاج کو غنی کر سکتے ہیں۔

الجواب :

۱۔ حضرت ان کے غنی ہونے میں بے شک ایک ذریعہ اور سبب ہوئے لیکن انہیں (ان محتاجوں کو) غنی کرنے والا حقیقت میں صرف اللہ رب العزت ہے۔ آپ ان کے اس غنا کا ذریعہ اور سبب ہوئے۔ ۲۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک حدیث میں اس کی وضاحت فرمادی۔ آپ نے فرمایا :-

يا معشر الانصار! لما جدكم ضللاً فهداكم الله بي وكنتم متفرقين

فالله جـ وعالہ فاعناكم الله جـ۔ (صحیح بخاری جلد ۷ ص ۶۲)

ترجمہ اے گروہ انصار! کیا میں تمہیں راہ گم کیسے نہ پایا پھر اللہ نے تمہیں میرے ذریعہ ہدایت دی اور تم علیحدہ علیحدہ بکھرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعہ جوڑ دیا اور تم سب محتاج رہ گئے تھے اللہ نے تمہیں میرے سبب سے غنی کر دیا۔

⑤ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کافوا مؤمنین۔ (پہلا سورہ ۶۲ ع ۸)

ترجمہ۔ اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ یہ لوگ انہیں راضی کریں اگر وہ واقعی مومن ہیں۔

بریلوی استدلال

احق ان یرضوہ میں مفرود کی ضمیر اللہ اور اس کے رسول کی طرف لا جمع ہے معلوم ہوا۔ دونوں ایک ہی ہیں۔ سو اگر حضور کو مختار کل نہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ بھی مختار کل نہیں کیونکہ حقیقتہً تو وہ دونوں ایک ہیں۔ ان میں فرق دیوبندی کتے ہیں۔

اجواب :

اس آیت میں موضوع رضائے الہی ہے چونکہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا ایک ہے۔ قرآن کریم میں ہے: **قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله (پال عمران)** اس لیے حضور کی اطاعت میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت بھی ساتھ کر لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حافظ ابوبکر جصاص رازی لکھتے ہیں :-

لان رضا الله ينتظم رضا الرسول اذ كل ما رضى الله فقد رضىه الرسول فترك ضمير الرسول لدلالة الحال عليه وقيل ان اسم الله تعالى لا يجمع مع اسم غيره في النكايه تعظيماً بافراد الذكر بله ترجمہ کیونکہ اللہ کی رضا رسول کی رضا کو شامل ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس سے اللہ راضی ہو اس سے رسول بھی بے شک راضی ہو گا۔ سور رسول کے لیے علیحدہ ضمیر نہ لانا اس وجہ سے ہے کہ صورت حال اسے واضح کر رہی ہے اور یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اللہ کا نام کسی دوسرے نام کے ساتھ کنایہ میں جمع نہیں ہو پاتا تا تعظیماً صرف اسی کا نام ذکر کیا جائے۔

حضور کو مختار کل قرار دینے کے حدیثی دلائل

① آنحضرتؐ نے فرمایا۔ انما انا سعة والله يعطي۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲)

بریلوی استدلال

پس جو کچھ کسی کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہ رسول کریم کی تقسیم سے ہی ملتا ہے۔ یہاں لعلی کا مفعول مذکور نہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر

چیز کے دینے والے ہیں جس چیز کا دینے والا خدا ہے اس کی تقسیم کرنے والے رسول کریم ہیں بلکہ

الجواب :

محدثین نے اس حدیث کو کتاب العلم میں بیان کیا یا باب الغنائم میں۔ کسی محدث نے اس کو عام نہیں رکھا کہ جو چیز بھی اللہ عطا کرے اس کے تقسیم کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس حدیث کا پہلا جملہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اس طرح ہے :-

من یرح الله به خیرا یفقہہ فی الدین واما انا قاسم واللہ یعطی.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ جس شخص سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی کفہ عطا فرماتے ہیں اور میں تو بانٹنے والا ہوں دینے والی تو اُسی کی ذات ہے۔

گو یہاں لعلی کا مفعول مذکور نہیں مگر قرینہ بتا رہا ہے کہ یہاں علم کی تقسیم مراد ہے غنائم کی تقسیم حضورؐ فرماتے تھے تو اس میں بھی اس عقیدہ کی توثیق فرماتے کہ دینے والا اللہ رب العزت ہے کسی شارح حدیث نے اس حدیث سے پوری زمین کے موزانے مراد نہیں لیے اور نہ اس سے غنما کل کا عقیدہ اخذ کیا ہے۔ رزق کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ انا قاسم میں رزق کی تقسیم اور اولاد کی عطا بھی مراد ہے۔ قرآن کریم میں ہے :-

نحن قسمنا بینہم معیشہم فی الحیوة الدنیا (پہ الزخرف ۳۲)

ترجمہ۔ ہم نے تقسیم کیا ہے ان میں ان کا رزق دنیا میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَنْ يَرْضَى اللَّهُ تَعْبُدِينَكُمْ إِلَّا قَدْ كَفَرْتُمْ عَنْ اللَّهِ يُعْطَى

الدِّينَ مَنْ يَحِبُّ وَمَنْ لَا يَحِبُّ وَلَا يُعْطَى الْإِيمَانُ إِلَّا مَنْ يَحِبُّ بِلَهِّ

ترجمہ بے شک اللہ لے تم میں تمہارے حقوق بانٹے جس طرح اس نے تمہارے رزاق

بانٹے اللہ دنیا سے بھی دیتا ہے جسے وہ پسند کرے اور اسے بھی جسے وہ

نا پسند کرے اور ایمان وہ لے ہی دیتا ہے دیتا ہے جسے وہ پسند کرے

قرآن کریم کی قطعی آیات کے خلاف کسی خبر واحد میں وسعت پیدا کرنا بالخصوص جب

کہ اس کے خلاف صریح حدیث بھی موجود ہو ہرگز جائز نہیں مولانا محمد شریف کوٹلوی صاحب

کا اصرار کہ بیطی کا مفعول مذکور نہیں اس لیے ہر چیز تقسیم کرنے والے آپ ہی ہیں اس

آیت اور اس حدیث کے صریح خلاف ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :-

عمومات آیات قطعہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض

ہرزہ بانی ہے ۔

نواب قطب الدین خاں حدیث انما انا قاسم واللہ بیطی کا مطلب یوں بیان

کرتے ہیں :-

یعنی میں حدیث وغیرہ بیان کر دیتا ہوں (یہ علم کی تقسیم ہے) سمجھ اور

فکر اور عمل اس پر جتنا باری تعالیٰ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اعطيت منافع خزائن الارض او منافع الارض ۔

ترجمہ مجھے زمین کے خزانوں کی یا زمین کی چابیاں دی گئیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات استعارۃً بیان فرمائی (یعنی کہ یہ بات میری

امت پر پوری ہوگی، یا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجھے یہ چابیاں دی گئیں؟
یہ دوسری صورت ہو تو یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔
قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ (پک الانعام ۵۰ ع ۵)
ترجمہ: آپ کہہ دیں میں اس بات کا مدعی نہیں کہ خزانے میرے پاس ہیں۔

سودھ حدیث مذکورہ بالا حضور کے حق میں بتا دینا آیت ہے اور اس سے مراد
اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ حضور کی امت کے ہاتھوں پر یہ فتح بلاد واقع ہوگی علامہ عزیزی شرح
جامع صغیر میں لکھتے ہیں:-

استعارۃ لوعدا للہ بفتح البلاد۔

فتح بلاد کو بطور استعارہ چابیاں دینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

معناہ الاخبار بان امتہ تملک خزائن الارض۔

ترجمہ: اس کا مطلب اس بات کی خبر دینا ہے کہ آپ کی امت آئندہ دنیا کے
خزانوں کی مالک ہوگی۔

③ آنحضرتؐ نے دعا کی اور سورج غروب کے بعد چھپے لوٹ آیا اور حضرت علیؑ نے
عصر کی نماز وقت ادا کر لی، اس حدیث کو امام طحاوی نے مشکل الآثار جلد ۲ ص ۱ پر روایت
کیا ہے اور جب مجتہد کسی حدیث کو روایت کرے اور اس سے احتجاج کرے تو یہ
اس کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہوتی ہے۔
الجواب ۱

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے الفاظ یہ ہیں:-

انہ فی طاعتک و طاعة رسولک فاردد علیہ الشمس

ترجمہ۔ اے اللہ! علی بے شک تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں لگا رہا ہے تو اس پر سورج کو ٹوٹا دے۔

اس دعا پر اگر سورج ٹوٹا تو اسے کس نے ٹوٹایا ہے؟ الشرب العزت نے تو اس سے حضورؐ کے مختار کل ہونے کا مسئلہ کیسے طے ہو گیا۔ افسوس! بریلوی علماء اسے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی قدرت سے سورج کو ٹوٹایا اور یہ بتھی ہو سکتا ہے کہ آپؐ مختار کل ہوں۔ حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ صریح طور پر بریلویوں کے اس عقیدے کی تردید کر رہے ہیں۔

(۲) حدیث صحیح بھی ہو تو اس میں اثبات عقیدہ کی قوت نہیں ہوتی اور یہ حدیث تو کسی سند سے صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:-

وحدیث رد الشمس له قد ذكره طائفة كالطحاوی والقاضی عیاض

وغیر ہما وعدوا ذلك من معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم لكن

المحققون من اهل العلم والمعرفة بالحديث یعلمون ان هذا الحديث

كذب موضوع كما ذكره ابن الجوزی فی الموضوعات۔

ترجمہ۔ اور یہ محدث کہ سورج آپؐ کے لیے واپس لایا گیا اسے علماء کے ایک گروہ نے جیسے

دام طحاوی اصقاضی عیاض اور کئی اور نے ذکر کیا ہے ان سب کے اسے حضورؐ کے معجزات میں ذکر

کیا ہے لیکن علم صرف حدیث لکھنے والے محققین جانتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے

بن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

سورج کا یہ واپس لوٹنا معجزات میں ہے اور اس سے یہ فعل خداوندی ٹھہرتا ہے نہ کہ حضورؐ کا عمل ہو اگر

یہ روایت کسی درجہ میں لائق قبول بھی ہو تو اس میں عقیدہ مختار کل کی کوئی راہ نہیں نکلتی۔

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے آپؐ نے انہیں صحت دی

اس پر البوطالب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا :-
 ان ربك ليطيعك ۔ (آپ کا رب آپ کی بات مانتا ہے)
 اس روایت سے بھی مولانا محمد شریف کوٹلوی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مختار کل ہونے پر استدلال کیا ہے ؟
 الجواب :-

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی البوطالب کو صحت دی تھی تو اس سے یہ
 بات کیسے مکمل اتنی کہ بے شک آپ کا رب بھی آپ کی اطاعت کرتا ہے ؟ معلوم ہوتا
 ہے حضورؐ نے یہ کام اللہ ہی سے کہا تھا کہ وہ البوطالب کو صحت دے ۔ اور اگر
 صحت دینے والا اللہ ہی ٹھہرا تو حضورؐ صحت دینے والے کیسے ٹھہرے اور آپ کا مختار کل
 ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔

ثانیاً اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہشیم بن حجاز ہے محدثین اس سے
 روایت نہیں لیتے یہ ان کے ہاں متروک ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس پر تفصیل سے
 بحث کی ہے بلکہ اس کی روایت درست نہیں ہے۔

ثالثاً اخبار احاد صحیح بھی ہوں تو ان سے عقیدے ثابت نہیں ہوتے عقائد
 کے لیے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے روایات ظنیہ اس کے لیے کافی نہیں۔

(۵)

جو شخص مجھے ضمانت دے کہ وہ اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھے گا میں
 اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

الجواب :-

ضامن اور حاکم میں فرق ہے۔ یہاں عدالتوں میں ضامن اس بات کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ ملزم کو عدالت میں پیش کرنے کی ذمہ داری لے اور اس کی ضمانت دے فیصلہ آگے حاکم کے ہاتھ میں ہوتا ہے نماز کا امام بھی ضامن ہوتا ہے۔ حدیث مذکورہ میں جس ضمانت کا بیان ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذمہ داری پر لی یا اللہ کے وعدے پر کہ جو اپنے اعمال کو اس درجہ نیک بنائے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائیں گے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر یہ ضمانت دی کہ جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ پر قابو رکھے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت پالے گا۔

ضامن ہونے سے اگر مالک ہونا مراد ہو تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب کچھ لوگوں کو ایک مقرر گنتی سے اجتماعی طور پر وظائف پڑھتے پایا اور فرمایا اسے چھوڑ دو اور اپنے گناہوں کو گن گن کر یاد کرو۔ میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیاں ہرگز ضائع نہ ہوں گی تم ان کا صلہ پا کر رہو گے اور جنت جا کر رہو گے۔ تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ضامن ہونے سے ان کا غمناک رہنا ثابت ہو جائے گا۔

اپنے فرمایا۔

فعدوا من سبأ نکھ فانا ضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیء بل
تم اپنے گناہ شمار کرو میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں سے
کچھ ضائع نہ ہونے پائے گا۔

بریلوی ان پانچ احادیث سے تکرینی امور میں حضورؐ کو مختار کل ثابت کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ اگر احادیث صحیح بھی ہوں اور ان کی دلالت بھی اپنے مدعا پر واضح ہو تو بھی ان سے عقائد ثابت نہیں ہوتے۔ عقائد لیے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اب آپسے چند ان دلائل پر بھی نظر کریں جن سے بریلوی حضورؐ کو تشرعی امور میں مختارِ کل ثابت کرتے ہیں اور پھر یہ بات حضورؐ تک ہی نہیں رہتی۔ بڑے بڑے مشائخ کرام اور پیرانِ عظام بھی اپنے مریدوں سے بہت سے تشرعی بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں۔

حضورؐ کو تشرعی امور میں مختارِ کل قرار دینے کے بریلوی دلائل

دینی چیزوں میں تحلیل و تحریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں ہے۔
 جِلِّ لَہُمُ الطَّیِّبَاتِ وَ یَحْظُرُ عَلَیْہِمُ الْحَبَائِثُ۔ (پ الاعراف ۱۵۷)
 ترجمہ۔ یہ نبی حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام ٹھہراتا ہے
 ان پر ناپاک چیزوں کو اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ۔

بریلوی استدلال

جب تحریم و تحلیل حضورؐ کے ہاتھ میں ہے تو آپ جملہ تشرعی احکام میں مختارِ کل ٹھہرے جس کو چاہیں لازم ٹھہرائیں اور جو چاہیں جس سے چاہیں معاف کر دیں۔
اجواب :

اسلام میں یہ اصول طے ہے کہ شارعِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ پیغمبر جس چیز کو جائز بتلائیں اسے بھی وہ خدا کی طرف سے ہی ناجائز بتلاتے ہیں۔ ما ینطق عن الہوی
 ان ہوا لا وحی یدوحی۔

بنی اسرائیل پر جو چیزیں حرام ہوئیں وہ تحریمِ الہی سے حرام ہوئیں۔
 حرمنا علیہم۔ (پ النساء ۱۶۰) میں تحریم کی نسبت خدا کی طرف سے ہے۔
 اگر کوئی اپنی طرف سے کسی چیز حلال یا حرام ٹھہرائے تو یہ اقرار علی اللہ ہے۔ یہ اقرا علی اللہ بتھی ہو سکتا ہے کہ تحلیل و تحریم صرف اسی کے قبضے میں ہو۔ ورنہ ہماری طرف سے

کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا جس طرح اختراء علی اللہ ہوگا اختراء علی الرسول بھی ہوگا لیکن قرآن کریم نے اسے صرف اختراء علی اللہ کہا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ تعیل و تحریم صرف اس کے اختیار میں ہے اور اس کے سوا کوئی مختار کل نہیں ہے کہ جو چاہے کرے۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا نَصَبَ السَّنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ
لَقَدْ تَرَاوَعْنَا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
لَا يَفْلَحُونَ۔ (پکا الغل ۱۳)

ترجمہ۔ اور جن چیزوں کے بارے میں تم کہتے ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹی ٹہمت لگا رہے ہو جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔
اگر عیال لہم الطیبات اور یمرو علیہم الخبائث میں تحریم و تعیل کی حقیقی نسبت مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایک دوسرے موقع پر کیوں فرماتے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ۔ (پکا التحريم)
ترجمہ۔ اے نبی! آپ (اپنے اوپر) اس چیز کو حرام کیوں ٹھہراتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے۔
اور پھر حضور پر یہ کیوں کہتے۔

وَأَنِّي لَسْتُ أَحْرَمُ حَلَالًا وَلَا أَحِلُّ حَرَامًا۔
ترجمہ۔ اور میں کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام چیز کو حلال کر سکتا ہوں۔

آپ لہسن کی بو کو ناپسند کرتے تھے اس لیے نہ کھاتے تھے۔ کوئی یہ گمان نہ

کرے کہ آپ نے اسے حرام ٹھہرایا ہے۔ آپ نے فرمایا :-

ایہا الناس اذہ لیس لی تحریم ما حلت اللہ لی ولکنہا شجرة اکوہ
ریحہا۔ ۱۰

ترجمہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو چیز میرے لیے حلال کی مجھے اس کے
حرام ٹھہرانے کا کوئی حق نہیں لیکن یہ ایک ایسا پودا ہے کہ اس کی
بو محبہ بہت ناپسند ہے۔

حرم شریف کو حرم ٹھہرانے والا اللہ ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم ٹھہرایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم خود فرماتے ہیں :-

ان مکة حرمہا اللہ۔ ۱۱

ترجمہ بے شک کہ اللہ تعالیٰ نے حرم ٹھہرایا ہے۔

اور یہ بھی صحیح حدیث میں وارد ہے :-

ان ابراہیم حرم مکہ ودعاهلہاوافحرمتم المدينۃ کما
حرم ابراہیم مکة۔ ۱۲

ترجمہ بے شک ابراہیم نے مکہ کو حرم ٹھہرایا اور اس کے رہنے والوں
کے لیے دُعا کی اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم ٹھہرایا جیسے ابراہیم نے
مکہ کو حرم ٹھہرایا تھا۔

ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اسے حرم ٹھہرانے والی اللہ کی ذات
ہے لیکن اس کی تحریم کا بیان حضرت ابراہیم کی زبان سے ہوا۔ مدینہ کو حرم آپ نے بتایا

اس کا حاصل یہ ہے :-

ان الله حرمها على لسانى . هل تحريم الله كى طرف سے ہے .
میری زبان سے اس كى حرمت كى بيان ہوا ہے .
علامہ عینی كھتے ہیں :-

لان معنى قوله ان ابراهيم حرم مكة اعلن بتحريمها و عرف
الناس بانه حرام بتحريم الله اياها فلما لم يعرف تحريمها الا فى
زمانه على لسانه اصنف اليه .

ترجمہ جنور كے اس ارشاد كا مطلب كہ حضرت ابراہیم نے كہ كہ حرم مكرہ لایا یہ ہے كہ آپ نے
اس كے حرم ہونے كا اعلان كیا اور لوگوں كو بتلایا كہ یہ ارض حرم ہے باس وجہ كہ اللہ نے
اس كى تحريم فرمائی جب اس كا حرم ہونا آپ كے ذور میں ہی كھلا تو اس اعتبار سے
اس كى تحريم كى نسبت آپ كى طرف (حضرت ابراہیم علیہ السلام كى طرف) كہ
دی گئی .

اسناد تحريم بابر ابراہیم علیہ السلام از جہت اس باشد كہ وے رسانید و اعلام
كہ دكم الہی ذیرا كہ حاكم بشرائع و احكام خدا تعالی است و حكم وے قديم
است انبیا علیہم السلام رسانندہ اس احكام اند .

ترجمہ اس تحريم كى حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت اس جہت سے
ہے كہ آپ نے یہ حكم خداوندی پہنچایا اور یہ لوگوں كو بتلایا كہ كہ شرائع
كا فیصلہ كرنے والا اور اس كے احكام دینے والا اللہ تعالی ہے اسی كى
شان قديم ہے اور انبیا علیہم السلام تو صرف اس كے احكام پہنچانے
والے ہیں .

وفی رواية احمد من حديث ابن عمر ان الله تعالى حرم على لسانى ما بين
لابقى المدينة۔ صلہ

ترجمہ۔ اور امام احمد کی روایت میں جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے یہ ہے
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے اس خاص جملہ زمین کو حرم بتا دیا ہے

نمازوں کی معافی کا اختیار

بریلوی کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازوں کی معافی کا بھی اختیار تھا حضرت
فضیلہ بن عبید نے کہا میں دنیا کے کاموں میں زیادہ مصروف رہتا ہوں۔ شاید مجھ سے پانچ
نمازوں کی حفاظت نہ ہو سکے۔ آپ نے فرمایا دو ہی پڑھ لیا کر۔ صبح اور عصر کی پابندی
رکھنا۔

مولانا محمد شریف کوٹلوی نے سنن ابی داؤد جلد اول سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ
اس میں اس بات کی تصریح نہیں کہ آپ نے باقی تین نمازیں معاف کر دی تھیں۔
آپ نے دو نمازوں کو پوری حفاظت سے ادا کرنے کا حکم دیا اس میں آپ نے بطور معلم
تربیت فرمائی کہ ان دو نمازوں کی وقت پر ادائیگی سے اسے باقی نمازوں کا ادا کرنا بھی
آسان ہو جائے گا۔

بطور رسول آپ کا حکم پانچ نمازوں کا ہی تھا۔ بطور معلم آپ نے دو نمازوں کو
وقت اور اداب سے ادا کرنے کی تربیت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی تو صلوٰۃ وسطیٰ کی حفاظت
کا زیادہ تاکید سے حکم دیا ہے۔

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ (پ البقرہ ۲۳۸)

اس سے پتہ چلا کہ بعض نمازوں کی حفاظت کا زیادہ اہتمام حکم شریعت کے ہرگز معافی

نہیں ہے۔

اس طرح وفد ثقیف مسلمان ہونے کے لیے آئے تو انہوں نے کہا ہم مسلمان تو ہوتے ہیں لیکن نہ زکوٰۃ دیں گے نہ جہاد کریں گے۔

اشترطت ان لاصدقة علیہا ولا جہاد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نہ تو انہیں باقاعدہ عہد دیا نہ ہاں کی اور نہ کی بلکہ فرمایا :-

سیتصدقون و یجاہدون اذا اسلموا۔

ترجمہ تم عنقریب دیکھو گے کہ یہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور جہاد بھی کرتے ہیں

انہیں مسلمان تو ہو لینے دو۔

یہ آپ کی معلمانہ تربیت کا ایک حکیمانہ پیرایہ ہے نہ یہ کہ آپ شریعت میں کمی بیشی کرنے کا کوئی اختیار رکھتے تھے۔ حضرت یحجر بن عامر کہتے ہیں جب ہم اسلام لائے تو حضورؐ سے درخواست کی کہ عشاء کی نماز ہم سے معاف کر دیں اس وقت ہم اونٹنیوں کا دودھ دوتے ہیں۔ آپ نے حکیمانہ پیرایہ میں فرمایا اسے

ترجمہ تم دودھ بھی دو ہو گے اور نمازیں بھی پڑھو گے۔

انہوں نے جو استدعا کی تھی آپ نے اسے قبول نہ کیا اور نہ اس پر کھلے طور پر انکار کیا۔ برطیوں کے محدث جناب اشرف کچھوچھوی التحقیق الباریع میں امام احمد کی ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ :-

حضورؐ نے ایک شخص کو اس شرط سے مسلمان کیا کہ وہ صرف دو ہی نمازیں پڑھے گا۔

اس سے بریلوی استدلال کرتے ہیں کہ اگر آپ مختار کل نہ تھے تو آپ نے اس سے تین نمازیں کیسے معاف کر دیں۔

بریلوی مولوی پوری تندہ ہی سے آپ کو نمازوں کی معافی کا اختیار دینا چاہتے ہیں یہ محض اس لیے ہے کہ پھر حضورؐ کے نابین کو یہ اختیار ملے کہ وہ اپنے مریدوں کے شریعت کا بوجھ (نماز ہو یا روزے) آہستہ آہستہ اتارتے جائیں۔

سے احد سے احمد اور احمد سے سجدہ کو

کن اور سب کن کن حاصل ہے یا غوثؒ

یعنی یہ اختیارات حضورؐ تک محدود نہیں آگئے پیرانِ پیر بھی پوری کن فیکون کی شان رکھتے ہیں۔ تو کیا اب اس دور کے بریلوی پر حضرت غوث پاکؒ کے روحانی وارث نہیں؟ خوش قسمت ہیں وہ مرید جواب آگئے بڑھ کر اپنے مریدوں سے نمازیں معاف کرالیں۔

نمازیں معاف کرنے کی بریلوی روایت

① عن عبد الله بن فضالة عن ابيه قال علمني رسول الله فكان فيما علمني وحافظ على الصلوات الخمس قال قلت ان هذه ساعات لي فيها اشغال فمرني بامر جامع اذا انا فعلته اجزأ عني فقال حافظ على العصورين۔ؒ

ترجمہ: حضرت فضالہ کہتے ہیں مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اور کہا پانچ نمازوں کی حفاظت کرنا میں نے عرض کی حضورؐ یہ ایسے اوقات ہیں کہ مجھے ان میں بہت کام ہوتے ہیں مجھے کوئی ایسا جامع

عمل بتائیں کہ میں کروں تو وہ میری طرف سے کافی ہو جائے۔ آپ
نے فرمایا کہ عصرین کی نماز کی حفاظت کرنا۔ فجر اور عصر پابندی کے
ساتھ پڑھنا۔

اس میں باقی نمازوں کی معافی کہیں مذکور نہیں یہ محافظت کا باب ہے حضورؐ
فرماتے ہیں دو نمازوں (فجر اور عصر) کی محافظت کر لو باقی نمازیں خود میسر ہو جائیں گی
نمازی ہونے کی تربیت ان دو سے ملے گی۔

ابوداؤد کی اس روایت کا ایک راوی داؤد بن ابی ہند ہے۔ امام احمد فرماتے
ہیں وہ کثیر الاضطراب اور کثیر اختلاف تھا۔ لہ
اجواب :

① یہ حدیث صحیح نہیں اور پرکی سند یہ ہے۔

عن رجل منهم انه اتى النبي صلى الله عليه وسلم.

ایک شخص حضورؐ کے پاس آیا اب معلوم نہیں کہ وہ کون تھا یا کوئی منافق تھا۔
جب تک اس کا صحابی ہونا معلوم نہ ہو جائے ہم اس پر کیسے اعتبار کر سکتے ہیں ضروری
ہے کہ وہ راوی مجہول نہ رہے۔

محدث حاکم صحیح حدیث کی تعریف میں لکھتے ہیں :-

وصفة الحديث الصحيح ان يرويه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
صحابي زائد عنه امام الجهمالة۔ لہ

ترجمہ صحیح حدیث کی تعریف یہ ہے کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کوئی صحابی روایت کرے جس کا نام نہ جانا نہ ہو۔

② جو شخص مسلمان ہے اور نماز نہیں پڑھتا یا صرف دو نمازیں پڑھتا ہے تین

نہیں پڑھتا مگر اس کا عقیدہ ہے کہ اسلام میں پانچ نمازوں کا حکم ہے ایسا شخص گنہگار ہے مگر کافر نہیں ہے۔

اب اگر کوئی کافر اس درجے کا مسلمان بننا چاہتا ہے تو اس پر اسلام کا دروازہ بند رکھا جائے گا یا اسے اس درجے کا مسلمان بنالینا چاہیے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے واقعہ میں حضورؐ نے یہ دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ اسے مسلمان کر لیا جائے گنہگار مسلمان مطلق کافر سے بہر حال بہتر ہے۔ رہی یہ بات کہ آپؐ نے اس کو یہ کیوں نہ بتلایا کہ تو مسلمان تو ہو گا لیکن گنہگار رہے گا؟ یہ اس لیے کہ وہ نادانی میں اسلام لانے سے ہی برگشتہ نہ ہو جائے۔ رحمۃ اللعالمین کا کام رحمت کو عام کرنا ہے نہ کہ ایک گنہگار کو اسلام لانے کے حق سے محروم کرنا؟

(۳) اس حدیث کے کسی طریق میں یہ الفاظ نہیں کہ حضورؐ نے اسے تین نمازیں معاف کر دیں۔ ایسا ہوتا بھی تو اس کا معنی یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن الہی ایسا کہا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بتلا چکے ہوں گے کہ کچھ عرصہ میں اس پر تین نمازیں نہ پڑھنے کا مواخذہ نہ کروں گا۔ یہ بات اسلام میں کسی طرح لائقِ باور کر دینی نہیں کہ آپؐ نے خود بلا اذنِ الہی اس سے تین نمازیں ہی معاف کر دی ہوں۔

(۴) ہم بریلویوں سے یہ پوچھتے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا صحابہؓ میں کوئی ایسا شخص ملتا ہے جو آخر وقت تک دو نمازیں ہی پڑھتا رہا ہو اور باقی تین نمازیں اس کے مدتِ العمر معاف رہی ہوں؟ بریلوی کہتے ہیں ممکن ہے وہ ایمان لاتے ہی مر گیا ہو۔ اور ہمیں اس کا پتہ بعد میں کہیں نہ ملے۔ ہم جواباً کہیں گے کہ پھر اس پر تو کوئی نماز فرض نہ ہوئی جب اس نے ان کا وقت ہی نہ پایا ہو تو اس پر وہ فرض کیسے ہوں گی؟ — سو اس صورت میں صرف تین نمازیں نہ کہیں باقی دو بھی گنیں جو وہ پڑھنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔

⑤ کیا اس شخص نے تین نمازیں اپنے لیے ہی معاف کر لی تھیں یا رمضان کے روزے بھی ساتھ ہی گئے؟ بریلوی منگ کہتے ہیں اس پر جو نمازیں فرض رہیں وہ فجر اور عصر کی نمازیں تھیں۔ جب عشاء معاف رہی تو تراویح بھی گئیں اور تراویح بھی گئیں تو روزے بھی گئے۔ روزے گئے تو صدقۃ الفطر بھی واجب نہ ہوا۔ جب یہ زکوٰۃ گئی تو سالانہ زکوٰۃ کیسے فرض ہو سکتی ہے؟

نماز کل کا عقیدہ گھڑتے گھڑتے ان منگوں نے سارا دین ہی ختم کر دیا۔ بلا کیلی نہیں آتی جہاں آئے گی بلائیں آئیں گی۔ بناء فاسد علی الفاسد۔ یہ سب بریلوی بلائیں ہیں جو بریلوی منگوں نے اپنے گرد جمع کر رکھی ہیں۔

⑥ منگ اس صحابی کا نام نور بخش بتاتے ہیں جس پر تین نمازیں معاف تھیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اب اس کی اولاد میں یہ دو نمازیں ہی رہیں۔ اب جو مسلمان پانچ نمازوں کو بوجھ سمجھتے ہیں وہ بلا کسی تحقیق و روایت کے اپنے آپ کو نور بخشی کہہ تین نمازوں کو ہی اپنے اوپر سے اتار دیتے ہیں۔

آپ خود غور فرمائیں صحابہؓ میں کیا اس قسم کے نام تھے؟ نور بخش ایک عجبی نام ہے سنا ہے اس فرقہ کے لوگ گلگت و غیرہ میں بہت پائے جاتے ہیں۔

دیکھئے بریلویوں کا آنحضرتؐ کو نماز کل بنانے کا شوق مسلمانوں کو کہاں سے

کہاں لے آیا ہے۔ پیر جب کسی کے کلان میں کہہ دے کہ جا میں لے تجھ سے دو نمازیں معاف کر دیں میں نور بخشی خاندان سے ہوں اور یہ فیض (دو نمازوں کو معاف کرنے کا) ہمارے خاندان میں چلا آ رہا ہے تو پھر ایسے مریدوں کو اور کیا چاہیئے؟ یہ وہ دہیات اور دھوکے ہیں جن سے جاہل لوگ بریلوی بنتے ہیں اور نمازوں کی بجائے وہ عرسوں کی رونق بنتے ہیں۔

③ اذخر کو مستثنیٰ کرنے میں اپنے اختیار کا استعمال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی سے بیان فرمایا کہ حرم مکہ کے درختوں اور کانٹوں کو کاٹنا حرام ہے۔ حضرت عباسؓ نے اس قانون سے اذخر (ایک گھاس) کو مستثنیٰ قرار دینے کی گزارش کی۔ آپ نے اسی وقت اسے مستثنیٰ کر دیا۔ بریلوی کہتے ہیں اتنی جلدی وحی کیسے آسکتی ہے؟ یہ حضورؐ نے اپنے مختار کل ہونے کا حق استعمال کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ مختار کل تھے جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس کو چاہیں حرام کر لیں تحلیل و تحریم پر آپ ہی کا قبضہ ہے۔

اجواب :

پہلے یہ محروم کریں کہ محدثین کے ہاں اس حدیث کی شرح کیا رہی ہے؟ ہم سلف صاحبین کی اتباع میں چلنے والے ہیں۔ سلف کو چھوڑ کر نئی اقراءیں کرنا ہمارا طریق نہیں ہے۔ محدثین کے ہاں اذخر گھاس کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ یہ لکھی ہے۔

هذا محمول على انه صلى الله عليه وسلم اوحى اليه في الحال باستثناء

الاذخر وتخصيصه من العموم او اوحى اليه قبل ذلك انه ان طلب

احد استثناء شئ فاستثناه او انه اجتهد في الجميع بل

ترجمہ: یہ استثناء اس پر محمول ہے کہ آپ پر اسی وقت اذخر کے استثناء اور

اور اس عام حکم سے اذخر کی وحی کی تخصیص آگئی تھی یا اس سے پہلے

آپ کو وحی ہو چکی تھی کہ اگر کوئی اس سے کسی چیز کے استثناء کے لیے

کہے تو آپ اسے مستثنیٰ کر دیں یا آپ نے اس میں اجتہاد فرمایا اور اجتہاد

شرعیہ میں اس کے استثناء کی گنجائش موجود تھی۔

یہ تین احتمال ہیں جو محدثین نے یہاں ذکر کیے ہیں یہ چوتھی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اجازت کا اختیار دے رکھا تھا محض ایک احتمال کے وجہ سے یہ ہے اور اس کا حاصل بھی مختار کل ہونا نہیں کسی ایک بات میں اجازت پانا ہے۔ پھر اس احتمال کو اگر کچھ گنجائش بھی دی جائے تو اسے سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا کوئی مسئلہ کبھی احتمال سے بھی ثابت ہوا ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلالی سے کسے انکار ہے۔

برطیوں کا یہ کہنا کہ وحی اتنی جلدی کیسے آ سکتی ہے۔ ابھی تو حضرت عباسؓ درخت پر بیٹھے تھے۔ اسی وقت حضورؐ نے اس کی ہاں فرمادی تو یہ وحی کب آئی ہوگی اور حضورؐ نے کب وصول فرمایا ہوگا اتنی جلدی یہ وحی کیسے آ گئی اور آپؐ نے اسے کیسے پایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جلدی وحی آ سکنے کا انکار زندقہ والحاد ہے

وحی کا قلب پر اترنا ایک فعل الہی ہے اور یہ ایک مخفی عمل ہے۔ اس کے بارے میں یہ سوچ کہ وحی اتنی جلدی کیسے آ سکتی ہے یہ اعتقاد خود زندقہ والحاد ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی کہتے ہیں:-

حافظ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں :-

هل كان قوله صلى الله عليه وسلم الا الاذخر باجتهاد اذ وحى قلت
اختلفوا فيه وترخيص النبي كان تبليغا عن الله تعالى اما بطريق
الا لهما اذ بطريق الوحي ومن ادعى ان نزول الوحي يحتاج الى عهد
متسع فقد وهم بل

ترجمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اذخر کو مستثنیٰ کرنا اپنے اجتہاد سے تھا
یاد دہی سے ؛ اس میں اختلاف ہے لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ وحی اتنی
جلدی کیسے آسکتی ہے اسے کچھ مدت چاہیے وہ وہم کا شکار ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ استثنیٰ وحی اور اجتہاد میں دائر ہے اور دونوں صورتوں میں
ممنوع حکم خدا کی ذات ہے پہلے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کہہ رکھا ہو تو بھی اذن اسی کا چلا
دینی معاملات میں حضورؐ اپنی مرضی اور خواہش سے کچھ نہ کہتے تھے جو کچھ فرماتے وہ وحی
الہی سے ہوتا۔ وحی جلی ہو یا خفی یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

⑤ ایک شخص نے رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کی۔ اسلام میں ایسے شخص
پر کفارہ لازم ہے۔

- ۱۔ ایک غلام آزاد کرے یا
- ۲۔ ساٹھ روزے رکھے یا
- ۳۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔

اس شخص نے حضورؐ کی خدمت میں ان تینوں باتوں سے معذوری کا اظہار کیا اتنے
میں ایک شخص سوا من کے قریب کھجوریں لے آیا حضورؐ نے اس کو کہا کہ اس سے کھجوریں
لے لو اور ان کو صدقہ کر دو۔ اس نے کہا کہ مدینہ بھر میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں۔

آپ نے فرمایا اچھا انہیں اپنے گھر لے جاؤ اور انہیں کھلاؤ۔
 بریلوی کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کفارہ ساقط کر دیا۔ اگر آپ
 مختار کل نہ تھے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا عائد کردہ یہ ذمہ کیسے ساقط کر دیا۔

اجواب :

① یہ حدیث صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۵۹ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۵۵ ابوداؤد جلد ۳ ص ۳۳ جامع ترمذی
 جلد ۱ ص ۲ مسند امام احمد جلد ۲ ص ۲۰۸ طحاوی جلد ۱ ص ۲۲۵ اور سنن کبیری جلد ۴ ص ۲۳ وغیرہ میں
 موجود ہے۔ ان میں سے کسی میں یہ الفاظ نہیں کہ جائزہ کفارہ ادا ہو گیا۔ اگر وہ شخص اس
 وقت انتہائی کمزور اور تنگ دست تھا کہ کفارہ ادا نہ کر سکتا تھا تو کیا آئندہ بھی اس پر کوئی
 ایسا دور نہ آ سکتا تھا کہ وہ اتنی رقم صدقہ کرنے کے لائق ہو جائے۔ اگر یہ احتمال موجود
 ہے تو اس واقعہ سے بریلویوں کا آپ کو مختار کل ثابت کرنے کا احتمال ٹوٹ گیا۔
 اذا جاء الاحتمال بطل به الاستدلال۔

② سنن دارقطنی جلد ۱ ص ۲۵ میں حضرت علیؓ کی روایت میں یہ الفاظ بھی لکھے ہیں :-
 فقد كفر الله عند۔

(اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کفارہ اٹھا لیا ہے)

سو جب اس کفارہ کو خود خدا نے ساقط کیا تو حضورؐ صرف اس کے بیان کرنے
 والے ہوئے اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ آپؐ نے خود اس سے کفارہ ساقط کیا تھا
 اور اپنے مختار کل ہونے کا حق استعمال کیا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی تضعیف
 کی ہے بلکہ

یہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :-

لہ دیکھئے فتح الباری جلد ۳ ص ۱۰۱ کاوی مندر بن محمد غنیف ہے (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۳)

وقال الجمهور لا تسقط الكفارة بالاعسار والذم اذن له في التصرف

ليس على سبيل الكفارة بل

ترجمہ: جمہور اہل اسلام کہتے ہیں کہ تنگدستی سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

اسے جو کجھوریں لینے کا اذن ملا وہ بر سبیل کفارہ نہ تھا یعنی کفارہ اس

کے ذمہ رہا۔

(۳) یہ جملہ جائز کفارہ ادا ہو گیا امام زہری کا ادراج ہے۔ حدیث میں یہ الفاظ کسی

طریق میں نہیں ہیں بل

امام نووی شرح صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۴ اور شرح مہذب جلد ۶ ص ۲۴۴ میں کفارہ تاخیر

سے ادا کرنے کا فیصلہ دیتے ہیں کفارہ کو اس سے ساقط نہیں کرتے۔ فقہ حنفی کا بھی یہی

فیصلہ ہے۔ علامہ سرخسی (۷۸۵ھ) لکھتے ہیں :-

ولكنه عذره في التاخير للعسرة بل

ترجمہ: لیکن آپ نے اسے تنگ مالی کے باعث دیر میں مخدور قرار دیا۔

حافظ بدرالدین العینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں :-

عن الخ جعفر الطبري ان قياس ابي حنيفة والثوري والجمهور

ان الكفارة دين لا تسقط عنه لعسرته وعليه ان ياتي بها اذا

اليس كسائر الكفارات بل

ترجمہ: امام ابو حنیفہ، امام سفیان الثوری اور امام ابو ثور کا فتویٰ اس طرح

سمجھ میں آتا ہے کہ ان کے ہاں کفارہ گویا ایک قرض ہے جو تنگدستی کی

وجہ سے ساقط نہیں ہوتا اور یہ اس کے ذمہ رہتا ہے کہ جب اُسے

آسودگی ہو وہ اسے ادا کرے جیسا کہ اور دوسرے کفارات میں ہے۔

عاقظ ابن ہمام (۸۹۱ھ) زہری کے الفاظ کو رد نہیں کرتے لیکن وہ اسے صرف ایک وقتی حل سمجھتے ہیں اور انجام کار وہ بھی کہتے ہیں :-

فغایۃ الامر انہ اخره عنه الى المیسرہ اذ کان فقیراً فی الحال بلہ
ترجمہ سو آخری بات ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے اس کا کفارہ اس وقت
تک کے لیے مؤخر فرمایا کہ وہ آسودہ حال ہو جائے اس وقت وہ
بالکل تنگ دست تھا۔

علامہ ابن عابدین الشامی در مختار کے الفاظ (قولہ و کفر) پر لکھتے ہیں :-
قولہ بیان وقت وجوب القضاء والکفارة اشعاراً بانہ علی التراخی
كما قال محمد وقال ابو یوسف انہ علی الفور وعن الخ حنیفة
روایان كما فی المقرئانی وقیل بین رمضانین وقال الکرمی
والاول المصحیح ۱۱

ترجمہ قضا اور کفارہ کس وقت ضروری ہے اسے یہاں ذکر نہیں کیا۔
اس میں تراخی (آئندہ جب بھی ہو) کی نشاندہی ہے امام محمد کا یہی قول
ہے امام ابو یوسف فوری قضا کے قائل ہیں حضرت امام سے دونوں
روایتیں منقول ہیں۔ یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ آئندہ رمضان تک وہ ادا
کر لے امام کنفی کہتے ہیں یہ پہلی بات صحیح ہے۔

زہری کی روایت میں یہ جملہ ہے کہ جائز اکفارہ ادا ہو گیا اور تیرے سوا یہ کسی اور
کو یہ جائز نہیں ہے۔

حدث زلیعی لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ مجھے کسی حدیث میں نہیں ملے ۱۲ اور عاقظ ابن حجر
نے بھی اس کی تائید کی ہے ۱۳

کے لیے اسے جائز قرار دیا۔ آپ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں۔

⑤ بیوہ کی عدت کی مدت چار مہینے دس دن ہے سوگ کے ساتھ— حضورؐ نے اسما بنت عمیس کا سوگ صرف تین دن کر دیا۔

⑥ حضورؐ کے نام پر نام رکھنا اور ساتھ آپ کی کنیت کو جمع کرنا ممنوع تھا مگر آپ نے حضرت علیؓ کو ایک بیٹے کے لیے اس جمع کی اجازت دے دی۔

⑦ حکام کے لیے تحفہ لینا حرام ہے مگر آنحضرتؐ نے حضرت معاذؓ کو مخالف لینے کی اجازت دے دی۔

⑧ جو شریک جہاد نہ ہو اس کو وہ مال غنیمت میں حصہ دار نہیں مگر حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو غنائم بدو میں شریک کیا۔

علماء اہلسنت کے ہاں بریلویوں کی ان تمام باتوں کا ایک ہی جواب ہے کہ حضورؐ نے جو کچھ کیا اور جو کچھ کہا سب باذن الہی تھا۔ آپؐ نے اپنی طرف سے شریعت میں کوئی اکھاڑ بچھاڑ نہیں کی نہ آپؐ اس کے مجاز تھے۔ آپؐ اللہ رب العزت کی طرف سے مامور تھے فحار کل نہ تھے۔ نہ اہل سنت کی کتب عقائد میں آپؐ کے فحار ہونے کے نام سے کوئی عقیدہ موجود ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحی یوحی . (پک انجم)

اب ہم ان جزئیات پر ممبر وار کچھ عرض کرتے ہیں۔

① اسلام میں نوحہ پہلے مباح تھا۔ پھر مکہ وہ تنزیہی ٹھہرا۔ پھر حرام ہوا۔ ام عطیہؓ کو جو آپؐ نے اجاز دی وہ اس کے حرام ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ سو یہ آپؐ کا شریعت میں تصرف کرنا نہیں ہے نہ شریعت کی کسی حرام کردہ چیز کسی کے لیے جائز کرنا ہے۔

ماظہ بد الدین عینی لکھتے ہیں۔ جب نوحہ کرنا مکہ وہ تنزیہی تھا اس دور میں

حضرت نے ام عطیہ کو اجازت دی تھی۔ فتح الباری جلد ۸ ص ۴۵ میں بھی اسی طرح ہے۔

② آپ نے چھ ماہ کی بجزی کی قربانی حضرت ابو بردہ کے لیے باذن الہی جائز کی تھی۔ اسی تمام جزئیات اس اصل کے تابع ہیں کہ شارع حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نام لے کر کوئی بات کریں یا اس کا نام لیے بغیر کسی چیز کو جائز یا ناجائز کریں ان سب میں بات خدا کی طرف سے ہی ہوتی ہے جو لوگ تشریع میں اللہ اور اس کے رسول میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں وہ حق پر نہیں ہیں۔

③ حضرت خزمیہؓ کی گواہی دو گواہوں کے قائم مقام یہ باذن الہی مضہرائی گئی تھی حضور کسی کے لیے کوئی خصوصیت فرمائیں تو یہ بھی خدا کی طرف سے ہوگا اور کسی کو کسی بات سے مستثنیٰ کر دیں تو یہ بھی خدا کی طرف سے ہوگا۔

④ بریلویوں کی پیش کردہ یہ روایت سند صحیح سے ثابت نہیں علامہ عازمی لکھتے ہیں: اسنادہ لیس — بذلک ۛ

اگر ایسا ہوا ہو تو وہ بدول اذن الہی نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ جو کچھ کرتے اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتے تھے۔

فالبسنيہ فقال اليس ما كمال الله ورسوله ۛ

عن الحب اسحق قال رايته على براء خاتماً من ذهب ۛ

اگر اس کی رخصت ملی تو صرف حضرت براءؓ کو نہیں حضرت حذیفہؓ حضرت سعدہؓ حضرت طلحہؓ جابر بن سمرہؓ نے بھی اسے رخصت پہنایا۔

عن ابراهيم التيمي قال كانوا يرخصون للبلاد في خاتم الذهب ۛ

ترجمہ حضرت ابراہیمؓ سے مروی ہے کہ علماء بچے کے لیے سونے کی انگوٹھی جائز سمجھتے تھے۔

الواقف لام زدی کہتے ہیں۔

سالت انس بن مالک ان تختم من ذهب فقال نعم... ولكن لا

تطعم في اناء الذهب والفضة۔

ترجمہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کیا میں سونے کی انگوٹھی پہن سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں لیکن تم سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھا نہیں سکتے۔

امام ابن ابی شیبہ (۲۳۵ھ) نے المصنف میں اس پر باقاعدہ رخصت کا باب باندھا ہے رخصت اور عزمیت دونوں شریعت کے حکم ہیں۔ رخصت اسی کی طرف سے ہے جس کی طرف سے عزمیت ہے۔ اس میں مختار کل کا کوئی موضوع نہیں۔

⑤ پہلے سوگ کا لباس بیوہ کے لیے تین دن کا ہی تھا پوری عدت میں سوگ کا حکم نہ تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب ضروری ہوا وہ پوری دوران عدت سوگ کے لباس میں رہے۔ امام طحاوی لکھتے ہیں۔

ان الاحدا لم یکن علی المعتقدۃ فی کل عدتھا وانما کان فی وقت منہا خاص ثم لنسخ ذلک وامرت بان یتمدد علیہ اربعۃ اشھر وعشرا

ترجمہ پہلے عدت والی عورت کے لیے سوگ کرنا کل در عدت کے

لیے نہ تھا عدت کے خاص دنوں میں (پہلے تین دن) تھا پھر یہ منسوخ

ہو گیا اور حکم ہوا کہ اب وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے اب وہ پوری

عدت باہر نہ نکلے۔

سوا سخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس کو کسی حکم شریعت سے مستثنیٰ نہیں کیا تھا اس وقت حکم شریعت ہی یہ تھا۔ بریلویوں کی حضورؐ کو بار بار خدا کے مقابل لانے

کی یہ جرأت انتہائی لائق افسوس ہے

⑥ ابتداء اسلام میں حضورؐ کے نام اور کنیت کو ایک شخص میں جمع کرنا ممنوع تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ جس وقت آپؐ نے حضرت علیؓ کو اس کی اجازت دی کہ وہ آئندہ اپنے بیٹے کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھ سکیں گے اس وقت یہ جمع بین الاسم والکنیہ ممنوع نہ تھی۔ امام طحاوی لکھتے ہیں :-

ان غلبه عن المتکفی بکنیۃ فی حدیث الجہ ہریرۃ فیما ذکرنا ہ
معہ من الآثار لا یخلی من احد وجہین اما ان یکون متقدما للمقتصر
فیہ الجمع بین الاسم والکنیۃ او متاخرا عن ذلک فان کل
متاخرا عنہ فهو زاید علیہ غیر ناسخ لہ وان کان متقدما لہ
فقد کان تابعا ثم روی ہذا بعدہ فہو نسخہ بلہ
ترجمہ: آپکا حدیث ابو ہریرہؓ کی روایت میں آپؐ کی کنیت سے روکنا میرا کہ ہم نے اس سے نقل کیا ہے دو
صورتوں میں تھی نہیں یا تو نام اور کنیت کو جمع نہ کرنے کے قصد سے پہلے کا ہو گیا ہو یا بعد کے پہلے کا ہے
ایک امر زمانہ کے لیے اسے نسخ کرنے والا نہ کہیں گے اور اگر وہ اس سے پہلے کا ہے تو یہ اپنی جگہ ثابت ہوا۔
پھر یہ اس کے بعد کی روایت ہے جس نے اسے منسوخ کیا۔

اس میں قصور نہیں ہے نہ کہا جاسکے گا کہ اصل کو تو یہی تھا کہ انہیں جمع نہ کیا جائے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اس کی اجازت دی یہ بطور مختار کر
آپؐ کا اذن تھا۔ امام طحاوی کے نزدیک ایسا نہیں ہو سکتا نہ امام طحاوی آپؐ کے مختار کیل ہونے کے قائل تھے۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں :-

قد اختلف فی جواز المتکفی بکنیۃ صلی اللہ علیہ وسلم فاما المشہور عن
الشافعی المنع علی ظاہر ہذہ الاحادیث وقیل یختص ذلک بزمانۃ
ترجمہ: آنحضرتؐ کی کنیت ابو القاسم سے اپنی کنیت کرنا ناجائز ہے یا نہیں

اس میں اختلاف ہے اور یہ قول بھی موجود ہے کہ یہ منع صرف آپ کے دور تک تھی۔

⑥ حکام کے لیے مطلقاً تحفہ لینا حرام نہیں باجارت امام وہ تحفہ لے سکتا ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں :-

ان الامام اذا باح له قبول الهدية لنفسه فهو يطيب له .
ترجمہ امام جب کسی ماتحت حاکم کے لیے قبول ہدیہ جائز کر دے تو اس کے لیے وہ بے شک پسندیدہ مال ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ عام ضابطہ ہے اس میں کسی کی خصوصیت اور وہ بھی اپنے ذاتی اختیارات کے ساتھ میں یہاں ہرگز اس کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن روانہ کرتے وقت نصیحت فرمائی تھی کہ میری اجازت کے بغیر کسی سے ہدیہ قبول نہ کرنا۔ اس میں واضح ہے کہ آپ کی اجازت سے حضرت معاذؓ کے ہدیہ قبول کرنے پر شرعاً کوئی گرفت نہیں ہے۔

لا تصيبن شياءً بغير اذني فانہ غلول .

ترجمہ میری اجازت کے بغیر کچھ نہ لینا کہ یہ خیانت ہے

یہ ایک عام ضابطہ ہے حضورؐ نے اسے بیان کر کے عمومی پیرایہ میں فرمایا :-

عن معاذ بن جبل قال بعثني رسول الله الى اليمن فلما سوت ارسل

في اثري فرودت فقال اُتدري لما بعثت اليك قال ومن يغفل

يأت بما غل يوم القيامة لهذا دعوتك وامض لعمرك .

ترجمہ حضرت معاذؓ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے جب مجھے یمن بھیجا تو جب میں

چلا میرے پیچھے آپؐ نے ایک شخص کو بھیجا اور میں حضورؐ کے پاس

لے جایا گیا۔ آپ نے کہا تجھے پتہ ہے میں نے تجھے کس لیے بلایا ہے دیکھنا میری اجازت کے بغیر کسی سے کوئی تحفہ نہیں لینا یہ خیانت کے حکم میں آتا ہے

⑧ امیر اگر کسی شخص کو کسی دوسرے کام پر لگا دے اور وہ شریک جہاد نہ ہو سکے (جیسے حضرت عثمانؓ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے) اور حضورؐ کے حکم سے حضورؐ کی بیٹی رقیہؓ زوجہ ان کی زوجہ تھیں) کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہے یا جیسے حضرت علیؓ جنگ تبوک سے پیچھے رہے) تو اسے مال غنیمت سے حصہ ملنے پر اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں جو مال جاتا وہ علیؓ وجہ التملیک جاتا۔ اور مالک کو حق ہے کہ جس کو چاہے اس میں حصہ چاہے دے۔ یہ امیر کے اختیارات کا مسئلہ ہے اس کے تکویناً مختار کل ہونے کا نہیں۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ وَكَانَ كُلُّ مَا اَضَافَهُ
اللّٰهُ اِلَىٰ نَفْسِهِ عَلَىٰ سَبِيلِ الْفَرَضِ وَمَا اَضَافَهُ الْخَطُّ رَسُوْلُهُ عَلَىٰ
سَبِيلِ التَّمْلِيكِ ۚ

ترجمہ: آپ کہہ دیں غنائم اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہونا علیؓ اسل
الفرض ہے اور رسول پاک کے لیے ہونا علیؓ وجہ التملیک ہے۔

مسئلہ مختارِ کل

اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کی رُو سے

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :

عقائد قطعیات سے ثابت ہوتے ہیں ان کے لیے ظنی دلیل کافی نہیں ہو سکتی۔ افسوس کہ بریلوی علماء اخبار اعداد کیا محض حکایات سے بھی اتنا بڑا کام لے لیتے ہیں اور ان کے عوام جو قواعد علم سے کیسر خالی ہوتے ہیں وہ اہل بدعت کو اہل سنت کہنے میں بھی اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ اثبات عقیدہ کے لیے وہ دلیل چاہیے جو اپنے ثبوت میں بھی قطعی ہو اور اپنے مضمون کی دلالت میں بھی قطعی ہو۔ عقائد قطعی الثبوت اور قطعی الدلالة دلائل سے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

اسلام میں قطعی الثبوت قرآن کریم اور حدیث متواتر ہے ان سے جو حوالہ لیا جائے ضروری ہے کہ اس کی اپنے موضوع پر دلالت قطعی ہو اس میں کسی دوسرے معنی کی راہ نہ نکلتی ہو نہ کوئی اور احتمال پیدا ہو۔

ہم اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ :-

- ① اللہ تعالیٰ تمام اختیارات کا مالک ہے۔
- ② وہ اپنے اختیارات کبھی کسی کو سپرد نہیں کرتا۔
- ③ اس کے اختیارات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔
- ④ اس کا مختار کل ہونا (ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہونا) اسلام کے عقیدہ توحید کا ہی ایک پیرایہ ہے۔
- ⑤ اللہ کے فرشتے اور اس کے بھیجے انبیاء و رسل سب اس کے بندے ہیں اور مامور۔

آئیے اب ہم ان مسائل کی روشنی میں مسئلہ مختار کل سمجھیں اور دیکھیں کہ قرآن کریم اس میں کیا رہنمائی کرتا ہے :-

① وان كبر عليك اعراضهم فان استطعت ان تبتغي نفقاً
في الارض او سماً في السماء فتاتيهم باية ولو شاء الله
لجمعهم على الهدى فلا تكونن من الجاهلين. (پک الانعام ۳۵)
ترجمہ۔ اور اگر ان کا منہ پھیرنا تجھ پر گراں گزرتا ہے تو اگر تم سے
ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زمینہ پھر
ان کے لیے نشانی لے آؤ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت
پر ہی رکھتا سو تو ہرگز نادانوں میں سے نہ ہوتا

کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ یہ نبی ہیں تو ان کے ساتھ ہمیشہ ایسا نشان رہنا
چاہیے جسے ہر کوئی دیکھ کر یقین کرنے اور ایمان لانے پر مجبور
ہو جایا کرے۔ حق تعالیٰ نے تربیت فرمائی کہ تکوینیات میں مثبت
الہی کے تابع رہو۔ خدا کی حکمت ایسے مجبور کن معجزات اور فرمائشی
نشانات دکھلانے کو متعقی نہیں تو مثبت الہی کے خلاف کسی کو یہ
طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین و آسمان میں سے سرنگ یا سیر ہی
لگا کر ایسا مجبور کن معجزہ دکھلا دے۔

اس آیت میں صریح طور پر بتلایا گیا ہے کہ زمین میں سرنگ لگانا اور یا آسمان
میں سیر ہی لگانا یہ آپ کی استطاعت میں نہیں رکھا گیا۔ فان استطعت ان تبتغي نفقاً
في الارض او سماً في السماء اس موضوع پر قطعی الدلالہ ہے اور آپ کے مختار کل نہ ہونے
کی ایک قوی شہادت ہے۔

(۲) وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَابٍ تَفْجُرُ لَنَا مِنْهَا خَلَائِلُهَا تَفْجِيرًا
 أَوْ تَنْسُقَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتُمْ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِيَ بِنَا اللَّهَ
 وَالْمَلَائِكَةَ قَبِيلًا ۚ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرَفٍ أَوْ تَرْقَى فِي
 السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تَنْزِلَ عَلَيْنَا مَكَّاتًا ۚ فَقَرَّوْهُ قُلْ
 سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ۚ (پک الاسرار ۹۴)
 ترجمہ۔ اور وہ بولے کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ
 تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ بہا دو یا آپ کے لیے کھجوروں
 اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور تم اس کے اندر نہریں رواں کر دو
 اور یا تم ہم پر آسمان گرا دو جیسا کہ تم سمجھ رہے یا تمہارے لیے گھر
 ہو سونے کا یا تم آسمان میں چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے آسمان پر
 چڑھ جانے کو بھی نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہم پر کتاب نہ اتارے
 جسے ہم پڑھ سکیں۔ آپ کہہ دیں پاک ہے میرا رب ہر کمزوری سے
 (یعنی وہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے) میں تو ایک انسان ہوں خدا کا بھیجا ہوا
 ۛۛۛ تَمَسَّكُ اللَّهُ بَضْرُ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَرْجُلُ بِخَيْرٍ
 فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ - (پک یونس ۱۰۷)

ترجمہ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف دے تو اس کو کوئی ہٹا نہیں
 سکتا مگر وہی ایک اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی دے تو اسے کوئی
 پھیرنے والا نہیں۔

ۛۛۛ تَمَسَّكُ اللَّهُ بَضْرُ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمَسُّهُ خَيْرٌ
 فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - (پک الانعام ۱۷)

ترجمہ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کسی تکلیف میں ڈالے تو کوئی اسے اٹھانے والا نہیں مگر وہی ایک اور اگر وہ تجھے کسی بھلائی میں لائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(۴) جو کفار آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہے تھے آپ کو علم نہ تھا کہ یہ ایمان لے آئیں گے یا ان پر خدا کی پکڑ لکھی جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا:-
لَئْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ.
(پک آل عمران ۱۶۸)

ترجمہ۔ یہ بات تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے وہ تو ظالم ہی ہیں۔

اس سے زیادہ قطعی الدلائل پیرایہ بیان اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر بھی کوئی آپ کو مختارِ کل کہے تو کون کسی کی زبان پکڑ سکتا ہے۔

(۵) وَمَنْ يَرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَ اللَّهُ يَرُدُّهُمُ اللَّهُ إِنْ يَظْهَرِ قُلُوبُهُمْ فِي الدِّينِ خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (پک المائدہ ۴۱)

ترجمہ۔ اور جن کو خدا کسی آزمائش میں ڈالے تو آپ اس کا کچھ نہیں کر سکتے یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ ان کے دل پاک کرے ان کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہے۔

جس کا بھی اس آیت پر ایمان ہو کیا وہ ایک لمحہ کے لیے بھی حضور کے مختارِ کل ہونے کا قول اختیار کر سکتا ہے؟

(۶) قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا

نذیر مبین۔ (پہلے الاعراف ۱۸۸)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں میں اپنے لیے بھی کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر وہی جو خدا چاہے اور اگر میں جان لیا کہ تا غیب کی بات تو بہت کچھ فائدے حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی سوائے اس کے نہیں کہ میں تم (لوگوں) کو کھلے بندوں ڈرانے والا ہوں۔

⑥ قل ان لا املك لكم ضراً ودرثاً ۱۰ قل انى لن يعصيني من الله

اعدء دن اجد من دونہ ملتحد۱۔ (پہلے احزاب ۲۲)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں میرے اختیار میں نہیں تمہارا بُرا اور نہ تمہارا اراہ پر لانا۔ آپ کہہ دیں کہ نہ بچائے گا مجھے اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤں گا میں اللہ کے سوا کہیں سر کر رہنے کی جگہ (جائے پناہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ اپنے بارے میں نہ اپنی امت کے بارے میں کہیں اختیارات کا دعوئے نہ تھا یہ آیات اپنے ثبوت اور اپنی دلالت دونوں میں قطعی ہیں۔ آیات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں ایک خدا ہے جو تمام اختیارات کا مالک ہے۔

⑧ ولا تقصّل علی احد منہم مات ابداً ولا تقصّر علی قبرہ انہم

کفروا باللہ ورسولہ۔ (پہلے التوبہ ۸۴)

ترجمہ۔ اور آپ ان میں سے کسی پر جو مر جائے نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہو چکے۔

جس کو اس طرح حکم کا پابند کیا جائے کیا پھر اسے ہر بات میں اختیار رکھنے والا کہا جاسکتا ہے۔ اس آیت میں آپ کو اس درجہ میں نہیں رکھا گیا کہ چاہیں تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور چاہیں نہ پڑھیں۔

⑨ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ جب جبریل آپ کے پاس وحی لے کر آئیں آپ

ان کے پڑھتے ہوئے اپنی زبان کو ساتھ ساتھ حرکت نہ دیں :-

لا تَحْرُكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقُرْآنُهُ .

(پ ۲۹ القیمہ)

ترجمہ۔ اے پیغمبر آپ قرآن کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں
تاکہ آپ کو اس کو جلدی جلدی لیں اس کا جمع کرنا اور پھر آپ کی
زبان سے پڑھو ادینا ہمارے ذمہ ہے۔

⑩ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ اِنْ فاعِل ذلك عَذَابٌ . (پ ۲۳ الکہف)

ترجمہ۔ اور آپ ہرگز نہ کہیں کسی کام کو کہ میں اسے کل کروں گا مگر یہ
کہ اللہ چاہے۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ حضور کو اس بات کے نہ کہنے کا پابند کیا گیا یا یہ کہ ایسا
چاہیں کہیں اور نہ چاہیں تو ایسا نہ کہیں معلوم نہیں اتنی کھلی بات کے ہوتے ہوئے بریلویوں
نے یہ غمناک کل کا عقیدہ کہاں سے گھڑ لیا ہے۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ یہ کوئی امور میرے ہاتھوں میں نہیں ہیں۔ میں تو
وہی کچھ کر سکتا ہوں جو ایک انسان کر سکے۔ ہر ایک انسان کی حیثیت میں نہ کوئی غمناک کل ہے
اور نہ ہو سکتا ہے۔

مُختارِ کل کی نفی پر

ایک قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت قدرِ مشترک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کئی موقعوں پر اپنی مجبوری اور بے بسی ان الفاظ میں ظاہر فرمائی اور کہا کہ میں حساب کے دن اغثنی یا رسول اللہ کہنے والوں کو کہوں گا۔

لا املك لك شيئاً۔ کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔

یہ مضمون کسی ایک روایت میں نہیں متعدد روایات میں یہ مختلف پیرایوں میں وارد ہوا ہے۔ یہ واقعات گو اپنی اپنی جگہ اخبارِ احاد ہیں لیکن ان کا مدلول مشترک تو اتر کے درجہ میں پہنچتا ہے ہم پہلے بھی یہ احادیث پیش کر چکے ہیں۔ اب بیانِ قدرِ مشترک کے لیے ان میں بعض بھر سے پیش کرتے ہیں۔

① حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا

اور خیانت کے موضوع پر آپؐ نے بہت زور دیا اور کچھ مثالیں بھی بیان فرمائیں کہ قیامت کے دن متعدد لوگ اپنی چوری کی چیزیں کندھوں پر اٹھائے پیش ہوں گے اور حضورؐ کے سامنے فریاد کریں گے کہ ہمیں بچالیں حضورؐ اس کے جواب میں فرمائیں گے کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں یعنی میں کچھ نہیں کر سکتا میں نے اللہ کی بات تم تک پہنچا دی تھی۔

② حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرے موقعہ کا خطبہ

بیان کرتے ہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب آیت اندر عیشین تک
 الاقربین اتری تھی۔ آپ نے یا معشر قریش کہہ کر بھی خطاب فرمایا۔
 یا بنی عبد مناف کہہ کر بھی خطاب فرمایا۔ یا عباس بن عبد المطلب
 کہہ کر بھی خطاب فرمایا۔ یا صفیہ عمتہ رسول اللہ کہہ کر بھی خطاب فرمایا اور
 آخر میں یا فاطمہ بن محمد کہہ کر بھی خطاب کیا اور ہر دفعہ کہا لا اغنی
 عنک من اللہ شیئاً۔ لا املک لکم من اللہ شیئاً۔

(۳) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی حضورؐ
 کے پاس آیا اور آپ کو ننھے ننھے بچوں سے پیار کرتے دیکھا اور
 فرمایا۔ تقبلون الصبیان فما تقبلہم اس پر حضورؐ اکر م صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَوَاْمَلُکَ لَکَ اِذَا فَرَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِکَ الرَّحْمَۃَ۔
 ترجمہ جب خدا نے تمہارے دل سے شفقت ہی نکال دی تو میں تیرا کیا
 کر سکتا ہوں۔

یعنی میں تیری بات میں کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے
 وہ جذبہ ہی نکال دیا ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادواج مطہرات کے ہاں رہنے میں عدل اور برابری قائم
 رکھتے۔ پھر بھی اللہ کے حضور عرض کرتے۔

اللّٰهُمَّ هَذِهِ قَسْمَتِي فِيمَا اَمْلُکُ فَلَا تَلْمِزْنِي فِيمَا تَمْلُکُ وَلَا اَمْلُکُ۔

ترجمہ اے اللہ میری تقسیم اس حد تک ہے جہاں تک میرا بس چلا اب مجھے اس
 حصہ میں ملامت نہ کرنا جس کا حرف تو ہی مالک ہے اور میں تمہیں اختیار نہیں رکھتا۔

یہ حدیث سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۲۹ اور سنن نسائی جلد ۲ ص ۵۸ میں موجود ہے۔ ان چار احادیث میں پہلی دو میں قیامت کے دن آپ اپنے اختیار کی نفی کریں گے اور کچھ دو میں آپ نے اس دنیا کی زندگی میں اپنے مختار کل ہونے کی نفی فرمائی ہے۔ ان چار احادیث میں قدر مشترک آپ کا اپنے ہمہ گیر اختیار کی نفی کرنا ہے۔

ان احادیث کا سرکزی نقطہ یہ ہے کہ آپ اپنے مختار کل ہونے کی نفی فرما رہے ہیں۔ یہی بات ان دو آیتوں میں بھی آپ پڑھ آئے ہیں ہم پہلے بھی ان آیات کو پیش کر آئے ہیں:-

قل لا املك لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ما شاء الله۔ (پہلے الاعراف ۱۸۸)
ترجمہ: آپ کہہ دیں میں اپنے لیے کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر وہی جو خدا چاہے۔

قل انی لا املك لکم ضراً ولا رشداً۔ (پہلے احسن ۲۲)

ترجمہ: آپ کہہ دیں میں تمہاری کسی بلی اور اچھائی کا مالک نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بارے میں نہ اپنی امت کے بارے میں کہیں اپنے عام اختیارات کا دعوے نہیں ملتا۔ یہ مضمون آپ سے تو اتر کے ساتھ منقول ہے آیات قرآنی جو ہم نے پیش کی ہیں قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں اور احادیث بھی جو ہم نے اس موضوع پر پیش کی ہیں ان کی قدر مشترک بھی متواتر ہے سوان قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل کے سامنے بریلوی علماء سراپا عاجز ہیں اور ان سے ان آیات اور احادیث کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ بریلوی علماء نے اس حدیث میں تاویل کی جو راہیں نکالی ہیں ان میں بھی وہ بُری طرح ناکام ہیں۔ حدیث کے الفاظ پر پھر سے غور کریں۔

خیانت کرنے والا کہے گا یا رسول اللہ میری فریاد رسی کیجئے (مجھے بچائیے)

اس پر میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا میرا کام
تجہ تک دین پہنچانا تھا اور وہ میں نے پہنچا دیا تھا۔

بریلویوں کی ایک بدوی تاویل

حضورؐ کا یہ جواب گستاخوں اور بے ادبوں کے لیے ہوگا جو یہاں اغنی یا رسول اللہ
نہیں کہتے اور وہاں کہیں گے (گویا وہاں بریلوی بن جائیں گے)۔
الجواب :

۱ یہ خائن یا رسول اللہ کہنے والے ہوں گے اور آنحضرتؐ کو غوث مان کر فریاد پری
کریں گے۔ اہل السنۃ و الجماعۃ تو یہ ہیں سے یہ اعتقاد ساتھ لے کر جائیں گے کہ اس دن
کا مالک صرف اللہ سبحانہ ہے لمن الملك الیوم؟ آج کس کی بادشاہی ہے؟ جواب بھی
اسی کا ہوگا۔ اللہ الواحد القہار کیا اہل حق وہاں کسی کو غوث سمجھ سکیں گے۔
۲ آپؐ نے یہ جملہ کہ میں تمہاری کسی چیز کا مالک نہیں۔ اپنے اقربین کو بھی تو نام
لے لے کر فرمایا۔ اب کیا وہ بھی (معاذ اللہ) سب گستاخ اور بے ادب تھے۔

یا معشر قرین استردا الفسک لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً۔ یا بنی
عبد مناف لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً۔ یا عباس بن عبد المطلب
لا اغنی عنک من اللہ شیئاً۔ یا صفیۃ عمتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا اغنی عنک من اللہ شیئاً۔ یا فاطمۃ سلینی ما شئت من مالی
لا اغنی عنک من اللہ شیئاً۔ بلہ

کیا حضرت فاطمہؑ آپؐ کی محبت جگر نہیں آپؐ ان کو بھی فرما رہے ہیں کہ میں اللہ کے
ہاں تیرے کسی کام نہ آسکوں گا۔

حضرت ابن عباسؓ پر بریلویوں کا ایک سوال اور اس کا جواب

حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ساری امت مل کر بھی تجھے کوئی نفع و نقصان نہیں دے سکتی منسوخ ہو چکی ہے۔ یہ بات اس وقت تھی جب تقدیروں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کرتے تھے اب جب تقدیروں کا فیصلہ بھی اللہ رب العزت نے حضورؐ کو دے دیا ہے تو اب آپ سب شیرو شرکے مالک اور محتاج کل کیوں نہیں؟ بریلویوں کے مولانا محمد شریف کوٹلوی نے اس پر بخاری شریف کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

لَا يُلْقِي ابْنُ آدَمَ النَّذْرَ شَيْءٌ لَّوْ كَانَ قَدْرُهُ لَمْ

ترجمہ: نذر اور منت ماننا ابن آدم کو کوئی نفع نہیں دے سکتا مگر وہی تو میں نے اس کے مقدر کر دیا ہو۔

اس پر یہ بریلوی مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تقدیر (قسمت بنانا) بھی حضورؐ کے اختیار میں ہے یعنی جو کچھ کسی کی تقدیر میں لکھا ہے وہ حضور علیہ السلام نے ہی مقدر کیا ہے۔

الجواب :

صحیح بخاری کی اس روایت کے الفاظ لَوْ كَانَ قَدْرُهُ درست نہیں ہیں۔ ایک نسخہ میں لَوْ يَكُنْ قَدْرُهُ ہے۔ قرآن کریم جو قیامت تک کے لیے حجت ہے اس میں ہے کہ تقدیریں بنانے والا صرف اللہ ہے اب قرآن کریم کے خلاف اس حدیث کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

وَلَوْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ قَدْرِهِ تَقْدِيرًا (پہلا فرقان ۲)

ترجمہ۔ اور نہیں اس کا کوئی شریک اس کے ملک میں۔ اسی نے ہر چیز پیدا کی ہے اور وہی ہر چیز کو تقدیروں میں لانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں کے پیدا کرنے سے بھی سچا س ہزار سال پہلے کل مخلوقات کے بارے میں اندازہ ٹھہرا دیا تھا کہ وہ خیر و شر کی قوتوں کو کیسے استعمال کریں گے۔

کَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ

الْف سَنَةٍ قَالَ وَعَرَّشَهُ عَلَى الْمَاءِ يَلُ

صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات خدا کا نام لے کر بتائی ہے

اپنے نام سے نہیں۔

إِنَّ الْمُنْذِرَ لَا يَقْرُبُ مِنْ ابْنِ آدَمَ شَيْءٌ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدَرَهُ لَهُ ۖ

ترجمہ۔ نذر ماننا کسی چیز کو ابن آدم کے قریب نہیں کرتا مگر وہی چیز جس کا

فیصلہ خدا عزوجل نے اس کے لیے مقدر کیا ہو۔

اب بتاؤ تقدیریں بنانے والا کون ہے؟ صحیح بخاری کے نادرست الفاظ سے

کسی کو مغالطہ نہ دو۔

سویہ بات غلط ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کہ ”ساری مخلوق مل کر بھی

تجھے کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ خدا نے اسے تیرے لیے مقدر نہ کیا ہو

قلم اٹھ چکے ہیں اور تحریریں خشک ہو چکیں“ صحیح بخاری کی اس روایت سے کہ تقدیریں حضورؐ

بناتے ہیں منسوخ ہو چکی۔ ایسا ہرگز نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور لکھا ہے۔

هَذَا أَحَدُ حَدِيثِ حَسَنِ صَحِيح ۖ

اس حدیث کا پہلا راوی فضل بن حباب ابو خلیفہ حمی ثقہ ہے دوسرا راوی ابو الولید

الطیالسی صحیحین کے مرکزی روادۃ میں سے ہے تیسرے لیث بن سعد بھی ثقہ ہے۔ چوتھا راوی قیس بن حجاج صدوق اور ثقہ ہے۔ پانچواں راوی حنفی صنفی ہے اس پر کسی کی جرح نہیں۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کا براہ راست شاگرد ہے۔

بریلوی علماء پر افسوس ہے کہ ایسی صریح اور صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے وہ اپنے عقائد کی بنیاد یا ان روایات پر رکھیں گے جو خود بخود مہدوش ہوں یا حکایات اور اقوال الرجال ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ان ظنیات سے عقائد ہرگز نہ طے نہیں ہوتے۔ ان کے لیے قطعی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضور جنت کے ایک حصہ کا مالک ہیں تو مختار کل کیوں نہ ہوئے

بریلوی علماء ایک فرضی روایت لیے پھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو جنت کا ایک قطعہ دیا ہے اور وہ اس لیے کہ اس میں اپنی مرضی سے جسے چاہیں داخل کریں۔ سو اس میں تو آپ مختار کل ہیں۔

وذكر ابن سبع ان الله اقطعه ارض الجنة يعطى ما شاء لمن شاء۔
ترجمہ: نبیؐ شکر اللہ تعالیٰ نے ارض جنت کا ایک قطعہ آپؐ کو دے رکھا ہے اس سے آپؐ جو چاہیں جس کو چاہیں دیں۔

اجواب :

یابن سبع کا قول ہے۔ یہ کون بزرگ ہیں ان کا پتہ چاہیے اور ظاہر ہے کہ عقیدے اس قسم کے اقوال سے ثابت نہیں ہوتے۔

پھر جنت کا بڑا حصہ خدا کے قبضہ میں ہو اور ایک قطعہ حضورؐ کے اختیار میں یہ حضورؐ کی خدا تعالیٰ سے قطعہ بندی سمجھ میں نہیں آتی۔

ثالثاً اگر اس بات میں کچھ بھی وزن ہو تو کیا آپ اس میں البطالب کو نہ لاسکیں گے؟
 رابعاً امام ملا علی قاری تو خود عقیدہ تفویض کے خلاف ہیں وہ حضورؐ کو کیسے مختارِ کل
 کہہ سکتے ہیں۔

حضورؐ کی حدیث میں اس مسئلے کا واضح فیصلہ

آنحضرتؐ جب اللہ کے حضور شفاعت کے لیے چوتھی بار سجدہ ریز ہوں گے اور کہیں
 گے کہ مجھے ہر لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے بارے میں نجات کا اذن دیا جائے تو اللہ تعالیٰ
 فرمائیں گے۔

اُذْنِ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ لَكَ وَلَكِنْ وَعِزَّتِي
 وَجَلَالِي وَكَبْرِيَّاتِي وَعَظَمَتِي لَا أَخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا
 اللَّهُ (متفق علیہ) ۱

ترجمہ۔ یہ بات آپ کے لیے نہیں مجھے اپنی عزت اور جلال اور کبریائی
 اور عظمت کی قسم میں جہنم سے ہر لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو نکالوں گا۔
 اس پر امام ملا علی قاریؒ کہتے ہیں۔

قال القاضي ابي ليس هذا لك وانما اعدل ذلك تعظيماً لاسمي اجلاً
 لتوحيدي... وقال شارح من علمائنا المحققين المعنى ليس اخراج
 من قال لا اله الا الله من النار لك اي اليك يعني مفوضاً اليك و
 ان كان لك فيهم مكان الشفاعة ۲

ترجمہ۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں "یہ بات آپ کے لیے نہیں" میں خود اپنے
 نام کی تعظیم اور اپنی توحید کی عزت کے لیے ایسا کروں گا۔ لا الہ الا اللہ کہنے

دلے کو آگ سے بھکانا یہ آپ کے سپرد نہیں (آپ کی تفریض نہیں) اگرچہ
آپ کو ان کے بارے میں شفاعت کا حق حاصل ہے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ امام ملا علی قاری تفریض کا عقیدہ نہ رکھتے تھے، نہ
اسنی بخشش کے بارے میں نہ دنیا کے تکرینی امور میں ان کا عقیدہ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ
کے اختیارات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

حضورؐ نے حضرت قتادہؓ کو آنکھ دوبارہ لگادی

حضرت قتادہؓ کی آنکھ احد کے دن لٹک آئی، آپ نے آنحضرتؐ سے گزارش کی
آپؐ نے اس نکلی آنکھ کا ڈھیلہ اٹھایا اور اسے آنکھ کی جگہ رکھ دیا اور ان کی بنیائی لٹ آئی بلکہ
اجواب :

یہ صحیح ہے کہ آپؐ نے آنکھ کا نکلا ہوا ڈھیلہ آنکھ کی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ ڈھیلہ کس کا
بنایا ہوا تھا؟ خدا کا۔ آپؐ نے اسے ہی کیوں رکھنا کیا کیوں نہ بنادیا۔ پھر یہ بات بھی ہے
کہ اس آنکھ میں بنیائی اللہ نے لوٹائی تھی، اس ڈھیلے کو اپنی جگہ پر رکھنا حضورؐ کا کام اور
اسے صحیح آنکھ بنادینا اللہ کا کام۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا وہی ہے اور تخلیق میں اس کا
کوئی شریک نہیں۔ اللہ خالق کل شئی۔

حضرت قتادہؓ اس تکلیف پر جب حضورؐ کے پاس گئے تھے تو حضورؐ نے خدا کا نام
لیا تھا کہ میں اس کے حضورؐ دعا کروں گا۔ آپؐ نے انہیں کہا :-

ان شئت صبرت ولك الجنة وان شئت رددتها ودعوا الله تعالى
ترجمہ: اگر تو چاہے صبر کرے اور جنت لے لے اور اگر تو کہے تو میں اسے
اس کی جگہ پر رکھ دوں اور اللہ سے دعا کروں۔

اب بتائیے حضورؐ نے اسے (آنکھ کو دوبارہ لٹکانا) اللہ کی قدرت کا کرم شہ بتایا یا اسے اپنی طاقت فرمایا ہے؟ یہ دعا کس کے حضورؐ کی جا رہی ہے؟
 اہلسنت کے ہاں معجزہ کی حقیقت یہی ہے کہ یہ فعل خداوندی ہوتا ہے اور اس میں اعزازِ پیغمبر کا ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھوں پر یہ فعل خداوندی ظاہر ہوا ہے۔

حضرت رافع بن مالکؓ کی آنکھ کا واقعہ

یہ لوگ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جبکہ بدر میں حضرت رافع بن مالکؓ کی آنکھ ضائع ہو گئی۔
 فنصق فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ود عالمہ فما اذانی
 منہ شیء۔ لہ

ترجمہ۔ آپ نے اپنے منہ کا لعاب میری آنکھ میں لگایا اور میرے لیے
 اللہ سے دعا کی اس کے بعد میری آنکھ میں کبھی تکلیف نہ ہوئی۔
 آپ نے کس سے دعا کی؟ اللہ رب العزت سے۔ آنکھ کو شفا دینے والا کون؟
 اللہ رب العزت۔ اس میں عزت کس کی رہی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی، جن کے لعاب دہن
 کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت رافعؓ کو آنکھوں کا نور بخشا۔
 اس روایت میں حضورؐ کے مختار کل ہونے کا کوئی ذکر نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا
 اور برکت سے حضرت رافعؓ کو ان کی بینائی لوٹائی تو یہ اللہ کی قدرت اور حضورؐ کی عزت کا
 کا بیان ہے۔ مسند مختار کل کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے استدلال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب اور آخری رسول ہیں، آپ جب اللہ تعالیٰ

کے کوئی دعا کرتے اللہ تعالیٰ پیشتر اسے قبول فرما لیتے اور آپ جو چاہتے پورا ہو جاتا۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ اس پر عمل کریں یا نہ لیکن آپ کے لیے پوری سہولت موجود ہوتی بیویوں کے مسئلہ کو ہی لیں۔ تقد و ازدواج میں خاوند پر باری واجب ہے چار سے زیادہ بیویاں بھی نہیں ہو سکتیں لیکن حضور کے لیے یہ ساری پابندیاں اٹھ گئیں۔

ترجی من تشاء ومنہن وقودی الیک من تشاء ومن ابتغیت ممن

عزلت فلا جناح علیک۔ (پہلا الاحزاب ۵۱)

ترجمہ۔ آپ پیچھے رکھیں جس کو چاہیں اور جگہ دیں جس کو چاہیں۔ اور جس کو چاہیں ان میں سے جس کو کنارے پر کر دیا تھا تو اس پر آپ کو کچھ گناہ نہیں ہے۔

حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں :-

جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کہہ سکتے ہیں اور جسے کنارے کر دیا ہو اسے دوبارہ لینے کا اختیار بھی ہے۔ یہ حقوق و اختیارات آپ کے لیے گئے تھے مگر آپ نے مدت العمر ان سے کام نہیں لیا۔ معاملات میں اس قدر عدل و مساوات کی رعایت فرماتے تھے جو بڑے سے بڑا محتاط آدمی نہیں کر سکتا۔ ﷺ

اس قبولیت عامہ پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ سے عرض کی :-

ما یری ربک الا یسارع فی ہواہ۔ ﷺ

ترجمہ۔ میں سمجھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضا میں بہت جلدی کرتا ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اس طرح پوری ہوتی ہے تو کیا اسے مختار کل کے نام سے ذکر نہیں کیا جاسکتا؟

الجواب :

اس میں فعل خداوندی کا ذکر ہے کہ وہ اپنے محبوب کی طلب اور دعا پر ویسا کر دے
جیسا آپ چاہیں تو جب کرنے والا وہ خود ہے تو اس میں حضورؐ کے مختار کل ہونے کا مفہوم
کہاں سے آگیا۔ الحاد یہی ہے کہ سیدھی بات کو بھی پیڑھا کر دو۔

⑩ زمین کے خزانوں کی کنجیاں حضورؐ کے ہاتھ میں ہیں

عقبہ بن عامر کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا :-

انی قد اعطیت مقانیج خزائن الارض او مغانیم الارض بلہ
ترجمہ : مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ اب حضورؐ زمین کے خزانوں کے مالک ہیں اور تمام خزانے ارض
کی چابیاں حضورؐ کے ہاتھ میں دی جا چکی ہیں۔

الجواب :

اس حدیث کا مطلب وہ لینا چاہیے جس کا کہیں قرآن کریم سے ٹکراؤ نہ ہو۔ قرآن
کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آپ فرمادیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں اور
حدیث کہتی ہے کہ زمین کے سب خزانے حضورؐ کو دیئے گئے اب تطبیق کی راہ کیا ہے
اور پھر — حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا :-

واعطانی الکثرین الاحمر والابيض وان امتی سیبلغ ما زدی
لی منها۔ ۱۰

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیئے ہیں اور بیشک میری
امت وہاں تک پہنچے گی جو زمین میرے قریب لائی گئی (مجھے دکھا دی گئی ہے)

یہ خزانے امت کو ملنے مراد ہیں۔ یہاں حضورؐ کے مختار کل ہونے کا موضوع نہیں ہے۔
امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:-

معناه الاخبار بان امته تملك خزائن الارض وقد وقع ذلك له

ترجمہ۔ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ خبر دی جا رہی ہے کہ آپؐ کی امت زمین کے خزانوں کی مالک اور ایسا واقع ہو گیا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ آپؐ کو زمین کے خزانوں کا ملنا خواب میں دکھایا گیا تھا:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بنينا انا نائم اتيت خزائن الارض

فوضع في يدي اسوارين من ذهب فكبر اعلیٰ واهما في فاوحی الی

ان افنخهما۔

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں سویا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ زمین

کے خزانے مجھے دیئے گئے اور میرے ہاتھوں میں زمین کے دو کنگن ڈالے

گئے یہ مجھ پر گراں گزرتے انہوں نے مجھے غم میں ڈالا پھر اسی حال میں مجھ پر وحی آئی

کہ انہیں بچھونک سے اڑا دو۔

علامہ عزیزی نے اسے استعارہ قرار دیا ہے۔

استعارة لوعده الله بفتح البلاد۔

ترجمہ لیکن اس بات استعارہ تھے کہ آپؐ کی امت کیسے یہ بے علالتے فتح ہوں گے۔

۲۔ اسمائیل کے خزانوں سے سورۃ بقرہ کی آخری آیات بھی مراد لی گئی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی

ابن خزیمہ اور امام نسائی کے حوالہ سے اس طرح نقل کرتے ہیں:-

واعطيت هذه الايات من آخر سورة البقره من كنز تحت العرش يشير

الی ما حطه الله عن امته من الاصور و تمجیل مآطقة لهم برفع الخطاء الدنيا

ترجمہ اور مجھوہ بقوہ کی یہ خبری ایسا اس خزانے سے دی گئیں جو پیش نکسے ہے یہ اس بات کا اشارہ کرتے ہوئے کہ
اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت سے بوجھ اور سبب پرزہ کا اٹھانا جس کی ان میں طاقت نہ ہو اتنا دیا ہے۔
اس امت سے بھول چوک اٹھادی ہے یعنی اسے محنت کر دیا ہے۔

تو یہ وہ عطائے الہی ہے جس سے پوری امت فیض یاب ہو رہی ہے۔ زمین
و آسمان کے یہ خزانے امت پر کھل رہے ہیں اور یہ حضور کی امت ہی ہے جو دنیا کے ان
کناروں تک پہنچی جہاں تک آنحضرتؐ کو اس کی مدد و تباہی گئی تھیں۔ اس روایت
میں اگر کسی کے مختار کل ہونے کا پتہ ملتا ہے تو یہی کہ آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
تمام دنیا پر چھا جائے گی نہ قصر رہے گا نہ کسریٰ۔ بس مسلمان ہی اس زمین پر مختار کل ہوں
گے۔ بریلوی حضرات اگر اس معنی سے حضورؐ کو تمام خزانے ارضی کا مالک کہیں تو ہمیں اس
استعارہ سے انکار نہ ہو گا۔ کما اقربہ العلامة العریزی۔

حضورؐ کی برکات صرف ارضی خزانے تک نہیں

آنحضرتؐ کی برکات سے اس امت کو جو حصہ ملا ہے کوئی ایمان دار اس کا انکار
نہیں کر سکتا۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ قسام اذل اللہ رب العزت کی ذات ہے
اسی نے بنی نوع انسان کو رزق بخشا اور اسی نے مومنین کو اخلاق بخشے۔ ہاں علم کی تقسیم اس
نے نبوت و رسالت کی راہ سے کی ہے اور بیع و شراء، ہبہ و وراثت اور غنم میں تقسیم اس
نے شریعت میں منضبط ٹھہرائی ہے۔ سو اس زمین پر تمام مادی خزانے اور روحانی کمالات تقسیم
کرنے والا صرف اللہ رب العزت ہے اور امت کو علم حضورؐ سے وراثت ملتا ہے۔ مسئلہ
مختار کل کو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ بریلوی علماء کی سیدہ زوری ہے کہ یہ مسئلہ انہوں
نے عقائد میں داخل کر رکھا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَسَمٌ بَيْنَكُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ اِذَا فَاكُم وَاَنْ
 اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَعْطِي الدِّينَ اَمِنْ يَحِبُّ وَمَنْ لَا يَحِبُّ وَلَا يَعْطِي الدِّينَ
 اَلَا مَنْ اَحَبَّ فَمِنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّينَ فَقَدْ اَحْبَبَهُ ۚ
 ترجمہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق بھی بانٹے اور رزق بھی تم میں
 تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتے ہیں جسے وہ پسند کریں اور اس کو بھی
 جسے وہ ناپسند کریں لیکن وہ ایمان اسے ہی دیتے ہیں جن سے اُسے
 محبت ہے۔

کیا یہ حدیث پکار پکار کر نہیں کہہ رہی کہ زمین کے تمام مادی خزانے اور روح کے
 سب روحانی مدارج خدا کی تقسیم سے ہیں اور اس نے ان ارضی خزانے کا مالک و مختار ہونے
 میں کسی کو اپنے ساتھ شریک نہیں کیا۔ اس پر ہم عقائد خمسہ کے اس پانچویں مضمون کو ختم کرتے
 ہیں۔ واللہ الحمد والمآلہ۔

تم المجلد الخامس بمنه وكرمه ويتلوه السادس ان شاء الله تعالى



حافظی بک ڈپو دیوبند یوپی

HAFZI BOOK DEPOT DEOBAND-247554(U.P.)